راحة العينين في ترك رفع اليدين

ترکِ رفعِ یدین

(تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرنا سُنّتِ مستمرہ اور دائمہ ہے)

تالیف
حضرت مولانا ابو حفص اعجاز أحمد أشرفی عفرلہ

دار النعیم
عمر ناور حق سٹریٹ چیٹرجی روڈ اردو بازار لاہور
فون: ۰۳۰۱-۴۴۴۱۸۰۵
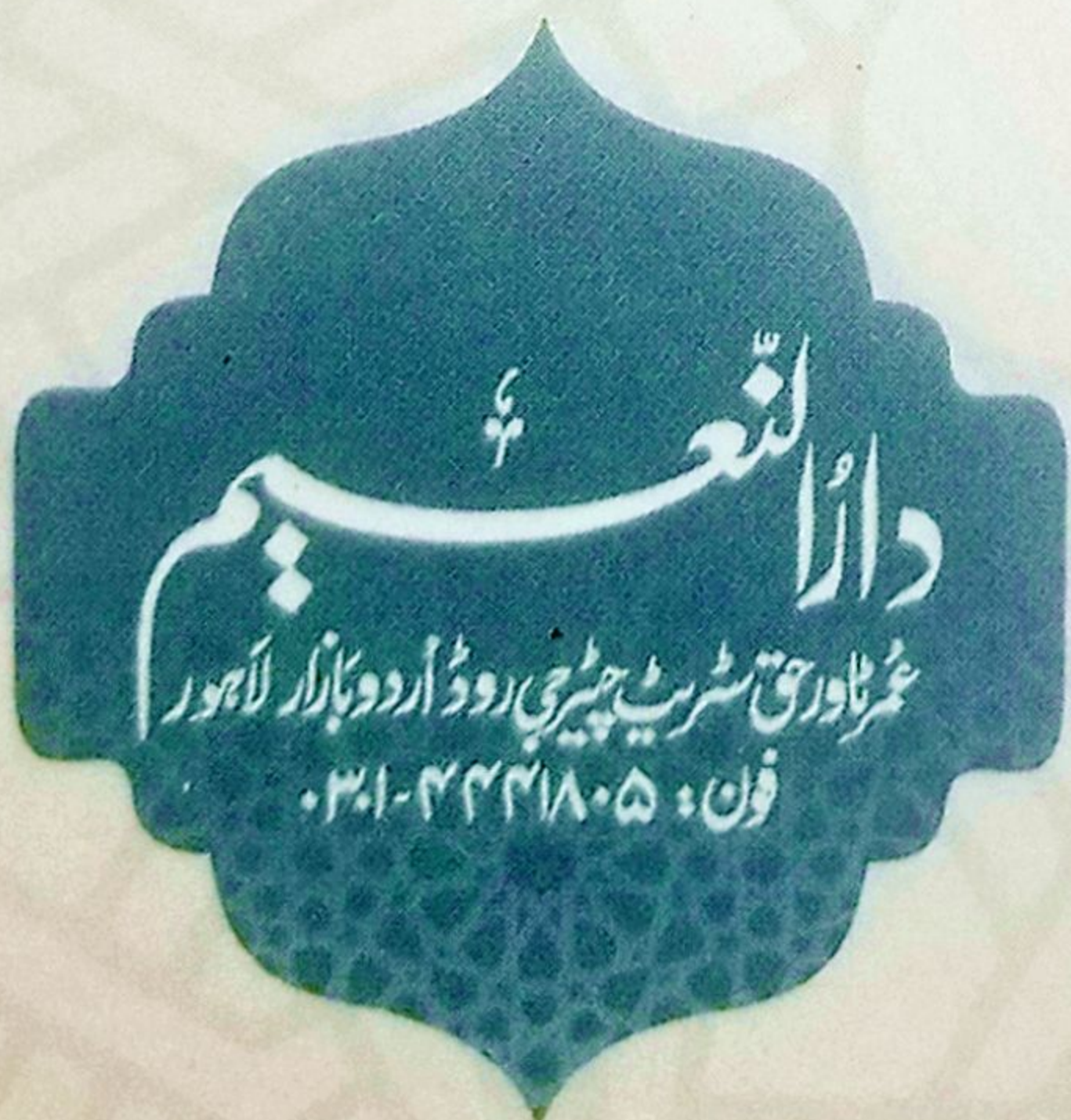
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب............................رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ

وصفی نام............................اِتِّبَاعُ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ ﷺ فِيْ نَسْخِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ

مصنف............................مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی غفرلہ

صفحات............................536

طبع اول............................رجب ۱۴۳۳ھ بمطابق جون ۲۰۱۲ء

طبع ثانی............................ذوالحجہ ۱۴۳۴ھ بمطابق اکتوبر ۲۰۱۳ء

طبع ثالث............................شوال ۱۴۴۱ھ بمطابق جون ۲۰۲۰ء

ناشر............................دارالنعیم، عمر ٹاور، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

نوٹ

کتاب ''رَاحَةُ العَينَين فی ترک رفع الیدینْ'' لکھتے وقت مختلف مطابع کی کتب پیشِ نظر رہیں۔ ان میں سے کچھ تو بالکل طبع جدید تھیں اور کچھ طبع قدیم کی تھیں۔ بعض جگہ جلد اور صفحہ نمبر دیا گیا ہے جبکہ بعض جگہ حدیث نمبر دیا گیا ہے۔ اس کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امامِ اہل سنت، مُحیِ السُّنَّةِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت

مولانا

محمد سرفراز خان صفدرؒ

(المتوفی سنہ ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندئ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

اجمالی فہرست: ایک نظر میں

تفصیلی فہرست

باب8 قائلین رفع یدین کے دلائل اوران کا جائزہ 391

خلاصہ: مسئلہ ترکِ رفع یدین

۱:۔ تکبیرِ تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھانا (رفع یدین کرنا) بالاتفاق مسنون ہے۔

۲:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ہے۔ ترک رفع یدین قرآن پاک کی چار آیات، جناب رسول اللہ ﷺ کی ۱۴۵ احادیث مبارکہ جو ۲۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور ۳ تابعین سے مرسلاً مروی ہیں۔ نیز ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقوفاً عمل ۲۷ احادیث مبارکہ سے بیان کیا گیا ہے۔ ان میں قولی احادیث (بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ)، فعلی احادیث (بروایت حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ وغیرہ) اور تقریری حدیث (رفع یدین کرنے والوں پر آپ ﷺ کا ناراض ہونا، بروایت حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ) ثابت ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ وہ عظیم صحابی ہیں جنہوں نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں فرمایا تھا: ''مجھے حضور ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے''۔ انہوں نے حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت ذکر فرمائی۔ اس میں انہوں نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر فرمایا (بخاری رقم ۸۲۸)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ نماز کا طریقہ سکھایا۔ اس میں آپؐ نے صرف پہلی رفع یدین کی تعلیم فرمائی کسی اور جگہ بالکل نہیں (الکامل لابن عدی)۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری باجماعت نماز جس کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشاہدہ فرمایا، میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے، رفع یدین کا بالکل کوئی ذکر نہیں (بخاری رقم ۷۱۲)۔

۳:۔ ترکِ رفع یدین کی چند احادیث

۱:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا پھر دوبارہ نہیں کیا'' (نسائی رقم ۱۰۲۶)۔

۲:۔ حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو'' (مسلم رقم ۹۶۸)۔

۳:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت'' (مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۵؛ طحاوی رقم ۳۷۴۰)۔

۴:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں داخل ہوتے تو خوب ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کرتے'' (ابوداؤد رقم ۷۵۳؛ ترمذی رقم ۲۴۰)۔

۵:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے۔ اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے

(ابوداؤد رقم ۷۵۰؛ مصنف عبدالرزاق رقم ۲۵۳۰)۔

۶:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے (مسند ابوعوانہ رقم ۱۲۵۱؛ مسند حمیدی رقم ۶۱۴)۔

۷:۔ حضرت اسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۹)۔

۸:۔ حضرت عاصم بن کلیب رحمہ اللہ اپنے والد (کلیب بن شہاب کوفی رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰)۔

۹:۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں شروع کے علاوہ کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے (طحاوی رقم ۱۳۲۸)۔

۱۰:۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ میں نے دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے (طحاوی: رقم ۱۳۲۳)۔

۴:۔ جو رفع یدین تکبیر سے خالی اور معارض (ترک رفع یدین کی روایات کے خلاف) ہے اس پر

حضور ﷺ کی مواظبت اور ہمیشگی ہرگز ہرگز نہیں، کیونکہ معارضت (یعنی دونوں طرف کی متضاد دلیل) آئی تو مواظبت اور ہمیشگی ختم ہوگئی۔ ثبوتِ سنیت کے لیے آپ ﷺ کا آخری عمل ہونا ضروری ہے۔

۵:۔ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ترکِ رفع یدین امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (طحاوی رقم ۱۳۲۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹) اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ (طحاوی رقم ۱۳۲۰؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷) سے بسندِ صحیح ثابت ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے

(سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۷۹، ۸۰؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابویعلیٰ فی مسندہ رقم ۵۰۱۷)۔

پس تین خلفاء سے ترکِ رفع یدین تو بسند صحیح ثابت ہیں اور امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے نہ رفع یدین کا اثر ثابت ہے اور نہ ترک رفع یدین کا، مگر وہ بھی دونوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ کے طریقے پر گامزن ہی رہے۔ حضور ﷺ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک سے بھی غیر مقلدین والی رفع یدین ثابت ہی نہیں چہ جائیکہ مواظبت اور دوام ثابت ہو۔

۶:۔ بقیہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی غیر مقلدین والی رفع یدین ہرگز ثابت نہیں، مواظبت اور ہمیشگی کا ذکر ہی کیا؟

۷:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترکِ رفع یدین پر اس درجہ عامل ہونا کہ کسی روایت میں ان سے رفع یدین ثابت ہی نہیں۔ حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم اور انصار رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے بھی غیر مقلدین والی رفع یدین ثابت نہیں، ہمیشگی کا تو ذکر ہی کیا؟

۸:۔ ان کے علاوہ ان کے بعد میں ایمان لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی غیر مقلدین والی رفع یدین کا ثبوت نہیں۔

۹:۔ کوفہ میں اصحاب علی رضی اللہ عنہم اور اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہم کا عمل ترکِ یدین کا ثابت ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)، اور ان اصحاب میں سے کسی کا استثناء بھی ثابت نہیں ہے حالانکہ یہ اصحاب یا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی تھے یا بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والے یعنی تابعین کرام رحمہم اللہ تھے۔ ان حضرات کا یہ عمل اس بات کی راہنمائی کرتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا ہی اللہ کے رسول ﷺ کی دائمی سنت ہے۔

۱۰:۔ افضل التابعین قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ جو حضرات عشرہ مبشرہ رحمہم اللہ کی زیارت کا شرف رکھتے ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۴)، امام عامر الشعبی رحمہ اللہ جنہوں نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی

زیارت کی ہے اور دو سال حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے ہیں، علقمہ بن قیسؒ جو علم وفقہ کے اس مقام پر تھے کہ خود حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۸)، اسود بن یزید رحمہ اللہ جنہوں نے حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ جیسی ممتاز شخصیات سے اکتساب علم و فضل کیا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۸)۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ جو عہدِ صحابہ میں افتاء کی عظیم خدمت دیتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۰)۔ یہ سب حضرات تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ان حضرات کے رفع یدین نہ کرنے کی وجہ اور کیا ہوسکتی ہے کہ انہوں نے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔

۱۱:۔ امام شعبیؒ، امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام ابواسحٰق سبیعیؒ (جو بکثرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والے تھے) سے ترکِ رفع یدین ہی ثابت ہے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)۔ یہاں تک کہ ان میں امام شعبیؒ تو پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والے تھے۔ تو ان کے نزدیک یقیناً عملِ صحابہ ترکِ رفع یدین تھا۔

۱۲:۔ حضرت سالمؒ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو طبقہ ثالثہ کے تابعی ہیں، جو مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں، انہوں نے اپنے والد گرامی (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو رفع یدین کرتے دیکھ کر پوچھا: ''ما ھٰذا؟'' یہ کیا ہے؟ (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)۔ معلوم ہوا کہ اس دور میں رفع یدین ایک غیر معروف فعل تھا۔

۱۳:۔ طبقہ رابعہ کے تابعی میمون مکیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی رفع یدین والی نماز دیکھی ہی نہیں (ابو داؤد رقم ۷۳۹؛ مسند احمد رقم ۲۶۲۲)۔ اور اسی طبقہ رابعہ کے قاضی محارب بن دثارؒ بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین دیکھ کر حیران ہیں اور پوچھتے ہیں: ''ما ھٰذا؟'' یہ کیا ہے؟ (مسند احمد رقم ۶۹۹۲)۔ معلوم ہوا کہ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعینؒ میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور کوفہ میں رفع یدین والی نماز بالکل اوپری نماز معلوم ہوتی تھی۔

۱۴:۔ طبقہ خامسہ کے حکم بن عتیبہ رحمہ اللہ بھی طاؤس رحمہ اللہ کے رفع یدین کا عمل دیکھ کر اس کے ایک ساتھی سے پوچھ رہے ہیں (مسند احمد رقم ۵۰۱۳) اور اسی طبقہ کے امام حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تو فرماتے ہیں: ''تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین کی حدیث کو نہ کبھی سنا، اور نہ اس پر عمل دیکھا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں، وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے'' (مؤطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔

۱۵:۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ، حضرت امام اوزاعیؒ سے فرما رہے ہیں: ''رفع یدین کے باب میں

ایک حدیث بھی (بغیر معارضہ کے) صحیح نہیں'' (مسندامام اعظم رقم ۹۷)۔

۱۶:۔ طبقہ سابعہ کے جلیل القدر تبع تابعی امام ابوبکر بن عیاشؒ فرماتے ہیں: ''کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی بھی تکبیرِ تحریمہ کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا'' (طحاوی رقم ۱۳۳۲)۔

۱۷:۔ اسی ساتویں طبقے کے جلیل القدر مدنی تبع تابعی حضرت امام مالکؒ بھی فرماتے ہیں: ''تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا عمل ضعیف ہے اور میں کسی بھی رفع یدین کرنے والے کو نہیں پہچانتا'' (المُدَوَّنَۃُ الکُبریٰ ج۱ ص ۱۶۵)۔ امام مالک کا رفع یدین کی روایت کو بیان کرنا (وہ بھی اصح الاسانید سے)، پھر امام مالکؒ کا اپنا عمل اس کے خلاف ہونا اور ترکِ رفع یدین کو ترجیح دینا بلکہ رفع یدین کو ضعیف کہنا، صرف اسی لیے ہے کہ عمل اہل مدینہ یہی ترکِ رفع یدین ہے۔

۱۸:۔ اسی طبقہ کے مکہ مکرمہ کے جلیل القدر تبع تابعی وہیبؒ بن خالد تکبیرِ تحریمہ کے بعد والی رفع یدین کے بارے میں فرماتے ہیں: ''میں نے کسی کو بھی یہ عمل کرتے نہیں دیکھا''

(ابوداؤد رقم ۷۴۰؛ نسائی رقم ۱۱۴۷)۔

۱۹:۔ اسی طبقہ کے حضرت امام محمد بن الحسن شیبانیؒ فرماتے ہیں:

''حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہایت یقین سے ثابت ہے کہ یہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے

(کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینہ ج۱ ص ۹۵،۹۴ طبع دارالمعارف النعمانیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)۔

۲۰:۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں: ''رفع یدین اسلام کے شروع کے زمانہ میں مشروع تھا۔ پھر آہستہ آہستہ منسوخ ہوتا گیا یہاں تک کہ صرف تکبیرِ تحریمہ والا رفع یدین باقی رہ گیا

(تقریر ترمذی ص ۳۹)۔

۲۱:۔ ابتداء اسلام میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ بھی رفع یدین ہوا ہے، لیکن بعد میں یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔ اس کی بہت سی دلیلیں ہیں:

۱:۔ حضور ﷺ نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا (حدیثِ حضرت جابر بن سمرہؓ)۔ نیز آپ ﷺ نے حکم دیا کہ سات مقامات کے علاوہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر تکبیرِ تحریمہ کے رفع یدین کے علاوہ اور کسی جگہ کے رفع یدین کا ذکر نہیں (حدیثِ ابن

عباسؓ وابن عمرؓ)۔ اگر تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین باقی ہوتا تو آپ ﷺ اس پر ناپسندیدگی ظاہر نہ فرماتے۔ ان سات مقامات میں نماز کے اندر رکوع والے رفع یدین کا بھی ذکر فرماتے۔ آپ ﷺ کا اس رفع یدین پر اظہارِ ناپسندیدگی کرنا اور ان سات مقامات میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا، یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۲:۔ کسی بھی صحیح وصریح حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ ﷺ نے رکوع والے رفع یدین کا حکم دیا ہے، اور نہ ہی کسی صحیح حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے وفات تک رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا ہے۔ اگر یہ رفع یدین کیا ہوتا تو کوئی ایسی حدیث ملتی۔ کسی بھی حدیث کا نہ ملنا اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۳:۔ حضور ﷺ کے افعال واعمال کو سب سے زیادہ جاننے والے، ان کو اپنانے والے اور ان پر عمل کرنے والے حضراتِ خلفاءِ راشدینؓ ہیں۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی ہوتا تو لازمی تھا کہ خلفائے راشدینؓ کا اس پر عمل ہوتا۔ لیکن ایک بھی صحیح حدیث سے حضراتِ خلفائے راشدینؓ کا رفع یدین ثابت نہیں، جب کہ صحیح احادیث سے ان حضرات کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔ یہ اس بات کی بڑی کھلی اور واضح دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا۔ اگر باقی ہوتا تو ناممکن تھا کہ خلفائے راشدینؓ اس پر عمل نہ کرتے۔

۴:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ (جو رفع یدین کی حدیث کے مرکزی راوی ہیں) سے صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ وہ خود تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ بھی اس بات کی بڑی دلیل ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا، ورنہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو نہایت متبع سنت صحابی ہیں، وہ حضور ﷺ سے تو رفع یدین روایت کریں اور خود اس پر عمل نہ کریں۔

۵:۔ اگر رکوع والا رفع یدین باقی نہ ہوتا تو ناممکن تھا کہ مراکزِ اسلام مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ اور کوفہ والے سب کے سب اس کو چھوڑ دیتے۔ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ (المتوفی ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں: ''میں نے ہرگز کسی فقیہ کو نہیں دیکھا کہ وہ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو''۔ مراکزِ اسلام کے لوگوں کا اس پر عمل نہ کرنا اور خیرالقرون کے دور میں اس عمل کا متروک ہونا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ رفع یدین باقی نہیں رہا۔

۲۳:۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: تکبیرِ تحریمہ کے بعد انتقالات میں رفع یدین کئی حدیثوں میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ نے اسے ترک فرمایا۔ اس کے بعد بھی جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو

اسے منسوخ کیا اور اس سے منع فرمایا۔ اس پر تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: رقم ۹۶۸) کی حدیث دلالت کرتی ہے" (بذل المجہود ج ۴ ص ۲۸۵)

۲۳:۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: "یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا۔ انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپؓ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہوگئی" (طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)۔

۲۴:۔ ہم ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔ ترک کہتے ہیں: ایک چیز تسلسل سے چل رہی ہو۔ پھر اسے موقوف کر دیا جائے۔ محدثین کرام رحمہم اللہ بھی ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔ "ترک" کے عنوانات نسخ پر دلالت کرتے ہیں۔ محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں"

(نووی صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)۔

امام بخاریؒ کے اساتذہ اور تلامذہ بھی اس قاعدہ پر عمل کر کے یہ بتا رہے ہیں کہ رفع یدین کرنے کی احادیث پہلے زمانہ کی ہیں اور منسوخ ہیں اور ترکِ رفع یدین کی احادیث آخری زمانہ کی ہیں اور ناسخ ہیں۔ امام عبدالرزاقؒ اپنی کتاب مصنف میں پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور بعد میں ترکِ رفع یدین کی۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ بھی پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور پھر ترکِ رفع یدین کی۔ امام نسائی اپنی سنن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی رفع یدین والی احادیث پہلے لائے ہیں اور بعد میں ترك ذلك کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے دونوں احادیث کو متروک قرار دیا ہے۔ پھر دوبارہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت مالک بن حویرثؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ کی احادیث لائے ہیں۔ ان کے بعد الرخصۃ فی ترک ذلک کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔ امام ترمذی نے بھی رفع یدین کے باب میں پہلے حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے۔ اس کے بعد ترک رفع یدین والی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث روایت کی ہے۔ امام ابوداؤدؒ بھی رفع یدین کی احادیث ذکر کر کے بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی ترک رفع یدین کی احادیث لائے ہیں۔

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. اَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اقم الصلوۃ لذکری (سورۃ طہ) قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ. اَلَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلَاتِھِمْ خَاشِعُوْنَ. (سورۃ المؤمنون) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ "واذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا". (مسلم) سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ.

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے ہمیں انسان بنایا۔ ہمیں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت ہونے کا لازوال شرف عطا فرمایا۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں کا شکر بجالانا چاہیں۔ تو یہ ایک ناممکن امر ہے، ہم اس کی نعمتوں کو شمار بھی نہیں کر سکتے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا إِنَّ اللّٰہَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (النحل:۱۸)۔

ترجمہ:۔ ''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اپنے بندوں کی راہنمائی کے لیے دین اسلام کو کامل فرمادیا۔ اور قرآن پاک میں دین کے کامل ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس لئے عقائد قطعیہ میں اختلاف کی قطعاً گنجائش نہیں ہے ایسے اختلافات بہرحال مذموم اور زہرِ قاتل ہیں اگرچہ علم و دیانت کے ساتھ ہوں یا لاعلمی اور نیک نیتی کے ساتھ۔ زہر کو اگر کوئی شخص زہر سمجھ کر کھائے، تب بھی اس کا اثر اتنا ہی ہوگا جتنا بے خبری میں اگر شہد سمجھ کر کھائے۔ اس لیے کہ علم و دیانت اور اجتہاد و قیاس کوئی چیز اس کی قباحت و شناعت میں کمی پیدا نہیں کرتی۔ ایسے اختلافات جن میں ضروریاتِ دین میں کسی امر کا انکار یا تاویل ہو یقیناً کفر اور باعثِ ملامت و گرفت ہے۔

دوسری قسم کے اختلافات یعنی فروعی اختلافات، اگر وہ شرعی دلائل کے ساتھ ہوں اور اختلاف کرنے والا مجتہد ہو اور اس کی دیانت وعدالت اور تقویٰ وورع مسلّم ہو اور اختلاف میں بھی حظِّ نفس اور اپنی خواہش کی پیروی نہ ہو اور نہ تن آسانی کے لیے اپنے نفس کے لیے سہولت مطلوب ہو تو ایسا مجتہد خطا کی صورت میں بھی صرف معذور ہی نہیں بلکہ صحیح احادیث کی روشنی میں ماجور بھی ہو گا۔ اس کی مثال درجِ ذیل حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر (جب کہ یہود بنی قریظہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف انتہائی ریشہ دوانی کرنے کے بعد مدینہ طیبہ سے چند میل دور قلعہ بند ہو گئے تھے) یہ ارشاد فرمایا کہ: فوراً بنو قریظہ کے پاس پہنچو اور فرمایا:

لا يُصَلِّيَن احدٌ العصرَ الّا في بني قريظة۔ فادرك بعضهم العصر في الطريق فقال بعضهم: لا نُصلي حتّٰى نأتيها۔ وقال بعضهم: بل نصلّي، لم يُرد منّا ذلك۔ فذكر ذلك للنبي صلى الله عليه وسلم۔ فلم يعنف واحداً منهم" (بخاری ج۲ص۵۹۱)

تم میں سے کوئی ایک شخص بھی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنی قریظہ میں جا کر۔ چنانچہ راستہ میں ان میں سے بعض پر عصر کا وقت آ گیا۔ ان میں سے کچھ حضرات نے کہا کہ: ہم تو بنی قریظہ ہی میں جا کر نماز پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ: ہم تو نماز یہاں ہی پڑھیں گے کیونکہ ہم سے تو ایسا طلب نہیں کیا گیا کہ ہم نماز نہ پڑھیں۔ انہوں نے نماز پڑھ لی۔ جب آپ کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے کسی کو ملامت نہ کی''۔

ان میں سے ایک گروہ نے معنیٔ مراد کو ملحوظ رکھ کر عصر کے وقت نماز پڑھ لی اور دوسرے گروہ نے ظاہری الفاظ کو دیکھا اور نماز عصر عشاء کے بعد بنو قریظہ پہنچ کر پڑھی۔ حافظ ابنِ قیمؒ لکھتے ہیں کہ پہلا گروہ فقیہ تھا اور دوہرے اجر کا مستحق ہوا۔ اور دوسرا گروہ معذور بلکہ ماٗجور تھا مگر ایک اجر کا وہ بھی مستحق ہوا۔

(زاد المعاد ص ۱۷ ج ۳ طبع مؤسسة الرسالة ناشرون)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیوں میں سے اس کو ایک نشانی قرار دیا ہے کہ ''اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کریں گے'' (ترمذی رقم ۲۲۱۰، ۲۲۱۱)۔ اس دورِ پُرفتن میں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذکر کردہ دوسری علامات کا ظہور ہو رہا ہے، وہیں اس علامت کا بھی پوری طرح ظہور ہو رہا ہے۔ مادر پدر آزاد لوگ جو دین سے بے بہرہ اور دینی اقدار سے ناآشنا ہیں وہ اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں جس ہستی کو اپنے خلاف پاتے ہیں اس پر کھل کر تنقید، اور طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ اور اس میں کسی کے مرتبہ ومقام کا لحاظ نہیں کرتے، انبیاء کرام ہوں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خلفائے

راشدینؓ ہوں یا اہلِ بیت عظامؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ ہوں یا ائمہ مجتہدینؒ، اولیائے کرام ہوں یا علمائے دین۔ اس دور میں ان محترم شخصیات میں سے کوئی بھی تنقید سے بچا ہوا نہیں۔ چنانچہ غیر مقلدین حضرات جو صرف اپنے آپ کو قرآن و حدیث پر عامل اور خود کو قرآن و حدیث کی تبلیغ و اشاعت کے اہل سمجھتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے کہ ان کی تقریر و تحریر میں بے دھڑک اسلاف پر تنقید اور ائمہ مجتہدین کی تذلیل و تضحیک ہوتی ہے، حتی کہ اس تنقید سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دامن بھی محفوظ نہیں رہا۔ حد تو یہ ہے کہ تنقید کے اس عمل میں غیر مقلدین کے چھوٹے، بڑوں سے چار ہاتھ آگے ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا داؤد غزنویؒ کی سوانح حیات میں تحریر ہے: ''اہل حدیث حضرات عموماً نہایت متشدد ہوتے ہیں۔ تھوڑی سے تھوڑی چیز پر سخت سے سخت نکتہ چینی کے خوگر''۔

(مولانا داؤد غزنوی مرتبہ ابوبکر غزنوی ص ۱۸)۔

انہی فروعی مسائل میں سے فاتحہ خلف الامام، رفع یدین، آمین بالجہر، تراویح وغیرہ ہیں۔ جس پر بحث کرتے ہوئے ان کے قلم کار اور مقررین احناف کو بے نقط سناتے ہیں۔ غیر مقلدین رفع یدین کو وجوب و فرضیت کا درجہ دیتے ہیں۔ رفع یدین کے مسئلہ پر غیر مقلدین کی بے شمار کتابیں اردو زبان میں طبع ہو چکی ہیں۔ بعض میں تو بڑی ہی بیہودہ زبان استعمال کی گئی ہے۔ عوام جو حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں وہ ان کتب کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ دیگر مسائل کی طرح مسئلۂ ترکِ رفع یدین پر بھی حضرات احناف نے بڑی ٹھوس اور علمی کتابیں تحریر کی ہیں۔ ان کتابوں میں خالص علمی اور تحقیقی انداز ہے۔

علامہ زیلعیؒ کی نصب الرایہ (ج ۱ ص ۳۶۹ تا ۴۱۹ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)، تنسیق النظام فی مسند الامام (۱۵۵ تا ۱۷۳ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)، اوجز المسالک (ج ۱ ص ۲۰۵ تا ۲۰۸)، اعلاء السنن (ج ۳ ص ۵۶ تا ۱۱۹ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)، بذل المجھود (ج ۴ ص ۲۶۶ تا ۲۸۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)، فتح الملہم (ج ۳ ص ۳۰۸ تا ۳۲۶، طبع مکتبہ دار العلوم، کراچی) اور معارف السنن (ج ۲ ص ۴۵۱ تا ۴۶۸ طبع ایچ۔ ایم۔ سعید کمپنی، کراچی)، انوار الباری شرح صحیح البخاری (ج ۱۵ ص ۳۱۱ تا ۳۳۳ طبع ادارۃ تالیفات اشرفیہ، ملتان) تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے فرزند حضرت مولانا محمد یوسفؒ المعروف حضرت جی کی کتاب ''امانی الاحبار شرح معانی الآثار'' اور امام اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ کی خزائن السنن (ص ۳۴۰ تا ۳۶۱) کا مطالعہ فنی اور فقہی حیثیت سے بہت مفید ہے۔ اس سلسلے کی ایک قابلِ قدر کتاب ''نَیْلُ الْفَرْقَدَیْنِ مع حاشیته بَسْطُ الْیَدَیْنِ فی مسئلة رفع الیدین''

تالیف امام العصر محدث الکبیر شیخ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ (طبع مجلسِ علمی، کراچی) ہے۔اردو زبان میں نور الصباح تالیف حضرت مولانا محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ، نماز میں بتدریج ترک رفع یدین تالیف حضرت مولانا فقیر اللہؒ اور تجلیاتِ صفدر (تحقیق مسئلۂ رفع یدین، اسوۂ سرورِ کونینؐ فی ترک رفع یدین) تالیف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ قابلِ قدر کتابیں ہیں۔

مسئلہ رفع یدین سے متعلق یہ کتاب کسی کی تردید و تغلیط اور بحث و مناظرہ کے لیے نہیں بلکہ اس غرض سے ترتیب دیا گیا ہے کہ عام مسلمان جو علم یا فرصت کی کمی کے باعث براہِ راست فقہ اور حدیث کی بڑی کتابوں کی مراجعت نہیں کر پاتے۔اس کتاب کے مطالعہ سے انہیں یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ رفع یدین سے متعلق ان کا طریقۂ عمل قرآن کریم، احادیثِ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ اور فقہائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول و عمل کے بالکل مطابق ہے۔خیر القرون میں اسی پر تعامل رہا ہے۔لہٰذا بلاشبہ یہ افضل اور بہتر ہے۔اس کتاب کا نام رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ (ترکِ رفع یدین) تجویز کیا گیا ہے جبکہ اس کتاب کا وصفی نام اِتِّبَاعُ سَيِّدِ الْكَوْنَيْنِ فِيْ نَسْخِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ ہے۔راہِ حق کو تلاش کرنے والوں کے لیے یہ کتاب ''مینارۂ نور'' ثابت ہوگی۔ہر مسلمان کے پاس اس کتاب کا ہونا ضروری ہے۔

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔

باب ۱: مقدمہ میں حدیث معاذ بن جبلؓ کے بعد مسئلہ رفع یدین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک اور غیر مقلدین کا مسلک وعمل بیان کیا گیا ہے۔

باب ۲: میں تحقیق کے معیار جو حدیث معاذ بن جبلؓ میں پیش کیے گئے ہیں۔ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ادلّہ شرعیہ: کتاب اللہ یا آیت محکمہ، سنتِ قائمہ، اجماع اور قیاس کی شرعی حیثیت کو اس باب میں بیان کیا گیا ہے۔ان چاروں دلائل پر اہل سنت والجماعت کا اجماع اور اتفاق ہے۔اگرچہ اس کتاب میں ترک رفع یدین کے لیے قیاس کا الگ باب تو نہیں باندھا مگر ضمناً کئی ابحاث میں اس سے استدلال کیا گیا ہے۔

باب ۳: میں تحقیق مسئلہ رفع یدین قرآنِ کریم کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔اس باب میں چار آیات اور امام بیہقی سے ''نماز میں خشوع کی حقیقت ترکِ رفع یدین ہی ہے'' کو بیان کیا گیا ہے۔

باب ۴: میں ترکِ رفع یدین ۱۴۵ احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔اس باب میں بائیس (۲۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرفوع احادیث اور تین تابعین کرام رحمہم اللہ کی مرسل احادیث سے آپ ﷺ کا ترک رفع یدین ثابت کیا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کی حدیث سے ثابت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آخری با جماعت نماز میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے رفع یدین کا مطلقاً ذکر نہیں۔

باب ۵: میں ترکِ رفع یدین ۲۷ آثارِ صحابہ کرامؓ کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ پہلے اس امت کے افضل ترین خلفائے راشدین کا عمل بیان کیا ہے۔ پھر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ حضور ﷺ کا آخری عمل ترک رفع یدین ہی تھا۔

باب ۶: میں ترکِ رفع یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ خیر القرون میں تین بڑے علمی مراکز مکہ، مدینہ اور کوفہ میں ترک رفع یدین ہی مروج تھا۔ کوفہ میں تو بالاجماع ترک رفع یدین ہی تھا۔

باب ۷: میں ترکِ رفع یدین کا دوام اور رفع یدین کا منسوخ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اس باب میں ترک رفع یدین کے بقا اور رفع یدین کے منسوخ ہونے کو محدثین کرام رحمہم اللہ خصوصاً امام نسائیؒ اور امام طحاویؒ کے طرز استدلال سے ثابت کیا ہے۔ رفع یدین کو تو سبھی منسوخ مانتے ہیں کیونکہ احادیث میں چار رکعت نماز میں ۲۶ یا ۲۸ (جلسۂ استراحت کے قائلین کے ہاں) مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ مگر قائلین رفع یدین تو صرف چند مواضع ہی میں رفع یدین کرتے ہیں اور باقی کو منسوخ مانتے ہیں۔ غیر مقلدین کے رفع یدین کے متعلق دعووں کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب میں ترکِ رفع یدین کے تیئیس (۲۳) وجوہ ترجیح کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ نسخ رفع یدین پر کئے گئے اعتراضات کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

باب ۸: میں غیر مقلدین کے ان آٹھ دلائل کا جائزہ لیا گیا ہے جو ان کے نزدیک نہایت اعلیٰ سمجھے جاتے ہیں حالانکہ ان میں سے اکثر نہ تو صحیح ہیں اور نہ ہی ان کے دعویٰ کے مطابق ہیں۔ ان دلائل میں سے کسی میں بھی رفع یدین کے دوام کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

باب ۹: میں غیر مقلدین کی طرف سے پیش کیے جانے والے بعض شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

باب ۱۰: میں بعض احادیث کی تحقیق اور غیر مقلدین کی طرف سے ان پر کیے گئے شبہات کے جوابات دیئے گئے ہیں۔

قارئین کرام! اس کتاب کے پہلے ایڈیشن کو نہ صرف یہ کہ عام تعلیم یافتہ حضرات ہی نے پسند کیا بلکہ علمائے کرام نے بھی اس کی تعریف کی اور اپنی زرّین اور قیمتی آراء اور تصدیقات سے راقم کی عزّت افزائی کی۔ یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ اس ایڈیشن میں بعض جگہ حک واضافہ اور مطبعی اغلاط کی تصحیح کردی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے ذریعۂ نجات اُخروی بنائے۔ آمین ثم آمین!

اعجاز احمد اشرفی

بدھ، ۴۔ ذی قعدہ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۱۱۔ ستمبر ۲۰۱۳ء

باب ا

مقدّمہ

أَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَداً وَلَمْ یَکُنْ لَّهُ شَرِیْكٌ فِیْ الْمُلْكِ وَلَمْ یَکُنْ لَّهُ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْهُ تَکْبِیْراً ۔اَللّٰهُ أکبر کبیراً۔والحمدُ لِلّٰهِ کَثِیْراً۔ وسُبْحٰنَ اللّٰهِ بُکْرَةً وَ أَصِیْلاً۔ فَإِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِیْراً۔وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰواتِ وَالْأَرْضَ حَنِیْفاً مُسْلِماً۔وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ إِنَّ صَلاَتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔لاَشَرِیْكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ۔

أَللّٰهُمَّ أنتَ الملكُ لآ اله الّا أَنْتَ۔أَنْتَ رَبِّیْ وأنَا عَبْدُكَ۔ ظلمتُ نفسی واعترفتُ بِذَنْبِی۔فاغفرلی ذنوبی جمیعاً۔لا یغفر الذنوب الا أنت۔واهدنی لأحسن الأخلاق۔لا یهدی لأحسنها الا أنت۔ واصرف عنی سَیِّئَهَا۔لا یصرف عنِّی سَیِّئَهَا الا أَنتَ۔لبیك و سعدیك والخیر کله فی یدیك۔والشرُّ لیس الیك۔أَنَابك والیك۔تبارکت وتعالیت۔ أستغفرك وأتوب الیك۔ الذی یراك حین تقومُ وتقلبك فی الساجدین۔وصلی اللّٰه تعالیٰ علی خیر خلقه وخیرته محمد رسول اللّٰه وخاتم النبیین۔وسلّم تسلیماً کثیراً کثیراً۔أمّا بعد!

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دینِ حق دے کر بھیجا۔جناب رسول اللہ ﷺ نے نجات پانے والی جماعت کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔حضرت عبد اللہ بن عمروؓ کی مرفوع حدیث ہے: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:''بلا شبہ میری امت پر ایسا وقت آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا اور دونوں میں ایسی مماثلت ہوگی جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے بالکل برابر ہوتے ہیں (یعنی بنی اسرائیل میں جو فتنے رونما ہوئے وہ جوں کے توں میری امت میں پیدا ہوں گے) یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں کے ساتھ علانیہ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں بھی ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو ایسا ہی کریں گے۔ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی اور تمام فرقے دوزخی ہوں گے۔صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا''۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! جنتی فرقہ کون سا

ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس طریقے پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہوں گے (اس کی پیروی کرنے والے مستثنیٰ ہوں گے)''۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔ مسند احمد اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت معاویہؓ سے مروی ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بہتر (۷۲) گروہ دوزخ میں جائیں گے اور ایک گروہ جنت میں جائے گا اور وہ جنتی گروہ ''جماعت'' ہے اور میری امت میں کئی قومیں پیدا ہوں گی جن میں خواہشات (یعنی عقائد واعمال کی بدعات) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے (پاگل) کتے کے کاٹنے سے پیدا ہونے والی بیماری اس کاٹے ہوئے شخص میں سرایت کر جاتی ہے کہ اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ اس سے محفوظ نہیں رہتا

(مشکوٰۃ رقم ۱۷۱، ۱۷۲؛ ترمذی رقم ۲۶۴۲؛ مسند احمد رقم ۱۷۰۶۱؛ ابوداؤد رقم ۴۵۹۷)۔

دینی احکام کے ماخذ اور دلائل کی ترتیب

دینی احکام کے ماخذ اور دلائل کی ترتیب یہ ہے:

۱۔ کتاب اللہ، ۲۔ سنتِ رسول اللہ ﷺ، ۳۔ اجماع امت، ۴۔ خلفائے راشدین کے آثار (اقوال، افعال، احوال)، ۵۔ خیر القرون (صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ، تبع تابعینؒ) کے آثار، ۶۔ اربابِ علم وفقہ واصحاب علم وتقویٰ کا شرعی قیاس واجتہاد۔ اس کی تفصیل باب نمبر ۲ میں بیان کی جائے گی۔ صرف ایک حدیث جو حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے یہاں بیان کی جاتی ہے۔

حدیث معاذ بن جبلؓ

عن معاذ بن جبل: أنَّ رسولَ الله ﷺ لمّا بعثَه الى اليمن قال: "كيفَ تقضي اذا عَرَضَ لك قضاءٌ؟" قال: أقضي بكتابِ الله۔ قالَ: "فان لم تجد في كتاب الله؟"۔ قال: فبسنّةِ رسولِ الله۔ قال: "فان لم تجِدْ في سنةِ رسول الله؟"۔ قال: أجْتَهِدُ رأيي ولا آلو۔ قال: فضَرَبَ رسولُ الله ﷺ على صدرِه۔ وقال: "ألحمدُ للهِ الذي وَفّقَ رسولَ رسولِ الله لمَا يَرْضَى بِهِ رَسُولُ الله ﷺ"

(ابوداؤد ج ۲ ص ۵۰۵ رقم الحدیث ۳۵۹۲؛ ترمذی ج ۱ ص ۱۵۹؛ دارمی ص ۲۴؛ مسند احمد ج ۵ ص ۲۳۰؛ مشکوٰۃ ص ۳۲۴ باب العمل فی القضاء والخوف منہ، رقم ۳۷۳۷؛ اس روایت کی سند عمدہ اور کھری ہے تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴)۔

ترجمہ:۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا: ''وہاں جب تمہارے

سامنے مقدمات پیش ہوں گے تو کیسے فیصلہ دو گے؟"۔ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے کرو گے؟"۔ حضرت معاذؓ نے عرض کیا: سنت رسول اللہ ﷺ سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "اگر سنت میں بھی (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر فیصلہ کیسے دو گے؟"۔ تو حضرت معاذؓ نے عرض کیا: پھر میں اپنی ہمت کے مطابق پورا پورا اجتہاد کروں گا (اور اس کے مطابق فیصلہ دوں گا)۔ اس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے (خوشی سے) حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: "اس مالک کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول خوش ہو رہا ہے"۔

اس حدیث پاک سے چند باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ اسلامی احکام کا اوّلین مأخذ قرآن مجید ہے۔

۲۔ اس کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کی سنتِ مبارکہ ہے۔

۳۔ جو مسئلہ کتاب وسنت میں منصوص اور صراحتاً موجود نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

۴۔ کتاب وسنت میں منصوص احکام میں اجتہاد اور رائے زنی کا جواز نہیں ہے۔

۵۔ مجتہد کے لیے کتاب وسنت کا ماہر ہونا اور ان کے علوم واحکام پر حاوی ہونا ضروری ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے مبارک زمانہ میں فروعی مسائل کے حل کے تین طریقے تھے: جو لوگ خدمتِ اقدس میں حاضر باش تھے۔ وہ براہِ راست آپ ﷺ سے پوچھ لیتے تھے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ سے دور ہوتے اور مجتہد ہوتے وہ اجتہاد کر لیتے تھے۔ جیسے حضرت معاذؓ یمن میں کرتے تھے یا بنو قریظہ کے راستے میں نماز ادا کرنے کے بارہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا (بخاری ج ۲ ص ۵۹۱)۔ یا دو صحابہ رضی اللہ عنہم نے تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد پانی ملنے پر وضو کر کے ایک نے نماز پڑھی اور دوسرے نے نہ پڑھی۔ حضور ﷺ نے دونوں کی تصویب فرمائی۔

(نسائی رقم ۴۳۳؛ مشکوٰۃ رقم ۵۳۳؛ ابو داؤد رقم ۳۳۸)۔

جو لوگ احکام حوادث میں خود اجتہاد نہیں کر سکتے تھے وہ اپنے شہر اور علاقے کے مجتہد کی تقلید کر لیتے تھے۔ دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مکہ مکرمہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، مدینہ منورہ میں حضرت زید بن ثابتؓ، کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور پھر حضرت علی المرتضیٰؓ کا فتویٰ چلتا تھا (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۶۲۱)۔

مسئلہ رفع یدین میں اہل سنت والجماعت کا مسلک

''رفع یدین ابتداء نماز میں سنت ہے۔اس کے بعد رکوع کو جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے، سجدتین کے درمیان اور پہلے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہونے کے وقت ترکِ رفع یدین سنت ہے''۔قرآن کریم، حدیث شریف، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل اور بہت سے اسلاف کا یہی عمل رہا ہے۔لہٰذا یہی اولیٰ اور بہتر ہے۔

اہل سنت والجماعت حنفی تکبیرِ تحریمہ کے وقت صرف ایک اجماعی رفع یدین کرتے ہیں اور پوری نماز میں کسی بھی جگہ اختلافی رفع یدین نہیں کرتے۔ان کی رفع یدین ایسی ہی ہے جیسے کلمۂ توحید لآ الٰہ الا اللہ (کوئی لائق عبادت نہیں مگر ایک اللہ)۔اسی طرح یہ ایک اجماعی رفع یدین کا اثبات اور باقی سب جگہ کی نفی کرتے ہیں اور یہ جو دلائل بیان کرتے ہیں ان میں بھی نفی اور اثبات کے دونوں پہلو ہوتے ہیں۔اس لیے ان کی دلیل دعویٰ کے عین مطابق ہوتی ہے۔ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کے قائل ہیں۔حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ تکبیر تحریمہ کی رفع یدین کے علاوہ آٹھ جگہ یعنی رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کو مستحب مانتے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کا مقصد تحرُّم (جو چیزیں پہلے حلال تھیں اب حرام ہوگئیں مثلاً کلام وغیرہ) ہے۔جیسے سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنے کا مقصد تحلُّل (جو چیزیں پہلے حرام تھیں اب حلال ہوگئیں مثلاً کلام وغیرہ) ہے۔چنانچہ نماز کے شروع میں تحرُّم قولی یعنی تکبیرِ تحریمہ اور تحرُّم فعلی یعنی رفع یدین کو جمع کیا گیا ہے، تاکہ قول و عمل میں مطابقت ہو جائے۔اس موقع کے علاوہ نماز کے درمیان تحرُّم فعلی کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔بلکہ وہ محض ایک حرکت ہے اور حرکت نماز کے منافی ہے۔ترمذی شریف کی روایت میں نماز کی حقیقت یہ بیان کی گئی ہے:

عن الفضل بن عباس قال: قال رسول اللہ ﷺ: اَلصَّلٰوۃُ مَثْنٰی مَثْنٰی، تَشَهُّدٌ فِیْ کُلِّ رکعتین، و تَخَشُّعٌ و تَضَرُّعٌ و تَمَسْکُنٌ و تُقْنِعُ یَدَیْكَ۔یَقُوْلُ تَرْفَعُهُمَا۔اِلٰی رَبِّكَ مُسْتَقْبِلاً بِبُطُوْنِهِمَا وَجْهَكَ و تقولُ: یاربِّ! یاربِّ! ومن لم یفعلْ ذٰلك فهو کذا کذا۔

(ترمذی رقم الحدیث ۳۸۵)

ترجمہ: حضرت فضل بن عباسؓ روایت کرتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نماز دو دو، دو دو رکعتیں ہیں یعنی ہر دو رکعت پر تشہد یعنی قعدہ ہے۔فروتنی ہے، گڑگڑانا ہے اور مسکین بنا

ہے۔ اور آپ اپنے دونوں ہاتھ اپنے پروردگار کے سامنے اس طرح اٹھائیں کہ ہتھیلیاں چہرے کی طرف ہوں اور آپ کہیں: اے میرے رب! اے میرے رب! اور جس نے ایسا نہیں کیا وہ ایسا اور ایسا ہے (یعنی ناپسندیدہ بندہ ہے اور اس کی نماز ناقص ہے)"۔

اس روایت میں نماز کی حقیقت بیان کی گئی ہے وہ اس بات کی مقتضی ہے کہ نماز میں زیادہ سے زیادہ سکون ہونا چاہیے۔ نماز میں بار بار ہاتھ اٹھانا ظاہر ہے کہ اس مقصد کو فوت کرتا ہے۔

مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کا مسلک وعمل

غیر مقلدین کا اصل مسلک جس پر یہ لوگ آج کل عمل پیرا ہیں، یہ ہے:

۱۔ یہ لوگ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے ہیں۔ دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

۲۔ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے (ملاحظہ ہو نماز نبوی ص ۲۰۵)۔

۳۔ مسبوق جب اپنی بقایا نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو وہ رفع یدین کرتا ہے۔

غیر مقلدین سے مطالبہ کیا ہے؟

غیر مقلدین چار رکعت میں دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور اٹھارہ جگہ کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آخری نماز تک آپ ﷺ کا عمل یہی رہا۔ جو اس طرح رفع یدین نہ کرے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے غیر مقلدین کی دلیل ایسی آیت یا حدیث ہوگی جن میں مندرجہ ذیل پانچ باتیں صراحتاً ثابت ہوں:

۱:۔ اٹھارہ (۱۸) جگہ کا منع یا ترک، کیونکہ کلمہ شریف میں نفی پہلے ہے اثبات بعد میں۔

۲:۔ دس جگہ کندھوں تک تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا اور ان کا حکم۔

۳:۔ ہمیشہ یا آخر عمر کی صراحت ہو۔

۴:۔ اختلافی رفع یدین کے تارک کی نماز نہیں ہوتی۔

۵:۔ اس حدیث کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو کیونکہ غیر مقلدین کے ہاں دلیل شرعی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یا نبی ﷺ کا ارشاد ہے (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۴۴۳)۔

غیر مقلدین کی اختیار کردہ رفع یدین کا شاذ ہونا

جس طرح قرآن پاک دس قاریوں کی قراءت (سات متواتر اور تین مشہور) سے امت کو ملا ہے۔ جو قراءت دس قاریوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہو وہ شاذ اور مردود ہے۔ قرآن ہرگز نہیں۔ اسی طرح جس روایت پر ائمہ اربعہؒ میں سے کسی نے بھی عمل نہ کیا ہو۔ وہ قطعاً اور یقیناً شاذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: ''یہ یاد رہے کہ جتنی جگہ رفع یدین غیر مقلدین کرتے ہیں یہ نفیاً و اثباتاً و سنداً بھی بالکل شاذ ہے اور عملاً بھی بالکل شاذ ہے۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، نہ تابعینؒ سے، نہ تبع تابعینؒ سے، نہ ائمہ اربعہؒ سے۔ ان کے جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ غیر مقلدین والی رفع یدین خلفائے راشدینؓ اور عشرہ مبشرہؓ کرتے تھے۔ یہ بالکل بے ثبوت ہے۔ کبھی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ سنداً اور عملاً متواتر ہے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ یہ سنداً اور عملاً دونوں طرح شاذ ہے'' (تجلیاتِ صفدر ج ۱ ص ۱۶۶)۔

غیر مقلدین کے دو دلائل کا جائزہ

پورے ذخیرۂ حدیث میں غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق کوئی حدیث نہیں ہے۔ وہ دو حدیثوں پر بڑے نازاں ہیں (نماز نبوی ص ۱۷۸؛ نور العینین ۹۲، ۱۰۳) حالانکہ وہ بھی ان کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں اور نہ ہی ان کی دلیل بن سکتی ہیں۔ ایک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔ حضرت نافعؒ سے روایت ہے کہ'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوئے۔ اور اللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر رفع یدین کیا۔ اور جب رکوع کیا تو رفع یدین کیا اور جب **سمع اللہ لمن حمدہ** کہا تو رفع یدین کیا اور جب دو رکعت سے کھڑے ہوئے تو رفع یدین کیا''۔ اس کو جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کیا (بخاری رقم ۷۳۹)۔

اس حدیث میں نہ تو اٹھارہ (۱۸) جگہ رفع یدین کی نفی ہے، نہ ہی یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کہاں تک اٹھائے، نہ ہی ہمیشہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ جیسے ''بَالَ قَائِماً'' کا ترجمہ ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا''۔ اس کا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ اس حدیث میں ''رَفَعَ'' ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ جس کا معنیٰ ہے: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا''۔ اس کا ترجمہ ماضی استمراری میں کرنا یعنی'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین کیا ہے'' غلط ہے۔

بخاری میں اگرچہ اس روایت کو مرفوع روایت کیا گیا ہے مگر ساتھ ہی موقوف ہونا بھی تسلیم کیا گیا ہے (رواہ ابن طهمان عن ایوب و موسیٰ بن عُقْبَةَ مُخْتَصَراً بخاری رقم ۷۳۹) ۔ یہ روایت موقوف ہی ہے اور اس روایت میں رفع یدین صرف پانچ جگہ ہی ہے جیسا کہ مؤطا امام مالک (رقم ۲۰۵)، مؤطا امام محمد (رقم ۱۰۰) اور جزء رفع یدین (رقم ۷۳) میں ہے۔ حضرت امام ابوداؤدؒ نے بھی اس کو موقوف ہی تسلیم کیا ہے: "قال ابو داؤد: الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع " (ابوداؤد رقم ۷۴۱) یعنی صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع نہیں۔ خود امام بخاریؒ نے بھی اس کا موقوف ہونا ہی تسلیم کیا ہے: "والمحفوظ ماروی عبید اللہ وأیوب و مالک وابن جریج واللیث وعدة من اهل الحجاز وأهل العراق عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ" (جزء رفع یدین رقم ۸۱)۔ یعنی امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "اور محفوظ وہ ہے جو عبید اللہؒ، ایوبؒ، مالکؒ، ابن جریجؒ، لیثؒ اور چند اہل حجاز اور اہل عراق نے نافعؒ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے"۔

حضرت امام بخاریؒ نے جو بخاری (رقم ۷۳۹) میں "رواہ حماد بن سلمة عن أیوب الخ" تعلیق بیان کی ہے۔ یہ جزء رفع یدین (رقم ۵۳، ۵۴) میں مکمل موجود ہے۔ اس میں "واذا قام من الرکعتین" کی رفع یدین نہیں ہے۔ تو گویا امام بخاریؒ نے اس دسویں رفع یدین کے غیر محفوظ ہونے کا اشارہ فرما دیا۔ اس کی وضاحت بھی امام ابوداؤدؒ نے فرمادی: "وأسنده حماد بن سلمة وحده عن أیوب۔ لم یذکر أیوب ومالك الرفع اذا قام من السجدتین" (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ "اسے صرف حماد بن سلمہؒ نے ایوبؒ سے مسند (مرفوع) بیان کیا ہے۔ اور ایوبؒ اور مالکؒ نے دونوں سجدوں سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا"۔ آخری عبارت ابن طهمانؒ اور موسیٰ بن عقبہؒ والی تعلیق جو آخر میں بخاریؒ لائے ہیں۔ وہ سنن بیہقی (ج ۲ ص ۷۱) میں ہے۔ اس میں نہ اذا قام من الرکعتین ہے اور نہ مرفوع ہے۔ یہ تھا آخری اشارہ حضرت امام بخاریؒ کا کہ یہ نہ مرفوع ہے نہ دسویں رفع یدین ثابت۔

عجیب بات تو یہ ہے کہ امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین (رقم ۸۱) میں سجدوں والی رفع یدین کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ زیادت مقبول ہے۔ اب تو رفع یدین کی تعداد دس کی بجائے چھبیس ہو گئیں۔ اسی بات کو علامہ البانیؒ نے بھی حاشیہ مشکوٰۃ میں تسلیم کیا ہے (مشکوٰۃ بتحقیق البانی رقم ۷۹۴)۔ یہ ہے اس حدیث کا حال جس کو غیر مقلدین حضرات سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سب تابعینؒ اور سب ائمہؒ کے خلاف اپنا معمول بہا بنالیا ہے۔

تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے کیونکہ وہ منسوخ ہے۔جیسا کہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ہے۔

عن ابن عمر قال: کان رسول الله ﷺ اذا دخل فی الصلوٰة رفع یدیه نحو صدره واذا رفع رأسه من الرکوع ولا یفعل بعد ذٰلك

(الناسخ والمنسوخ لابن شاہین ص ۱۴۳ باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

آج کل کے غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو مختلف سندوں سے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں حالانکہ صحاح ستہ اور دیگر کتبِ حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگردوں کی تعداد ۲۳۲ سے متجاوز ہے۔جن میں ان کے بیٹے (۱) بلال بن عبداللہ بن عمرؒ (۲) حمزہ بن عبداللہ بن عمرؒ (۳) زید بن عبداللہ بن عمرؒ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمرؒ (۵) عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؒ (۶) عبید اللہ بن عبداللہ بن عمرؒ اور پوتوں میں عبداللہ بن واقد بن عبداللہ بن عمرؒ اور بھتیجے حفص بن عاصم بن عمر بن خطابؒ بھی ہیں۔مگر ان متعلقین میں سے یا تو آپؓ کے غلام حضرت نافعؒ اس رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارہ میں امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: ''موقوف ہے'' (ابوداؤد رقم ۷۴۱)، یا بیٹے سالمؒ جن کی روایات میں انتہائی اضطراب ہے۔ کیونکہ کہیں وہ اپنے باپ پر اعتراض کرتے ہیں (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)، کہیں ترک رفع یدین نقل کرتے ہیں (مسند ابوعوانہ رقم ۱۵۷۲؛ مسند حمیدی رقم ۶۷۷)، کہیں صرف رکوع سے سر اٹھانے کی رفع یدین نقل کرتے ہیں (مؤطا مالک ۲۰۰، ۲۰۵)۔ اس لیے اس روایت سے استدلال انتہائی کمزور ہے۔

دوسری حدیث بسندِ ضعیف حضرت ابوحمید ساعدی سے مروی ہے۔ ابوداؤد کی سند میں عبد الحمید بن جعفر بدعتی، تقدیر کا منکر اور ضعیف راوی ہے اس نے رفع یدین کا اضافہ کیا ہے۔اور حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے بسندِ صحیح تو صرف تکبیرِ تحریمہ ہی میں رفع یدین ثابت ہے (بخاری رقم ۸۲۸؛ مشکوٰۃ رقم ۷۹۲)۔اس روایت میں رکوع اور تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔ غیر مقلدین بخاری کی حدیث چھوڑ کر اس جھوٹی روایت پر فریفتہ ہیں۔اس میں بھی صرف ایک دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔اور اسی ضعیف روایت سے غیر مقلدین یہ بھی استدلال کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین منسوخ نہیں ہوا (حاشیہ نماز نبوی ص ۱۷۸)۔مگر یہ استدلال نہایت ضعیف اور کمزور ہے۔ باب نمبر ۷ میں بیان کیا جائے گا کہ رفع

یدین کا دوام ہرگز ثابت نہیں بلکہ ترک رفع یدین ہی سنت مستمرہ ہے۔

غیر مقلدین کا طرزِ عمل

زمانۂ حال کے غیر مقلدین حضرات میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو دیگر اختلافی مسائل کی طرح رفع یدین کے مسئلہ کو بھی حق و باطل کا معیار بنائے بیٹھے ہیں۔ اور چند احادیث کے ظاہری الفاظ ہی کو بنیاد بنا کر یہ اٹل فیصلہ صادر کرتے ہیں کہ نماز صرف ہماری ہی ہے۔ اور جو لوگ ان کی ترتیب پر نماز ادا نہیں کرتے ان کی نماز کوئی نماز نہیں۔ غیر مقلدین کے یہاں رفع یدین واجب، سنتِ مؤکدہ اور سنتِ غیر مؤکدہ، تینوں قول ہیں۔ ان کے یہاں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ احناف کی نماز سنت کے خلاف ہے۔ اور غیر مقلدین یہ تاثر بھی دیتے ہیں کہ ترکِ رفع یدین پر کوئی حدیثِ صحیح موجود نہیں ہے۔ جبکہ یہ بات بالکل غلط اور جھوٹ پر ہے۔

ترکِ رفع یدین کی احادیث زیادہ ہیں

جن احادیث میں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ رفع یدین کو نقل کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ وہ حدیثیں جن میں تصریح ہے کہ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیثیں۔

۲۔ وہ حدیثیں جن میں ترکِ رفع یدین کی تصریح ہے یعنی صراحۃً یہ ذکر کیا گیا ہے کہ صرف تکبیرِ افتتاح کے وقت رفع یدین ہوتا تھا پھر کہیں نہیں ہوتا تھا۔ جیسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ترمذی، نسائی وغیرہ میں موجود ہے۔

۳۔ نماز کا بیان کرنے والی کچھ حدیثیں ایسی ہیں جن میں نہ رفع یدین کا ذکر ہے نہ ترک رفع یدین کا۔ دونوں سے ساکت یعنی راوی باقی آداب تو نقل کرتا ہے لیکن ان موقعوں پر رفع یدین ذکر نہیں کرتا۔ اگر غور کیا جائے تو یہ تیسری قسم بھی ترکِ رفع ہی کی دلیل بنتی ہے۔ اس لیے کہ ''السَکُوتُ فِیْ مَعْرِضِ الْبَیَانِ بَیَانٌ''۔ اگر اس وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا ہوتا تو جیسے راوی نے دوسرے اعمال بیان کئے اس کو بھی ضرور بیان کرتا۔ بیان نہ کرنا اور سکوت کرنا بظاہر دلیل ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے سکوت اختیار کیا۔

اگر صرف پہلی دونوں قسموں کا تقابل کیا جائے تو قسم اول کی گنتی قسم ثانی کی گنتی سے زیادہ ہے۔

س لیے رفع یدین کرنے والے حضرات کہہ دیتے ہیں کہ رفع یدین کی حدیثیں ترکِ رفع یدین سے زیادہ ہیں۔لیکن قسمِ ثالث کی احادیث بھی درحقیقت ترکِ رفع یدین ہی کی دلیل ہیں۔تو جب ان کو قسمِ ثانی کے ساتھ ملایا جائے گا تو ان کی تعداد رفع یدین کی حدیثوں سے بڑھ جائے گی۔

ظاہر ہے کہ جن احادیث میں صفت صلوٰۃ میں سارے افعال کا ذکر ہے۔ارکان،واجبات، سنن وآداب سب ذکر ہوئے اور صرف رفع یدین کا ذکر ان میں نہیں ہوا۔اور ہوا تو صرف تکبیرِ تحریمہ والے رفع یدین کا۔رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔تو ایسی صورت میں وہ احادیث ہمارے موافق شمار ہوسکتی ہیں۔اور اس طرح یہ تصریح ترک والی احادیث کے ساتھ مل کر رفع یدین والی احادیث سے کہیں زیادہ ہو جائیں گی۔علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: وینبغي أن یعدمن دلائلنارواية كل من استقصیٰ صفة الصلاة. ولم یذکررفع الیدین۔(دیکھئے حاشیہ نیل الفرقدین ص ۱۷)''اور مناسب ہے کہ ہمارے دلائل سے ہر اس صحابی کی روایت کو شمار کیا جائے جس نے نماز کی کیفیت کو بتایا اور رفع یدین کا ذکر نہیں کیا''۔

رفع یدین ترک کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ

ترک رفع یدین پر کثیر تعداد میں صحیح روایات موجود ہیں جو کئی صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں جیسا کہ اس کتاب میں ۲۲ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اور تین تابعین سے مرسلاً ۱۴۵ احادیث بیان کی گئی ہیں۔جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً ومسنداً ترکِ رفع یدین کی احادیث بیان کی گئی ہیں۔ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں: حضرت علیؓ،حضرت عبداللہ بن مسعودؓ،حضرت جابر بن سمرہؓ،حضرت براء بن عازبؓ،حضرت ابوسعید خدریؓ،حضرت عبد اللہ بن عمرؓ،حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت رفاعہ بن رافع ؓ،حضرت عبداللہ بن عباسؓ،حضرت انس بن مالکؓ،حضرت حکیم بن عمیر ثمالیؓ،حضرت وائل بن حجرؓ،حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ،حضرت ابو مالک اشعریؓ،حضرت عمران بن حصینؓ،حضرت ابوحمید ساعدیؓ،حضرت مالک بن حویرثؓ،حضرت ابومسعود بدریؓ،حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ، حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت جابر بن عبد اللہؓ۔جن تابعین سے مرسلاً روایات مروی ہیں۔ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت علی بن حسینؒ،حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؒ،حضرت ابوجعفر محمد باقر بن علی بن حسینؒ۔نیز ۱۰ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا موقوفاً عمل ۱۲۷ احادیث مبارکہ سے بیان کیا گیا ہے۔ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ،حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ،حضرت عبد اللہ بن

عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت محمد یوسف بنوریؒ نے ترک رفع یدین حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ (اوجز المسالک ج ۱ ص ۲۰۳)، حضرت کعب بن عجرہؓ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۴) اور دیگر کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے۔ اور کثیر تعداد میں حضرات تابعین عظامؒ سے بھی مثلاً حضرت قیس بن ابی حازمؒ، حضرت علقمہ بن قیسؒ، حضرت اسود بن یزیدؒ، حضرت مغیرہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حضرت عبدالرحمٰنؒ بن ابی لیلیٰ، حضرت عامر شعبیؒ، حضرت ابواسحٰق سبیعیؒ، حضرت خیثمہؒ، حضرت وکیعؒ، حضرت عاصم بن کلیبؒ، حضرت امام زفرؒ وغیرہ۔ حضرات ائمہ کرام میں حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ، حضرت امام سفیان ثوریؒ، حضرت امام وکیعؒ، حضرت امام قاضی ابو یوسفؒ، حضرت امام حسن بن زیادؒ، حضرت امام عبدالرحمٰن بن قاسمؒ (تلمیذ امام مالکؒ) اور تمام اہلِ کوفہ ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔ ان تمام حضرات کے نزدیک نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا چاہیے اور رکوع جاتے وقت یا رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کی ابتداء میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔ اس مسئلہ پر کافی احادیث مبارکہ موجود ہیں جن میں سے کچھ اس کتاب میں بیان کی جارہی ہیں۔

کیا ترکِ رفع یدین کی روایات کم ہیں؟

اگر رفع یدین کی حدیثیں زیادہ بھی ہوں تو یہ ترکِ رفع یدین کے پہلو کی کمزوری کی دلیل نہیں۔ بات یہ ہے کہ رفع یدین ایک وجودی چیز ہے اور ترکِ رفع یدین عدمی چیز ہے۔ وجودی چیز کو لوگ زیادہ بیان کرتے ہیں۔ عدمی کے نقل کی طرف کم ہی دھیان کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی نے ایک کام ایک مرتبہ کیا اور دس مرتبہ چھوڑا۔ تو کرنا چونکہ وجودی چیز ہے۔ اس لیے اس ایک مرتبہ کرنے کے ناقل بیسیوں اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور دس دفعہ کا ترک چونکہ عدمی چیز ہے۔ اس لیے اس کے نقل کرنے کی طرف شاید ہی کسی ایک آدھ آدمی کا دھیان ہو۔ اس مثال میں کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ کرنے کے ناقل زیادہ ہیں اور نہ کرنے کے ناقل ایک دو ہیں۔ اس لیے کرنے کی تعداد زیادہ ہے اور نہ کرنے کی تعداد کم ہے۔ یقیناً آپ یہ سطحی بات اختیار نہیں کریں گے، بلکہ یہی کہیں گے کہ کرنا چونکہ وجودی تھا۔ اس لیے ایک مرتبہ کو ہی کئی افراد نے نقل کر دیا اور نہ کرنا ایک سلبی چیز ہے اگر

چہ یہ دس گنا ہوا، لیکن اس کے نقل کی طرف اس کی سلبیت اور عدمیت کی وجہ سے توجہ نہ ہوئی۔ بالکل یہی حال اس مسئلہ میں ہے کہ رفع یدین اگر ترک سے کم بھی کیا گیا ہو تب بھی رفع ہی کے ناقل زیادہ ہوں گے۔ لہٰذا ناقلین کی قلت اور کثرت کو دیکھ کر رفع یدین کو ترجیح دے دینا حقیقت شناسی کے خلاف ہے۔

تاہم کثرت تعداد ہی معیارِ حق نہیں ہوا کرتی۔ معیار اصل میں حدیث کی سنداً ومتناً صحت میں مضمر ہے۔ ایک طرف اسناد کو اصولِ حدیث کی کسوٹی پر رکھ کر جانچ لیا جائے۔ دوسری طرف رواۃ (راویوں) احادیث کی ثقاہت یا عدم ضبط وعدالت کو پیشِ نظر رکھا جائے۔ محض تعدد رواۃ یا کثرتِ احادیث ہی پر اکتفاء نہ کر لیا جائے۔ اگر راویوں کی سماعت، ضبط وعدالت پوری طرح وثاقت کے درجے کو پہنچ جائے اور حدیث روایۃً ودرایۃً ہر طرح کی عللِ قادحہ اور شذوذ وغیرہ سے پاک ہو تو کثرت روایات اور تعدد رواۃ بے حد نافع ہو سکتا ہے۔

علامہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''ترکِ رفع یدین حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت براء بن عازبؓ اور حضرت کعب بن عجرہؓ سے عملاً یا تصدیقاً ثابت ہے۔ ان کے علاوہ دیگر حضرات بھی ہیں جن کے نام سامنے نہیں آئے۔ اسی طرح بعض کی تعیین بھی نہ ہو سکی۔ تابعینؒ میں سے حضرت علیؓ اور ابن مسعودؓ کے ممتاز شاگرد، اہلِ کوفہ سب کے سب اور امام مالکؒ کے عہد میں اکثر اہلِ مدینہ یا قریب قریب سب کا عمل ترکِ رفع یدین تھا جیسا کہ مالکیہ نقل کرتے ہیں۔ علامہ ابن قیمؒ بھی اس کے معترف ہیں۔ اسی طرح تمام شہروں میں تارکین رفع یدین کے اسماء ضبط نہ کیے جا سکے۔ تواتر تعامل وتوارث میں ایسا ہوتا ہی ہے کہ سند وغیرہ نہیں ہوتی کیونکہ متقدمین کے ہاں تواتر تعامل نہ تھا اور نہ ہی اس کا اتنا اہتمام کیا گیا (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۴)۔

❁❁❁❁❁

باب ۲

معیارِ حق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو دینِ حق دے کر بھیجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کے لیے قرآنِ مجید نازل فرمایا۔ ارشادِ خداوندی ہے۔

یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا أَطِیْعُوا اللّٰہَ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ إِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ إِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِیْلاً ۔ (النساء:۵۹)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں، ان کی بھی۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور رسول ﷺ کے حوالے کر دو۔ یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے''۔

اس آیت میں تین چیزوں کا حکم ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت

۲۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت

۳۔ اولوالامر کی اطاعت

اولوالامر سے مراد علماء اور اصحابِ فقہ ہیں جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں (مستدرکِ حاکم رقم ۴۳۰، ۴۳۱)۔

اس آیت کے ذیل میں امام رازیؒ لکھتے ہیں: ''دین کی سمجھ رکھنے والے حضرات کا کہنا ہے کہ شریعت کی چار بنیادیں ہیں۔ قرآن مجید، سنتِ مطہرہ، اجماع اور قیاس۔ أَطِیْعُوا اللّٰہَ سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ وَأَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ سے مراد سنت مطہرہ ہے۔ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْکُمْ سے معلوم ہوا کہ اجماع حجت ہے۔ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ إِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ سے معلوم ہوا کہ قیاس حجت شرعیہ ہے'' (تفسیر کبیر رازی ج ۱۰ ص ۱۴۳ تا ۱۴۷)۔

گو حسبِ تصریح علماءِ اصول دلائل اور براہین کی چار قسمیں ہیں: کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ، اجماع اور قیاس۔ مگر اجماع اور قیاس درحقیقت کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی کی طرف راجع ہے۔

کتاب اللہ

قرآنِ مجید وہ ضابطۂ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے:

ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:۲)

''یہ کتاب کہ جس میں کوئی شبہ نہیں۔ متقین کے لیے ہدایت ہے''۔ مسلمان کی زندگی کے تمام معاملات میں قرآنِ مجید کو اولین حیثیت حاصل ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِن شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللهِ ذَٰلِكُمُ اللهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ۔ (الشوریٰ:۱۰)۔

ترجمہ:۔ اور تم جس بات میں بھی اختلاف کرتے ہو، اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ وہی اللہ ہے جو میرا پروردگار ہے۔ اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

امیر المؤمنین خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ نے ایک خاص موقعہ پر ارشاد فرمایا: ''ہم ایک ذلیل و خوار قوم تھے، مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں دینِ اسلام کی وجہ سے عزت دی۔ جب بھی ہم کسی ایسے طریقے سے عزت حاصل کرنا چاہیں گے۔ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت نہیں دی (یعنی وہ اسلام کے خلاف ہو)، تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں ذلیل اور رسوا کرے گا''۔

(مستدرک حاکم رقم ۲۱۴، سندہ صحیح؛ وقال الحاکم والذہبی صحیح)۔

سنتِ رسول اللہ ﷺ

ہدایت کا دوسرا سرچشمہ سنتِ سول اللہ ﷺ ہے۔ حدیث سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کے معمولات ہیں۔ نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اعمال جو آپ ﷺ کی موجودگی میں ہوئے ہوں اور آپ ﷺ نے ان پر کسی قسم کا انکار نہ کیا ہو۔ اس مکمل مفہوم میں حدیث کا تعلق وحی الٰہی سے ہے۔ ''وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوْحٰى'' (النجم:۳،۴)

ترجمہ:۔ اور رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے۔ یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

قرآنِ مجید میں حدیث شریف کے دلیل و حجت ہونے کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللهَ إِنَّ اللهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ(الحشر:۷)۔

''اور رسول ﷺ تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ، اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے''۔

سنتِ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسی کتاب اللہ کی۔ اس لیے دونوں کی پیروی حکمِ الٰہی کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت دو مختلف چیزیں نہیں ہیں۔ تو جس طرح قرآنِ مجید کی اطاعت خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی خود اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ(النساء:۸۰)۔

ترجمہ: اور جو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے سنت پر عمل پیرا ہونے اور اس کو مضبوطی سے پکڑنے کی اشد تاکید فرمائی ہے۔ اور اس کی پیروی نہ کرنے پر انتہائی ناراضگی فرمائی ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے جناب رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! میں نے تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ اگر تم نے ان کو مضبوطی سے پکڑا تو تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک کتاب اللہ اور دوسری سنتِ رسول اللہ ﷺ ہے''

(صحیح لغیرہ: مستدرکِ حاکم رقم ۳۲۳؛ سنن الکبریٰ بیہقی رقم ۲۰۳۳۶؛ مؤطا امام مالک رقم ۲۸۲۹)۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ بھی ان پر لعنت نازل کرے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو میری سنت کو چھوڑ دے''۔

(مستدرکِ حاکم رقم ۱۰۹، قال الحاکم والذھبی صحیح: ترمذی رقم ۲۱۵۴؛ ابن حبان رقم ۵۷۴۹)

۳۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں: ایک خاص موقع پر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے میری سنت سے اعراض کیا تو وہ میرا نہیں ہے''۔ (بخاری رقم ۵۰۶۳)

اس سے بڑھ کر تارکِ سنت کی بدبختی اور کیا ہوسکتی ہے کہ رحمۃ للعالمین ﷺ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ

میرا امتی نہیں ہے، اگر چہ وہ اپنے مقام پر محب بنتا رہے۔

اجماع

علماء و فقہاء امت کا کسی مسئلہ میں متفق ہونا اجماع کہلاتا ہے۔ اجماع کا مرتبہ قرآن و سنت کے بعد ہے۔ اجماع کی حجیت قرآنِ مجید سے ثابت ہے۔

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ:۔ اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول اللہ (ﷺ) کی مخالفت کرے، اور مومنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔ اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کر دیں گے جو اس نے خود بنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

اس آیت سے علمائے کرامؒ، بالخصوص امام شافعیؒ نے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے، یعنی جس مسئلے پر پوری امتِ مسلمہ متفق رہی ہو، وہ یقینی طور پر برحق ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں۔

اجماع کا تعلق ایسے نئے مسائل سے ہے جن کے اصول و قواعد قرآن و سنت میں ذکر ہوں، لیکن تفصیلات اور کیفیت کا تعین نہ ہو یا پھر ایک ہی مسئلہ کی کیفیت میں مختلف قسم کے نصوص وارد ہوں اور ناسخ منسوخ کا تعین نہ ہو، تو شواہد و قرائن کی روشنی میں علماءِ امت ایک جانب کو متعین کر دیتے ہیں۔

حضرات خلفاء راشدینؓ کا اجماع، عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اور امت محمدیہ کا اجماع۔

حضرات خلفاء راشدینؓ کا اجماع

ارشاد خداوندی ہے:

وَعَدَ اللهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (النور: ۵۵)

ترجمہ: تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔ اور ان کے لیے اُس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے

پسند کیا ہے۔ اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے، تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔

اس آیت استخلاف سے حضرات خلفاء اربعہؓ کی بہت بڑی فضیلت اور منقبت ثابت ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کو معیارِ حق بنا کر ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے۔

۱۔ عن حذیفة قال: قال رسول الله ﷺ: "انی لا ادری ما بقائی فیکم، فَاقْتَدُوْا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِیْ: اَبِیْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ"

(ترمذی رقم ۳۶۶۲، ۳۶۶۳ وقال: ھذا حدیث حسن؛ ابن ماجہ رقم ۹۷؛ مستدرک حاکم؛ مشکوٰۃ رقم ۶۰۶۱، قال الالبانی: قال الترمذی: حدیث حسن۔ وھو کما قال اواعلیٰ)

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تم میں زندہ رہوں گا لہٰذا تم میرے بعد ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اقتداء کرنا"۔

۲۔ عن جبیر بن مطعم، قال: اتتِ النبیَّ ﷺ امرأۃٌ فَکَلَّمَتْہُ فِی شَیْئٍ، فَأَمَرَھَا أن تَرْجِعَ الیہ، قالت: یا رسولَ الله! أرَأَیْتَ إِنْ جِئْتُ وَلَمْ أجِدْكَ؛ کأنھا تریدُ الموتَ۔ قال: "فَإِنْ لَمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ أَبَا بَكْرٍ"۔

(بخاری رقم ۳۶۵۸، ۷۲۲۰، ۷۳۶۰؛ مسلم رقم ۶۱۷۹، ۶۱۸۰، ۶۱۸۱؛ متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم ۶۰۲۲)

حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے: ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ دریافت فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "پھر کسی وقت آنا"۔ (آپ ﷺ اس وقت بیمار تھے)۔ اس عورت نے عرض کیا: اگر میں پھر کسی وقت آؤں، جیسا کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کو نہ پاؤں، یعنی اگر آپ ﷺ کی وفات ہو جائے تو پھر کیا کروں؟ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "تو ابوبکرؓ کے پاس آنا"۔

۳۔ عن العرباض بن ساریة قال: وَعَظَنَا رَسُوْلُ الله ﷺ یوماً بعد صلاۃ الغداۃِ موعظةً بلیغةً ذَرَفَتْ منھا العُیُوْنُ ووَجِلَتْ منھا القلوبُ فقال رجلٌ: إنّ ھذہ مَوْعِظَةُ مُوَدِّعٍ فَبِمَاذَا تَعْهَدُ اِلَیْنَا یارسول الله؛ قال: "أُوصیکم بتقوی الله، والسمع والطاعةِ وان عبدٌ حبشیٌّ فانه من یعش منکم یَرَ اختلافاً کثیراً. وایاکم ومحدثات الامور، فانھا ضلالةٌ فمن ادرك ذلك منکم فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین

الْمَهْدِيِّيْنَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ"۔

(ترمذی رقم ۲۶۷۶؛ ابوداود رقم ۴۶۰۷؛ ابن ماجہ رقم ۴۲، ۴۳؛ مسند احمد رقم ۱۶۶۹۲، ۱۶۶۹۴؛ مشکوٰۃ رقم ۱۶۵، وقال الالبانی: وسندہ صحیح، وقال الترمذی: "حدیث حسن صحیح"، وصححہ جماعۃ، منھم الضیاء المقدسی فی "اتباع السنن واجتناب البدع" التعلیقات الالبانی علی المشکوٰۃ ۱/ ۵۸؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۶ ص ۵۴۱؛ شرح السنۃ للبغوی رقم ۱۰۲؛ صحیح ابن حبان رقم ۵)

حضرت عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ایک مؤثر اور بلیغ تقریر ارشاد فرمائی۔ جس سے لوگ اتنے متاثر ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل میں خشیت طاری ہو گئی۔ ایک شخص نے دریافت کیا: حضرت ایسا معلوم ہوتا ہے، گویا کہ یہ تقریر آپ ﷺ کی، رخصت ہونے والے کی (آخری) تقریر ہے۔ اس لیے ہمیں کچھ وصیت ارشاد فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا، امیر کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کو بجا لانا، اگر چہ ایک حبشی غلام ہی تمہارا امیر ہو۔ کیونکہ میرے بعد تمہاری زندگی کے مراحل میں بہت کچھ اختلافات پیدا ہو جائیں گے''۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا: ''میری سنت اور خلفاء راشدین کی سنت کو، جو ہدایت یافتہ ہیں، مضبوط پکڑو۔ میری اور ان کی سنت کو اپنی ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑو۔ دین میں نئی نئی باتوں سے احتراز کرو، کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے''۔

اس حدیث سے درجِ ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ یہ صحیح روایت صراحت سے اس امر کو بیان کرتی ہے کہ ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی اور حضرات خلفائے راشدینؓ کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے۔ اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

۲۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی وصیت میں جہاں تقویٰ اختیار کرنے پر زور دیا ہے، وہاں امیر کی اطاعت کی تاکید فرمائی، اگر چہ وہ امیر حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔

۳۔ آپ ﷺ نے جہاں اپنی سنت کی پیروی پر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور امت کو تاکیدِ بلیغ ارشاد فرمائی ہے، وہاں اپنے حضرات خلفائے راشدینؓ کی سنت کو بھی مضبوط پکڑنے کا تاکیدی حکم ارشاد فرمایا ہے۔ اور ان کی سنت کو ایک حسی مثال سے واضح کیا ہے کہ جس طرح ڈاڑھوں میں مضبوط پکڑی ہوئی چیز نکل نہیں سکتی۔ اسی طرح فرمایا: میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوط پکڑو۔ اور بالکل جنبش بھی نہ آنے دو۔

۴۔آپ ﷺ نے اپنے خلفاءِ راشدینؓ کی غیر معمولی توصیف کی ہے کہ وہ راشد (راہِ راست پر چلنے والے) اور مہدی (ہدایت یافتہ) ہیں۔اس لیے ان کی جو بھی سنت ہوگی وہ اسلام میں رشد اور ہدایت ہی ہوگی۔

۵۔تمام اہل السنۃ والجماعت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان ذوالنورینؓ اور حضرت علی شیرِ خداؓ خلفاء راشدین ہیں جن کا راشد اور مہدی ہونا حضرت محمد ﷺ کے ارشاد اور جمہور اہلِ اسلام کے مشاہدہ اور شہادت سے ثابت ہو چکا ہے۔

۶۔ان حضرات خلفاءِ راشدینؓ کے قول و فعل کے خلاف اور بعد کو جو چیز بھی ظاہر اور پیدا ہوگی اس کو دین اور مذہب سمجھنا نری بدعت ہوگی۔ہر بدعت ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق گمراہی ہی ہوگی۔

حضرت مُلّا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس لیے کہ حضرات خلفاءِ راشدینؓ نے درحقیقت آپ ﷺ کی سنت پر عمل کیا ہے۔اور ان کی طرف سنت کی نسبت یا تو اس لیے ہوئی کہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور یا اس لیے کہ انہوں نے خود قیاس اور استنباط کر کے اس کو اختیار کیا''۔

(مرقات علی المشکوٰۃ شرح رقم الحدیث ۱۶۵)

اس لیے معلوم ہوا کہ حضرات خلفاءِ راشدینؓ نے جو کام اپنے تفقہ و قیاس اور اجتہاد و استنباط سے سمجھ کر اختیار کیا ہے۔وہ بھی سنت ہے۔اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے تحت امت کو اس کے تسلیم کیے بغیر ہرگز چارہ نہیں اور وہ اس سنت کو تسلیم کرنے کی پابند ہے۔

حضرات صحابہ کرام ﷡ بھی معیارِ حق ہیں اور ان کا اجماع حجت ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔(التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی۔اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے۔اور وہ اس سے راضی ہیں۔اور اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللهِ وَرِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيْلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَآزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً۔ (الفتح:۲۹)

ترجمہ: حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس میں ایک دوسرے کے لیے رحم دِل ہیں۔ تم انہیں دیکھو گے کہ کبھی رکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی علامتیں سجدے کے اثر سے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں ان کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔ اور انجیل میں ان کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہو گئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی کھڑی ہو گئی کہ کاشتکار اس سے خوش ہوتے ہیں، تا کہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں۔ اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کر لیا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے لیے اس چیز پر راضی اور خوش ہوں، جس چیز کو تمہارے لیے عبداللہ بن مسعودؓ پسند کریں''۔ (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹)۔

خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی اکثریت کا کسی کام کو بلا نکیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجتِ شرعی ہے۔ اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی چیز کے ثبوت کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا تعامل سب سے بڑی دلیل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ کا معاشرہ وہ معاشرہ ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشکیل دیا ہے۔ اس معاشرہ میں صرف وہی چیز رواج پا سکتی ہے جس پر دربارِ رسالت سے مہرِ تصدیق لگ چکی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل درحقیقت ترجمان السنۃ ہوتا ہے۔ محدثین کی طرز پر کسی چیز کو سندِ متصل سے ثابت کرنا یہ بھی ثبوت کا ایک اہم اور معتبر طریقہ ہے لیکن تعامل کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ اس لیے کہ سندوں سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ تر خبرِ واحد کے درجہ میں ہوتی ہے۔ اور تعامل و توارث، تواتر کی ایک قسم ہے۔ خبرِ واحد کا

درجہ تعامل کے سامنے وہی ہے جو ایک چراغ کا نصف النہار میں۔ چنانچہ ایک بات اگر صحیح سند سے ثابت ہو لیکن اہل مدینہ کا تعامل اس کے خلاف ہو تو امام مالکؒ اہلِ مدینہ کے عمل کو اپنا مذہب بناتے ہیں اور اس حدیثِ صحیح میں تاویل کر لیتے یا ترک کر دیتے ہیں۔ سندوں کی جانچ پڑتال اور اس میں تنقیح و تحقیق نہایت ضروری عمل ہے لیکن اپنی نظر کو اسی حد تک مقصود رکھنا اور تعاملِ سلف سے صرفِ نظر کر لینا بھی انتہائی نقصان دہ ہے۔

خیر القرون کی فضیلت

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بہترین لوگ وہ ہیں جو میرے زمانہ میں ہیں۔ پھر ان کے بعد والے اور پھر ان کے بعد والے۔ پھر ایسی قومیں آئیں گی، جن کی شہادت قسم سے، اور قسم شہادت اور گواہی سے سبقت کرے گی''

(بخاری رقم الحدیث ۲۶۵۲، ۳۶۵۱، ۶۴۲۹، ۶۶۵۸؛ مسلم رقم الحدیث ۶۴۶۹)

۲۔ حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں (کہ ان کے نقشِ قدم پر چلنا)۔ پھر ان کے بارے میں جو ان سے قریب ہوں۔ پھر ان کے بارے میں جو ان سے قریب ہوں۔ پھر جھوٹ عام ہو جائے گا، یہاں تک کہ آدمی بغیر قسم مانگے بھی قسم اٹھائیں گے۔ اور بغیر گواہی طلب کیے بھی گواہی دیں گے۔ سو جو شخص جنت کے وسط میں داخل ہونا چاہتا ہے تو وہ اس جماعت (صحابہ کرامؓ) کا ساتھ نہ چھوڑے۔'' الحدیث

(صحیح۔ مستدرکِ حاکم رقم الحدیث ۳۹۵؛ ترمذی رقم الحدیث ۲۱۶۵؛ احمد ج ۱ ص ۱۸ رقم ۱۱۵؛ ابن ماجہ رقم الحدیث ۲۳۶۳؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۷ ص ۹۱؛ ابن حبان رقم الحدیث ۴۵۷۶؛ مشکوٰۃ رقم الحدیث ۶۰۱۲، قال الالبانی: قال القاری: رواہ النسائی، واسنادہ صحیح، ورجالہ رجال الصحیح؛ قلت ہو صحیح لا شک فیہ۔ مشکوٰۃ بتحقیق البانی ج ۳ ص ۱۶۹۵)

۳۔ حضرت عمران بن حصینؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''سب لوگوں سے بہتر میرا قرن ہے۔ پھر ان کا جو ان سے قریب ہیں۔ پھر ان کا جو ان سے قریب ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسی قوم آئے گی جو گواہی دیں گی حالانکہ ان سے گواہی طلب نہیں کی جائے گی۔ (دوسری روایت میں ہے کہ وہ لوگ بغیر قسم مانگے بھی قسم اٹھائیں گے) اور (خیر القرون کے بعد آنے والے) لوگ خیانت کریں گے، اور امانت میں ان پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور وہ لوگ نذریں مانیں گے اور ان کو پورا نہیں کریں گے۔ اور ان میں موٹاپا خوب ظاہر ہوگا (یعنی فکرِ آخرت سے غافل اور حلال و حرام سے بے نیاز ہو کر خوب کھائیں گے)

(متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم الحدیث ۶۰۱۰)

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے دریافت کیا کہ کون لوگ بہتر ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ قرن بہتر ہے جس میں میں (محمد ﷺ) ہوں۔ پھر دوسرا قرن بہتر ہے پھر تیسرا'' (مسلم رقم ۶۴۷۸)

۵۔ حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جس میں لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی۔ کہا جائے گا کہ کیا تم میں کوئی صحابی ہے؟ وہ کہیں گے: ہاں۔ سو ان کی وجہ سے ان کو فتح نصیب ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک گروہ جہاد کرے گا۔ کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی تابعی ہے؟ وہ جواب دیں گے: ہاں۔ سو ان کی برکت سے کامیابی حاصل ہوگی۔ پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ ایک طائفہ جہاد کرے گا۔ کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی تبع تابعی ہے؟ وہ بولیں گے: ہاں۔ سو ان کی بدولت فتح و کامرانی ہوگی'' (بخاری ج ۱ ص ۵۱۵؛ مسلم ج ۲ ص ۳۰۸)۔

خیر القرون کا زمانہ

امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''صحیح بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے قرن سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قرن، دوسرے قرن سے تابعین کا قرن اور تیسرے قرن سے تبع تابعین کا قرن مراد ہے'' (شرح مسلم للنووی ج ۲ ص ۳۰۹ طبع قدیمی کراچی)۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی اکثریت کا کسی کام کو بلا نکیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجتِ شرعی ہے۔ اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ طبقات رجال کی کتابوں میں اس کی تصریح ملتی ہے کہ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ (عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم ۱۱۰ھ تک، عہد تابعین ۱۷۰ھ تک اور عہد تبع تابعین ۲۲۰ھ تک)۔ یہی وہ حضرات ہیں جن کے نقشِ قدم پر چل کر ہمیں کامیابی نصیب ہو سکتی ہے۔ اور وہی امت مسلمہ کا بہترین گروہ ہے۔

خیر القرون میں دین کی تدوین

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو قرآن مجید کی صورت میں نازل کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ دین کو لانے والے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دین کے پھیلانے والے، آئمہ اربعہؒ دین کی اشاعت کرنے والے ہیں۔ چونکہ ائمہ اربعہؒ کے پیروکار ہر دور میں اکثریت کے ساتھ رہے ہیں۔ آج بھی اکثریت حضرات ائمہ اربعہؒ کی پیروکار ہے۔ یہ سب ائمہ اربعہؒ خیر القرون کے دور میں ہی ہوئے ہیں۔ جناب

رسول اللہ ﷺ کی پاک سنت کے اجماعی اور اختلافی سب پہلوؤں کو ائمہ اربعہ نے محفوظ فرمایا ہے۔ اور پوری امت کے لیے سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کا طریقہ آسان فرما دیا ہے۔ پوری امت ان ائمہ اربعہ کی احسان مند ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ کے محفوظ رہنے کا جو وعدۂ الٰہی تھا۔ وہ ائمہ اربعہ کے ہاتھوں پورا ہوا۔ ان ائمہ اربعہؒ میں اولیت کا شرف حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو حاصل ہوا۔ بعد میں آنے والے تینوں امام (امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) ان کی فقہ کی خوشہ چینی فرماتے رہے۔ ان آئمہ اربعہ میں سے تابعیت کا شرف بھی صرف امام اعظمؒ کو نصیب تھا۔

خیر القرون کے علم کا مستند ہونا

یہ بات بھی اچھی طرح ملحوظ خاطر رہے کہ قرآنِ مجید اور حدیث شریف کے معانی و مطالب جس طرح حضرات سلفِ صالحینؒ نے سمجھے اور بیان کیے ہیں، وہی صحیح اور درست ہیں کیونکہ اُن میں علم اور علم کا عمق، خدا خوفی اور ورع جس طرح موجود تھا۔ وہ بعد کے آنے والوں کو نصیب نہیں ہو سکا۔ زمانۂ رسالت کے قُرب کی برکت اور خیر القرون کی سعادت سے جس انداز سے وہ بہرہ ور ہوئے، وہ انہی حضرات کا حصہ ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک موقع پر منکرینِ تقدیر کو نصیحت کرتے ہوئے ایسی بہترین باتیں ارشاد فرمائی ہیں جو حرزِ جان بنانے کے لائق ہیں۔ انہوں نے طویل مضمون میں ان لوگوں کے شبہات کا ازالہ فرمایا اور پوری ہمدردی اور دلسوزی سے ان کی خیر خواہی کی۔ ان لوگوں کا شبہ یہ تھا کہ اگر تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ قرآن (وحدیث) سے ثابت ہے تو قرآنِ مجید میں ایسی آیات کیوں موجود ہیں جن سے تقدیر کی نفی ہوتی ہے۔ ان کے اس شبہ کو رد کرتے ہوئے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا: ”اور اگر تم یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں آیت کیوں نازل فرمائی ہے (جس سے تقدیر کا انکار ثابت ہوتا ہے۔) اور اللہ تعالیٰ نے اس طرح کیوں فرمایا ہے؟ (تو اس کا جواب یہ ہے) کہ بلاشبہ قرآنِ مجید کی یہ آیتیں اور مضمون حضراتِ سلفِ صالحین نے بھی پڑھا ہے، جیسا کہ تم پڑھتے ہو، مگر وہ اس کا مطلب سمجھ گئے اور تم نہ سمجھ سکے اور باوجود اس کے انہوں نے (پہلے ہی سے اعمال کے) لکھنے کا اور تقدیر کا اقرار کیا۔ سو جو چیز اللہ تعالیٰ کے ہاں سے مقدر ہوتی ہے اور جس کو وہ چاہتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے اور جس کو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتی۔ ہم اپنے لیے نفع اور ضرر کے مالک نہیں ہیں۔ پھر وہ راغب الی اللہ (اللہ کی طرف رجوع کرنے والے) بھی ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی رہے“

(ابوداؤد رقم الحدیث ۴۶۱۲؛ صحیح سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۳۸۵۶ ـ ۴۶۱۲)۔

مراد واضح ہے کہ قرآنِ مجید کی ان آیات سے اگر تمہیں تقدیر کا انکار معلوم ہوتا ہے تو یہی قرآنِ مجید اور اس کی آیات حضراتِ سلفِ صالحین ۔کے سامنے بھی تھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان کو ان آیات سے نفی معلوم نہ ہوئی اور تمہیں معلوم ہوگئی ہے۔ کیسے باور کیا جائے کہ تم ان آیات کی تہہ تک رسائی حاصل کر گئے اور ان پر یہ راز منکشف نہ ہوسکا۔ اگر چہ تم قرآنِ مجید کی آیات پڑھتے ہو لیکن ان کا مطلب نہیں سمجھتے اور ٹھوکر کھا جاتے ہو۔ حضراتِ سلفِ صالحین ان کی تہ تک پہنچ گئے تو انہی کے دامن سے وابستہ رہنا ضروری اور کامیابی کی چابی ہے۔ ان سے اعراض ہلاکت خیز ہے۔ اس لیے قرآنِ مجید کی ہر آیت اور ہر حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے حضراتِ سلفِ صالحین کا دامن تھامنا ضروری ہے اور یہی ہے نجات کا راستہ۔

تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانے میں حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اکابر تابعینؒ کا تعامل کسی مسئلے میں حجتِ قاطعہ شمار ہوتا تھا۔ اور احادیث کی صحت وسقم کے لیے معیار کی حیثیت رکھتا تھا۔ جو احادیث اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کے تعامل کے خلاف ہوتیں، انہیں شاذ، منسوخ یا مؤوّل سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ مؤطا امام مالکؒ میں جگہ جگہ تعاملِ اہلِ مدینہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور جو احادیث اہلِ مدینہ کے تعامل کے خلاف ہوں انہیں غیر معمول بہا قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری صدی میں احادیث کے جتنے مجموعے مرتب کیے گئے۔ ان میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے ساتھ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا تعامل بھی ذکر کیا جاتا تھا۔ لیکن خیر القرون کے بعد چونکہ یہ معیاری تعامل آنکھوں کے سامنے نہیں رہا تھا۔ اس لیے احادیث کی صحت وسقم اور ان کے معمول بہا ہونے یا نہ ہونے کا مدار صرف سند کی صحت وضعف اور راویوں کی جرح وتعدیل پر رہ گیا۔ اور روایات کے مقابلے میں تعاملِ سلف کی اہمیت نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں کو خیال ہونے لگا کہ ایک ایسی روایت جس کے راوی ثقہ ہوں، اس کے مقابلے میں حضراتِ خلفائے راشدینؓ کا تعامل بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ کسی روایت کے راویوں کی ثقاہت وعدالت اور فہم ودیانت کو حضراتِ خلفائے راشدینؓ کے تعامل پر ترجیح دے ڈالنا، نہ صرف یہ کہ صحت مندانہ طرزِ فکر نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر اسے شیعیت اور رفض کا خفی شعبہ کہا جائے، تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ شیعیت اور رفض کی حقیقت اس کے سوا کیا ہے کہ بعد کے راویوں کے بھروسے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خلفائے راشدینؓ کو نصِ نبوی کی مخالفت سے مطعون کیا جائے۔

اول تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے (اپنی استعداد کے مطابق) جناب رسول اللہ ﷺ کے اقوال واعمال اور احوال کو اپنے اندر ایسا جذب کر لیا تھا کہ ان کی

سیرت جمالِ نبوی کا آئینہ بن گئی تھی۔ پھر وہ سنت کے ایسے عاشق تھے کہ ان کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک سنت دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی تھی۔

ثانیاً قرآنِ کریم میں ان کے راستے کو ''سبیل المؤمنین'' کہہ کر ان کی اقتداء کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْراً۔ (النساء:۱۱۵)

ترجمہ:۔ ''اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی رسول کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے۔ اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کردیں گے جو اس نے خود اپنائی ہے۔ اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے۔ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے''۔

ثالثاً جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، خصوصاً حضراتِ خلفائے راشدینؓ کی اقتداء کے بارے میں جو وصیتیں اور تاکیدیں فرمائی ہیں۔ جیسا کہ اوپر کچھ نصوص بیان کردی گئی ہیں۔

ان وجوہ کے پیشِ نظر سنتِ ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینِ عظامؒ کا تعامل رہا۔ اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو وہ یا تو منسوخ کہلائے گی یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ ایسی روایات جو تعاملِ سلف کے خلاف ہوں، صدرِ اول میں ''شاذ'' شمار کی جاتی تھیں۔ اور جس طرح متاخرین محدثین کی اصطلاحی ''شاذ'' روایت حجت نہیں۔ اسی طرح متقدمین کے نزدیک ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔

اگر بنظرِ تعمق دیکھا جائے تو تعامل ہی کی برکت سے ہمارے دین کا نصف حصہ عملاً متواتر ہے۔ اور تعامل ہی تعلیم و تعلّم کا قوی ترین ذریعہ ہے۔ اگر تعامل کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو محض روایات کو سامنے رکھ کر کوئی شخص نماز کا مکمل نقشہ بھی مرتب نہیں کرسکتا، جو دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے۔ چہ جائیکہ کہ پورے دین کا نظام مرتب کردیا جائے۔ اس لیے صحیح طرزِ فکر یہ ہے کہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کے تعامل اور روایت کو بیک وقت پیشِ نظر رکھ کر دونوں کے درمیان تطبیق دی جائے۔ یہی وہ کارنامہ ہے جو ائمہ احنافؒ نے انجام دیا۔ انہوں نے کسی مسئلے میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے تعامل سے صرفِ نظر نہیں کیا۔ لیکن بعد کے فقہاء و محدثین کو اس معیار کا قائم رکھنا مشکل تھا۔ اس لیے انہوں نے روایات کی صحت و ضعف کو اصل معیار قرار دیا۔

حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ

خیر القرون میں حدیث کے صحیح اور ضعیف ہونے کا ضابطہ اور تھا۔ خیر القرون کے بعد ضابطہ اور بنا۔ خیر القرون میں ضابطہ تعامل تھا کہ جس حدیث پر صحابہ اور لوگ عمل کر رہے ہیں۔ وہ حدیث صحیح ہے اور جس پر عمل نہیں تھا وہ شاذ اور متروک کہلاتی تھی۔ اس لیے امام مالکؒ اور دیگر ائمہ مجتہدین تعامل کو لیتے ہیں۔ جو حدیث تعامل کے موافق ہو اس پر عمل کرتے ہیں۔ اور جو حدیث تعامل کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

امام زہری تابعی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

وانّما یؤخذ من أمر رسول الله ﷺ بالآخِرِ فالآخِرِ۔ (مسلم رقم ۲۶۰۴ ترقیم مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

امام زہریؒ مزید فرماتے ہیں:

وقال الأحدث فالأحدث من أمرہ ویرونہ الناسخ المُحْکَمَ (مسلم رقم ۲۶۰۵)۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ آپ ﷺ کے آخری امر اور عمل پر عمل کیا کرتے تھے۔ اور اسی کو دلیل سمجھتے تھے۔ اس کے خلاف حدیث کو منسوخ۔

حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: ''روایات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، جن کو نہ فقہاء جانتے ہیں، نہ کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ پس تم شاذ حدیثوں سے بچو اور ان حدیثوں پر عمل کرو جن پر جماعت کا عمل ہے۔ جن کو فقہاء پہچانتے ہیں اور جو کتاب و سنت کے موافق ہوں'' (الرد علیٰ سیر الاوزاعی ص ۳۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا ہو، فقہاء اس کو جانتے نہ ہوں، وہ شاذ ہے، اور شاذ حدیث صحیح نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

سند و تعامل اور ترکِ رفع یدین

دور صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ میں حدیث کے صحت اور ضعف کا مدار سند پر بالکل نہ تھا۔ امام ابن سیرینؒ (المتوفی ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں:

لم یکونوا یسئلون عن الاسناد۔ فلما وقعت الفتنة قالوا: سموا لنا رجالکم فینظر الیٰ اهل السنة فیؤخذ حدیثهم وینظر الیٰ اهل البدع فلا یؤخذ حدیثهم

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱)

''لوگ سند کا حال پوچھا نہیں کرتے تھے۔ جب اہل بدعت کا فتنہ کھڑا ہوا تو اب پوچھنے

لگے کہ سند کے راوی بتاؤ تا کہ اہل سنت راویوں کی حدیث قبول کی جائے اور اہل بدعت کی حدیث رد کی جائے"۔

ظاہر ہے کہ خیر القرون میں مدارِ صحت فقہاء کرام کا فتویٰ اور لوگوں کا تعامل تھا۔ مؤطا امام مالک پڑھ کر دیکھیے۔ ان کے ہاں مدار اہل مدینہ کا تعامل ہی ہے۔ مؤطا امام محمد کا مطالعہ فرمایئے۔ وہ فقہاء عراق کا تعامل بیان فرماتے ہیں۔ سند کی حیثیت ثانوی تھی بلکہ حدیث کی صحت اور ضعف کا مدار ہی مجتہد کا عمل تھا۔ اگر مجتہد نے اس پر عمل کر لیا تو حدیث کی صحت کی دلیل تھی۔ اگر عمل ترک کر دیا تو ضعف کی دلیل۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث ہے۔

قال عبد الله بن مسعود رضی الله عنه: "ألا أُصَلِّيْ بكم صلوة رسول الله ﷺ؟ فَصَلّٰى، فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّا فِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ. (ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین رقم ۲۵۷)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپؓ نے نماز پڑھی۔ اور صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کیا"۔

خیر القرون میں کسی حدیث کے صحیح اور قبول ہونے کا ایک ہی معیار تھا کہ اس پر صحابہ اور تابعین میں عمل جاری ہو۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کے بعد فرمایا:

وبه يقول غير واحد من اهل العلم من أصحاب النبی ﷺ والتابعين، وهو قول سفيان وأهل الكوفة۔ (ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین رقم ۲۵۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ اسی کے (صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو سنداً بھی متواتر قرار دیا۔ وہ فرماتے ہیں:

"مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلامی شرائع اور حدود کے پورے عالم تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے احوال کی جستجو فرمانے والے تھے۔ آپؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے تھے۔ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں۔" (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)

اور عملاً بھی متواتر قرار دیا۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے"۔

(مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷)

ہم پورے وثوق کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ امام التابعین امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے اس چیلنج کے خلاف کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد ترکِ رفع یدین سنداً اور عملاً متواتر ہے کوئی زبان حرکت میں نہ آئی۔ تو اہل خیر القرون صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا اس حدیث کو متفقہ طور پر قبول فرمانا اس کی صحت کی یقینی دلیل ہے۔

ترجیح ترکِ رفع یدین کے سلسلہ میں دوسرے دلائل کے علاوہ اہل مدینہ اور اہل کوفہ کا تعامل اور اصحاب عبداللہ بن مسعود اور اصحاب علی کا ترک رفع بھی حنفیہ و مالکیہ کے پاس بہت بڑی حجت ہے۔

شبہ:۔ امام شافعیؒ رفع یدین کیوں کرتے تھے؟

جواب:۔ حضرت امام شافعیؒ مجتہد تھے۔ رفع یدین کے مسلک کو اختیار کرنا ان کا اجتہاد تھا۔ ائمہ مجتہدینؒ کے ہاں تعامل اصل تھا۔ جو امام ایسے علاقہ میں تھے جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم یا تابعینؒ رفع یدین کرتے تھے۔ ان کے سامنے یہی تعامل آیا۔ اس لیے انہوں نے اس کو قبول کر لیا۔ جو ائمہ ایسے علاقہ میں تھے جہاں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آئے جو رفع یدین نہیں کرتے تھے جیسے کوفہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ تشریف لائے تھے۔ انہوں نے اس عمل کو لے لیا۔ اس کے خلاف احادیث کو منسوخ یا ضعیف مانا۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں۔ اختلافی احادیث میں عموماً ایسا ہوتا ہی ہے۔ اکثر کتابوں میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ امام شافعیؒ کا قولِ قدیم یہ ہے اور قولِ جدید یہ ہے۔ کیونکہ امام شافعیؒ کے سامنے پہلے مکہ کا تعامل تھا۔ پھر جب آپؒ مصر تشریف لے گئے تو ان کے سامنے مصر کا تعامل تھا۔ امام شافعیؒ کے آخری قول عموماً مذہب حنفی کے مطابق ہوتے چلے گئے۔ امام شافعیؒ کی عمر زیادہ لمبی نہیں ہوئی ورنہ یقیناً ان کا مذہب امام محمدؒ کے مذہب کے مطابق ہو جاتا تھا۔ ان کے دو اقوال کی بنیاد تعامل ہی کا بدلنا تھا۔ جس جگہ جو تعامل ہوگا، وہی مراد ہوگا۔ کیونکہ تعامل متواتر ہوتا ہے اور سند اس کے سامنے خبر واحد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب جو بات سند سے ثابت ہوگی۔ اس کو تعامل کے خلاف شاذ مانا جائیگا۔

ہمارے ملک پاکستان میں قاری عاصم کوفیؒ کی قراءت اور امام حفصؒ کی روایت متواتر ہے۔ اس کے مقابلہ میں اگر کوئی شاذ قراءت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مل جائے تو بھی ہم قاری عاصمؒ کی قراءت کو دیکھیں گے۔ یہ نہیں دیکھیں گے کہ ایک طرف صحابی ہے اور دوسری طرف غیر صحابی ہے۔ بلکہ ہم دیکھیں گے کہ متواتر کون سی قراءت ہے اور شاذ قراءت کو کبھی اپنے قرآن میں شائع نہیں کریں گے۔ بخاری (ج ۲ ص ۷۴۳) میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت یوں نازل ہوئی تھی: "وأنذر عشيرتك الأقربين ورهطك منهم المخلصين"۔

اب کوئی بیوقوف شخص یہ شور مچائے کہ بخاری میں یہ آیت صحیح سند سے ثابت ہے اور جو آیت قرآنِ مجید میں درج ہے وہ بے سند ہے۔ اس لیے اب قرآن پاک یوں چھاپا جائے۔ لیکن یہاں

سند کو نہیں دیکھا جائے گا۔ کیونکہ سند ایک گواہی ہے جو پہلی رات کے چاند کے لیے ہوتی ہے۔ سورج کے لیے گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے متواتر قرآن کو ہی مانا جائے گا۔ ائمہ مجتہدینؒ کے اختلاف میں یہی اصل مدار ہے۔ ہم ان کو ان کے علاقے میں بالکل صحیح مانتے ہیں اور وہ ہم کو ہمارے علاقہ میں بالکل صحیح مانتے ہیں۔ کیونکہ ان کے سامنے جو تعامل تھا اس کے موافق حدیث کو وہ ناسخ اور اس کے خلاف حدیث کو وہ منسوخ سمجھتے تھے۔ اور ہمارے سامنے چونکہ ترکِ رفع یدین کا تعامل تھا۔ اس لیے ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ نے ترک رفع یدین کی روایات کو ناسخ اور رفع یدین کی روایات کو منسوخ مانا۔ امام ترمذیؒ نے اسی تعامل کی وجہ سے ترکِ رفع یدین کی روایت پر تو یہ لکھا ہے۔

وبه يقول غير واحد من اهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين، وهو قول سفيان وأهل الكوفة۔ (ترمذی: ماجاء في رفع اليدين رقم ۲۵۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ اسی کے (صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

اس کے بالمقابل رفع یدین کی روایت کی سند مدنی ہے۔ زہریؒ، سالمؒ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سب مدنی ہیں۔ لیکن وہاں نہیں لکھا: ''وهو قول اهل مدينة''۔ کیونکہ اس پر اہل مدینہ کا تعامل نہیں تھا۔ امام ترمذیؒ کے ''في الباب'' کے ناموں سے تو غیر مقلدین لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں لیکن باقی تمام باتوں سے صرفِ نظر کر لیتے ہیں۔

امام ترمذیؒ رفع یدین کی حدیث کے بعد ترکِ رفع یدین کی حدیث لائے ہیں۔ امام نوویؒ محدثین کرام رحمہم اللہ کا اصول بیان کرتے ہیں کہ محدثین کرامؒ پہلے منسوخ احادیث لاتے ہیں۔ پھر ناسخ حدیث لاتے ہیں (نووی شرح مسلم ج۱ ص۱۵۶)۔ اس کی صحت پر بھی انہوں نے اہل کوفہ کا تعامل بیان کیا کیونکہ اس کی ساری سند بھی اہلِ کوفہ کی ہے۔ اہلِ کوفہ کی سند کے بارے میں کوفہ کے رہنے والے کی شہادت مانی جائے گی نہ کہ کسی اور شہر والے کی۔

خیر القرون سے حدیث کے معنیٰ کا تعین کرنا

بلکہ محدثین نے تو عملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے معنیٰ متعین کرنے کا ایک معیار قرار دیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی دو احادیث مختلف معنیٰ رکھتی ہوں، تو دیکھا یہ جائے گا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے کس پر عمل کیا۔ چنانچہ امام طحاوی نے فرمایا ہے:

فَلَمَّا تضادّت الآثار في ذٰلك، وجب ان ننظرَ الى ما عليه عمل المسلمين الذي قد

جرت علیه عاداتهم. فیعمل علیٰ ذٰلك، ویکون ناسخاً لما خالفه۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۵ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان، ج ۲ ص ۳۹، باب الطفل یموت، أیصلی علیه أم لا؟ تحت حدیث ۲۸۲۹ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ:۔ جب آثار و روایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی جائے گی۔ اور جو روایات اس کے خلاف ہیں، وہ منسوخ سمجھی جائیں گی۔

اسی طرح امام ابوداؤدؒ صاحب السنن فرماتے ہیں: إِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ نُظِرَ إِلَىٰ مَا عَمِلَ بِهِ أَصْحَابُهُ مِنْ بَعْدِهِ۔ (ابوداؤد تحت رقم الحدیث ۷۲۰)۔

ترجمہ:۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ سے دو مختلف خبریں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرامؓ نے کس پر عمل کیا ہے۔ (یعنی جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہوگا، وہ سنتِ باقیہ ہوگی اور دوسری یا تو منسوخ ہوگی یا پھر مخصوص حالات کے تحت ہوگی)۔

حضرت امام ابوداؤدؒ نے ابوداؤد شریف میں بہت ساری روایات جمع کر دی ہیں لیکن اس سے پہلے امام ابوداؤدؒ نے ایک قاعدہ لکھ دیا ہے۔ ''اگر دو حدیثیں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ تعامل کس حدیث پر جا رہا ہے''۔ ہم بھی یہی فرق کرتے ہیں کہ جس حدیث پر تعامل نہیں ہے اس کو ہم صرف حدیث کہتے ہیں۔ جس حدیث پر تعامل جاری رہا ہو، اس کو ہم سنت کہتے ہیں۔

حضرت امام ابوداؤدؒ پہلی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ والی لائے ہیں۔ امام بخاریؒ حضرت مالکؒ کے طریق سے لائے تھے۔ امام ابوداؤدؒ سفیانؒ کے طریق سے لائے ہیں۔ سفیان بن عیینہؒ مکہ مکرمہ کے محدث ہیں۔ اب اس پر عمل جاری رہا یا نہیں۔ خود ابوداؤد میں اس کا فیصلہ موجود ہے۔

حضرت میمون مکیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتداء نماز، رکوع کو جاتے ہوئے، سجدہ کو جاتے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کو دیکھو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرو

(ابوداؤد رقم الحدیث ۷۳۹)۔

حضرت میمون مکیؒ مکہ میں ہی پیدا ہوئے۔ وہیں پلے، بڑے ہوئے۔ مکہ ایسا شہر ہے کہ

وہاں دنیا کے ہر ملک والے لوگ آ کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ حضرت میمون مکیؒ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ آپؒ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا مگر سوائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔ ''صَلّٰی صَلٰوۃً لَمْ أَرَ أَحَداً یُصَلِّیْھَا''۔ صَلٰوۃً کو نکرہ لائے ہیں کہ اوپری نماز پڑھی۔ ہم نے ایسی نماز پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ لَمْ أَرَ أَحَداً یُصَلِّیْھَا یہ وضاحت ہے۔ ہم نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کسی ایک کو بھی ایسی نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔ حضرت ابن زبیرؓ صحابی ہیں اور حضرت میمون مکیؒ طبقہ ثالثہ کے تابعی ہیں جن کی اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملاقات ہوئی ہے۔ آپ نے بہت سے تابعین عظامؒ کو دیکھا مگر کسی ایک تابعی کو بھی رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے بہت سے تبع تابعینؒ کو دیکھا مگر کسی ایک تبع تابعیؒ کو بھی رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے پوری دنیائے اسلام سے آنے والے حاجیوں کو نمازیں پڑھتے دیکھا مگر کسی علاقے کے کسی ایک حاجی کو بھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ یہ ہے پورے خیر القرون میں ترکِ رفع یدین پر عملی تواتر۔ لاکھوں میں ایک آدمی رفع یدین کرنے والا ملا۔ معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں ترکِ رفع یدین عملاً متواتر تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ فرمانا: ''اگر تم کو پسند ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرو''۔ تو وہ اس کو سنت نہیں کہہ رہے بلکہ جواز کی بات کی ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ خود بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے، حالانکہ یہ مکہ میں ہی رہتے تھے۔ حضرت میمون مکیؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علاوہ کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مطلب یہ نہیں تھا کہ رفع یدین کیا کرو۔ اس طرح کی ایک مثال بخاری شریف (ج۱ ص۳۶) میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پیشاب کے بارے میں بہت شدت اختیار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اس کو کاٹنا پڑتا تھا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: ''کاش وہ اتنی شدت سے باز آجائیں۔ (تو حضرت حذیفہؓ نے حدیث سنائی) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر آئے تو کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا''۔ یہ حدیث سنانے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اب کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرو، کیونکہ یہ سنت ہے۔ اور نہ ہی حضرت حذیفہؓ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ترکِ رفع یدین متواتراً معمول بہ تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بتایا کہ یہ بھی ثابت ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت امام ابوداؤدؒ سفیان بن عیینہؒ کے طریق سے لائے ہیں اور سفیانؒ مکی ہیں۔ اب اس روایت پر عمل جاری رہا یا نہیں رہا۔ لیکن ابوداؤد کی اس روایت سے پتہ چل رہا ہے کہ نہ صرف مکہ میں بلکہ پوری اسلامی دنیا میں کوئی رفع یدین کرنے والا نہیں تھا۔ کیونکہ مکہ

مکرمہ میں ہر جگہ کے لوگ آتے تھے۔ حضرت میمون مکیؒ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ خود سفیان بھی وہیں کے رہنے والے ہیں۔ ان کے ہم عصر ہیں۔ یہ بھی میمون مکیؒ کی تردید نہیں کر رہے۔

غیر مقلدین ابوداؤد شریف کی یہ روایت تو پیش کرتے ہیں لیکن جو ان کی وضاحت ہے کہ جب روایات متعارض ہوں تو تعامل کو دیکھا جاتا ہے۔ اس کو بیان نہیں کرتے کہ انہوں نے مکہ کا ترکِ رفع یدین کا تعامل بیان کیا ہے۔

ابوداؤد شریف کی اگلی روایت میں ہے۔ حضرت نضر بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ میرے پہلو میں مسجد خیف (منیٰ کے میدان) میں عبداللہ بن طاؤس یمنی نے سجدہ کے بعد رفع یدین کی تو میں نے اس امر کو منکر سمجھا۔ حضرت وہیب بن خالدؒ نے اسے کہا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ جو میں نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ تو اس نے بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حدیث سنادی (ابوداؤد رقم الحدیث ۷۴۰؛ نسائی رقم الحدیث ۱۱۴۷)۔ رفع یدین کی نماز مکہ میں اوپری نماز ہوا کرتی تھی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم حدیث کا انکار نہیں کرتے، حدیث موجود ہے۔ انکار اس کا ہے کہ اس پر تعامل نہیں رہا (دیکھیے باب ۶، ترکِ رفع یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں)۔ خود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد رفع یدین پر عامل نہیں رہی۔ حضرت محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؒ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تم ہر جھکنے اور اٹھنے میں رفع یدین کر رہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے"

(نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۱۴۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

غیر مقلدین تواتر کا بہت شور مچایا کرتے ہیں کہ ہماری روایات متواتر ہیں۔ تواتر کی دو قسمیں ہیں: تواتر اسنادی اور تواتر عملی۔ تواتر اسنادی کی ایک حد متعین ہے۔ مثلاً ہر زمانہ میں تیس روایت کریں تو وہ روایت متواتر ہوتی ہے۔ یہ غیر مقلدین کا مغالطہ ہے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جوتے پہن کر نماز پڑھنے کی حدیث سنداً متواتر ہے۔ لیکن جوتے اتار کر نماز پڑھنا عملاً متواتر ہے۔ دیکھیے! امام ابوداؤدؒ نے یہ مکہ کی روایت بیان کی ہے اور ساتھ یہ بھی نقل کر دیا کہ اس پر عملی تواتر نہیں تھا حتیٰ کہ تابعین رفع یدین کرنے والے کو جانتے پہچانتے بھی نہیں تھے۔ یہ باتیں صحاح ستہ کی کتاب ابوداؤد شریف سے پیش کی ہیں۔ کسی فقہ کی کتاب سے پیش نہیں کیں۔

حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں:

وكان الثوري ووكيع وبعض الكوفيين لا يرفعون أيديهم وقد رووا في ذلك احاديث كثيرة. ولم يعنفوا على من رفع ولو لا أنها حق ما رووا ذلك الأحاديث. لأنه ليس لأحد أن يقول على رسول الله ﷺ مالم يقل ومالم يفعل.

(جزءرفع الیدین رقم ۷۵)۔

ترجمہ:۔اور امام سفیان ثوری، امام وکیع اور بعض اہل کوفہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔اور انہوں نے ترکِ رفع یدین میں بہت ساری احادیث روایت کی ہیں۔انہوں نے رفع یدین کرنے والوں کی سرزنش نہیں کی۔اگر یہ (ترکِ رفع یدین) حق نہ ہوتا تو وہ (ثوری اور وکیع) ان احادیث کونقل نہ کرتے۔اس لیے کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف ایسی بات منسوب کرے جوس حضور ﷺ نے فرمائی نہ ہو"۔

حضرت امام بخاریؒ لکھتے ہیں:"وقد رووا في ذلك احاديث كثيرة"۔ "انہوں نے ترکِ رفع یدین میں بہت ساری احادیث روایت کی ہیں"۔امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام محمدؒ فرماتے ہیں:"وفي ذلك آثار كثيرة"۔ (موطاامام محمد ص ۱۳۳، طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔"اس میں بہت سارے آثار موجود ہیں"۔امام بخاریؒ تو آثار کی بجائے احادیث کا لفظ لکھ رہے ہیں۔

پھر امام بخاریؒ آگے فرماتے ہیں:"وليس أسانيده أصح من رفع الأيدي"۔ (جزءرفع الیدین رقم ۷۵)۔"اور اس کی اسانید (ترکِ رفع یدین کی مرفوعاً وموقوفاً) رفع یدین کی اسانید سے زیادہ صحیح نہیں"۔گویا سند میں دونوں کو برابر مان لیا۔یہ بھی فرمایا کہ ترکِ رفع یدین کی احادیث کثیرہ ہیں۔آج کل غیر مقلدین جو کہا کرتے ہیں کہ ایک بھی روایت ترکِ رفع یدین کی نہیں ہے۔گویا وہ امام بخاریؒ جیسے محدث کو جھٹلا رہے ہیں جب کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ترکِ رفع یدین کی احادیث کثیرہ بھی ہیں اور حق اور سچ بھی ہیں اور ان کی سندیں رفع یدین کی سندوں جیسی ہیں۔ان سے کم نہیں، نہ ان سے بڑھ کر ہیں۔جب دونوں طرف احادیث صحیح ہیں تو اب اجتہاد کی ضرورت پیش آئی۔کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا:"عليكم بسنتي" "تم میری سنت کو لازم پکڑو۔اب سنت کیا ہے رفع یدین یا ترکِ رفع یدین۔یہ فیصلہ اس حدیث میں موجود نہیں ہے۔

ایک قاعدہ

البتہ حضرت امام بخاریؒ ایک قاعدہ بخاری (ص ۹۶، ۲۱۵) میں بیان فرماتے ہیں۔ "انما یؤخذ

بالآخِرِ فالآخِرِ من فعلِ النبی ﷺ" (بخاری ص۹۶) اور دوسری جگہ ہے۔"انما یؤخذ بالآخِرِ من فعلِ رسول اللہ ﷺ"۔ (بخاری ص ۴۱۵)۔"جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کو لیا جائے گا"۔

ان میں آخری عمل رفع یدین ہے یا ترکِ رفع یدین ہے۔صحیح بخاری اس سے خاموش ہے۔ لیکن جزء رفع یدین میں حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسىٰ قال: يا ابا عمرو ما تقول فى رفع الايدى مع كل تكبيرةٍ وهو قائم فى الصلوة قال: ذٰلك الامر الاول. (جزء رفع اليدين رقم ۱۰۶)۔

ترجمہ:۔حضرت فدیک بن سلیمان ابو عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: "اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟" امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ "یہ پہلے دور کی بات ہے"۔

اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفع یدین کو امرِ اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔یاد رہے کہ تکبیرِ تحریمہ تو شرطِ نماز ہے اور نماز سے خارج ہے۔رکوع سے پہلے قیام میں رفع یدین کرنا، رکوع کے بعد قومہ میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا اور تیسری رکعت کے شروع میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا، یہ سب نماز کے اندر حالتِ قیام کی رفع یدین نہیں ہے؟ امام بخاری نے امام اوزاعیؒ سے نقل فرمادیا:"ذٰلک الامر الاول"۔جب رفع یدین دورِ اول کی بات ثابت ہو گئی تو ترکِ رفع یدین کی احادیث یقیناً آخری دور سے متعلق ہیں۔اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بخاری، مسلم یا باقی صحاح ستہ میں جس قدر احادیث رفع یدین کی ہیں۔وہ دورِ اول سے متعلق اور منسوخ ہیں۔ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ رفع یدین پر عمل جاری نہیں رہا بلکہ ترکِ رفع یدین پر عمل جاری رہا۔

اسی طرح مسلم شریف (ج ۱ ص ۱۸۱) کی روایت اور دیگر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نماز میں صرف تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ سلام کے وقت بھی رفع یدین کیا جاتا تھا۔جس پر جناب رسول اللہ ﷺ نے نکیر فرمائی اور امت اس پر متفق ہے کہ سلام کے وقت رفع یدین منسوخ ہو گیا ہے۔اور مسلم شریف میں ہی ہے:

عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضى الله عنه قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. فَقَالَ: "مَالِي أَرَاكُم رَافِعِيْ أَيْدِيْكم كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ، أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔

(صحیح مسلم: الامر بالسکون فی الصلاۃ رقم ۹۶۸؛ سنن نسائی رقم ۱۱۶۵؛ ابو داؤد رقم ۱۰۰۰؛ طحاوی رقم ۲۵۶۹؛ مسند احمد رقم ۲۰۴۵۶)

ترجمہ:۔حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر

تشریف لائے اور فرمایا: "کیا بات ہے! میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو"۔

اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے: "اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ" جو کہ نماز میں سکون کو واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نماز میں رفع یدین سکون کے منافی ہے۔

مسلم شریف میں دو احادیث ہیں۔ ایک یہ کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے آنے سے پہلے لوگ سنتیں یا نفل پڑھ رہے تھے۔ ان میں رفع یدین کر رہے تھے۔ حضور ﷺ نے نماز میں رفع یدین کرنے پر ان کی سرزنش کی۔ عربی میں "مَالِيَ" کا لفظ ناراضگی کے لیے آتا ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ "مَالِيَ لا أرى الهدهد" (کیا بات ہے، مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا؟) حضرت سلیمان علیہ السلام ہدہد پر ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ نماز کے اندر رفع یدین کرنے والوں پر ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔

مسلم شریف ہی کی دوسری روایت میں حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: "ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو "السلام علیکم ورحمة اللہ" کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو۔"

اس حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ جب سلام پھیرا۔ سلام میں چونکہ ہر ایک اپنے دائیں اور بائیں والے کی نیت کرتا ہے۔ جس طرح نماز سے باہر سلام کہتے ہوئے آدمی ہاتھ بڑھاتا ہے۔ بعض صحابہ ﷺ نے سلام پھیرتے ہوئے ہاتھ بڑھائے۔ اس کو ہاتھ پھیلانا تو کہتے ہیں، ہاتھ اٹھانا نہیں کہتے۔ ہم دونوں حدیثوں کو مانتے ہیں کہ جس طرح نماز کے سلام کے ساتھ ہاتھ پھیلانا مکروہ ہے۔ اسی طرح نماز میں ہاتھ اٹھانا بھی مکروہ ہے۔

جناب رسول اللہ فرماتے ہیں: "تحریمها التکبیر و تحلیلها التسلیم" (ترمذی) یعنی تکبیرِ تحریمہ کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کا اندرون ہے۔ اس کو "فی الصلوٰة" کہتے ہیں۔ نماز کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔ اس رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔ اس رفع یدین کو خلافِ سکون بھی فرمایا۔ اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔ مسلم شریف کی

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہٰذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ رفع یدین چھوڑ چکے تھے اور جناب رسول اللہ کے حاضر باش صحابہ کرام بھی چھوڑ چکے تھے۔ ہاں بعض صحابہ لاعلمی کی وجہ سے کر رہے تھے۔ آپ نے ان کو سختی سے ڈانٹ کر روک دیا۔ چنانچہ سب صحابہ رک گئے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں آیا ہے کہ جب دوبارہ تشریف لائے تو بلا استثناء سب صحابہ کو پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پایا اور جیسا کہ میمون مکی کی روایت سے پتہ چلا کہ صحابہ، تابعینؒ اور تبع تابعین رفع یدین کے تارک تھے۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا: ''میں نے نہ کسی صحابیؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا، نہ سنا''، بلکہ حضرت ابراہیم نخعی نے تو اس حدیث کے موافق ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

شبہ:۔ اس کو تو سب مانتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کچھ عرصہ رفع یدین کیا ہے۔ پھر اتنی بری تشبیہ کیوں دی ہے؟

جواب:۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے کچھ عرصہ اقعاء (یہ بیٹھنے کا ایک طریقہ ہے) کیا۔ پھر بعد میں اس طرح بیٹھنے کو کتے سے تشبیہ دی ہے۔ غور فرمایئے جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک عمل اپنا ہو لیکن اس پر دوام نہ ہو کوئی اس پر دوام کرے تو اس کو سمجھانے کے لیے تو شیطان تک سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ بخاری میں ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ کوئی آدمی اپنی نماز میں شیطان کا حصہ شامل نہ کرے وہ اس طرح کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ امام کے لیے صرف دائیں طرف ہی مڑنا ضروری ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ اکثر دائیں طرف مڑا کرتے تھے۔ اس قسم کے الفاظ احادیث میں ملتے ہیں۔ یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے۔

حضرت امام بخاریؒ حضرت معمرؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''وقد قال معمر: اهل العلم كان الأول فالأوّل أعلم، وهؤلاء الآخر فالآخر عندهم أعلم'' (جزء رفع الیدین رقم ۴۶)۔ اور تحقیق حضرت معمرؒ (بن راشد) نے کہا: ''اہل علم تو پہلے والے لوگ تھے اور ان لوگوں کے نزدیک ہر بعد میں آنے والا بڑا عالم ہے''۔ یعنی اہل سنت پہلوں کو اعلم (زیادہ علم والے) مانتے ہیں اور اہل بدعت پچھلوں کو۔ اس رفع یدین کے مسئلہ میں اسی اصول کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم عشرہ مبشرہ، اہل بدر، مہاجرین اور انصار کو بعد والوں سے اعلم مانتے ہیں۔ اور قائلین رفع یدین بعد والوں کو اہل بدر مہاجرین وانصار سے اعلم مانتے ہیں۔ اسی طرح حدیث کی کتابوں میں سے اسی اصول کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مسئلہ رفع یدین کو دیکھنا چاہیے۔

حدیث کی مشہور و متداول کتابوں کی ترتیب

حدیث کی مشہور و متداول کتابیں اس ترتیب سے لکھی گئیں:

(۱) مسند امام اعظمؒ (التوفی ۱۵۰ھ) (۲) مؤطا امام مالکؒ (التوفی ۱۷۹ھ) (۳) کتاب الآثار ابو یوسفؒ (التوفی ۱۸۲ھ) (۴) کتاب الآثار امام محمدؒ (التوفی ۱۸۹ھ) (۵) مؤطا امام محمدؒ (التوفی ۱۸۹ھ) (۶) کتاب الحجۃ علی اھل المدینہ امام محمدؒ (التوفی ۱۸۹ھ) (۷) مسند امام شافعیؒ (التوفی ۲۰۴ھ) (۸) مصنف عبد الرزاقؒ (التوفی ۲۱۱ھ) (۹) مسند امام الحمیدیؒ (التوفی ۲۱۹ھ)۔ یہ کتابیں خیر القرون میں لکھی گئیں کیونکہ خیر القرون کا دور ۲۲۰ھ تک ہے۔ (۱۰) مسند امام ابو داؤد طیالسیؒ (التوفی ۲۲۴ھ) (۱۱) مصنف ابوبکر بن ابی شیبہؒ (التوفی ۲۳۵ھ) (۱۲) مسند امام احمدؒ (التوفی ۲۴۱ھ) (۱۳) مسند دارمیؒ (التوفی ۲۵۵ھ)۔ یہ کتابیں صحاح ستہ سے پہلے لکھی گئیں۔ (۱۴) صحیح بخاریؒ (التوفی ۲۵۶ھ) (۱۵) صحیح مسلمؒ (التوفی ۲۶۱ھ) (۱۶) سنن ابن ماجہؒ (التوفی ۲۷۳ھ) (۱۷) سنن ابو داؤدؒ (التوفی ۲۷۵ھ) (۱۸) سنن ترمذیؒ (التوفی ۲۷۹ھ) (۱۹) سنن نسائیؒ (التوفی ۳۰۳ھ)۔ ان چھ کتابوں کو صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔ (۲۰) صحیح ابو عوانہؒ (التوفی ۳۱۶ھ) (۲۱) شرح معانی الآثار طحاویؒ (التوفی ۳۲۱ھ) (۲۲) ابن حبانؒ (التوفی ۳۵۴ھ) (۲۳) سنن دارقطنی (التوفی ۳۸۵ھ) (۲۴) سنن بیہقیؒ (التوفی ۴۵۸ھ)

اسلامی فقہ اور قیاس بھی ایک شرعی دلیل ہے

دو چیزوں میں ظاہری یا معنوی برابری کرنے کو قیاس کہتے ہیں۔ وہ یوں کہ ایک نیا مسئلہ یا اس کی کوئی صورت اور کیفیت پیدا ہو جائے، جس کا ذکر قرآن وسنت میں نہیں ہے۔ البتہ اس کے مشابہ ایک اور مسئلہ مذکور ہے، تو اس نئے مسئلہ کو اس سابقہ مسئلہ پر قیاس کر کے اس پر وہی حکم لگائیں گے۔

حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ خیریت کا ارادہ فرماتا ہے۔ اس کو دین کی فقاہت عطا فرماتا ہے اور مسلمانوں میں ایک جماعت تا قیامت ایسی رہے گی جو حق کی خاطر لڑائی اور جہاد کرے گی اور اپنے دشمنوں پر غالب رہے گی'' (مسلم ج ۲ ص ۱۴۴)

حضرت امیر معاویہؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے

متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں بانٹتا ہوں۔ یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گی اور کوئی مخالف اس کو ضرر نہ پہنچا سکے گا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کا حکم (یعنی قیامت) نہ آجائے'' (بخاری رقم ۷۱)۔

حافظ ابن حجر عسقلانی الشافعیؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث میں صاف طور پر علماء کی سب لوگوں پر اور تفقہ فی الدین کی سب علوم پر فضیلت بیان کی گئی ہے'' (فتح الباری شرح حدیث ۷۱)۔ اس صحیح اور صریح حدیث سے معلوم اور آشکارا ہوا کہ جو گروہ اور طائفہ تا قیامت حق پر قائم اور دائم رہے گا۔ وہ فقاہت فی الدین کی دولتِ عظیمہ اور رضائے الٰہی کی نعمتِ جسیمہ سے وافر حصہ رکھتا ہوگا۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت ابوھریرہؓ روایت کرتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب کوئی فیصلہ کرنے والا فیصلہ کرے اور اجتہاد کرتے ہوئے درست فیصلہ کرے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا، اور اگر اس سے خطا سرزد ہو تو اس کو ایک ہی اجر ملے گا''

(متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم ۳۷۳۲)۔

حضرت معاذؓ بن جبلؓ کی مرفوع حدیث ہے: ''نبی کریم ﷺ معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے لگے تو پوچھا کہ تو فیصلہ کیسے کرے گا؟ انہوں نے عرض کیا میں اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے پوچھا اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو پھر حضرت معاذ نے عرض کیا میں رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ نے پوچھا اگر سنت میں نہ ہو تو پھر فرمایا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا پھر فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِمَا یَرْضٰی رَسُوْلُ اللّٰه'''' تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس کی توفیق دی جس سے رسول اللہ ﷺ خوش ہیں''

(ابوداود رقم ۳۵۹۲؛ مشکوٰۃ رقم ۳۷۳۷؛ اس روایت کی سند عمدہ اور کھری ہے تفسیر ابن کثیر ۱/۴)۔

اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کے جواب پر (کہ میں قیاس اور رائے سے کام لوں گا) اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا اور اظہارِ مسرت کیا۔

اس حدیث سے چند امور معلوم ہوئے:

۱۔ اسلامی احکام کا اولین ماخذ قرآنِ مجید ہے۔

۲۔ اس کے بعد سنتِ نبویہ ہے۔

۳۔ جو مسئلہ کتاب وسنت میں منصوص اور صراحۃً موجود نہ ہو، اس کا حکم معلوم کرنے کے لیے اجتہاد کی ضرورت ہے۔

۴۔ کتاب وسنت کے منصوص احکام میں اجتہاد اور رائے زنی کا جواز نہیں ہے۔

۵۔مجتہد کے لیے کتاب وسنت کا ماہر ہونا اوران کے علوم واحکام پر حاوی ہونا ضروری ہے۔

معیارِ حق

کسی مسئلے کو جانچنے کے لیے سب سے پہلے قرآنِ کریم کی آیات کو دیکھنا چاہیے۔پھر احادیث پر نظر فرمایئے۔جو حدیث قرآن کریم کے مطابق ہو اس کو لے لیا جائے۔جو حدیث بظاہر قرآن سے متعارض نظر آئے اس کا کوئی ایسا مفہوم تلاش کر لیجئے جو قرآن کے خلاف نہ ہو۔پھر عملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ اور اہل بدر رضی اللہ عنہم کو دیکھنا چاہیے۔پھر تعاملِ خیر القرون یعنی تابعین رحمہم اللہ اور تبع تابعین رحمہم اللہ کو اپنانا چاہیے۔اس کتاب میں مسئلہ رفع یدین کی تحقیق میں یہی معیار سامنے رکھا ہے۔

❁❁❁❁❁

باب ۳

ترکِ رفع یدین قرآن کریم کی روشنی میں

قرآنِ مجید وہ ضابطۂ حیات ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی دنیوی اور اخروی کامیابی کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا ہے۔ دلائلِ منصوصہ میں پہلا نمبر قرآن مجید کا ہے۔ ذیل میں اس مسئلہ رفع یدین کے متعلق چند آیات پیش خدمت ہیں۔

پہلی قرآنی دلیل

ا:۔{وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ}(طہ:۱۴)۔
''اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کرو''۔

طریق استدلال

آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نماز کا مقصد اللہ کا ذکر ہے نماز کے ہر عمل میں اللہ کی حمد وثنا ہے ہر اونچ نیچ کے وقت اللہ کو یاد کیا جاتا ہے رکوع سے آگے، پیچھے اور تیسری رکعت کے شروع میں جو رفع یدین ہے وہ بغیر ذکر کے ہے۔ اس لئے اس کا نہ کرنا بہتر ہے۔

اس کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں نماز میں تکبیروں کی تعداد اور ان کے اوقات بتائے جاتے ہیں۔ ایک تو ان روایات میں اس اختلافی رفع یدین کا ذکر نہیں۔ دوسرے اگر اس رفع یدین کیلئے الگ تکبیر مانی جائے۔ تو ان روایات میں بتائی ہوئی تعداد کم رہ جاتی ہے۔

ایک شخص سے اس موضوع پر بات ہوئی۔ جب اس آیت سے استدلال کیا تو کہنے لگا: ''ہم تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین بھی کرتے ہیں اور رکوع بھی کرتے ہیں''۔ میں نے اُسے کہا: ''چل! کر کے دکھا''۔ پورے مجمع میں اس نے ایسا کرنے کی کوشش کی مگر نہ کر سکا پھر جب وہ کوشش کرنے لگا تو اسے کہا سن اللہ کے نبی ﷺ تو فرماتے ہیں: واذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا (مسلم ج ۱ ص ۱۷۴)۔ ''جب امام اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے تو تم اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو''۔ نبی ﷺ نے دو کاموں کے کرنے کا حکم دیا۔

پھر اس سے جلسہ استراحت کا مسئلہ بھی حل ہوگیا کیونکہ اس کیلئے بھی شریعتِ مقدسہ میں کوئی ذکر ثابت نہیں ہے۔لہذا اس سے بھی بچنا چاہئے ۔رہا قنوت وتر یا تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع یدین تو وہ اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں کیونکہ اس وقت ہم اللہ اکبر کہتے ہیں۔

دوسری قرآنی دلیل

وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرَّاكِعِيْنَ (البقرہ:۴۳)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رکوع کرنیوالوں کے ساتھ رکوع کرو۔

طریق استدلال

اس آیت میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔نماز باجماعت میں قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ سب کچھ ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر بالخصوص رکوع کا ذکر فرمایا۔''اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو''۔اس کی حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام کے ساتھ رکوع میں شامل ہوجانے سے رکعت مل جاتی ہے جبکہ امام کے ساتھ سجدے میں شامل ہوں تو رکعت شمار نہیں ہوتی۔امام کے ساتھ رکعت کو حاصل کرنے کیلئے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا فتوی بھی یہ تھا اور اجماعی عمل بھی یہ تھا کہ جب امام رکوع میں ہوتا تو امام کے ساتھ رکوع میں ملنے کے لیے صرف تکبیرِ تحریمہ کہتے تھے اور رکوع کے لیے تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلے جاتے تھے۔جب رکوع کی تکبیر نہ کہی تو اس سے قبل محض رفع یدین تو بدرجہ اولی نہ کرتے ہوں گے۔

قرآن پاک سے صحابہ کرام □ کے اس عمل کی تائید ملتی ہے کیونکہ امام اور مقتدی رکوع کی حالت میں راکعین ہوئے۔بعد میں آنے والوں کو اس آیت کریمہ میں حکم ہے کہ ان کے ساتھ رکوع میں جاملو۔اس لیے فرمایا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو، یہ نہ فرمایا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رفع یدین کرو اور نہ یہ فرمایا کہ ان کے ساتھ سورت فاتحہ پڑھو۔

اس موضوع کی چند روایات

۱: أن زيد بن ثابت وابن عمر كانا يفتيان الرجل اذا انتهى الى القوم وهم ركوع أن يكبر تكبيرةً وقد أدرك الركعة قالا وان وجدهم سجوداً سجد معهم ولم يعتد بذلك. (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۸۰ رقم ۳۳۱۴ دارالکتب العلمیہ)۔

ترجمہ: '' حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فتوی دیا کرتے تھے کہ جو شخص جماعت کو رکوع کی حالت میں پائے وہ تکبیر کہہ کر رکوعٹ کرلے تو اس نے اس رکعت کو پا لیا، البتہ اگر وہ سجدہ کی حالت میں شریک ہو تو اس کی یہ رکعت شمار نہیں ہوگی۔

۲:۔امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:

"عن ابن شهاب قال: كان ابن عمر وزيد بن ثابت اذا اتيا الامام وهو راكع كبرا تكبيرة وير كعان بها (السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۹۱)

'' حضرت ابن شہابؒ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابتؓ جب امام کے پاس اس وقت پہنچتے، جب امام رکوع میں ہوتا، تو ایک مرتبہ اللہ اکبر کہتے اور اسی کے ساتھ رکوع کرتے'' امام بیہقیؒ اس موضوع پر حضرت ابن مسعودؓ اور عروہ بن زبیرؒ کی روایات بھی لائے ہیں۔

شمس الدین ابن قدامہؒ اور موفق الدین ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

جس نے امام کو رکوع میں پایا، اس کو ایک مرتبہ تکبیر کہنا کافی ہے اور وہ تکبیر تحریمہ ہے۔ جس کو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور وہ رکن ہے جو کسی حالت میں ساقط نہیں۔ اور یہاں تکبیر رکوع ساقط ہو جاتی ہے۔ اس پر امام احمدؒ نے ابوداود اور صالح کی روایت میں تصریح کی ہے۔ یہ زید بن ثابتؓ، سعید بن مسیبؒ، عطاء، حسن، ثوری، شافعی، مالک اور اصحاب الرای سے مروی ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ اس پر دو تکبیریں ہوں گی۔ اور یہی قول حماد بن ابی سلیمان کا ہے۔ ہمارے شیخؒ فرماتے ہیں: ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں کا مقصد یہ ہے کہ بہتر یہ ہے کہ دو تکبیریں کہے۔ لہٰذا یہ بھی جماعت کے قول کے موافق ہو جائے گا۔ کیونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تام نہیں کرتے تھے۔ پہلے قول کی وجہ یہ ہے کہ یہ زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں۔ لہٰذا یہ اجماع ہو گیا

(شرح مقنع ج ۲ ص ۹؛ المغنی ج ۱ ص ۵۴۴)۔

صحابہ کرامؓ جب امام کو رکوع میں پاتے تو صرف ایک مرتبہ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جاتے۔ دوسری مرتبہ تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلے جاتے تھے۔ جب رکوع کے لیے تکبیر نہ کہتے جو اللہ کا ذکر ہے تو رکوع کے لیے رفع یدین یقیناً نہ کرتے ہوں گے۔ قرآن پاک سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس عمل کی تائید ملتی ہے کیونکہ امام اور مقتدی رکوع کی حالت میں راکعین ہوئے۔ بعد میں آنے والوں کو حکم ہے کہ ان کے ساتھ رکوع میں جاملو۔ اس لیے فرمایا کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو

، نہ کہ رکوع کرنے والوں کے ساتھ رفع یدین کرو یا سورت فاتحہ پڑھو۔
(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ایضاح المرام فی ترک القراءۃ خلف الامام: باب سوم)

تیسری قرآنی دلیل

حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى وَقُومُواْ لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔ (البقرۃ:۲۳۸)

ترجمہ:۔ تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کا۔ اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔

علامہ وحید الزمان نے وَقُومُواْ لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ کا ترجمہ یوں کیا ہے ''اور اللہ کے سامنے چپکے ادب سے کھڑے رہو''

طریق استدلال

۱ غیر مقلدین کے شیخ الحدیث مولانا محمد عبدہ اس کے تحت لکھتے ہیں:

''اور ادب سے کھڑے رہو'' یعنی نماز میں کوئی ایسی حرکت نہ کرو جو نماز کی حالت کے منافی ہو جیسے کھانا پینا اور کلام وغیرہ عربی زبان میں قنوت کے کئی معنی آتے ہیں مگر یہاں سکوت کے معنی میں ہے صحیحین میں زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں گفتگو کر لیتے تھے پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو کلام کرنا منسوخ ہو گیا اور ہمیں سکوت کا حکم دیا گیا (ابن کثیر) (فوائد سلفیہ المعروف بہ اشرف الحواشی ص ۴۷)

اوپر یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نماز کا مقصد اللہ کا ذکر ہے لہذا جو حرکت اللہ کے ذکر کے بغیر ہو وہ نماز کی حالت کے منافی ہوئی اس سے بھی ثابت ہوا کہ رکوع کے ساتھ رفع یدین نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس کے ساتھ اللہ کا ذکر نہیں ہوتا

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں سکون کا حکم فرمایا اور جناب نبی کریم ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کو سکون کے خلاف فرمایا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: خرج علینا رسول الله ﷺ، فقال: "مالی أراكم رافعي ايديكم كأنها أذناب خيل شمس. اسكنوا في الصلاة''

(سنن کبری ج ۲ ص ۲۸۰ بحوالہ مسلم: باب الأمر بالسکون فی الصلاۃ)۔

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا ہوا میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

یادرہے کہ مسلم شریف میں رفع یدین سے منع کرنے کی ایک ہی جگہ دو حدیثیں ہیں حدیث نمبر ۴۳۰ اور حدیث نمبر ۴۳۱۔ حدیث نمبر ۴۳۰ میں نبی کریم ﷺ نے نماز کے درمیان میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث امام بیہقی سنن کبری ج ۲ ص ۲۸۰ میں لائے ہیں اور اس پر عنوان باندھا: باب الخشوع فی الصلوۃ جبکہ حدیث ۴۳۱ میں سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے سے منع فرمایا گیا ہے۔ پھر اس کی دو روایتیں ہیں ان کو امام بیہقیؒ ج ۲ ص ۱۸۰، ۱۸۱ میں لائے ہیں۔ ایک پر عنوان یوں رکھا: باب من ینوی بالسلام التحلیل۔ دوسری پر عنوان یوں ہے: باب کراھیۃ الایماء بالید عند التسلیم من الصلوۃ۔ الغرض امام بیہقیؒ اس روایت کو باب الخشوع میں لائے ہیں اور خشوع تو نماز میں شروع سے آخر تک ہونا چاہیے۔ معلوم ہوا یہ روایت صرف سلام کے بارے میں نہیں ہے اور ہمارا استدلال اسی روایت سے ہے۔ غیر مقلدین بات کو الجھانے کیلئے حدیث نمبر ۴۳۱ پیش کرنے لگ جاتے ہیں۔ اس لئے یاد رکھیں ہمارا استدلال اس روایت سے ہے جس کو امام بیہقی باب الخشوع میں لائے ہیں۔

اس صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے تو ہمیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے مطابق نماز کے درمیان بغیر ذکر والا رفع یدین ترک کر کے سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

ان دونوں آیتوں کی تائید اس آیت سے بھی ہوتی ہے: یا مریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین (آل عمران) ''اے مریم! اپنے رب کی فرمانبرداری کر اور سجدہ کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر''۔ اس میں حضرت مریم کو ایک قنوت کا حکم ہے جیسا کہ دوسری دلیل میں گزرا اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرنے کا حکم ہے جیسا کہ تیسری دلیل میں گزرا ہے اور یہ احکامات امم سابقہ کے ہیں لیکن اس سے پتہ چلتا ہے کہ ان کی شریعت میں بھی رکوع میں ہی معیت ضروری تھی۔

چوتھی قرآنی دلیل

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ (سورۃ المؤمنون: ۱، ۲)

ترجمہ: ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

امام بیہقیؒ نے سنن کبری میں باب الخشوع فی الصلاۃ کو اس آیت کریمہ سے شروع کیا پھر سکون

اختیار کرنے کی مرفوع اور موقوف روایات کو لکھ کر بتادیا کہ یہ آیت نماز کے دوران رفع یدین نہ کرنے والوں کی تائید کرتی ہے یاد رہے کہ امام بیہقی نے اس باب میں کوئی ایک روایت بھی رفع یدین کرنے کی درج نہ کی اور چونکہ اس باب کو رفع یدین کے باب کے کہیں بعد لکھا ہے (کیونکہ رفع یدین کرنے کی روایات سنن کبری ج ۲ ص ۶۷ سے پہلے پہلے ہیں اور رفع یدین نہ کرنے کی روایات سنن کبری ج ۲ ص ۲۸۰ پر ہیں)۔ اس لئے کہا جاسکتا ہے کہ امام بیہقیؒ کے نزدیک راجح درمیان نماز میں رفع یدین نہ کرنا ہی ہے سنن کبری کی روایات آگے آرہی ہیں۔ پہلے کچھ اور حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن مسعودٍ قال: قاروا الصلٰوة يقول: اسكنوا اطمئنوا۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۰ رقم ۲۸۱۷، وقال الہیثمی رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجاله رجال الصحیح: أخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۴۴)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔

عن عطاءٍ قال: كان ابن الزبير رضي الله عنه اذا صلّى كأنه كعب۔

(وقال الہیثمی رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجاله رجال الصحیح: مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۰، رقم ۲۸۱۸)۔

ترجمہ: حضرت عطاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسے ہوتے جیسے لکڑی ہو۔

عن أبي عبيدة أن ابن مسعودٍ كان اذا قام الى الصلٰوة خفض فيها صوته ويده وبصره۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۰، رقم ۲۸۱۵، وقال الہیثمی وأبوعبیدة لم یسمع من أبیه: أخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم ۸۹۸۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابو عبیدہؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو اپنی آواز، اپنے ہاتھوں، اور اپنی نگاہوں کو جھکا دیتے تھے۔

عن الأعمش، قال: كان عبد الله اذا صلّى كأنه ثوب ملقى۔

(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۰ رقم ۲۸۱۶، وقال الہیثمی رواه الطبرانی فی الکبیر، ورجاله رجال موثقون والأعمش لم یدرک ابن مسعود: أخرجه الطبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۴۲)

ترجمہ:۔ حضرت اعمشؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسے ہوتے جیسے کپڑا ڈال دیا گیا ہو۔

۵:۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''خشوع نماز میں مطلوب ہے۔ اس سے مراد وہ سکون ہے جس کی طرف جناب رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے: ''اسکنوا فی الصلاۃ''۔ نماز میں سکون اختیار کرو (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۸، ۳۱۹)۔

۶:۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں فرماتے ہیں: خشوع کا کبھی تو دل کے فعل سے تعلق ہوتا ہے جیسے خشیت۔ اور کبھی بدن کے فعل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے سکون۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس بارے میں دونوں کا اعتبار ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۲۹۲ طبع دارالسلام، ریاض)

۷:۔ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: ''خشوع کی حقیقت ہے سکون یعنی قلب کا بھی کہ خیالاتِ غیر کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور جوارح کا بھی کہ عبث حرکتیں نہ کرے'' (بیان القرآن تفسیر سورۃ مؤمنون آیت ۲)۔

سنن بیہقی: باب الخشوع فی الصلوۃ والاقبال علیها

امام المحدثین ابوبکر احمد بن الحسین بن علی البیہقیؒ (المتوفی ۴۵۸ھ) نے اپنی عظیم کتاب السنن الکبریٰ (جلد دوم ص ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱ طبع ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان) میں خشوع کے عنوان سے ایک باب لکھا ہے جس میں اس رفع یدین کا بھی رد کیا ہے۔ ذیل میں اس باب کو ترجمہ کے ساتھ لائیں گے مگر اختصار کے پیش نظر سند کا ذکر نہ کریں گے حضرت امام بیہقیؒ فرماتے ہیں۔

باب الخشوع فی الصلوۃ والاقبال علیها
(نماز میں خشوع اور نماز میں دھیان رکھنے کا بیان)

قال البیهقی: قال الله جل ثناؤه:

قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تحقیق کامیاب ہوئے وہ ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرنے والے ہیں۔

۱:۔ عن علی بن ابی طالب رضی الله عنه انه سئل عن قول الله عزوجل: الذین هم فی صلوتهم خاشعون قال: الخشوع فی القلب و ان تلین کتفك للمرء المسلم و ان لا تلتفت فی صلوتك.

ترجمہ:۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی بابت سوال ہوا الذین هم فی صلوتهم خاشعون۔ آپؓ نے فرمایا خشوع دل میں ہوتا ہے اور یہ کہ تو اپنا کندھا مسلمان کیلئے نرم رکھے اور نماز کے علاوہ اور کسی طرف دھیان نہ کرے۔

۲:۔ عن عقبه بن عامر قال کانت علینا رعایة الابل فجاءت نوبتی فروحتها بعشی فادرکت رسول الله صلی الله علیه وسلم قائما یحدث الناس فادرکت من قوله: ما من مسلم یتوضأ

فیحسن الوضوء ثم یقوم فیصلی رکعتین یقبل علیهما بقلبه و وجهه الا وجبت له الجنة ۔
فقلت ما اجود هذه . فاذا قائل بین یدی یقول : التی قبلها اجود . فنظرت فاذا عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال انی قد رأیتك جئت آنفا قال : ما منکم من احد یتوضأ ثم یقول اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله الا فتحت له ابواب الجنة الثمانية یدخل من ایها شاء رواه مسلم فی الصحیح ۔

ترجمہ:۔ حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں : ہمارے ذمہ اونٹوں کی خبر گیری تھی ۔ جب میری باری آئی میں شام کے وقت چرا کر واپس آیا تو نبی ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ کھڑے لوگوں میں بیان کر رہے تھے۔ تو مجھے آپ سے یہ حدیث ملی: ما من مسلم یتوضأ فیحسن الوضوء ثم یقوم فیصلی رکعتین یقبل علیهما بقلبه و وجهه الا وجبت له الجنة ۔ ترجمہ: جو مسلمان بھی وضوء کرے تو اچھی طرح وضوء کرے ۔ پھر کھڑا ہو کر دو رکعت ادا کرے اپنے دل اور چہرے کے ساتھ ان پر متوجہ رہے۔ تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے ۔ میں نے کہا یہ کتنی اچھی بات ہے اس پر ایک آدمی جو میرے سامنے تھا کہنے لگا جو اس سے پہلی حدیث تھی وہ اس سے بھی زیادہ اچھی تھی میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطابؓ تھے۔ کہنے لگے میں نے دیکھا کہ تو ابھی آیا تھا آپ نے فرمایا تھا: ”ما منکم من احد یتوضأ ثم یقول اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله الا فتحت له ابواب الجنة الثمانية یدخل من ایها شاء“ ۔ تم میں سے جو کوئی بھی وضوء کرے پھر یہ کہے اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جس سے چاہے داخل ہو۔ اس کو امام مسلم نے روایت کیا۔

۳:۔ عن عثمان بن عفان عن رسول الله ﷺ حین توضأ : من توضأ نحو وضوئی هذا ثم قام فرکع رکعتین لا یحدث فیهما نفسه الا غفر له ما تقدم من ذنبه ۔

حضرت عثمان بن عفانؓ فرماتے ہیں: جناب نبی کریم ﷺ نے جب وضوء کیا تو فرمایا من توضأ نحو وضوئی هذا ثم قام فرکع رکعتین لا یحدث فیهما نفسه غفر له ما تقدم من ذنبه ۔ جو شخص میرے اس وضوء کی طرح وضوء کرے پھر کھڑا ہو کر دو رکعت ایسی ادا کرے جن میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے تو اس سے سابقہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں ۔

۴:۔ عن جابر بن سمرة قال رآنا رسول الله ﷺ و نحن رافعی ایدینا فی الصلوة فقال

اسکنوا فی الصلوۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رآنا رسول اللہ ﷺ ونحن رافعی ایدینا فی الصلوۃ فقال اسکنوا فی الصلوۃ ہمیں نبی ﷺ نے اس حال میں دیکھا کہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: نماز میں سکون اختیار کرو۔

۵:۔ دوسری روایت میں ہے۔ قال دخل علینا رسول اللہ ﷺ و نحن رافعی ایدینا فی الصلوۃ فقال ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ ۔ رواہ مسلم فی الصحیح۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپؓ نے فرمایا: دخل علینا رسول اللہ ﷺ و نحن رافعی ایدینا فی الصلوۃ فقال ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ۔ نبی کرم ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے فرمایا کیا ہے کہ میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم رفع یدین کر رہے ہو گویا کہ وہ شرارتی گھوڑوں کی دمیں ہیں نماز میں سکون اختیار کرو روایت کیا اس کو امام مسلم نے

۶:۔عن مجاھد قال کان ابن الزبیر رضی اللہ عنہ اذا قام فی الصلوۃ کأنہ عود و حدث ان ابابکر کان کذلک قال و یقال ذاك الخشوع فی الصلوۃ۔

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسے ہوتے جیسے لکڑی ہو۔ اور بیان کیا کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی ایسے ہوتے تھے اور فرمایا کہ اسے خشوع فی الصلوۃ کہا جاتا ہے

۷:۔ عن عبد اللہ بن مسعود انہ قال قاروا فی الصلوۃ یعنی اسکنوا فیھا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نماز میں سکون اختیار کرو''۔

۸:۔ عن مسروق قال قال عبد اللہ بن مسعود قاروا فی الصلوۃ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔

۹:۔ عن مجاھد الّذین ھم فی صلوتھم خاشعون قال السکون فیھا۔

ترجمہ:۔ حضرت مجاہد نے الذین ھم فی صلاتھم خاشعون کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ خشوع کا مطلب ہے نماز میں سکون اختیار کرنا۔

۱۰:۔ عن الحسن قال الذین ھم فی صلوتھم خاشعون قال خائفون۔

ترجمہ:۔ حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ خاشعون کا معنی ہے ڈرنے والے۔

۱۱:۔ عن قتادة فی قوله الذین هم فی صلوتهم خاشعون قال الخشوع فی القلب و الباد البصر فی الصلوة۔

ترجمہ۔ حضرت قتادہ سے اس آیت کی بابت مروی ہے دل میں عاجزی کا ہونا اور نماز میں نگاہ کو سجدے کی جگہ رکھنا۔

۱۲:۔ عن عبد الله بن عنمة ان عمار بن یاسر دخل المسجد فصلی صلوة فاخفها فقلت یا ابا الیقظان انك خففت فقال هل رأیتنی انتقصت من حدودها شیئا انی بادرت بها سهوة الشیطان انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الرجل لیصلی الصلوة ما له منها الا عشرها تسعها ثمنها سبعها سدسها خمسها ربعها ثلثها نصفها۔

۱۳:۔ دوسری روایت میں ہے: ان عمار بن یاسر صلی رکعتین فقال له عبد الرحمن بن الحارث یا ابا الیقظان اراك قد خففتها۔ الحدیث

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عنمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے ہلکی نماز ادا کی میں نے عرض کیا آپ نے ہلکی نماز ادا کی فرمایا کیا تو نے دیکھا کہ میں نے اس کی حدود میں سے کسی چیز میں کمی کی ہو؟ میں نے اس لئے جلدی کی کہ شیطان مجھے بھول میں نہ ڈال دے میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا فرماتے تھے آدمی نماز پڑھتا ہے نہیں ہوتا اس کے لئے نماز سے مگر دسواں حصہ یا نواں حصہ یا ساتواں حصہ یا چھٹا حصہ یا پانچواں حصہ یا چوتھا حصہ یا تہائی یا آدھا۔

۱۴:۔ عن ابی الیسر ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال منکم من یصلی الصلوة کاملة و منکم من یصلی النصف و الثلث و الربع و الخمس حتی بلغ العشر۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوالیسر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کچھ لوگ تم میں سے پوری نماز پڑھتے ہیں اور کچھ آدھی یا تہائی یا چوتھائی یا پانچواں حصہ یہاں تک کہ کچھ صرف دسواں حصہ پڑھتے ہیں۔

۱۵:۔ عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال ان العبد لیصلی فما یکتب له الا عشر صلوته و التسع و الثمن و السبع حتی یکتب له صلوته تامة۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "بندہ نماز ادا کرتا ہے تو اس کیلئے نماز کا صرف دسواں یا نواں یا آٹھواں یا ساتواں حصہ لکھا جاتا ہے حتی کہ اس کے لئے پوری نماز بھی لکھ دی جاتی ہے"۔

۱۶:۔ عن سمرة بن جندب قال نهی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یستوفز الرجل فی صلوته۔

ترجمہ:۔ حضرت سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے منع فرمایا کہ آدمی اپنی نماز میں بے سکونی اختیار کرے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا الحمدللہ اس موضوع پر ہمارے پاس کتنی آیات ہیں جن کو مرفوع وموقوف احادیث کی تائید حاصل ہے جن سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نماز کی روح اور خشوع کے خلاف ہے۔

❁❁❁❁❁

باب ۴

ترکِ رفع یدین احادیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں

دلائلِ منصوصہ میں قرآنِ پاک کے بعد دوسرا درجہ اور مقام جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کا ہے۔ سنت سے مراد جناب رسول اللہ ﷺ کے معمولات ہیں۔ حدیث سے مراد نبی کریم ﷺ کا قول، عمل اور تقریر ہے۔ تقریر سے مراد یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کوئی کام کرتا ہوا دیکھیں اور آپ ﷺ خاموش رہیں۔ آپ ﷺ کا خاموش رہنا اس کام کے جائز ہونے کی دلیل ہے۔ اس باب میں ترکِ رفع یدین کے مسئلے کو جناب رسول اللہ ﷺ کے اقوال اور افعال سے مبرہن کیا گیا ہے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''یہاں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ ترکِ رفع یدین کا مسلک عدمی ہے۔ اس لحاظ سے وہ روایات بھی ان کی دلیل ہیں جو صفتِ صلوٰۃ کو بیان کرتی ہیں، لیکن رفع یدین اور ترکِ رفع یدین دونوں سے ساکت ہیں۔ اس لیے کہ اگر رفع یدین ہوا ہوتا تو صفتِ صلوٰۃ کو بیان کرتے وقت احادیث ان کے ذکر سے ساکت نہ ہوتیں''

(نیل الفرقدین مع حاشیہ بسط الیدین ص ۷۱ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

منفرد کے لیے نماز سکھانے والی قولی احادیث

حدیث حضرت ابوہریرہؓ

حدیث مسئ الصلوٰۃ کی اہمیت

یہ حدیث مسئ الصلوٰۃ کے نام سے مشہور ہے۔ مسئ الصلوۃ کا معنی ہے ''نماز کو خراب کرنے والا'' جس صحابی کو آپ ؐ نے یہاں تعلیم دی ان کو نماز اچھی طرح پڑھنی نہیں آتی تھی اس لئے اس حدیث کا یہ نام پڑ گیا۔ اس صحابی کا نام حضرت خلاد بن رافع رضی اللہ عنہ ہے چونکہ نماز کے مسائل کے بارے میں یہ مفصل قولی حدیث ہے اس لئے سب ائمہ نے اس سے نماز کے مسائل پر استدلال کیا

ہے۔ قاضی شوکانیؒ لکھتے ہیں: یہ بات طے شدہ ہے کہ نماز کے واجبات کی معرفت کے لیے حدیث مسیٔ الصلوٰۃ مرجع کی حیثیت رکھتی ہے (نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۷۹)۔

حدیث نمبر ۱:۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: "اَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّيْ وَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ، فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهٗ: "اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ". فَرَجَعَ فَصَلّٰى ثُمَّ سَلَّمَ، فَقَالَ: "وَعَلَيْكَ، اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ". قَالَ فِي الثَّالِثَةِ: فَاَعْلِمْنِيْ، فَقَالَ: "اِذَا قُمْتَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاَسْبِغِ الْوُضُوْءَ، ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ، ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ فِيْ صَلٰوتِكَ كُلِّهَا.

(بخاری رقم الحدیث ۷۵۷، ۶۶۶۷، واللفظ لہ؛ مسلم رقم الحدیث ۸۸۴، ۸۸۵؛ ابوداود رقم الحدیث ۸۵۶؛ ترمذی رقم الحدیث ۳۰۳؛ نسائی رقم الحدیث ۱۰۵۳؛ مسند احمد ج ۲ ص ۴۳۷ رقم الحدیث ۹۳۵۲)۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے: ''جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ایک جانب تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے نماز پڑھی، اس کے بعد وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا: ''پھر جا کر نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی''۔ وہ واپس گیا اور اس نے پھر سے نماز پڑھی۔ اور پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور سلام عرض کیا۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پھر فرمایا کہ: ''تم جا کے نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی''۔ اُس آدمی نے تیسری دفعہ عرض کیا: حضرت (ﷺ) مجھے بتا دیجئے اور سکھا دیجئے کہ میں کس طرح نماز پڑھوں؟ (جیسی مجھے پڑھنی آتی ہے وہ تو میں کئی دفعہ پڑھ چکا)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو، تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ کی طرف اپنا رُخ کرو، پھر تکبیر تحریمہ کہہ کے نماز شروع کرو، اس کے بعد (جب قراءت کا موقع آجائے تو) جو قرآن تمہیں یاد ہو اور تمہیں پڑھنا آسان ہو وہ پڑھو۔ پھر قراءت کے بعد رکوع کرو یہاں تک کہ رکوع میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ، پھر رکوع سے اُٹھو، یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو جاؤ، پھر

اُٹھو یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ پھر اُٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر اپنی پوری نماز میں یہی کرو'' (یعنی ہر رکعت میں قراءت، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ اور تمام اعمال اچھی طرح اطمینان وسکون سے اور ٹھہر ٹھہر کے ادا کرو)''۔

تشریح:۔

اس میں آپ ﷺ نے حضرت خلاد بن رافع ؓ کو باقی چیزوں کی تعلیم دی ہے لیکن رفع یدین کی تعلیم نہیں دی۔ حالانکہ مقام تعلیم تھا۔ اگر رفع یدین کی کوئی خاص اہمیت ہوتی تو آپ ﷺ ضرور اس کو تعلیم دیتے۔

امام نوویؒ امام احمد بن حنبلؒ کے خلاف دلیل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تسبیحات رکوع و سجود مستحب ہیں نہ کہ واجب جبکہ امام احمدؒ ان کو واجب کہتے ہیں: امام نوویؒ کہتے ہیں کہ جمہور اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ استحباب پر محمول ہیں۔ جمہور حدیث مسیء الصلوٰۃ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ حدیث مسیء الصلوٰۃ میں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان تسبیحات کا حکم نہیں فرمایا۔ اگر یہ واجب ہوتیں تو آپ ﷺ ضرور اس کا حکم دیتے (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۹۱)۔ اس سے پتہ چلا کہ جن امور کا ذکر حدیث مسیء الصلوٰۃ میں نہیں، وہ واجب نہیں۔

ابن دقیق العیدؒ لکھتے ہیں: فقہاء کرام رحمہم اللہ اس سے بارہا استدلال کرتے ہیں۔ جن امور کا اس حدیث مسیء الصلوٰۃ میں ذکر ہے وہ واجب ہیں اور جن کا ذکر نہیں وہ واجب نہیں

(احکام الاحکام ج ۱ ص ۲۷)۔

امیر یمانیؒ لکھتے ہیں: یہ استدلال کہ جن امور کا اس حدیث مسیء الصلوٰۃ میں ذکر نہیں ہے۔ وہ واجب نہیں ہیں۔ درست ہے کیونکہ یہ موقع نماز کے واجبات کی تعلیم کا تھا اگر اس مقام پر واجبات کا ذکر چھوڑا جائے تو ضرورت کے وقت بیان کرنے میں تاخیر لازم ہوتی ہے حالانکہ یہ بالاجماع جائز نہیں ہے (سبل السلام ج ۱ ص ۲۴۸)۔

حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا: ''ایک آدمی نماز شروع کرتا ہے اور رفع یدین نہیں کرتا تو کیا وہ نماز کا اعادہ کرے؟ آپؒ نے فرمایا: اعادہ نہ کرے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اَعرابی (مسیء الصلوٰۃ: نماز خراب کرنے والے) کو رفع یدین کی تعلیم نہیں دی (اگر رفع یدین واجب ہوتا تو آپ ﷺ ضرور تعلیم دیتے کیونکہ آپ ﷺ مقام تعلیم میں تھے) (بدائع الفوائد ج ۳ ص ۹۰ لابن القیم طبع مصر)

اس حدیث میں تمام اعمال کا ذکر نہیں ہے مگر جن کا ذکر ہے یقیناً انہی میں سے کسی ایک کا یا

ایک سے زائد میں کوتاہی کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اس مسیئ الصلوٰۃ (نماز کو خراب کرنے والے) کو بار بار نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اگر ان کے علاوہ بھی نماز کا کوئی عمل ایسا ہوتا جس میں کوتاہی کرنے سے نماز کا لوٹانا ضروری ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس موقع پر اس کی بھی تعلیم ضرور دیتے۔ اس سے پتہ چلا کہ رفع یدین ایسا عمل نہیں ہے جس کے چھوڑنے سے نماز صحیح نہ ہو اور اس کا پڑھنا ضروری ہو۔ اسی لیے علامہ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ سے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت رفاعہؓ کی وہ صحیح حدیث ہے جو اس آدمی کے بارے میں ہے جس کو آپ ﷺ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا تھا: ''جا۔ دوبارہ نماز پڑھ۔ تو نے نماز نہیں پڑھی''۔ آپ ﷺ نے اس کو رفع یدین کا حکم نہ فرمایا اور نہ ہی پہلی تکبیر کے سوا کسی تکبیر کا حکم فرمایا (الاستذکار ج ۱ ص ۱۰۹)۔

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں آپ ﷺ نے اکیلے نمازی کو نماز کا طریقہ سکھایا۔ عجیب بات ہے کہ غیر مقلدین اپنی نماز کے جو امتیازی ارکان بتلاتے ہیں اور ہر روز جن مسائل پر لڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ بھی اس (حدیث مسیٔ الصلوٰۃ) میں نہیں آیا: نہ سینے پر ہاتھ باندھنا، نہ رکنیتِ فاتحہ، نہ ہی آمین اور نہ رفع یدین۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ غیر مقلدین جن مسائل کو مسلمانوں میں فرقہ بندی کا ذریعہ بنا رہے ہیں اور جن مسائل سے اختلاف کرنے والوں کو بے نماز تک کہہ رہے ہیں اور جن مسائل پر ان کے نزدیک جہاد کفار سے بھی زیادہ اہم جہاد ہے، وہ مسائل اتنے اہم نہیں۔ ان چاروں کو چھوڑ دینے سے بھی نماز ہو جاتی ہے۔ یہ بے جا غلو عمل بالحدیث نہیں بلکہ واضح طور پر انکارِ حدیث ہے''۔

(جزء القراءۃ ترجمہ وتشریح از حضرت مولانا امین اوکاڑویؒ ص ۱۱۴)

حدیث ۲۔ حدیث حضرت رفاعہ بن رافعؓ

عن علي بن يحيى بن خلادٍ عن عمه أنَّ رَجُلاً دخل المسجدَ فذكر نحوه قال فيه: فقال النبي ﷺ: ''إنهُ لا تَتِمُّ صَلوٰةٌ لأحدٍ من الناسِ حتّٰى يَتَوَضَّأَ فَيَضَعَ الوُضُوءَ'' يعني مَوَاضِعَهُ ''ثُمَّ يُكَبِّرُ ويَحْمَدُ اللهَ عز و جلَّ ويُثْنِيَ عليه ويَقْرَأُ بما شاءَ من القُرآنِ ثُمَّ يَقُوْلُ: أَللهُ أَكْبَرُ. ثم يركعُ حتّٰى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ ثُمَّ يقولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حتّٰى يَسْتَوِيَ قائماً. ثُمَّ يَقُوْلُ: أَللهُ أَكْبَرُ. ثُمَّ يَسْجُدُ حتّٰى تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهُ. ثُمَّ يَقُوْلُ: أَللهُ أَكْبَرُ. ويرفعُ رأسَهُ حتّٰى يستوي قاعداً. ثُمَّ يَقُوْلُ: أَللهُ أَكْبَرُ. ثم يسجدُ حتّٰى تَطْمَئِنَّ

مَفَاصِلُهٗ۔ ثم یرفعُ رأسَهٗ فیُکَبِّرُ. فاذا فعلَ ذٰلك فقد تمّتْ صلوتُهٗ

(ابوداؤد رقم ۸۵۷،۸۶۱ واللفظ لہ؛ ترمذی رقم ۳۰۲؛ نسائی رقم ۱۰۵۳،۱۱۳۶؛ ابن ماجہ رقم ۴۶۰)

حضرت علی بن یحییٰ بن خلادؒ نے اپنے چچا (حضرت رفاعہ بن رافع ؓ) سے روایت کی کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا۔ پھر گذشتہ حدیث (ابوداؤد رقم ۸۵۶) کی طرح ذکر کیا۔ اس میں کہا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ لوگوں میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوسکتی حتی کہ وہ وضو کرے اور تمام اعضاء وضو کو پاک کرے۔ پھر تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرے اور اس کی ثناء کرے اور قرآن میں سے جو چاہے پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے حتی کہ اس کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر اطمینان پکڑ لیں۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے۔ حتی کہ سیدھا کھڑا ہوجائے۔ پھر اللہ اکبر کہے۔ پھر سجدہ کرے حتی کہ اس کے جوڑ مطمئن ہوجائیں۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اپنا سر اٹھائے حتی کہ سیدھا بیٹھ جائے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے حتی کہ اس کے جوڑ مطمئن ہوجائیں۔ پھر اپنا سر اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔ پس جب اس نے یہ کیا تو اس کی نماز تمام ہوگئی۔

حدیث نمبر ۳:۔

عن رفاعة بن رافع، بهٰذه القصة قال: "اذا قُمْتَ فَتَوَجَّهْتَ الی القبلة فکبر، ثم اقرأْ بأم القرآن وبما شاء الله أن تقرأ، واذا رکعت فَضَعْ رَاحَتَيْكَ علیٰ رکبتیك، وَامْدُدْ ظَهْرَكَ"، وقال: "اذا سجدتَ فَمَكِّنْ لسجودك، فاذا رفعتَ فَاقْعُدْ علیٰ فخذك الْيُسْرَىٰ".

(ابوداؤد رقم ۸۵۹؛ صحیح ابوداؤد ۷۶۵/۸۵۹)۔

ترجمہ:۔ حضرت رفاعہ بن رافع ؓ سے اسی قصہ کی روایت ہوئی ہے۔ جس میں حضور ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ: "جب تو کھڑا ہو، اور قبلہ کی طرف متوجہ ہو تو تکبیر کہہ۔ پھر امّ القرآن (سورت فاتحہ) کو پڑھ اور جو اللہ چاہے اس کی قراءت کر۔ اور جب تو رکوع کرے تو اپنی ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی پشت کو پھیلا دے۔ اور فرمایا: "جب تو سجدہ کرے تو اپنے اعضاء کو اچھی طرح ٹکا دے اور جب تو بیٹھے تو اپنی بائیں ران پر بیٹھ"۔

حدیث نمبر ۴:۔

عن رفاعة بن رافع أن النبی ﷺ کان جالساً فی المسجد فدخل رجل فصلّی، ورسول الله ﷺ یَنْظُرُ الیه، فقال له: "اذا قُمْتَ فی صَلٰوتِكَ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ، ان کان معك قرآن، فان لم یکن معك قرآن، فاحمد الله و کَبِّرْ و هَلِّلْ، ثُمَّ ارْکَعْ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ راکعاً، ثم قم

حتّٰی تعتدلَ قائماً. ثمَّ اسجد حتّٰی تطمئن ساجداً ثُمَّ اجلس حتّٰی تطمئن جالساً. فاذا فعلتَ ذٰلك فقد تمّت صلوتك وما انقصت من ذٰلك، فانما تنقص من صلوتك۔

(صحیح: طحاوی رقم ۱۳۵۸ واللفظ له؛ مسند احمد رقم ۱۸۵۱۶، ۱۸۵۱۸)

حضرت رفاعہ بن رافع ؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ایک آدمی مسجد میں آیا تو اس نے نماز پڑھی۔جناب رسول اللہ ﷺ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے اس (اعرابی) کو (نماز کی تعلیم دیتے ہوئے) ارشاد فرمایا: ''جب تو اپنی نماز کے لیے کھڑا ہو، (تو قبلہ کی طرف رخ کر کے) تکبیر (تحریمہ) کہہ، پھر قرآن پڑھ اگر تیرے پاس قرآن ہے۔اور اگر تجھے قرآن یاد نہیں ہے۔تو پھر الحمد للہ اللہ اکبر اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہہ لے۔پھر تو رکوع کر یہاں تک کہ رکوع میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔پھر رکوع سے اٹھو یہاں تک کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔پھر اٹھو یہاں تک کہ مطمئن اور ساکن ہو کر بیٹھ جاؤ۔پھر سجدہ کرو یہاں تک کہ سجدہ میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔پھر اٹھو یہاں تک کہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاؤ۔جب تو نے ایسا کر لیا تو یقیناً تو نے اپنی نماز کو پورا کر لیا۔اور جو تو نے اس میں کمی کی تو یقیناً تو نے اپنی نماز میں کمی کر لی۔ (یعنی ہر رکعت میں قراءت، رکوع، سجود، قومہ، جلسہ اور تمام اعمال اچھی طرح اطمینان وسکون سے اور ٹھہر ٹھہر کے ادا کرو)۔

حدیث نمبر ۵:۔

عن علی بن یحیی بن خلادٍ عن أبیه عن عمه رفاعة بن رافعٍ: أنَّهٗ کان جالساً عند رسول الله ﷺ اذ جاءَ رَجُلٌ فدخل المسجدَ فصلّی، فلمّا قضی صلاته جاء فسلّمَ علی رسول الله ﷺ وعلی القومِ. فقال له رسول اللهُ "وعلیك. اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ" وذکر ذلك :ما مرتین أو ثلاثة فقال الرجل: ما أدری. ما عبت علیّ فی صلاتی. فقال رسول الله ﷺ: "إنها لا تَتِمُّ صَلوةُ أَحَدٍ حتّٰی یُسْبِغَ الوُضُوءَ کَمَا أَمَرَهُ اللهُ عَزَّ وجَلَّ، یَغْسِلُ وَجْهَهٗ وَیَدَیْهِ اِلَی الْمِرْفَقَیْنِ، ویَمْسَحُ رَأْسَهٗ وَرِجْلَیْهِ الی الْکَعْبَیْنِ. ثُمَّ یُکَبِّرُ ویَحْمَدُ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ ویُمَجِّدُهٗ ویَقْرَأُ بِمَا شَاءَ من القُرْآنِ ما أَذِنَ الله له فیهِ، ثُمَّ یُکَبِّرُ وَیَرْکَعُ وَیَضَعُ کَفَّیْهِ عَلی رُکْبَتَیْهِ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهٗ وَیَسْتَوِیَ ثمَّ یقولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، وَیَسْتَوِیَ قائماً حَتّٰی یَأْخُذَ کُلُّ عَظْمٍ مَأْخَذَهٗ ثُمَّ یُقِیْمُ صُلْبَهٗ. ثُمَّ یُکَبِّرُ فَیَسْجُدُ فَیُمَکِّنُ جَبْهَتَهٗ من الأَرْضِ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ مَفَاصِلُهٗ وَیَسْتَوِیَ ثُمَّ یُکَبِّرُ فَیَرْفَعُ

رأسَهُ وَيَسْتَوِيَ قَاعِداً عَلَى مَقْعَدَتِهِ وَ يُقِيمُ صُلْبَهُ". فوصف الصلاة هكذا حتى فرغ ثم قال: "لَا تَتِمَّ صَلاةُ أَحَدِ كُمْ حَتَّى يَفْعَلَ ذٰلِكَ". (مستدرك حاكم رقم ۹۱۶)

ترجمہ:۔حضرت علی بن یحییٰ بن خلاد نے اپنے باپ سے اور وہ اپنے چچا (حضرت رفاعہ بن رافع ؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جب ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا، اس نے نماز پڑھی۔ پھر جب اس نے اپنی نماز مکمل کر لی، تو (پاس آ کر) حضور ﷺ اور قوم کو سلام کہا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تم پر بھی سلام ہو۔ تم جا کے نماز پڑھو، تم نے نماز ٹھیک نہیں پڑھی''۔ (اس شخص نے دو یا تین مرتبہ ایسا کیا اور) حضور ﷺ نے اس کو دو یا تین مرتبہ ایسا ہی فرمایا۔ اس شخص نے عرض کیا: میں اس سے بہتر (نماز پڑھنا) نہیں جانتا۔ آپ ﷺ نے میری نماز کا کوئی نقص بھی نہیں بتایا۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہو سکتی یہاں تک کہ وہ کامل وضو کرے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھوئے، اپنے سر کا مسح کرے اور پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھوئے۔ پھر تکبیر کہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کی بزرگی بیان کرے اور قرآن میں سے جو اللہ اس کو توفیق دے، پڑھے۔ پھر اللہ اکبر کہے پھر رکوع کرے اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھے حتی کہ اس کے جوڑ اپنی اپنی جگہ پر اطمینان پکڑ لیں اور (کمر اور سر کو) برابر کر لے۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہے۔ اور سیدھا برابر کھڑا ہو جائے، یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جائے۔ پھر اپنی پشت کو بالکل سیدھا کر لے۔ پھر اللہ اکبر کہے۔ پھر سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب اطمینان سے رکھ دے یہاں تک کہ اس کے جوڑ مطمئن ہو جائیں اور (ہر عضو اپنی جگہ پر) برابر ہو جائے۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اپنا سر اٹھائے یہاں تک کہ سیدھا اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ اور اپنی کمر کو بالکل سیدھا کر لے''۔ پھر اسی طرح آپ ﷺ نے نماز کی صفت بیان کی یہاں تک کہ آپ ﷺ اس بیان سے فارغ ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوتی یہاں تک کہ (بیان کردہ تمام احکام پر پورا) عمل نہ کر لے''۔

قال الشيخ انور الكشميري: ثم ان لفظ الحديث عن رفاعة في "الكنز" ص ۹۳ "حتى يرجع كل عضو منك" اه اى الى موضعه. وحتى يأخذ كل عظم مأخذه. مبنى على الترك عند الرفع. فليس موضع اليد الا عدم الرفع. لكن لم أجد بهذا اللفظ عند كل من عزا له. انما هو في المستدرك ۲-۲، ومعناه متكرر في حديث المسئ وحديث ابن عمر في ۹۰،

(رقم ۱۹۶۳۰) وان شئت قلت فی العبارة مبنیاً علی الفعل (نیل الفرقدین ص۱۲، ۱۳)۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''حضرت رفاعہ بن رافعؓ کی حدیث جو کنز العمال (رقم ۱۹۶۲۰، ۱۹۶۲۳، ۱۹۶۲۴، ۱۹۶۲۵، ۱۹۶۲۶، ۱۹۶۲۷) میں ''حَتّٰی یرجع کُلُّ عضوٍ منك'' (طب؛ رقم ۱۹۶۲۵) یعنی اپنی اپنی جگہ پر۔ اور ''حَتّٰی یَأْخُذَ کُلُّ عَظْمٍ مَأْخُذَہ'' یہ الفاظ ترک رفع یدین پر مبنی ہیں۔ اس لیے کہ دونوں ہاتھوں کی جگہ صرف عدمِ رفع ہی (بیان ہوئی) ہے۔ لیکن میں نے یہ الفاظ ان کتابوں میں جن کی طرف نسبت کی گئی ہے یہ الفاظ نہیں پائے۔ یہ الفاظ مستدرکِ حاکم (ج ۱ ص ۲۴۲ رقم ۹۱۶) میں ہیں اور اس کا یہی معنیٰ حدیث مسئ الصلوٰۃ (کنز العمال رقم ۱۹۶۲۱، ۱۹۶۲۲) اور حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (رقم ۱۹۶۳۰) میں مکرر بیان کیا گیا ہے (نیل الفرقدین ص ۱۲، ۱۳)۔

لہٰذا یہ تمام قولی احادیث (۹-۲) ترکِ رفع یدین پر صریح ہیں۔ اور حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی یہ تقریر ان سب پر منطبق ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حدیث نمبر ۶:۔

عن عبد الله بن عباس قال: سأل رجلٌ النبی ﷺ عن شئ من أمر الصلوٰة. فقال له رسول الله ﷺ: خَلِّلْ أَصَابِعَ یَدَیْكَ وَرِجْلَیْكَ. یعنی اسباغ الوضوء. وکان فیما قال له: ''اِذَا رَکَعْتَ فَضَعْ کَفَّیْكَ عَلٰی رُکْبَتَیْكَ حَتّٰی تَطْمَئِنَّ. أَوْ تُطْمَئِنَا. وَاذَا سَجَدْتَ فَأَمْکِنْ جَبْهَتَكَ مِنَ الْأَرْضِ حَتّٰی تَجِدَ حَجْمَ الْأَرْضِ''

(مجمع الزوائد رقم ۲۷۹۲. وقال الہیثمی: رواہ احمد، وفیہ عبد الرحمٰن بن أبی الزناد، وھو ضعیف؛ مسند احمد ج ۱ ص ۲۸۷، رقم ۲۵۹۹؛ مسند احمد ۲۶۰۴ وقال الترمذی: حسن غریب؛ قال الالبانی: حسن صحیح (ابن ماجہ: ۴۴۷، الترمذی: ۳۹)؛ وقال شعیب: اسنادہ حسن ترقیم بیت الافکار الدولیہ، ج ۱ ص ۲۵۹؛ وذکرہ الشیخ شاکر برقم ۲۶۰۴، وقال: اسنادہ صحیح، والعجلونی فی کشف الخفاج ۱ ص ۴۵۹؛ والألبانی فی السلسلة الصحیحة: رقم ۱۳۴۹)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں: ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے نماز کے احکام کے متعلق سوال کیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''اپنے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کیا کر''۔ یعنی کامل وضو کرنا۔ اور آپ ﷺ نے اس سے یہ فرمایا: ''جب تو رکوع کرے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھو یہاں

تک کہ رکوع میں مطمئن اور ساکن ہو جاؤ۔ اور جب تو سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب جما دے یہاں تک کہ تو زمین کے حجم کو پالے''۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حدیث نمبر ۷:۔ عبد الرزاق عن ابن مجاهد عن أبيه عن ابن عمر: أن رسول الله ﷺ قال لرجل: "اذا قمت الى الصلوٰة فركعت، فضع يديك على ركبتيك، وافرُج بين أصابعك، ثمّ ارفع رأسك حتّٰى يرجعَ كلُّ عضوٍ الى مَفْصَلِه، واذا سجدتَ فأَمْكِنْ جبينك من الأرض ولا تنقُرْ

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۵۱ رقم ۲۸۵۹ طبع کراچی؛ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۹۸ رقم ۲۸۶۲ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا: ''جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو۔ پس (جب) تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر۔ پھر اپنے سر کو رکوع سے اٹھا لے یہاں تک کہ ہر عضو اپنے جوڑ پر لوٹ جائے۔ اور جب تو سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب جما دے اور (مرغ جیسی) ٹھونگ نہ مار (یعنی جلد بازی سے کام نہ لے)۔

حدیث نمبر ۸:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہی کی دوسری روایت میں ہے۔

قال: "فَإِذَا رَكَعْتَ فَضَعْ رَاحَتَيْكَ عَلَى رُكْبَتَيْكَ، ثُمَّ فَرِّجْ بَيْنَ أَصَابِعِكَ، ثُمَّ امْكُثْ حَتّٰى يَأْخُذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ۔ (صحیح ابن حبان ص ۵۸۶ باب ذکر وصف بعض السجود والرکوع، رقم الحدیث ۱۸۸۷)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''پس جب تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر۔ اتنی دیر ٹھہر ا رہ کہ ہر عضو اپنی جگہ پر آجائے۔

حدیث نمبر ۹:۔ يا أخا ثقيف! سل عن حاجتك، وان شئتَ أن أُخبرَكَ عما جئتَ تسألُ عنه؛ قال: ذاك أعجبُ اليَّ. قال: فانك تسألني عن صلوتك وعن ركوعِك وعن سجودك وعن صيامِك. فصلِّ أولَ الليل وآخره ونم وسطه. فاذا قمتَ الى الصلوٰة فركعتَ، فضع يديك على ركبتيك، وفرِّج بين أصابعك، ثمّ ارفع رأسك حتّٰى يرجعَ كلُّ عضوٍ الى مَفْصَله، واذا سجدتَ فمكِّن جبهتَك من الأرض ولا تنقُرْ. وصُمِ الليالى

البيض: ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة. (طب عن ابن عمر. بکنز العمال رقم ۱۹۶۳۰)

ترجمہ:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ثقیف کے بھائی! اپنی حاجت کے بارے پوچھ لے۔ اور اگر تو چاہے تو میں تجھے بتادوں کہ توکس چیز کے بارے میں سوال کرنے آیا ہے؟ وہ (صحابیؓ) کہنے لگے: میں اس کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تو اپنی نماز، رکوع، سجدے اور روزوں کے متعلق سوال کرنے آیا ہے۔ پھر تو رات کے پہلے اور آخری حصہ میں نماز پڑھا کر۔ اور رات کے درمیانی حصہ میں سو جایا کر۔ پھر جب تو نماز کے لیے کھڑا ہو۔ پس جب تو رکوع کرے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں گھٹنوں پر رکھ اور اپنی انگلیوں کے درمیان کشادگی پیدا کر۔ پھر اپنے سر کو رکوع سے اٹھالے یہاں تک کہ ہر عضو اپنے جوڑ پر لوٹ جائے۔ اور جب تو سجدہ کرے تو اپنی پیشانی کو زمین پر خوب جمادے اور (مرغ جیسی) ٹھونگ نہ مار۔ اور ایام بیض کے روزے رکھ یعنی ہر مہینے کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھا کر۔

حدیث نمبر ۱۰: عن ابنِ عُمَرَ قال: قال رسولُ الله ﷺ: "إذَا اسْتَفْتَحَ أَحَدُكُمْ فَلْيَرْفَعْ يَدَيْهِ وَلْيَسْتَقْبِلْ بِبَاطِنِهِمَا الْقِبْلَةَ. فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَامَهُ.

(المعجم الأوسط للطبرانی ج ۶ ص ۹ رقم الحدیث ۷۸۰۱؛ سنن کبری بیہقی ج ۲ ص ۲۷، باب کیفیۃ رفع الیدین؛ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۰ باب رفع الیدین فی الصلوۃ رقم الحدیث ۲۵۸۹؛ طس عن ابن عمر، بکنز العمال رقم ۱۹۶۳۴)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی نماز شروع کرے تو اسے دونوں ہاتھوں کو اٹھائے (یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے) اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ (کی رحمت) اس کے سامنے ہے۔

غور فرمایئے! اس حدیث میں حضور ﷺ نے بس رفع یدین کا حکم نماز شروع کرتے وقت ہی کا کیا ہے کہ جب تم نماز شروع کرو تو تمہیں رفع یدین کرنا چاہیے۔ اگر رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ہوتا تو حضور ﷺ اس کا بھی حکم فرماتے کیونکہ اس حدیث میں آپ ﷺ نے مسئلہ رفع یدین ہی تو بیان فرمایا ہے۔ تو یہ معلوم ہوا کہ رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت ہی کرنا چاہیے۔ پھر نہیں کرنا چاہیے۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "من فائدة رفع اليدين ووقته" اس حدیث میں رفع یدین کا فائدہ اور وقت بیان کیا گیا ہے (نیل الفرقدین ص ۱۰)۔

حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ

حدیث نمبر ۱۱:۔عن أبي سعيد الخدري......فقال رسول الله ﷺ: "إذا قمتم الى الصلوة فعدّلوا صفوفكم وأقيموها، وسدّوا الخلل، فإنّي أراكم وراء ظهري، فإذا قال الامام: الله أكبر، فقولوا: الله أكبر۔ واذا ركع فاركعوا، واذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: اللّٰهمّ! ربّنا لك الحمد"۔ الحديث

(مجمع الزوائد رقم ۲۸۰۴، وقال الہیثمی: قلت: روی ابن ماجہ طرفاً منہ۔ رواہ البزار وفیہ عبداللہ بن محمد بن عقیل وفیہ کلام، ورواہ احمد ایضاً بتمامہ وابو یعلی باختصار؛ کشف الاستار رقم ۵۳۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابوسعید خدریؓ (ایک لمبی حدیث میں) فرماتے ہیں کہ: جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنی صفوں کو اعتدال کے ساتھ سیدھا کرو اور درمیانی خلا کو پورا کرو۔ اس لیے کہ میں اپنی پچھلی جانب بھی دیکھتا ہوں۔ پھر جب امام اَللّٰہُ أَکْبَر کہے تو تم بھی اَللّٰہُ أَکْبَر کہو۔ اور جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو۔ اور جب وہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہے۔ تو تم اَللّٰھُمَّ! رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو۔ الحدیث

اس حدیث میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان میں رکوع میں جاتے وقت تکبیر اور اٹھتے وقت تسمیع وتحمید کا تو ذکر کیا ہے مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۱۲:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا:

"يا بُنَيّ! إذا ركعتَ فضعْ كفّيك على رُكبتيك، وفرّج بين أصابعك وارفعْ يديك عن جنبيك (المعجم الاوسط للطبرانی ج ۴ ص ۲۸۱ رقم الحدیث ۵۹۹۱؛ المعجم الصغیر للطبرانی ج ۲ ص ۳۲)۔

ترجمہ: "اے میرے پیارے بیٹے! جب تم رکوع میں جاؤ تو دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ لو، اور انگلیاں کشادہ رکھو اور اپنے بازوؤں کو پہلو سے جدا رکھو"۔

حدیث نمبر ۱۳:۔ حدثنا الحسين بن احمد بن منصور سجادة حدثنا بشر بن الوليد القاضي، حدثنا كثير بن عبد الله ابوهاشم قال: سمعتُ انس بن مالك يقول قال لي النبي ﷺ: "يا بُنَيّ! اذا تقدّمتَ الى الصلوة فاستقبل القبلة، وارفع يديك وكبّر، واقرأ ما بدا لك، فاذا ركعتَ فضعْ كفيك على ركبتيك، وفرّق بين اصابعك وسبّح، فاذا رفعت رأسك، فأتم صلبك حتّى يقع كل عضو مكانه، واذا سجدت فأمكن جبهتك

من الارض، وسَبِّحْ، واذا رفعت رأسك فأقم رأسك، فاذا قعدت فَضَعْ عقبيك تحت اليتيك، واقم صلبك، فانها من سنتي، ومن اتبع سنتي فانه مني، ومن هو مني فهو معي في الجنة."(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی ج ۶ ص ۲۰۸۹)۔

ترجمہ: حضرت کثیر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: "اے میرے پیارے بیٹے! جب تو نماز کے لیے بڑھے، تو تُو قبلہ رو ہو جا۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو اٹھا اور تکبیرِ تحریمہ کہہ، قراءت کر جہاں سے کرنا چاہے۔ پھر جب تو رکوع میں جائے تو اپنی دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھ، اپنی انگلیاں کھلی رکھ اور (رکوع کی) تسبیح پڑھ۔ پھر جب رکوع سے سر اٹھائے تو اپنی کمر سیدھی کر لے یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پہنچ جائے۔ پھر جب تو سجدہ میں جائے، تو اپنی پیشانی زمین پر رکھ اور (سجدہ کی) تسبیح پڑھ۔ پھر جب تو سَر اٹھائے، تو اپنا سر سیدھا کر لے۔ پھر جب تو قعدہ کرے، تو اپنی ایڑیوں کو سرین کے نیچے کر لے اور کمر کو سیدھا کر لے۔ یہ میری سنت ہے اور جس نے میری سنت کی پیروی کی، وہ مجھ سے ہے اور جو مجھ سے ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا"۔

فَضَعْ كفيك علىٰ ركبتيك میں "ف" تعقیب بلا مهلة کے لیے آتا ہے۔ معلوم ہوا کہ رکوع کی طرف جاتے ہوئے ہاتھ کسی اور طرف نہیں جائیں گے۔ پہلی رفع یدین کے ساتھ سنت کا لفظ ہم نے حدیث پاک سے دکھا دیا۔ اب غیر مقلدین بھی رکوع کی رفع یدین کے لیے سنت کا لفظ وہ حدیث سے دکھا دیں۔

شبہ:۔ غیر مقلدین کہتے ہیں۔ اس حدیث میں ایک راوی کثیر بن عبداللہ ضعیف ہے۔

جواب:۔ ہمارا استدلال صرف اسی ایک روایت سے تو نہیں ہے جس کو ضعیف کہنے سے ساری امت کی نمازیں خلاف سنت قرار پائیں۔ اصل دلائل تو ہمارے قرآن پاک کی آیات اور بخاری مسلم وغیرہ کی صحیح احادیث ہیں۔ ایسی روایات پر جرح کرنے سے تمہیں کچھ فائدہ نہیں اور ہمارا کچھ نقصان نہیں۔

علاوہ ازیں حکیم صادق سیالکوٹی نے کتاب صلوٰۃ الرسول (ص ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸) میں جو ابوداؤد کے حوالہ سے عید کا طریقہ لکھا ہے۔ اس میں یہی کثیر بن عبداللہ راوی ہے۔ تم لوگ ہر سال اپنی نماز عید اسی راوی کے روایت کردہ طریقہ کے مطابق پڑھتے ہو۔ اگر ہم اس راوی کی حدیث بیان کریں تو کہہ دیتے ہو ضعیف ہے۔ یہ دوہرا پیمانہ کیوں اپناتے ہو؟

حدیث حضرت حکیم بن عمیر ثمالیؓ

حدیث نمبر ۱۴:۔اذا قمتم الی الصلاۃ فارفعوا أیدیکم ولا تخالف آذانکم ثم قولوا: "الله أکبر. سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآاِلٰهَ غَيْرُكَ وان لم تزیدوا علی التکبیر أجزأتکم"۔ (الباوردی، طب عن الحکیم بن عمیر الثمالی کنز العمال رقم ۱۹۶۳۵)

ترجمہ:۔حضرت حکیم بن عمیر ثمالیؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جب تم نماز کے لیے کھڑے ہوا کرو تو رفع یدین کرو، کانوں سے مختلف نہ کرو۔ پھر اللہ اکبر کہو۔ اور ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآاِلٰهَ غَيْرُكَ'' پڑھو۔ اور اگر تکبیر سے زائد نہ کہو تو یہ بھی تمہارے لیے کافی ہے۔

تو اس حدیث شریف میں بھی صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کا حکم فرمایا ہے۔

حدیث حضرت وائل بن حجرؓ

حدیث نمبر ۱۵:۔عن وائل بن حُجر، قال: جئتُ النبیَّ ﷺ.... فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: يَا وَائِلَ بْنَ حُجْرٍ! اِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَلْ يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ، وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا"
(المعجم الکبیر للطبرانی ج۹ ص ۱۴۴ رقم الحدیث ۱۷۴۹۷؛ مجمع الزوائد ج۲ ص ۲۲۲ رقم ۲۵۹۴؛ کنز العمال رقم ۱۹۶۳۶؛ جامع الاحادیث للسیوطی ج ۲۳ ص ۳۹۴ رقم الحدیث ۲۶۳۷۷)۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے وائل بن حجر! جب تُو نماز ادا کرے، تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتیوں کے برابر کرے''۔

حضرت وائل بن حجرؓ کو جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کا حکم فرمایا ہے۔

ان قولی احادیث سے معلوم ہوا کہ رفع یدین صرف نماز کی ابتداء میں کرنا چاہیے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی کا حکم فرمایا ہے۔ سات جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پندرہ (۱۵) احادیث میں حضور ﷺ نے اسی کا ہی ارشاد فرمایا ہے۔ تو رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین بالکل نہیں کرنا چاہیے۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ اس کا بھی ذکر فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنی زبانِ مقدس سے جب بھی رفع یدین کا ذکر فرمایا ہے تو ابتداء

نماز کی رفع یدین کا ذکر فرمایا ہے۔ پوری حیاتِ طیبہ میں کسی ایک موقع پر بھی ایک بار بھی رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کا ذکر اپنی زبان مبارک سے نہیں فرمایا۔

غیر مقلدین سے رفع یدین کے متعلق قولی حدیث کا مطالبہ

اسی لیے حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: ”آپ حیران ہوں گے یہ مسئلہ (رفع یدین) جناب رسول اللہ ﷺ کے پورے تیئس (۲۳) سالہ دورِ نبوت میں ایک منٹ کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے زبان سے جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرو اور نماز کے اندر کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرو۔ لیکن آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔ رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع و آخر میں رفع یدین نہ کرو۔

اگر کوئی غیر مقلد ہمت اور جرأت کر کے صرف ایک، صرف ایک اور صرف ایک ہی قولی حدیث پیش کر دے جس میں ان کا مدعیٰ بطورِ نص موجود ہو یعنی

۱۔ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم ہو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع ہو۔

۲۔ رکوع کے شروع اور آخر میں رفع یدین کا حکم ہو اور سجدہ کے شروع اور آخر میں رفع یدین سے منع فرمایا ہو۔

اگر کوئی غیر مقلد رفع یدین کی قولی حدیث سے سنت ثابت نہ کر سکے اور قیامت تک نہ کر سکے گا تو کم از کم جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ سے زیرِ بحث رفع یدین کا اتنا ہی ثواب ثابت کر دے جتنا اشراق کی نماز، تحیۃ الوضو اور مسواک کا ثواب ہے“۔

(تحقیق مسئلہ رفع یدین، تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۶۴، ۳۶۵)

نماز باجماعت کا طریقہ سکھانے والی قولی حدیث

حدیث حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

حدیث نمبر ۱۶:۔

عن حِطَّانَ بْنِ عبد الله الرَّقَاشِيِّ قال: صَلَّيْتُ مَعَ أَبِي مُوسَى الأشعري صلاةً. فَلَمَّا كَانَ عِنْدَ الْقَعْدَةِ قال رجل من القَوْمِ: أُقِرَّتِ الصَّلَاةُ بِالْبِرِّ وَالزَّكَاةِ؛ قال: فَلَمَّا قَضَىٰ أبو مُوسَى الصلاةَ وَسَلَّمَ انْصَرَفَ. فقال: أَيُّكم القَائِلُ كلمة كذا و كذا، قَالَ: فَأَرَمَّ

الْقَوْمُ، ثم قال: أيكم القائل كلمة كذا و كذا؟ قال: فأرمّ القوم، فَقَالَ: لَعَلَّكَ يَاحِطَّانُ قُلْتَهَا؟ قال: مَاقُلْتُهَا، وَلَقَدْ رَهِبْتُ أَنْ تَبْكَعَنِيْ بِهَا، فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ: أَنَا قُلْتُهَا، وَلَمْ أُرِدْ بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ، فَقَالَ أَبُومُوْسٰى: أَمَاتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ تَقُوْلُوْنَ فِيْ صَلَاتِكُمْ؟ إِنَّ رسولَ الله ﷺ خَطَبَنَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صلوتنا، فقال: "اذا صَلَّيتم فأقيموا صُفُوْفَكم، ثمّ لِيَؤُمَّكُمْ أحدُكم، فاذَا كبَّر فكبِّرُوا، واذا قال: غَيْرِ الْمَغضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْن، فقولوا: آمين، يُجِبْكُمُ الله فاذا كَبَّرَ وَرَكَعَ فكبِّروا واركعوا، فانَّ الامامَ يركع قبلكم ويرفع قبلكم". فقال رسولُ الله ﷺ: "فتلك بتلك، واذا قال: سمع الله لمن حمده، فقولوا: اللّٰهُمَّ! ربَّنالك الحمدُ، يَسْمَعُ اللهُ لكم، فانَّ الله تبارك وتعالىٰ قال على لسان نبيہ ﷺ: سَمِعَ الله لمن حمده، واذا كبَّر وسجد فكبِّروا وَاسْجُدُوْا، فَإِنَّ الإِمَامَ يَسْجُدُ قَبْلَكُمْ وَيَرْفَعُ قَبْلَكُمْ"، فَقَالَ رُسُوْلُ الله ﷺ: "فَتِلْكَ بِتِلْكَ. الحديث" (صحیح مسلم رقم ۹۰۴).

حضرت حطان بن عبداللہ رقاشیؒ فرماتے ہیں: ''میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا۔ جب ہم لوگ قعدہ میں بیٹھے تھے۔ تو پیچھے سے کسی آدمی نے کہا: نماز نیکی اور زکوٰۃ کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے نماز ختم کرنے کے بعد پوچھا: ''یہ بات تم میں سے کس نے کہی ہے؟'' سب لوگ خاموش رہے۔ تو آپؓ نے پھر کہا: (تم لوگ سن رہے ہو؟ بتاؤ کہ) تم میں سے یہ بات کس نے کہی؟ جب سب لوگ چپ رہے، تو آپؓ نے مجھ سے کہا: اے حطان! شاید تم نے یہ کلمے کہے ہیں۔ میں نے عرض کیا: جی نہیں۔ میں نے نہیں کہے۔ مجھے تو خوف تھا کہ کہیں آپ خفا نہ ہو جائیں۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا: یہ کلمات میں نے کہے ہیں اور اس میں میری نیت صرف بھلائی اور نیکی کی تھی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: ''تم لوگ نہیں جانتے کہ تم کو اپنی نماز میں کیا پڑھنا چاہیے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: ہمیں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنی صفوں کو سیدھا کر لیا کرو۔ پھر تم میں سے کوئی ایک امامت کرائے۔ جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلاَ الضَّالِّيْن پڑھ لے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمھاری دعا قبول کرے گا اور جب وہ تکبیر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر رکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہے اور تم سے پہلے

اٹھتا ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد رکوع کیا اتنی دیر بعد سر اٹھانا تاکہ جتنی دیر امام رکوع میں رہے تم بھی اتنی دیر رکوع میں رہو)۔ جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، توتم ''اللّٰھم ربنا لک الحمد'' کہو۔ اللہ تعالیٰ تمھاری دعائیں قبول کرے گا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے توسط سے یہ بتایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کر کے دعا مانگے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور جب امام تکبیر کہہ کر سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہہ کر سجدہ کرو۔ اس لئے کہ امام تم سے پہلے سجدہ کرتا ہے اور تم سے پہلے سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس کے بدلے میں ہے (یعنی جتنی دیر امام کے بعد تم نے سجدہ کیا، اتنی دیر بعد سر اٹھاؤ تاکہ جتنی دیر امام سجدے میں رہے تم بھی اتنی دیر سجدے میں رہو۔)''

اس نماز باجماعت کے طریقہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے نماز کے طریقہ کی تعلیم دی۔ آپ ؓ نے تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں آپ ﷺ نے امام اور مقتدی کا اشتراک ذکر فرمایا، مگر رفع یدین کی تعلیم بالکل نہ فرمائی۔

اوپر والی صحیح احادیث میں آپ ﷺ نے منفرد کی نماز کا طریقہ سکھایا اور اس قولی صحیح حدیث میں آپ ﷺ نے نماز باجماعت کا طریقہ سکھایا۔ اس میں آپ ﷺ نے رفع یدین کا حکم نہیں دیا۔ پھر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت قابل غور ہے فرمایا: واذا کبر ورکع فکبروا وارکعوا: ترجمہ ''اور جب امام اللہ اکبر کہے اور رکوع کرے تو تم اللہ اکبر کہو اور رکوع کرو'' اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دو کاموں کا حکم دیا تکبیر کا اور رکوع کا۔ اور یہ لوگ ساتھ رفع یدین کا بھی حکم دیتے ہیں۔ پھر عجیب بات یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ اکبر کہتے ہوئے دو کام نہیں ہو سکتے کہ انسان اس دوران رفع یدین بھی کرے اور رکوع کو بھی جائے۔ اگر اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرے، تو رکوع کو جانا بغیر ذکر کے رہے گا اور اگر رکوع کرتے ہوئے تکبیر کہے، تو رفع یدین بغیر ذکر کے رہے گا۔

ہمیں ذخیرۂ احادیث سے کوئی قولی حدیث دکھائیں جس میں رفع یدین کا بھی حکم ہو ورنہ جو مسلمان اس حدیث پاک کے مطابق نماز پڑھتے ہیں۔ ان کی نمازوں کو باطل یا خلاف سنت کہہ کر دوسرے گناہ کا ارتکاب نہ کریں۔ ایک گناہ اس حدیث کی مخالفت کا اور دوسرا اس حدیث پر عمل کرنے والوں کو برا کہنے کا۔

نماز باجماعت کا طریقہ سکھانے والی فعلی احادیث

حدیث حضرت ابومالک اشعریؓ

حدیث نمبر ۱۷:۔ حضرت ابومالک اشعریؓ نے درج ذیل حدیث میں نماز کی کیفیت کا تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ حضرت عبدالرحمن بن غنم فرماتے ہیں:

ان أبامالك الأشعري جمع قومه. فقال: "يامعشر الأشعريين! اجتمعوا واجمعوا نساء كم وابناء كم أُعَلِّمُكم صلاة النبي ﷺ، صلّى لنابالمدينة". فاجتمعوا وجمعوا نساءهم وابناءهم، فتوضأ وأراهم كيف يتوضأ، فأحصى الوضوء الى أماكنه، حتّى لما أن فاء الفئ، وانكسر الظلّ، قام فأذّن، فصفّ الرجال في ادنى الصف، وصف الولدان خلفهم، وصف النساء خلف الولدان. ثم أقام الصلاة، فتقدم فرفع يديه، فكبر، فقرأ بفاتحة الكتاب وسورة يُسِرُّ هُمَا، ثم كبر فركع فقال: سبحان الله وبحمده ثلاث مرار، ثم قال: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ. واستوى قائماً، ثم كبّر وخرّساجداً، ثمّ كبر فرفع رأسه، ثم كبر فسجد، ثم كبر فانْهَض قائماً، فكان تكبيره في اول ركعةٍ ست تكبيراتٍ، و كبّر حين قام الى الركعة الثانية، فلمّا قضى صلاته أقبل الى قومه بوجهه، فقال: "احفظوا تكبيري، وتَعَلَّمُوْا ركوعي وسجودي، فَإِنَّهَا صلاة رسول الله ﷺ التي كان يصلي لنا كذا الساعة من النهار" الحديث

(مسند احمد رقم الحديث ۲۲۳۹۹)۔

وفي رواية عنده: فصلى الظهر فقرأ بفاتحة الكتاب وكبر اثنتين و عشرين تكبيرة۔ (مسند احمد رقم الحديث ۲۲۳۸۶)، وفي رواية عنده ايضاً: عن رسول الله ﷺ "انه كان يسوّي بين الاربع ركعات في القراءة والقيام، ويجعل الركعة الاولى هي اطولهن لكي يثوب الناس، ويكبّر كلما سجد وكلما ركع، ويكبر كلما نهض بين الركعتين اذا كان جالساً۔ (مسند احمد رقم الحديث ۲۲۴۰۲) رواها كلها احمد وروى الطبراني بعضها في الكبير، وفي طرقها كلها: شهر بن حوشب، وفيه كلام وهو ثقة ان شاء الله۔ (مجمع الزوائد رقم الحديث ۲۷۸۸، ۲۷۸۹، ۲۷۹۰)۔

ترجمہ:۔ حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا: ''اے

اشعری قوم کے لوگو! تم سب لوگ خود بھی جمع ہو جاؤ اور اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی جمع کر لو تا کہ میں تمہیں حضور نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو آنحضرت ﷺ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے"۔ پھر سب لوگ اپنی عورتوں اور بچوں سمیت جمع ہو گئے۔ تو حضرت ابو مالک اشعریؓ نے وضو کر کے ان کو وضو کا طریقہ سمجھایا۔ تو آپؓ نے کامل طریقے سے تمام اعضاء وضو کو دھویا۔ پھر جب (زوال کے بعد) سایہ ڈھل گیا۔ آپؓ نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ پس مردوں نے امام کے قریب تر پہلی صف بنائی، پھر ان کے پیچھے بچوں نے، پھر بچوں کے پیچھے عورتوں نے صف بنائی۔ پھر ایک شخص نے اقامت کہی۔ پس آپ نماز پڑھانے کے لئے آگے ہو گئے۔ پھر تکبیر تحریمہ کے لئے رفع یدین کرتے ہوئے اللہ اکبر کہا۔ پھر سورت فاتحہ اور دوسری سورت (دونوں) کو خاموشی سے پڑھا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا، رکوع میں تین مرتبہ آپ نے "سبحان اللہ وبحمدہ" پڑھا۔ پھر آپ "سمع اللہ لمن حمدہ" کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پھر تکبیر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ سے سر اٹھایا، پھر تکبیر کہہ کر پھر سجدہ کیا، پھر تکبیر کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پس آپ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں۔ جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی۔ پھر جب آپ نے نماز پوری کر لی، تو آپ اپنی قوم کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز ہے جو آپ ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھایا کرتے تھے"۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی تو سورت فاتحہ پڑھی اور بائیس تکبیریں کہیں۔ ایک اور روایت میں ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نماز کی چاروں رکعات کو قراءت اور قیام میں برابر کرتے تھے۔ پہلی رکعت کو سب سے لمبی کرتے تھے تا کہ صحابہ کرامؓ اس رکعت کو حاصل کر سکیں۔ اور آپ ﷺ تکبیر کہتے جب بھی سجدہ کو جاتے، اور جب بھی رکوع کرتے، اور جب دو رکعتوں کے لیے بیٹھے ہوتے تو دو رکعتوں سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے تھے"۔

اس حدیث میں نماز کے افعال کا تو ذکر ہے مگر رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ تو فرمایا: "میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع و سجود کو سیکھ لو"، مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔

اس حدیث میں حضرت ابو مالک اشعریؓ نے اپنی قوم کے مردوں اور عورتوں کو وہ نماز پڑھائی جو مدینہ والی نماز ہے۔ حضرت ابو مالک اشعریؓ نے نماز شروع کی، تکبیر کہی، رفع یدین کیا۔ پھر سورت فاتحہ پڑھی۔ پھر ساتھ کوئی سورت ملائی۔ پھر رکوع کیا، رکوع کی تسبیحات پڑھیں۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا۔ "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہا۔ پھر سجدہ میں چلے گئے۔ غور فرمائیں! صحابی رسول حضرت ابو مالک اشعریؓ نے نماز کی تعلیم دی مگر رفع یدین صرف پہلی تکبیر میں کیا۔ رکوع کا ذکر ہے۔ رکوع سے اٹھنے کا ذکر ہے مگر رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ اگر حضور ﷺ کی نماز میں رفع یدین ہوتا تو حضرت ابو مالک اشعریؓ ضرور رفع یدین کرتے۔ مگر آپؓ نے صرف تکبیر تحریمہ والی رفع یدین کی ہے، پھر نہیں کی۔ معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی مدینہ منورہ والی نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین نہیں ہے۔ پھر آپؓ نے خاص طور پر یہ فرمایا کہ میرے رکوع اور سجود کو یاد کرلو۔ آپؓ کے رکوع و سجود میں رفع یدین نہیں تھا۔

نماز میں ہر اونچ نیچ کے ساتھ چونکہ اللہ کا ذکر ہے۔ الحمد للہ! جس ترتیب سے ہم نماز ادا کرتے ہیں۔ ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیروں کی تعداد اتنی ہی بنتی ہے جتنی اس حدیث میں بتائی گئی ہے۔ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے وقت رفع یدین کریں ان کے ساتھ اللہ اکبر کہیں تو اس حدیث کے خلاف ہے اور اگر نہ کہیں تو قرآن کریم سورۂ طٰہٰ کی آیت کے خلاف ہے نیز ان احادیث کے خلاف ہے جن میں ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیر کا ذکر ہے۔

حدیث نمبر ۱۸:۔

حدثنا ابن فضيل، عن داؤد بن أبي هند، عن شهر بن حوشب، عن عبد الرحمٰن بن غنم، عن أبي مالك الأشعري أنه قال لقومه: قوموا حتّى أصلّي بكم صلاة النبي ﷺ، قال: فصففنا خلفه، فكبّر ثم قرأ، ثم كبر، ثم ركع، ثم رفع رأسه فكبر، فصنع ذٰلك في صلاته كلها (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۰۵)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبد الرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم کو (جمع کر کے) فرمایا: "تم لوگ کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاؤں"۔ حضرت عبد الرحمن بن غنم فرماتے ہیں کہ ہم نے آپؓ کے پیچھے صفیں بنائیں۔ تو آپؓ نے تکبیر (تحریمہ) کہی۔ پھر قراءت کی۔ پھر تکبیر کہی، پھر رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا۔ پھر تکبیر کہی (تو آپؓ سجدہ میں چلے گئے)۔ پھر ساری

اس حدیث میں حضرت ابو مالک اشعری ؓ نے تکبیراتِ نماز تو ادا کی ہیں مگر رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ رفع یدین کے بغیر والی نماز کو صلوٰۃ النبی ﷺ فرمایا ہے۔

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ

حدیث نمبر ۱۹:۔

عن الأسود قال: قال أبو موسیٰ قال: "لقد ذَكَّرَنا علی بنُ أبي طالب رضي الله عنه صلوٰةً كنا نصليها مع رسول الله ﷺ، إمّا نسيناها إمّا تركناها عمداً، يكبر كلما ركع وكلما رفع وكلما سجد." (مسند احمد رقم ۱۹۰۰۰)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابو طالب ؓ نے وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ جب بھی رکوع کرتے، جب بھی سر اٹھاتے اور جب بھی سجدہ کرتے تو وہ تکبیر کہتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے تکبیرات کا تو ذکر کیا مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۰:۔

عن أبي موسیٰ الأشعري قال: "لقد صلّٰى بنا عليُّ بنُ أبي طالب رضي الله عنه صلوٰةً ذكرنا بها صلوٰة كنا نصليها مع رسول الله ﷺ. فإمّا أن تكون نسيناها وإمّا أن نكون تركناها عمداً، يكبر في كل رفع ووضع وقيام وقعود" (مسند احمد رقم ۱۹۲۲۳)۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابو طالب ؓ نے نماز پڑھائی۔ جس سے ہمیں وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ ہر اونچ نیچ، قیام اور قعود میں تکبیر کہتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ نے تکبیر کا تو ذکر کیا مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۲۱:۔

عن أبي موسیٰ قال: "لقد أذكرنا علي بنُ أبي طالب رضي الله عنه صلوٰةً كنا نصليها مع رسول الله ﷺ. ما نسيناها. أو ما تركناها. قال: يُكَبِّر اذا ركع. واذا رفع رأسه من الركوع (مجمع الزوائد رقم ۲۰۰۵، وقال الهيثمي ورواه البزار. ورجاله ثقات، كشف الأستار رقم ۵۲۰)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابو طالبؓ نے وہ نماز یاد دلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ تکبیر کہتے جب بھی رکوع کرتے، اور وہ تکبیر کہتے جب بھی رکوع سے سر اٹھاتے۔

حدیث حضرت عمران بن حصینؓ

حدیث نمبر ۲۲:۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ ﷺ أَنَّهُ صَلّٰى خَلْفَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ﷺ بِالْبَصْرَةِ فَقَالَ: ذَكَّرَنَا هٰذَا الرَّجُلُ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، فَذَكَرَنَا أَنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ كُلَّمَا رَفَعَ وَكُلَّمَا خَفَضَ (بخاری رقم ۷۸۴)۔

ترجمہ: حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی، تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروا دی جو ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۲۳:۔

عن مطرف بن عبد الله قال: صَلَّيْتُ خَلْفَ علي بن أبي طالب أنَا وَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ ﷺ. فكان اذا سجد كَبَّرَ واذا رفع رأسه كبّر واذا نهض من الركعتين كبّر۔ فلمّا قَضَى الصَّلٰوةَ أَخَذَ بِيَدِي عمرانُ بنُ حُصَيْنٍ ﷺ: فقال: قد ذَكَّرَنِي هٰذَا صَلٰوةَ محمدٍ ﷺ، أو قال لقد صَلّٰى بِنَا صَلٰوةَ محمدٍ ﷺ. (بخاری رقم ۷۸۶؛ مسلم رقم ۸۷۳؛ مسند احمد ج ۴ ص ۴۲۸، ۴۲۹)

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبداللہؒ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصینؓ نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی۔ جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''انہوں نے مجھے محمد مصطفی ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے''۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ نے جو حضرت علیؓ کی نماز کو حضور ﷺ

کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اس میں تکبیرات کا تو ذکر ہے مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی کیفیت بیان کرنے والی احادیث

حدیث حضرت علیؓ

حدیث نمبر ۲۴: حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کے بعد یہ دعا پڑھتے:

"وجّهتُ وجهيَ للذي فطر السموات والارض حنيفاً وما أنا من المُشركين. انّ صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لِلّهِ رب العالمين. لا شريك له. وبذٰلك أُمرتُ وأنا من المسلمين. أللّٰهمَّ! أنت الملكُ لا اله الا أنت، أنتَ ربي وأنا عبدك. ظلمتُ نفسي، واعترفتُ بذنبي، فاغفرلي ذنوبي جميعاً. انه لا يغفرُ الذنوب الا أنتَ. واهدني لأحسن الأخلاق. لا يهدي لأحسنها الّا أنتَ. واصرف عنّي سيّئها. لا يصرفُ عني سيئها الا أنت. لبّيك وسعديك! والخيرُ كلّه في يديك. والشرُّ ليس اليك. أنا بك واليك. تباركت وتعاليت. أستغفرك وأتوبُ اليك"۔

یعنی میں نے اپنا رخ ہر طرف سے یک سُو ہو کر اس اللہ کی طرف کر دیا۔ جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے اور میں ان میں سے نہیں ہوں جو اس کے تعلق میں کسی اور کو شریک کرتے ہیں۔ میری عبادت اور میرا ہر دینی عمل اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبرداری کرنے والوں میں سے ہوں۔ اے اللہ! تو ہی باشاہ اور مالک ہے۔ تیرے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں ہے۔ تو میرا مالک و رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اپنے آپ کو تباہ کیا ہے۔ مجھے اپنی خطاؤں کا اقرار ہے۔ پس اے میرے مالک! میری ساری خطائیں معاف کر دے۔ گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔ اور برے اخلاق میری طرف سے ہٹا دے اور دور کر دے۔ ایسا کرنے والا بھی تیرے سوا کوئی نہیں۔

تیرے حضور میں اور تیری خدمت ونصرت کے لیے حاضر ہوں، حاضر ہوں۔ مولا! ہر قسم کی خیر اور بھلائی تیرے ہی ہاتھوں میں ہے۔ اور برائی کا تیری طرف گزر نہیں۔ مجھے تیرا ہی سہارا ہے اور تیری ہی طرف میرا رخ ہے۔ تو برکت والا اور رفعت والا ہے۔ میں تجھ سے مغفرت اور بخشش کا سائل ہوں اور تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔ (یہ دعا تو آپ ﷺ تکبیرِ تحریمہ کے بعد قراءت شروع کرنے سے پہلے پڑھتے)۔ پھر جب (قراءت سے فارغ ہوکر) آپ ﷺ رکوع میں جاتے تو کہتے۔ أَللّٰهُمَّ لك ركعتُ، وبك آمنتُ، ولك أسلمتُ، خشع لك سمعي، وبصري، و مخّي، وعظمي، وعصبي "۔ یعنی اے اللہ! میں تیرے حضور میں جھکا ہوا ہوں اور تجھ پر ایمان لایا ہوں اور میں نے اپنے کو تیرے سپرد کر دیا ہے۔ میرے کان اور میری آنکھیں اور میرا مغز واستخوان اور میرے رگ پٹھے سب تیرے حضور میں جھکے ہوئے ہیں۔ پھر جب آپ ﷺ رکوع سے سر اٹھاتے تو (سیدھے کھڑے ہوکر) اللہ کے حضور میں عرض کرتے: "أَللّٰهُمَّ ربنا لك الحمد ملء السمٰوات والأرض وما بينهما، وملء ما شئت من شيء بَعْدُ"۔ یعنی اے اللہ! تیرے ہی لیے حمد ہے۔ ایسی وسیع اور بے انتہاء حمد جس سے آسمان وزمین کی ساری وسعتیں بھر جائیں اور ان کے درمیان کا سارا خلا پر ہوجائے۔ اور جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے تو (اللہ کے حضور میں زمین پر اپنی پیشانی رکھ کے) عرض کرتے: أَللّٰهُمَّ! لك سجدتُ، وبك آمنتُ، ولك أسلمتُ، سجد وجهيَ للذي خلقه و صوّره، وشقّ سمعه وبصره، تبارك الله أحسن الخالقين "۔ یعنی اے اللہ! میں تیرے لیے اور تیرے حضور میں سجدہ کر رہا ہوں اور میں تجھ پر ایمان لایا ہوں اور میں نے اپنے کو تیرے حوالے کر دیا ہے۔ میرا چہرہ اپنے اس خالق کے سامنے سجدہ کر رہا ہے جس نے اس کی تخلیق کی اور اس کی یہ صورت بنائی اور اس کے کان اور اس کی آنکھیں بنائیں۔ مبارک ہے ہمارا بہترین خالق۔ پھر تشہد یعنی التحیات اور سلام کے درمیان (سب سے آخر میں) آپ ﷺ یہ دعا کرتے: أَللّٰهُمَّ اغفرلي ما قدّمتُ وما أخّرت، وما اسررتُ وما أعلنتُ وما أسرفتُ، وما أنتَ أعلم به مني، أنت المُقدِّم وأنت المؤخِّرُ لا اله الّا أنتَ"۔ یعنی اے اللہ! جو خطائیں میں نے پہلے کیں یا پیچھے کیں اور چھپا کر کیں یا علانیہ کیں اور جو بھی میں نے زیادتی کی اور جس کا تجھے مجھ سے زیادہ علم ہے اس سب کو معاف فرمادے اور مجھے بخش دے۔ تو ہی آگے کرنے والا اور تو ہی پیچھے ڈال دینے والا ہے یعنی تو جسے چاہے آگے

بڑھائے اور جسے چاہے پیچھے ہٹائے۔ تیرے سوا کوئی معبود و مالک نہیں۔

(مسلم رقم ۱۸۱۱، ج ۱ ص ۲۶۳؛ مشکوٰۃ رقم الحدیث ۸۱۳)

اس حدیث میں حضرت علیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی تفصیل اور رکوع و سجود اور قومہ وغیرہ کی دعاؤں کو تو تفصیل سے بتایا مگر رفع یدین کا کہیں بھی ذکر نہیں فرمایا۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ترمذی کی حدیث (ج ۲ ص ۱۷۹) میں ذکر اور افعالِ نماز میں مطابقت بیان کی گئی ہے۔ پس قیام کے وقت ''وَجَّهتُ وجهيَ''، رکوع کے وقت ''أَللّٰهُمَّ لك رکعت''، سجدہ کے وقت ''أَللّٰهُمَّ! لك سجدت''، اور اسی طرح مجمع الزوائد اور کنز العمال میں ''سجدلك سوادي وخيالي'' کے اذکار بیان کیے گئے ہیں۔ اور قومہ کے فعل کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح رفع یدین کو بھی بیان نہیں کیا ہے۔ اور یہ اس لیے ہے کہ رفع یدین فقط نماز کے شروع میں ہی ہے (نیل الفرقدین ص ۸)۔

حدیث حضرت ابو حمید ساعدیؓ

حدیث نمبر ۲۵:۔

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَنَا اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ رَاَیْتُه اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْهِ حِذَاءَ مَنْکِبَیْهِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ یَدَیْهِ مِنْ رُکْبَتَیْهِ ثُمَّ هَصَرَ ظَهْرَه فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَه اسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَکَانَه فَاِذَا سَجَدَ وَضَعَ یَدَیْهِ غَیْرَ مُفْتَرِشٍ وَلَا قَابِضِهِمَا وَاسْتَقْبَلَ بِاَطْرَافِ رِجْلَیْهِ الْقِبْلَةَ فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَتَیْنِ جَلَسَ عَلٰی رِجْلِهِ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْیُمْنٰی فَاِذَا جَلَسَ فِی الرَّکْعَةِ الْاٰخِرَةِ قَدَّمَ رِجْلَهُ الْیُسْرٰی وَنَصَبَ الْاُخْرٰی وَقَعَدَ عَلٰی مَقْعَدَتِهٖ (بخاری رقم ۸۲۸، مشکوٰۃ رقم ۷۹۲)

ترجمہ: حضرت ابو حُمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز (یعنی اس کی تفصیلات) آپ سب لوگوں سے زیادہ یاد ہے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) میں نے آپ کو دیکھا نماز شروع کرتے ہوئے جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کندھوں تک لے جاتے۔ اور جب رکوع میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے، پھر اپنی کمر کو پوری طرح موڑ دیتے (اور بالکل سیدھی برابر کردیتے) پھر رکوع سے سر مبارک اُٹھاتے تو بالکل سیدھے اِس طرح کھڑے ہوجاتے کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر منکا (یعنی ہر جوڑ

) ٹھیک اپنی جگہ پر آ جاتا (جہاں سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں وہ رہتا ہے)۔ پھر جب آپ سجدہ میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر اس طرح رکھ دیتے کہ نہ تو اُن کو زمین پر بچھا دیتے اور نہ اُن کو سکیڑ لیتے۔ (مطلب یہ ہے کہ آپ سجدہ کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو سکیڑ نہیں لیتے تھے بلکہ آگے بڑھا کر اپنے چہرے کے مقابلے میں دائیں بائیں رکھ لیتے تھے، لیکن کلائیاں اور کہنیاں زمین سے الگ اور اُٹھی رہتی تھیں) اور پاؤں کی اُنگلیوں کا رُخ سجدہ میں قبلہ کی جانب ہوتا تھا۔ پھر جب دو رکعت پڑھ کے آپ (التحیات کے لئے) بیٹھتے تو داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے۔ پھر جب آخری رکعت پڑھ کے آپ قعدہ اخیرہ کرتے تو اس طرح بیٹھتے کہ داہنے پاؤں کو کھڑا کر لیتے اور بائیں پاؤں کو (اس کے نیچے سے) آگے کی جانب نکال دیتے اور اپنی سرینوں پر بیٹھ جاتے (جس کو تورُّک کہتے ہیں)۔

اس حدیث میں صحابیٔ رسول سیدنا ابوحمید الساعدیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک ہی دفعہ رفع یدین بیان کیا ہے۔ رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث بخاری کی ہے۔ اس کی صحت میں کسی کو کوئی شک وشبہ نہیں۔ راوی حدیث سیدنا ابوحمید الساعدیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے خود جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا۔ تکبیرِ تحریمہ والا رفع یدین دیکھا، وہ تو انہوں نے بیان کر دیا۔ رکوع والا نہیں دیکھا، لہٰذا بیان نہیں کیا۔ اور یہ اصول ہے کہ ''السکوت فی معرض البیان بیان'' یعنی وہ مقام جہاں ایک شئ کو بیان کرنا چاہیے، وہاں اس کے بیان کو چھوڑنے کا مطلب اس شئ کا عدم بیان کرنا ہی ہوتا ہے۔ اس لیے اس حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہ کرنا بلکہ سکوت کرنے کا مطلب اس کا ترک ہی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ پھر تو اس حدیث میں ثناء، تعوذ، بسم اللہ، سورت فاتحہ وغیرہ کا بھی کوئی ذکر نہیں، تو پھر یہ سب کچھ بھی نہیں پڑھنا چاہیے؟ اس کا جواب اس حدیث میں ہی دیا گیا ہے۔ حضرت ابوحمید الساعدیؓ فرماتے ہیں: ''رَأَیْتُہٗ'' میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے یعنی جن چیزوں کا تعلق دیکھنے سے ہے، حضرت ابوحمید الساعدیؓ نے ان کو بیان کیا۔ جو چیزیں آپ ﷺ نے پڑھیں۔ ان کا تعلق دیکھنے سے نہیں بلکہ سننے سے ہے۔ اس وجہ سے ان کو ذکر نہیں کیا گیا۔ ہاں اگر رفع الیدین رکوع والا صحابی رسولؓ نے دیکھا ہوتا تو اس کو ضرور ذکر کرتے۔

یہاں حضرت ابوحمید ساعدیؓ نے فرمایا ہے: اَنَا اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَأَیْتُہٗ۔ انہوں نے اَحْفَظ کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی جو نماز محفوظ رہی ہے، وہ یہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین تو محفوظ رہی ہے اس کے علاوہ کوئی رفع یدین محفوظ

نہیں رہی۔اس مجلس میں کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ موجود تھے لیکن کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ آپؓ نے رکوع کی رفع یدین چھوڑ کر خلافِ سنت نماز پڑھی ہے۔

حدیث حضرت ابوہریرہؓ

حدیث نمبر ۲۶:۔

حَدَّثَنَا محمد بن رافع، قال: حَدَّثَنَا عبد الرزاق، قال: أخبرنا ابنُ جريج، قال أخبرني ابن شهاب، عن أبي بكر بن عبد الرحمٰن، أنَّهٗ سمع أباهريرةؓ يقول: كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلاة يُكَبِّرُ حين يقوم، ثُمَّ يكبر حين يركع، ثُمَّ يقولُ: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، حين يرفع صلبه من الركوع، ثُمَّ يقولُ وهو قائم. رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثم يكبر حينَ يهوىٰ ساجداً، ثمَّ يكبر حين يرفع رأسه، ثم يكبر حين يسجدُ، ثم يكبر حين يرفع رأسه، ثمَّ يفعل مثلَ ذٰلك في الصلوٰة كلّها حتى يقضيها، ويكبّر حين يقوم من المثنٰى بعد الجلوس. ثم يقولُ: انِّي لأشْبَهُكم صَلوٰةً برسولِ الله ﷺ۔ (مسلم رقم ۸٦۸)۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے اور پھر اس حال میں کہ آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے ۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔پھر پوری نماز میں فارغ ہونے تک آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔پھر جب دو رکعتوں میں تشہد کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔پھر حضرت ابوہریرہؓ فرماتے: ''میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں۔''

اس صحیح حدیث میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲۷:۔

حدثنا أبو اليمان قال: حدثنا شعيبٌ عن الزهري قال: أخبرني أبوبكر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن هشام و أبو سلمةَ بن عبد الرحمٰنِ أَنَّ أَبَاهُرَيْرَةَ كان يُكَبِّرُ في كُلِّ صلوٰةٍ من المكتوبة وغيرها في رمضانَ وغيره فَيُكَبِّرُ حينَ يقومُ، ثُمَّ يكبر حين يركع،

ثُمَّ یقولُ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، ثُمَّ یقولُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ قبل أن یَسْجُدَ ثم یقولُ: أَللّٰهُ أَكْبَرُ حین یهوی ساجداً، ثُمَّ یکبر حین یرفع رأسه من السجودِ، ثم یکبر حین یسجد ثم یکبر حین یرفع رأسه من اسجود، ثم یکبر حین یقوم من الجلوس فی الاثنتین. ویفعل ذٰلك فی كل ركعةٍ حتّٰی یفرغَ من الصلوٰة. ثم یقولُ حین یَنْصَرِفُ: والذی نفسی بیده، انی لأقربکم شَبَهاً بصلوٰةِ رسولِ الله ﷺ. اِنْ كانت هذه لصلوتَهٗ حتی فارق الدنیا (بخاری رقم ۸۰۳؛ مسند احمد رقم ۸۲۶۳)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے تھے، خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں، رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ آپؓ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر (رکوع سے سر اٹھاتے وقت) سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے اور اس کے بعد سجدہ سے پہلے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔ ہر رکعت میں نماز سے فارغ ہونے تک آپؓ کا یہی معمول تھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں۔ وصال مبارک تک آپ ﷺ کی نماز اسی طرح تھی۔''

اس صحیح حدیث میں تکبیرِ تحریمہ اور رکوع و سجود کے مواقع پر صرف تکبیرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ رفع یدین کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ نے آپ ﷺ کی نماز کی ترتیب عملی طور پر بتائی۔ آپ ﷺ کی زندگی کی آخری نمازوں کا حوالہ بھی دیا ہے کہ دنیا سے جدا ہونے تک آپ ﷺ کی نماز یہی تھی۔ اس میں حضرت ابو ہریرہؓ سے رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے کہ رکوع سے اٹھتے یا رکوع میں جاتے وقت آپ ﷺ نے رفع یدین کیا ہو۔ یہ بات متفقہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری اعمال کو ہی سنت قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد منسوخ ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۲۸:۔

أخبرنا مالك، أخبرنا ابن شهاب، عن أبی سلمة بن عبد الرحمٰن بن عوف، أنّه أخبره أنّ أباهریرة كان یصلی بهم، فكبَّر كلما خفض ورفع، ثُمَّ اذا انصرف قال: والله! انی لأشبهكم صلوٰةً برسول الله ﷺ.

(مؤطا محمد رقم ۱۰۳؛ مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۳؛ بخاری رقم الحدیث ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳؛ مسلم رقم الحدیث ۸۶۷؛ ابو داؤد رقم ۸۳۶؛ ترمذی رقم ۲۵۴ مختصراً؛ نسائی رقم ۱۱۵۵، ۱۱۵۶؛ مسند احمد رقم الحدیث ۷۲۱۹؛ دارمی رقم ۱۲۴۸؛ مصنف عبدالرزاق رقم ۲۴۹۲، ۲۴۹۴، ۲۴۹۴)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن شہاب زہری نے بتایا۔ وہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوتے تو فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں''۔

اس صحیح حدیث میں ہر اونچ نیچ کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۲۹:۔

حدثنا عبد الله، حدثني أبي. حدثنا عبد الرزاق، حدثنا معمر، عن الزهري عن أبي سلمة بن عبد الرحمن قال: كان أبو هريرة رضي الله عنه يصلي بنا، فيكبر حين يقوم، وحين يركع، وإذا أراد أن يسجدَ بعد ما يرفعُ من الركوع، وإذا جلس، وإذا أراد ان يرفع في الركعتين كبّر، ويكبِّرُ مثلَ ذٰلك في الركعتين الأُخْرَيَيْن، فإذا سلّم قال: والذي نفسي بيده، اني لأقربكم شبهاً برسول الله ﷺ، يعني صلاته، ما زالتْ هذه صلاتُه حتى فارق الدنيا. (مسند احمد رقم ۷۶۷۵)۔

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہمیں نماز پڑھاتے تھے تو جب نماز کا ارادہ کرتے تو کھڑے ہونے کے وقت تکبیر تحریمہ کہتے۔ پھر رکوع میں جانے کے وقت تکبیر کہتے۔ پھر جب رکوع کے بعد اٹھ کر (سجدہ کے لیے) جھکتے تو تکبیر کہتے اور (سجدہ سے) سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدے کے بعد بیٹھتے تو تکبیر کہتے۔ (پھر نماز پوری کرنے تک ساری نماز میں یہی کرتے تھے)۔ اور جب دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھتے تھے تو تکبیر کہتے اور دوسری دونوں رکعتوں میں ایسا ہی کرتے۔ پھر جب سلام پھیرتے تو کہتے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے قریب نماز پڑھ سکتا ہوں اور آپ ﷺ کی نماز دنیا سے جدا ہوتے وقت تک یہی تھی جو میں نے پڑھ کر دکھادی ہے۔

اس میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا نہیں اگر رفع یدین کی وہ اہمیت ہوتی جو ان لوگوں کے ہاں ہے تو ایسی کوئی روایت اس سے خالی نہ ہوتی۔

حدیث نمبر ۳۰:۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي، حدثنا عبد الرزاق، أخبرنا ابن جريج، أخبرني ابن شهاب، عن أبي بكر بن عبد الرحمن، أنه سمع أبا هريرة رضی اللہ عنہ يقول: كان رسول الله ﷺ اذا قام الى الصلاة يكبر، فذكر نحوه. (مسند احمد رقم ۷۶۶۱)۔

ترجمہ:۔ یہ حدیث اوپر والی حدیث کی ایک اور سند ہے۔ اس میں طریق بیان یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ اپنا فعل یعنی نماز پڑھ کر نہیں بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا عمل نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ پھر آگے نماز کا پورا طریقہ ذکر فرمایا۔

حدیث نمبر ۳۱:۔

أخبرنا مالك، أخبرني نعيم المجمر وابو جعفر القاري، أنَّ أبا هريرة كان يصلي بهم، فكبَّر كلما خفض ورفع. قال ابو جعفر: وكان يرفع يديه حين يكبِّر ويفتتح الصلوٰة۔

(موطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لأبی یوسف رقم ۱۰۸؛ کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینہ ج ۱ ص ۹۵، ۹۶ طبع دار المعارف النعمانیہ)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعیم بن عبد اللہ المجمر اور ابو جعفر القاری نے بتایا کہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت کرتے تھے''۔

اس روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ کے دو شاگرد ہیں۔ دونوں حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز دیکھ کر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ چونکہ رفع یدین اول تکبیر کے ساتھ ہوتا ہے اس لیے ان میں ایک راوی حضرت ابو جعفر القاری فرماتے ہیں کہ رفع یدین تکبیر کی طرح ہر اونچ نیچ میں نہیں ہوتا بلکہ نماز میں افتتاح کے وقت ہی ہوتا تھا۔ یہ روایت بھی ترکِ رفع یدین میں صریح ہے۔ یہ روایت اگرچہ موقوف ہے مگر مرفوع بھی ہے۔

حدیث نمبر ۳۲:۔

عن نعيم المجمر وأبي جعفر القاري، عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ويُكبِّرُ كلما خفض ورفع ويقول أنا أشبهكم صلوٰةً برسول الله ﷺ

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والأسانید ج ۹ ص ۲۱۵)

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعیم بن عبد اللہ المجمر اور ابو جعفر القاری نے بتایا

کہ:'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع یدین تو نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔ اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے، اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں''۔

حضرت علامۃ المتاخرین شیخ، محدث محمد حسن سنبھلی رحمہ اللہ اپنی کتاب تنسیق النظام میں فرماتے ہیں:

وأخرجه محمد في "كتاب الحجة" من طريق مالك عن نعيم بن عبد الله المجمر وأبي جعفر القاري أنهما أخبره أنّ أباهريرة كان يصلي بهم فيكبّر كلما خفض ورفع. قالا: وكان يرفع يديه حين يكبّر لفتح الصلوٰة. فهٰذا سكوت في معرض بيان رفع اليدين، فيدل على عدم الرفع فيما عداه. قال محمد: فهٰذا حديثكم موافق لعلي رضي الله عنه وابن مسعود. ولا حاجة بنا معهما الى قول ابي هريرة ونحوه. ولكن احتججنا عليكم بحديثكم (تنسیق النظام فی مسند الامام ص ۱۶۰؛ کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینہ ج ۱ ص ۹۵،۹۶ طبع دار المعارف النعمانیہ، لاہور، ان ۱۴۰۱ھ)۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ اپنی کتاب ''کتاب الحجۃ'' میں حضرت امام مالک رحمہ اللہ کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے نعیم بن عبداللہ المجمر رحمہ اللہ اور ابو جعفر القاری رحمہ اللہ نے بتایا کہ:'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع یدین تو نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔ اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے، اور دونوں فرماتے تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع یدین صرف نماز میں افتتاح کے وقت ہی کرتے تھے''۔ رفع یدین کے بیان کے موقع پر سکوت کرنا اس کی دلیل ہے کہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں ہے۔

حضرت امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پس (اے اہل مدینہ) تمہاری یہ حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے عمل کے مطابق ہے۔ اگرچہ ان دو حضرات کے عمل کے بعد ہمیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے قول اور دلیل کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے مگر ہم نے تمہاری روایت کردہ حدیث کے ساتھ ترکِ رفع یدین پر دلیل قائم کی ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۳۳:۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سوئے۔ پس (وقت آ جانے پر تہجد کے لیے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کی اور وضو

فرمایا اور آپ ﷺ اس وقت (سورۂ آل عمران کے آخر کی) یہ دعائیہ آیتیں تلاوت فرماتے تھے۔اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ۔۔۔۔الخ ختم سورت تک۔پھر آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ نے دو رکعتیں پڑھیں جن میں قیام اور رکوع سجدہ بہت طویل کیا۔پھر آپ ﷺ بستر کی طرف واپس آئے اور (ذرا دیر کے لیے) سو گئے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کا سانس آواز کے ساتھ چلنے لگا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے تین دفعہ ایسا ہی کیا۔(یعنی تین دفعہ ایسا کیا کہ ذرا دیر سونے کے بعد اٹھے، مسواک کی، وضو فرمایا اور طویل قیام اور طویل رکوع و سجود کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں)۔اس طرح آپ ﷺ نے پہلی (دو رکعتوں کے علاوہ) چھ رکعتیں پڑھیں اور ہر دفعہ اٹھ کر آپ ﷺ مسواک کرتے اور وضو فرماتے اور سورت آلِ عمران کے آخر کی وہ آیتیں پڑھتے تھے۔پھر آپ ﷺ نے تین رکعت نماز وتر پڑھی۔پھر مؤذن نے فجر کی اذان دی تو آپ ﷺ نماز فجر کے لیے تشریف لے گئے اور اس وقت آپ ﷺ یہ دعا فرما رہے تھے:

اَللّٰھُمَّ! اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً، وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْراً، وَاجْعَلْ فِیْ سَمْعِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ فِیْ بَصَرِیْ نُوْراً، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْفِیْ نُوْراً، وَمِنْ أَمَامِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْراً. وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْراً، اللّٰھم! أَعْطِنِیْ نُوْراً"۔

''اے اللہ! میرے دل میں نور پیدا فرما، اور میری زبان میں نور پیدا فرما، اور میری سمع و بصر میں نور پیدا فرما اور میرے پیچھے اور میرے آگے نور کردے اور میرے اوپر اور میرے نیچے نور کردے۔اے اللہ! مجھے نور عطا فرمادے''

(مسلم رقم ۷۹۸ واللفظ لہ؛ مشکوٰۃ رقم ۱۱۹۶)۔

حاصل اس دعا کا یہ ہے کہ اے اللہ! میرے قلب اور میرے قالب اور میری روح اور میرے جسم میں اور جسم کے ہر حصے میں اور میری رگ رگ اور ریشہ ریشہ میں نور پیدا فرمادے اور مجھے از سرتا پا نور بنادے اور میرے گرد و پیش اور اوپر نیچے ہر طرف نور ہی نور کردے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ روایت صحیحین (متفق علیہ مشکوٰۃ رقم ۱۱۹۵) میں بھی اور دوسری کتابوں میں بھی کئی طریقوں سے روایت کی گئی ہے۔بعض طرق میں اس سے زیادہ تفصیل ہے۔نیز بیان اور ترتیب میں بھی کچھ فرق ہے مگر کسی طریق میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔اگر رفع یدین ضروری ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس کا ذکر ضرور کرتے۔حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:''ولم أر فی مبیت ابن عباسؓ عند میمونةؓ الاالاستفتاح ودعا النور''(نیل الفرقدین ص ۹)۔یعنی''حضور ﷺ کی اس رات کی نماز میں جس کا مشاہدہ حضرت

عبداللہ بن عباسؓ نے حضرت میمونہؓ کے ہاں کیا تھا۔ میں نے (حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی) اس حدیث کے کسی بھی طریق میں سوائے تکبیرِ تحریمہ کے رفع یدین کے کسی اور رفع یدین کو نہیں دیکھا اور اس کے بعد آپ ﷺ نے دعائے نور پڑھی۔

حدیث حضرت مالک بن الحویرثؓ

حدیث نمبر ۴۳:۔

عن أبي قِلابَةَ: أنّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قال لأصحابه: ألا أُنَبِّئُكُمْ صَلوةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قَال: وذاك فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلوةٍ، فقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأسَه هُنَيَّةً، فَصَلّٰى صَلوةَ عَمْرِو بْنِ سَلِمَةَ شَيْخِنَا هٰذا، قال أيُّوبُ: كَانَ يَفْعَلُ شَيْئاً لَمْ أَرَهُمْ يَفْعَلُوْنَه، كَانَ يَقْعُدُ فِي الثَّالِثَةِ أَوِالرَّابِعَةِ. قال: فَأَتَيْنَا النَّبِيَّ ﷺ فَأَقَمْنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ: "لَوْ رَجَعْتُمْ إلىٰ أَهْلِيْكُمْ، صَلُّوا صَلوةَ كَذَا فِيْ حِيْنِ كذا، صَلُّوا صلوةَ كذا في حين كذا، فَإذَا حَضَرَتِ الصَّلوةُ، فلْيُؤَذِّنْ أَحَدُكُمْ، وَلْيَؤُمَّكُمْ أَكْبَرُكُمْ" (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸، ۸۱۹)

ترجمہ: حضرت ابوقلابہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا: "کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتلاؤں؟" ابوقلابہؒ کہتے ہیں: "وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔ لہٰذا وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر کہی۔ اس کے بعد اپنا سر اٹھایا، اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ پس انہوں نے ہمارے اس شیخ یعنی عمرو بن سلمہؒ جیسی نماز پڑھی"۔ حدیث کے راوی حضرت ایوبؒ کہتے ہیں کہ وہ ایک بات ایسی کرتے تھے کہ ہم نے اور لوگوں کو اسے کرتے نہیں دیکھا: تیسری یا چوتھی رکعت میں بیٹھتے تھے۔

حضرت مالک بن الحویرثؓ کہتے ہیں: "ہم اسلام لانے کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کی خدمت میں قیام کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اپنے اہل وعیال میں واپس جاؤ، تو اس طرح ان اوقات میں نماز ادا کیا کرنا۔ لہٰذا جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے کوئی اذان کہہ دے، اور تم میں کا بڑا تمہاری امامت کرے"۔

اس حدیث میں حضرت مالک بن الحویرثؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر

دکھائی۔ مگر اس میں رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں نہ کرتے تھے۔

حدیث حضرت ابو مسعود بدریؓ

حدیث نمبر ۳۵:۔

عن سَالِمٍ البَرَّادِ قال: أتَيْنَا عُقْبَةَ بْنَ عَمْرٍو الأنصاريَّ أبَا مَسْعُودٍ فَقُلْنَا لَهُ: حَدِّثْنَا عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَقَامَ بَيْنَ أيْدِيْنَا فِي الْمَسْجِدِ فَكَبَّرَ فَلَمَّا رَكَعَ وَضَعَ يَدَيْهِ عَلٰى رُكْبَتَيْهِ وجعل أصابعه أسفل من ذٰلك وجافىٰ بين مرفقيه حتّٰى استقرَّ كُلُّ شيئٍ منه. ثُمَّ قَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ فقام حتّٰى استقرَّ كُلُّ شَيْئٍ منه ثُمَّ كبَّر وسجد ووضع كفيه على الارض ثمَّ جافىٰ بين مرفقيه حتّٰى استقرَّ كلُّ شيئٍ منه ثمَّ رفع رأسه فجلس حتّٰى استقرَّ كلُّ شيئٍ منه. ففعلَ مثلَ ذٰلك أيضاً. ثمَّ صلّٰى أربع ركعاتٍ مثل هٰذِهِ الركعةِ فصلّٰى صلٰوته. ثُمَّ قال: هٰكذا رأينا رسول الله ﷺ يُصَلِّيْ.

(ابو داؤد رقم ۸۶۳ واللفظ لہ؛ نسائی رقم ۱۰۳۷، ۱۰۳۸؛ مسند احمد رقم ۱۶۶۲۸، ۱۶۶۳۳؛ طحاوی رقم ۱۲۸۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۹۷۹؛ مستدرکِ حاکم ج ا ص ۲۲۴، وقال: "ہٰذا حدیث صحیح الاسناد"۔ ووافقہ الذہبی علی تصحیحہ)۔

ترجمہ: حضرت سالم البرادؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس حضرت عُقْبہ بن عَمْرو الانصاری ابومَسْعُود بدریؓ صحابی تشریف لائے۔ تو ہم نے ان سے عرض کیا: "جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بیان کر دیجیے"۔ تو وہ مسجد میں ہمارے سامنے کھڑے ہوئے، تو تکبیر (تحریمہ) کہی۔ پھر جب رکوع کیا، تو اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنی انگلیوں کو گھٹنوں سے نیچے رکھا اور اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھا۔ یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہا۔ پھر آپؓ رکوع سے کھڑے ہوئے یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر آپؓ نے تکبیر کہی اور سجدہ کیا۔ اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو زمین پر رکھا۔ پھر اپنی دونوں کہنیوں کو پہلوؤں (اور زمین) سے دور رکھا۔ یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر سجدہ سے سر اٹھایا تو آپؓ (اطمینان سے) بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ ہر عضو نے اپنی جگہ قرار پکڑ لیا۔ پھر آپؓ نے ہر رکعت میں ایسا ہی کیا۔ پھر آپؓ نے اس پہلی رکعت جیسی چار رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپؓ نے نماز مکمل کی۔ پھر فرمایا: "ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسی ہی نماز پڑھتے دیکھا ہے"۔

اس حدیث میں حضرت ابو مسعود بدریؓ نے نماز پڑھ کر دکھائی اور فرمایا: ''یہ نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے''۔ رفع یدین صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت کیا۔ پھر رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سر اٹھایا، لیکن رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہوتا تو آپؓ ضرور کر کے دکھاتے۔ آپؓ نے رفع یدین کو بالکل بیان نہیں کیا حالانکہ موقع تعلیم کا تھا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔

حدیث حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ پر سندی بحث

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ اس حدیث کا دارومدار عطاء بن السائب ہے۔ اور اس سے ایک جماعت نے روایت کی ہے۔ جن میں یہ بھی ہیں:

۱۔ ابو الأحوص: مصنف ابن أبی شیبۃ رقم ۲۵۳۸؛ نسائی رقم ۱۰۳۶

۲۔ جریر: ابوداؤد رقم ۸۵۹؛ ابن خزیمۃ رقم ۵۹۸

۳۔ ابن علیہ: نسائی رقم ۱۰۳۸

۴۔ ہمام: احمد ج ۴ ص ۱۱۹؛ دارمی رقم ۱۳۰۴

۵۔ ابو عوانہ: احمد ج ۵ ص ۲۷۴

۶۔ زائدۃ: احمد ج ۴ ص ۱۲۰؛ نسائی رقم ۱۰۳۷

عطاء بن السائبؒ اگر چہ ان لوگوں میں ہیں جن کو اختلاط ہو گیا تھا۔ اوپر مذکور راویوں میں سے پہلے پانچ راویوں نے ان سے اختلاط سے پہلے اور بعد دونوں حالتوں میں سنا ہے۔ چھٹے راوی زائدہ نے ان سے صرف اختلاط واقع ہونے سے پہلے ہی سنا تھا (الکاشف للذہبی: ۳۷۹۸ مع التعلیق علیہ)۔ لہٰذا اس حدیث کو روایت کرنے والے اختلاط سے پہلے کے ہیں۔

حدیث حضرت عبد الرحمن بن ابزیؓ

حدیث نمبر ۳۶:۔

حدثنا عبد الله، حدثني أبي، ثنا هارون بن معروف، ثنا ضمرة، عن ابن شوذب، عن عبد الله، عن القاسم قال: جَلَسْنَا إلىٰ عبد الرحمٰن بن أبزیٰ فقال: ألا أُريكم صلاة رسول الله ﷺ؟ قال: فقلنا: بلیٰ، قال: فقام فكبر، ثمَّ قرأ، ثمَّ ركع، فوضعَ يديه على ركبتيه حتّٰى أَخَذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ، ثم رَفَعَ حَتّٰى أَخَذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ، ثم سجد حَتّٰى أَخَذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ، ثم رفع حَتّٰى أَخَذَ كُلُّ عُضْوٍ مَأْخَذَهُ، ثم سجد حَتّٰى أَخَذَ كُلُّ عُضْوٍ

مَا أُخُذَهُ، ثم رفع فصنع فى الركعة الثانية كما صنع فى الركعة الأولى، ثم قال: هكذا صلاة رسول الله ﷺ۔ (مسند احمد ج ۳ ص ۴۰۷، رقم ۱۴۹۳۶؛ مجمع الزوائد رقم ۲۷۹۱، وقال الہیثمی رواہ احمد ورجالہ ثقات)۔

ترجمہ:۔ حضرت قاسمؒ فرماتے ہیں: ہم لوگ صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ فرمانے لگے۔ ''کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں؟'' ہم نے عرض کیا: ''حضرت! ضرور دکھایئے!''۔ تو حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ کھڑے ہوئے۔ پس آپؓ نے تکبیر کہی۔ پھر قراءت کی۔ پھر رکوع کیا تو آپؓ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؓ نے رکوع سے سر اُٹھایا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؓ نے سجدہ کیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؓ نے سجدہ سے سر اُٹھایا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؓ نے سجدہ کیا یہاں تک کہ ہر عضو اپنی جگہ پر ٹھہر گیا۔ پھر آپؓ نے سجدہ سے سر اُٹھایا۔ اسی طرح آپؓ نے دوسری رکعت میں بھی کیا جس طرح آپؓ نے پہلی رکعت میں کیا تھا۔ پھر آپؓ نے فرمایا: ''اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی''۔

اس حدیث میں صحابیِ رسول حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰؓ نے جو نماز پڑھ کر دکھائی اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۳۷:۔

حدثنا شَبَابَةُ بن سَوَّار قال: حدثنا سليمان بن المغيرة قال: حدثنا ثابت، عن أنس قال: وَصَفَ لَنَا أَنَسٌ صلاةَ النبى ﷺ، ثُمَّ قام يُصَلِّي، فَرَكَعَ، فَرَفَعَ رَأْسَه من الركوع، فاستوى قائماً حتى رأى بعضنا أنه قد نَسِيَ، قال: ثم سجد فاستوى قاعداً حتى رأى بعضنا أنه قد نسي۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۹۷۸ واللفظ لہ؛ مسند احمد رقم ۱۲۹۱۳)

ترجمہ:۔ حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت انس بن مالکؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی صفتِ نماز کو بیان کیا۔ (حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) جناب رسول اللہ ﷺ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے قیام کیا۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع کیا۔ پھر رکوع سے سر اُٹھایا۔ تو آپ ﷺ قومہ کی حالت میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ ہم میں

سے بعض لوگ گمان کرنے لگے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پھر آپ ﷺ نے سجدہ کیا۔ سجدہ کے بعد آپ ﷺ اتنی دیر بیٹھے رہے کہ ہم میں سے بعض لوگ گمان کرنے لگے کہ آپ ﷺ بھول گئے ہیں۔

اس حدیث میں صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ نے حضور ﷺ کا نماز کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔

حدیث نمبر ۳۸:۔

حدثنا سليمانُ بنُ حربٍ قال: حدثنا حمادُ بنُ زيدٍ عن ثابت، عن أنس بن مالكٍ قال: إِنِّي لَا آلُو أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كما رأيتُ النبي ﷺ يصلي بنا. قال ثابتٌ: كان أنس بن مالكٍ يصنعُ شَيْئاً لم أَرَكُمْ تصنَعُونَهُ. كان اذا رفع رَأْسَهُ من الركوع قامَ حتّٰى يقولَ القائلُ: قَدْ نَسِيَ. وبين السجدتين حتّٰى يقولَ القائل قد نَسِيَ

(بخاری رقم ۸۲۱؛ مسلم رقم ۱۰۵۹؛ مسند احمد رقم ۱۲۹۵۶)۔

ترجمہ:۔ حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں اس بات میں کمی نہ کروں گا کہ تمہیں ویسی ہی نماز پڑھاؤں جیسی کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ ثابتؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ ایک بات ایسی کرتے تھے کہ میں نے تم لوگوں کو وہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ وہ جب اپنا سر رکوع سے اُٹھاتے تو اتنا کھڑا رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ (سجدہ کرنا) بھول گئے اور دونوں سجدوں کے درمیان میں (اتنی دیر تک بیٹھے رہتے تھے) کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ وہ (دوسرا سجدہ) کرنا بھول گئے۔

اس حدیث میں حضرت انس بن مالکؓ نے جو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی اس میں رفع یدین نہ رکوع والا کیا اور نہ سجدوں والا۔

حدیث نمبر ۳۹:۔

حدثنا أبو الوليد قال: حدثنا شعبةُ، عن ثابت قال كان أنس يَنْعَتُ لنا صلاةَ النبي ﷺ، فكان يُصَلِّي، فاذا رفع رأسه من الركوع، قامَ حتّٰى نقولَ قد نَسِيَ

(بخاری رقم ۸۰۰؛ مسند احمد رقم ۱۲۲۴۱، ۱۲۲۴۳، ۱۲۲۴۴)۔

ترجمہ:۔ حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت انس بن مالکؓ ہمارے سامنے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کرتے تھے۔ تو وہ نماز پڑھ کر بتاتے تھے۔ پس جس وقت وہ رکوع سے اپنا سر اُٹھاتے، تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم کہتے کہ یقیناً آپ"

(سجدے میں جانا) بھول گئے۔

حدیث نمبر ۴۰: حدثنا موسیٰ بن اسماعیل، حدثنا حمادٌ أخبرنا ثابتٌ و حُمَیْدٌ عن أنس بن مالكٍ، قال: ما صَلَّيْتُ خلف رجلٍ أَوْجَزَ صَلَاةً من رسول الله ﷺ فی تمامٍ۔ وكان رسول الله ﷺ اذا قال: "سَمِعَ اللهُ لمن حَمِدَهُ" قام، حتّٰی نقول: قد أَوْهَمَ، ثم يُكَبِّرُ وَ يَسْجُدُ، وكان يقعدُ بين السجدتين، حتّٰی نقول: قد أَوْهَمَ"۔ (ابوداؤد رقم ۸۵۳؛ مسند احمد رقم ۱۲۳۴۹، ۱۲۶۹۱)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے آپؓ فرماتے تھے: "میں نے کسی آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مختصر مگر پوری اور مکمل پڑھتا ہو۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ "سَمِعَ اللهُ لمن حَمِدَهُ" کہتے تو کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ شاید آپ ﷺ کو وہم ہو گیا ہے۔ پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے اور سجدہ کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنا بیٹھتے کہ ہم سمجھتے شاید آپ ﷺ کو وہم ہو گیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت انسؓ نے حضور ﷺ کی نماز کی کیفیت بیان کی ہے۔ جس میں آپ ﷺ کا رکوع، قومہ، سجدہ، اور دو سجدوں کے درمیان کا جلسے کی کیفیت بیان کی ہے۔ مگر اس حدیث میں حضرت انسؓ نے رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ

حدیث نمبر ۴۱: عن سعید بن الحارث قَالَ: صَلّٰی لَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ فَجَهَرَ بِالتَّكْبِيْرِ حِيْنَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ وَحِيْنَ سَجَدَ وَحِيْنَ رَفَعَ وَحِيْنَ قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ وَقَالَ: هٰكَذَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ۔ (بخاری رقم ۸۲۵)

حضرت سعید بن حارث کہتے ہیں کہ: ہمیں حضرت ابوسعید خدریؓ نے نماز پڑھائی تو جس وقت انہوں نے اپنا سر (پہلے) سجدہ سے اُٹھایا اور جب سجدہ کیا۔ اور جب انہوں نے (دوسرے سجدہ سے) سر اُٹھایا۔ اور جب دو رکعتوں سے (فراغت کر کے) اُٹھے تو بلند آواز سے تکبیر کہی اور فرمایا: "میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے"۔

حضرت ابوسعید خدریؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھائی تو اس میں صرف تکبیرات تو کہیں مگر رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں ہے۔

نماز کے درمیان رفع یدین سے منع کرنے والی قولی حدیث

حدیث حضرت جابر بن سمرہؓ

حدیث نمبر ۴۲: حدثنا أبوبكر بنُ أبي شيبةَ وأبو كريبٍ، قالا: حدثنا أبو معاوية عن الأعمشِ عن المسيبِ بنِ رافعٍ، عن تميمِ بنِ طَرَفَةَ، عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. فَقَالَ: "مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيْكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؟ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔ الحديث۔

(صحیح مسلم: الأمر بالسكون في الصلاة ج ۲ ص ۲۹۴ رقم ۹۶۷ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۴۳: حدثنا محمد بنُ جعفرٍ، حدثنا شعبةُ، عن سليمانَ، قال: سمعتُ المسيبَ بنَ رافعٍ، يُحَدِّثُ، عن تميمِ بنِ طَرَفَةَ، عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عن النبي ﷺ أنَّه دخل المسجد فأبصر قوماً قد رفعوا أيديهم فَقَالَ: "قَدْ رَفَعُوْهَا كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ. اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۴۹ رقم الحدیث ۲۱۱۶۷ طبع بیت الافکار الدولیہ، بیروت سنہ ۲۰۱۰ء)۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا جو رفع یدین کر رہی تھی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: ''رفع یدین کرتے ہیں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں (کیونکہ وہ اوپر کو اُٹھی ہوئی ہوتی ہیں)۔ نماز میں سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۴۴: حدثنا يحيى بن سعيدٍ، عن الأعمشِ حدثني مسيبُ بنُ رافعٍ، عن تميمِ بنِ طَرَفَةَ، عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أنَّ رسولَ الله ﷺ دخل المسجد وهم حِلَقٌ، فقال: ما لي أَرَاكُم عِزِيْنَ. ودخلَ رسولُ الله ﷺ المسجدَ قد رفعوا أيديهم فَقَالَ: "قَدْ رَفَعُوْهَا كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ؛ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۵۵ رقم الحدیث ۲۱۲۶۵)۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لائے تو ہم مختلف حلقوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو فرمایا: ''میں تمہیں گروہ در گروہ دیکھ رہا ہوں''۔ پھر رسول اللہ ﷺ مسجد تشریف لائے تو فرمایا: ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۴۵: حدثنا أبو معاوية، حدثنا الأعمشُ، عن مسيبِ بن رافعٍ، عن تميمِ بنِ طَرَفَةَ، عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. فَقَالَ: "مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِيْ

أَيْدِيْكم كأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؛ أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔الحديث۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۵۵ رقم ۲۱۲۱۷)۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں (کیونکہ وہ اوپر کو اُٹھی ہوئی ہوتی ہیں)۔ نماز میں سکون اختیار کرو''

حدیث نمبر ۴۶:۔ حدثنا وكيعٌ، حدثنا الأعمشُ عن المسيبِ بنِ رافعٍ، عن تميم بنِ طَرَفَة، عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قال: دخل علينا رسولُ الله ﷺ ونحن رافعي أيدينا في الصلاة. فقالَ: "مَالِي أَرَاكُم رَافِعِيْ أَيْدِيْكم كأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؛ أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔الحديث۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۵۶۰ رقم الحدیث ۲۱۳۴۰)۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۴۷:۔ أبو معاوية، عن الأعمشِ، عن المسيب بن رافع، عن تميم بنِ طَرَفَةَ، عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قال: خرج علينا رسول الله ﷺ فقال: "مَالِي أَرَاكُم رَافِعِيْ أَيْدِيْكم كأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؛ أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۸۶ ۴ طبع اول؛ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۵ ص ۴۷ ۴ رقم ۸۵۳۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی ۱۴۲۸ھ)۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرةؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۴۸:۔ أخبرنا قتيبة بن سعيدٍ حدثنا عَبْثَرٌ حدثنا الأعمشُ عن المسيبِ بن رافعٍ عن تميم بنِ طَرَفَةَ عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قال: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَنَحْنُ رَافِعُوْا أَيْدِيْنَا فِي الصَّلٰوةِ فَقَالَ: مَا بَالُهُمْ رَافِعِيْنَ أَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الْخَيْلِ الشُّمُسِ، أُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ.

(نسائی ج ۱ ص ۱۳۳؛ علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے سنن نسائی رقم ۱۱۸۴ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض)

حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ (حجرۂ مبارکہ سے نکل کر) ہمارے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ ہم نماز کے اندر رفع یدین کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں کیا ہو گیا کہ نماز کے اندر اس طرح رفع یدین کر رہے ہیں جیسے بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں اُٹھی ہوئی ہوں۔ نماز کے اندر سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۴۹: حدثَّنا عبد اللہ بن محمد النفیلیُّ حدثنا زهیرٌ حدثنا الأعمشُ عن المسیبِ بن رافعٍ عن تمیم الطائی عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنه قَالَ: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ والنَّاسُ رافعوا أَيْدِيهِمْ قال زهير أُرَاهُ قال. فی الصلوٰة. فَقَالَ: "مَالِي أَرَاكُم رَافِعِيْ أَيْدِيْكم كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؛ أُسْكُنُوْا فِي الصَّلاةِ"۔ (ابوداؤد رقم ۱۰۰۰)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو فرمایا: ''کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۵۰: حدثنا فهد قال: حدثنا محمد بن سعيد قال: أخبرنا شريك، عن الأعمش عن المسيب بن رافع عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنه قال: دخل رسول الله ﷺ المسجد فرأى قوماً يصلون قد رفعوا أيديهم فَقَالَ: "مَا لِي أَرَاكم ترفعونَ أيديكم كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؛ أُسْكُنُوْا فِي الصَّلاةِ"۔ (طحاوی رقم ۲۵۶۹)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے ایک قوم کو دیکھا جو رفع یدین کر رہی تھی۔ پس آپ ﷺ نے فرمایا: کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

حدیث نمبر ۵۱: عبد الرزاق، عن الثوری، عن الأعمش، عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قال: دخل رسول الله ﷺ المسجد فرآهم رافعين أيديهم فی الصلاة، فَقَالَ: "مَا لهم رافعين أيديهم كَأَنَّهَا أَذْنَابُ الخَيْلِ الشُمُسِ؛ أُسْكُنُوْا فِي الصَّلاةِ"۔

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۱۶۴ رقم ۳۲۵۸، ۳۲۵۹ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت سن ۲۰۱۰ء؛ مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۵۲ رقم ۳۲۵۲، ۳۲۵۳ طبع کراچی۔ وفی سندہ انقطاع)۔

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں۔ پس

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو کیا ہے کہ وہ نماز میں رفع یدین کر رہے ہیں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''

حدیث حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ پر فنی بحث

حضرت جابر بن سمرہؓ سے منقول یہ مختلف روایتیں ہیں۔ ان تمام روایتوں میں ترکِ رفع یدین پر دلیل ہے کہ سوائے تکبیرِ تحریمہ کے رفع یدین کرنا منع ہے۔ رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدوں کو جاتے اور اٹھتے وقت اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا منع ہے۔ جو حضرات نماز میں رفع یدین کر رہے تھے۔ ان کو حضور ﷺ نے منع فرمادیا۔ معلوم ہوا کہ جو بعض روایات میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ وہ نسخ سے پہلے کا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ ۲۰ھ کے بعد مستقل طور پر کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ محدثین نے رفع یدین کے بارے میں ان کی دو حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔ ایک میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کرنے پر اظہارِ ناراضگی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دی۔ دوسری حدیث میں نماز باجماعت والوں کو سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھ پھیلانے والوں کو بھی شریر گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دی ہے۔ ہم ان دونوں حدیثوں کو مانتے ہیں کہ جس طرح سلام کے وقت دائیں بائیں ہاتھ پھیلانا ممنوع ہے۔ اسی طرح نماز کے اندر رفع یدین جو ذکر سے خالی ہو، وہ بھی ممنوع ہے۔ غیر مقلدین دوسری بات کو تو ممنوع مانتے ہیں لیکن رفع یدین کو نہیں مانتے، حالانکہ سلام جو من وجہ داخل نماز ہے اور من وجہ خارج نماز۔ اس وقت ایک ہاتھ سے اشارہ کرنا ممنوع ہے۔ تو عین نماز کے اندر دو ہاتھ سے رفع یدین بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے۔ جیسے جس طرح والدین کے سامنے اُف کرنا ممنوع ہے۔ گالی دینا تو بڑا ممنوع ہے۔ اسی طرح السلام علیکم ایک دعا ہے۔ جب اس دعا کے ساتھ نماز میں ہاتھ سے اشارہ ممنوع ہے تو وہ رفع یدین جس کے ساتھ شریعت میں ذکر ثابت نہیں، وہ بدرجۂ اولیٰ ممنوع اور لائق ترک ہے بلکہ یہاں یہ تشبیہ زیادہ موزوں ہے کیونکہ گھوڑے بغیر ذکرِ الٰہی کے دُمیں ہلاتے ہیں۔ اس لیے وہ رفع یدین جو ذکر سے خالی ہو اس کو گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس روایت میں صراحت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرنے والوں پر ناراض ہوئے اور انہیں سکون کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ رفع یدین سکون کے خلاف ہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے: ''اُسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ'' جو کہ نماز میں سکون کو واجب ہونے پر دلالت کرتا

ہے۔نماز میں رفع یدین سکون کے منافی ہے(اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۶)۔اس کی تفسیر اس روایت سے بھی ہوتی ہے۔ عن ابن مسعودٍ قال: قاروا الصلوۃ یقول: اسکنوا، اطمئنوا۔(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۷۰، رقم ۲۸۱۷، وقال الھیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر، ورجالہ رجال الصحیح؛ أخرجہ الطبرانی فی الکبیر رقم ۹۳۴۴؛ سننِ کبریٰ ج ۲ ص ۲۸۰)ترجمہ:۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں نماز میں سکون اختیار کرو۔

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:"تحریمھا التکبیر و تحلیلھا التسلیم "یعنی تکبیرِ تحریمہ کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کا اندرون ہے۔اس کو"فی الصلوۃ" کہتے ہیں۔نماز کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔اس رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔اس رفع یدین کو خلافِ سکون بھی فرمایا۔اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔مسلم شریف کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہٰذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہئے۔

مکہ مکرمہ کے مشہور محدث شارحِ مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: **ولیس فی غیر التحریمۃ رفع ید عند أبی حنیفۃ لخبر مسلمٍ عن جابر بن سمرۃ۔**

(مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۷۵ مکتبہ امدادیہ ملتان)

ترجمہ:۔"حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سوائے تکبیرِ تحریمہ کے رفع یدین نہیں ہے ۔مسلم شریف کی اس حدیث کے مطابق جو کہ جابر بن سمرہؓ سے مروی ہے"۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: "رواہ مسلم ویفید النسخ"(شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۸)۔"اس حدیث کو امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔یہ رفع یدین کے منسوخ ہونے میں مفید ہے"۔

علامہ بدر الدین عینیؒ اپنی کتاب البنایہ فی شرح الہدایہ میں مسلم شریف کی اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں: **قلتُ: فی الحدیث الأولِ انکار لرفع الیدین فی الصلاۃ و أمرٌ بالسکون فیھا۔**

(البنایہ فی شرح الہدایہ ج ۲ ص ۲۹۶ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان)۔

ترجمہ:"میں کہتا ہوں کہ اس مسلم شریف کی حدیث میں، نماز میں رفع یدین کرنے کی ممانعت ہے اور نماز میں پُرسکون رہنے کا حکم ہے"۔اسی طرح علامہ جمال الدین زیلعیؒ بھی نصب الرایہ (ج ۱ ص ۴۷۲) میں اس حدیث شریف سے ترکِ رفع یدین پر دلیل پکڑتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین چھوڑ چکے تھے اور جناب رسول

اللہ ﷺ کے حاضر باش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی چھوڑ چکے تھے۔ہاں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم لاعلمی کی وجہ سے کررہے تھے۔آپ ﷺ نے ان کو سختی سے ڈانٹ کر روک دیا۔چنانچہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم رک گئے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت میں آیا ہے کہ جب دوبارہ تشریف لائے تو بلا استثناء سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پایا (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔اور جیسا کہ میمون مکی کی روایت (ابوداؤد رقم ۷۳۹) سے پتہ چلا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ رفع یدین کے تارک تھے۔اور جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا:''میں نے نہ کسی صحابیؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا، نہ سنا'' (مؤطا محمد رقم ۱۰۷)، بلکہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے تو ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔البتہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی دوسری حدیث ہے: ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہوں۔تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو'' (مسلم رقم ۹۶۹، ۹۷۰)۔

ان دونوں حدیثوں میں چونکہ ''كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُس ''فقرہ آ گیا ہے۔غالباً اس سے ان حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ایسا ہرگز نہیں۔جو شخص ان دونوں حدیثوں کے سیاق پر غور کرے گا۔اسے یہ سمجھنے میں قطعاً دشواری نہیں ہوگی کہ یہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔ان دونوں کا مضمون ایک دوسری سے یکسر مختلف ہے۔

۱۔ رفع یدین سے منع کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

☆خرج علينا رسول الله ﷺ (مسند احمد ج ۲ ص ۵۵۵ رقم ۲۱۲۷۱)

★دخل علينا رسول الله ﷺ (مسند احمد رقم ۲۱۳۴۰)

★أنه دخل المسجد فأبصر قوماً۔ (مسند احمد رقم ۲۱۱۶۷)

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت کے بغیر سنتیں یا نوافل ادا کررہے تھے۔

اشارہ سے منع کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

☆صلينا وراء رسول الله ﷺ (مسندِ احمد ج ۵ ص ۸۶) (مسند احمد رقم ۲۱۰۹۱)

★ كنا نقول خلف رسول الله ﷺ (مسندِ احمد ج ۵ ص ۱۰۲؛ رقم ۲۱۲۸۱)

★ كنا اذا صلينا خلف رسول الله ﷺ (مسندِ احمد ج ۵ ص ۱۰۷؛ رقم ۲۱۳۴۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز باجماعت ادا کررہے تھے۔

۲۔ رفع یدین سے منع کی احادیث میں رافعي أيديكم یا قد رفعوا أيديهم کے الفاظ ہیں جو رفع یدین میں واضح ہیں۔ اشارہ سے منع کی حدیث میں تشيرون بأيديكم یا تؤمون بأيديكم یا يرمون بأيديهم کے الفاظ ہیں جو اشارہ میں واضح ہیں۔

رفع یدین کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا اور اس پر نکیر فرمائی۔ اشارہ کی حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے پر نکیر فرمائی۔

۳۔ رفع یدین کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا (أسكنوا في الصلوٰة)۔ اشارہ سے منع کی حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا ذکر کیا اور پھر اس کے پھیرنے کا طریقہ بتایا ہے۔

۴۔ یہ دونوں حدیثیں الگ الگ سندوں سے مذکور ہیں۔ پہلی حدیث کے راوی دوسرے واقعے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے۔ دوسری حدیث کے راوی پہلے واقعے سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔

۵۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے دونوں روایات میں الگ الگ احکام ہیں۔ اور ان سے روایت کرنے والے راوی بھی مختلف ہیں۔ سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور اشارہ سے منع کرنے والی روایت کے راوی اس طرح ہیں۔ **مسعر عن عبيد الله بن القبطية عن جابر بن سمرة** رضی اللہ عنہ لیکن دوسری روایت کے راوی یہ ہیں۔ **مسيب بن رافع عن تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة** رضی اللہ عنہ۔

۶۔ امام مسلمؒ نے مسلم شریف میں رفع یدین سے منع کرنے کی ایک ہی جگہ دو الگ الگ حدیثیں بیان کی ہیں۔ علامہ محمد فؤاد عبدالباقی نے صحیح مسلم میں حدیث کے مضمون کے مطابق نمبر لگائے ہیں چاہے وہ قریب قریب ہوں یا دور دور۔ ان کی ترقیم کے مطابق پہلی حدیث کو نمبر ۴۳۰ دیا گیا اور دوسری حدیث کو نمبر ۴۳۱۔ کیونکہ ان حدیثوں کا مضمون اور مخرج الگ الگ تھا۔

۷۔ ان دو الگ الگ حدیثوں کو خلط ملط کرکے ایک بنانا درست نہیں ہے۔ اس حدیث پر امام ابوداؤدؒ نے یوں باب باندھا ہے: **باب النظر في الصلوٰة** (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۸ رقم ۹۱۲)۔ امام عبدالرزاقؒ نے یوں باب باندھا ہے: **باب رفع اليدين في الدعاء** (مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۶۴ رقم ۳۲۵۸، ۳۲۵۹)۔ امام بخاریؒ کے استاذ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے بھی اس

پر باب من کرہ رفع الیدین فی الدعاء کا باب باندھا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج۵ ص ۴۷ ۴رقم ۸۵۳۴ ۴)۔معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارہ بوقت سلام مراد لینا درست نہیں ہے۔قاضی عیاض مالکیؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:''وقد ذکر ابن القصار هذا الحديث حجة في النهي عن رفع الأيدي علي راوية المنع من ذلك جملة''۔''بیشک ابن القصار المالکیؒ نے اس حدیث کو نماز میں رفع یدین منع کرنے پر حجت کےطور پر پیش کیا ہے''(الاکمال المعلم بفوائد مسلم ج ۲ ص ۳۴۴)۔

۸۔ اسی طرح امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب سننِ کبریٰ میں ان دونوں حدیثوں کو الگ الگ ابواب میں بیان کیا ہے۔پہلی حدیث (حدیث نمبر ۴۳۰) کو، جس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کے درمیان میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے، امام بیہقیؒ نے سنن کبریٰ (ج ۲ ص ۲۸۰) میں باب الخشوع میں بیان کیا ہے۔دوسری حدیث (حدیث نمبر ۴۳۱) میں جناب رسول اللہ ﷺ نے سلام کے وقت ہاتھ اُٹھانے سے منع فرمایا ہے۔اس کی دو روایتیں ہیں۔پہلی روایت جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں:انما يكفي أحدكم أن يضع يده على فخذه ثم يسلمُ على أخيه من على يمينه وشماله۔(مسلم رقم ۹۶۹)۔تم میں سے ہر ایک کو یہی کافی ہے کہ (قعدہ میں) اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے۔پھر اپنے بھائیوں کو جو دائیں بائیں ہوں، سلام (السلام علیکم ورحمۃ اللہ) کہا کرو۔امام بیہقیؒ نے اس روایت کو مسلم کے حوالے سے سننِ کبریٰ (ج ۲ ص ۱۸۰) میں باب من قال ينوي بالسلام التحليل من الصلوة میں لکھا ہے۔

دوسری حدیث کی دوسری روایت جس کے آخر میں الفاظ یہ ہیں: اذا سلم أحدكم فليلتفت الى صاحبه ولا يؤمي بيده۔(مسلم رقم ۹۷۰)۔تم میں سے جب کوئی (نماز کے آخر میں) سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کرے۔(اور صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔ امام بیہقیؒ نے اس روایت کو مسلمؒ کے حوالے سے سننِ کبریٰ (ج ۲ ص ۱۸۱ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان) میں باب كراهية الايماء باليد عند التسليم من الصلوة (باب سلام کے وقت ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرنے کی کراہیت) میں لکھا ہے۔

حضرت امام مسلمؒ نے صحیح مسلم شریف کے ابواب خود قائم نہیں فرمائے۔ان کے پیشِ نظر صرف احادیث کو یکجا پیش کرنا تھا۔امام نوویؒ (المتوفی ۶۷۶ھ) نے مسلم شریف کی شرح لکھتے وقت ابواب قائم فرمائے ہیں۔پھر مسلم شریف میں جو باب ہے۔اس میں چار چیزوں کا ذکر ہے۔باب الأمر بالسكون في الصلوة۔۔۔۔۔۔۔الخ'' (۱) نماز میں سکون اختیار کرنا، (۲) سلام کے وقت

ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کی ممانعت، (۳) پہلی صفوں کا مکمل کرنا، خلا کو پُر کرنا اور (۴) اجتماع کا حکم"۔ امام نوویؒ کے قائم کردہ اس باب میں چار چیزوں کا حکم ہے نہ کہ ایک کا۔ ان چار چیزوں کو دیکھو تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک چیز علیحدہ ہے۔

(۱) نماز میں رفع یدین کی ممانعت

(۲) سلام کے وقت ہاتھ کے اشارے سے سلام کرنے کی ممانعت

(۳) پہلی صفوں کے مکمل کرنے کا حکم اور خلا کو پُر کرنا

(۴) اجتماع کا حکم۔

اس لیے دونوں حدیثوں کو جن کا الگ الگ مخرج ہے، الگ الگ قصہ ہے، الگ الگ حکم ہے۔ ایک ہی واقعے سے متعلق کہہ کر دل کو تسلی دے لینا، کسی طرح بھی صحیح نہیں۔

(دیکھیے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج۱ ص ۴۶۷)

اسی طرح علامہ جمال الدین زیلعیؒ فرماتے ہیں: "یہ دو الگ الگ حدیثیں ہیں۔ یہ ایک دوسرے کی تفسیر نہیں کر رہی ہیں جیسا کہ پہلی حدیث کے الفاظ ہیں۔: دَخَلَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ والنَّاسُ رافعي أَيْدِيهِمْ في الصلوٰةِ. فَقَالَ: "مَالِي أَرَاكُمْ رَافِعِي أَيْدِيكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؛ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔ "جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے حالانکہ لوگ نماز میں رفع یدین کر رہے تھے تو فرمایا: "کیا بات ہے؟ میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو"۔ وہ شخص جو سلام کے وقت ہاتھ اٹھاتا ہے اس کو نہیں کہا جاتا: "تو نماز میں سکون اختیار کر"۔ یہ اس کو کہا جاتا ہے جو نماز کے دوران رفع یدین کرتا ہو اور وہ رکوع، سجدہ وغیرہ کی حالت ہی ہے۔ یہ بات بالکل عیاں ہے۔ راویٔ حدیث نے ایک وقت جو مشاہدہ کیا اس کو بیان کر دیا اور دوسرے وقت جو مشاہدہ کیا اس کو بیان کر دیا۔ اس میں کوئی بُعد نہیں ہے" (نصب الرایہ ج۱ ص ۴۷۲)۔

اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دونوں حدیثوں کی شانِ ورود ایک ہے تب بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ خاص واقعے کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے بجائے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس سے ہر صاحب فہم سمجھے گا کہ رفع یدین سکون کے منافی ہے اور آپ ﷺ نے اسے ترک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ جب بوقتِ سلام رفع یدین کو سکون کے منافی سمجھا گیا، حالانکہ وہ نماز سے خروج کی حالت ہے، تو نماز کے عین وسط میں سکون کی ضرورت اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگی۔

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین والی قولی احادیث

حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۵۲:۔عن ابن عباسٍ وابن عمرَ عن النبی ﷺ قال: "ترفع الایدی فی سبع مواطن، افتتاح الصلوۃ، واستقبال البیتِ، والصفا والمروۃِ، والموقفین، وعند الحجرِ"
(مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۵؛ طحاوی رقم ۳۷۴۰)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت"۔

حدیث نمبر ۵۳:۔حدثنا أبو کریب محمد بن العلاء، ثنا عبد الرحمٰن بن محمد المحاربی، ثنا ابن أبی لیلی، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباسٍ، وعن نافع، عن ابن عُمَرَ عن النبی ﷺ قال: "ترفع الایدی فی سبع مواطن: افتتاح الصلوۃ، واستقبال البیتِ، والصفا والمروۃِ، والموقفین، وعند الحجرِ"۔(رواہ البزار فی "مسندہ"؛ کشف الاستار ج ۱ ص ۲۵۱؛ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۰)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت"۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۵۴:۔

حدثنا محمد بن عثمان بن أبی شیبة، حدثنا محمد بن عمران بن أبی لیلی، حدثنی أبی، عن ابن أبی لیلی، عن الحکم، عن مقسم، عن ابن عباسٍ، عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: "لَا تُرْفَعُ

الْأَیْدِیْ اِلَّافی سبع مَوَاطِنَ:حین یفتتِحُ الصَّلٰوۃَ، وَ حِیْنَ یدخل المسجد الحرام فینظر الی البیتِ، و حین یقوم علی الصفا، و حین یقوم علی المروۃِ، وحین یقف مَعَ النَّاسِ عشیۃ عرفۃ، وبجمعٍ والمقامین، حین یرمی الجمرۃ"۔

(نصب الرایہ ج۱ص ۳۶۹؛ مجمع الزوائد رقم ۵۴۶۱، وقال الہیثمی رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط اِلَّا انہ قال: "رفع الایدی اذا رأیت البیت"، وفیہ "عند رمی الجمار، واذا اقیمت الصلوٰۃ"۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط رقم ۱۶۸۸)۔

وفی الاسناد الاول محمدُ بنُ أَبِي لَيلى وهو سَيِّئُ الحِفْظِ، وحَدِيْثُهٗ حَسَنٌ ان شاء الله، وفی الثانی عَطاءُ بنُ السَّائِبِ وَقَدِ اخْتَلَطَ؛ طبرانی کبیر ج۱۱ص۳۰۵)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"رفع یدین نہیں کیا جاتا، مگر سات مقامات میں پر: (۱) جب نماز شروع کرے، (۲) جب مسجدِ حرام میں داخل ہوکر بیت اللہ کو دیکھے، (۳) جب صفا پر کھڑا ہو، (۴) جب مروہ پر کھڑا ہو، (۵) جب عرفہ کی شام کو لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف کرے اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت"۔

اس حدیث پاک سے بصراحت ثابت ہوتا ہے کہ عام نمازوں میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا۔ اس حدیث میں قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔ اس لیے وتر، جنازہ، عیدین، دعا وغیرہ کے موقع پر رفع یدین کے یہ حدیث مخالف نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۵۵: حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن النسائی، ثنا عمرو بن یزید ابو بُرید الجرمی، ثنا سیف بن عبید اللہ، ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباس، أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: أَلسُّجُوْدُ علی سبعة أعضاءٍ: الیدین، والقدمین، والرکبتین، والجبهة، ورفع الایدی اذا رأیت البیت، وعلی الصفا والمروۃِ، وبعرفۃ، وعند رمی الجمار، واذا أقیمتِ الصلوٰۃُ"۔

(رواہ الطبرانی کبیر ج۱۱ ص ۴۵۲، ج۱۱ص ۳۵۸ طبع دوم؛ نصب الرایۃ ج۱ ص ۳۶۹؛ قال الشیخ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ: فی نیل الفرقدین: واذا أقمتَ للصلوٰۃِ"۔ وفی "الجامع الصغیر" للسیوطی رحمہ اللہ: واذا أقیمت الصلاۃ، قال شارحه العزیزی رحمہ اللہ: قال الشیخ: حدیث صحیح۔ وقال الشیخ أیضاً: اسناد النسائی کلهم من رجال "التهذیب" ثقات۔ وورقاء بن عمر من أقران شعبة، وشعبة سمع من عطاء قبل التغیر۔ فالاسناد قوی ومتابعاته أیضاً فی "التخریج" کافیة۔ ویکفی فیه وجود النسائی فیه، فانه

علی ما علم من عادته لا یروی ساقطاً، ولا عن ساقط، نیل الفرقدین ص ۱۳۷)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے: دونوں ہاتھ، دونوں قدم، دو گھٹنوں اور پیشانی۔ اور رفع یدین کیا جاتا ہے: (۱) جب تم بیت اللہ کو دیکھو، (۲) صفا پر، (۳) مروہ پر، (۴) عرفات میں، (۵) رمی جمار کے وقت اور (۶) جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو''۔

اس حدیث شریف میں جو کہ صحیح اور مرفوع ہے، رفع یدین کا ذکر سات مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔ ایک تو نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا، باقی چھ مقامات حج میں۔ تو اگر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ اس کا بھی ذکر فرماتے۔ لیکن آپ ﷺ نے صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین بیان کی ہے۔ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کا نام تک نہیں لیا۔ معلوم ہوا کہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا چاہیے۔ یہ تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان بیان کیا ہے جب کہ ان کا اپنا فتویٰ بھی یہی ہے۔

حضرت ورقاء بن عمر الیشکری أبو بشر الکوفی رحمہ اللہ امام شعبہؒ کے ہم عصر ہیں اور حضرات محدثینؒ کے نزدیک شعبہؒ کا عطاءؒ سے سماع قدیم و صحیح ہے۔ اس لیے بظاہر ورقاء بن عمر کا سماع بھی قدیم ہی ہوگا کیونکہ ابن حبانؒ نے صراحت کی ہے کہ عطاء بن السائبؒ آخری عمر میں اختلاط کے شکار ہو گئے تھے۔ ان میں اس درجہ کا اختلاط بھی نہیں تھا کہ وہ راہِ اعتدال سے ہٹ جاتے۔ علاوہ ازیں امام طبرانیؒ نے یہ حدیث امام نسائی سے روایت کی ہے۔ امام نسائیؒ کی یہ عادت معروف ہے کہ وہ بلا واسطہ یا بالواسطہ کسی ساقط و متروک سے روایت نہیں کرتے۔ اس لیے اس کی سند بلاشبہ صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۵۶:۔ حدثنا أبو بکر بن الحسن القاضی، ثنا أبو العباس محمد بن یعقوب، أنبأ الربیع بن سلیمان، أنبأ الشافعی، أنبأ سعید بن سالم، عن ابن جریج، قال: حدثت عن مقسم، عن ابن عباس، عن النبی ﷺ أنه قال: ''ترفع الایدی فی الصلوۃ واذا رأی البیت وعلی الصفا والمروۃ، والموقفین، وعشیة عرفة، وبجمع عند الجمرتین، وعلی المیت''۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۵ ص ۷۲؛ نصب الرایہ ج ۱ ص ۱۷۴)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رفع یدین کیا جائے: (۱) نماز میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات (۶) رمی جمار کے وقت اور (۷) میت پر (نماز جنازہ کے وقت)''۔

حدیث نمبر ۵۷:۔ عن ابن عباس، قال: ''تُرْفَعُ الْأَیْدِیْ فِیْ سبع مَوَاطِنَ: اذا قام الی الصّلوۃ

واذا رأیت البیت، وعلی الصفا، والمروۃ، وفی عرفات، وفی جمع وعند الجمار

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت''۔

حدیث نمبر ۵۸:۔عن ابن عباس، قال: "لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ إِلَّا فِي سبع مَوَاطِنَ: اذا قام الی الصّلٰوۃ، واذا رأیت البیت، وعلی الصفا والمروۃ، وفی عرفات، وفی جمع وعند الجمار

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷، ۲۶۸ طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رفع یدین نہیں کیا جاتا، مگر سات مقامات پر: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات میں، (۶) مزدلفہ میں اور (۷) رمی جمار کے وقت۔''

نوٹ: بعض محدثین اس حدیث کو موقوف مانتے ہیں ہے، تاہم اگر موقوف بھی ہو تو حکماً مرفوع ہے، خصوصاً جبکہ مرفوعاً بھی ثابت ہے۔

ان احادیث مبارکہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے رفع یدین سات مقامات پر بیان کیا ہے۔ ایک نماز کے شروع میں اور باقی چھ جگہ حج میں۔ تو اگر رکوع والی رفع یدین ہوتی تو آپؓ اس کو بھی بیان فرماتے مگر ایسا نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرنا چاہیے۔ پھر نہیں کرنا چاہیے۔

حدیث عبداللہ بن عباسؓ پر فنی بحث

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث ''لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ إِلَّا فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ'' (الحدیث) ترکِ رفع یدین میں قولی اور صریح حدیث ہے۔ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۵۲، ۵۳) میں موقوفاً اور معجم طبرانی میں امام نسائی کے طریق سے مرفوعاً (حدیث نمبر ۴۹، ۵۰) نقل کی گئی ہے۔ سند قوی ہے۔ نصب الرایہ میں حاکمؒ اور بیہقیؒ کے حوالہ سے اور مجمع الزوائد اور طحاوی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے (حدیث نمبر ۴۷) بھی منقول ہے۔ گویا متابعت بھی موجود ہے۔ مسندِ بزار (حدیث نمبر ۴۸) میں بھی دونوں حضرات سے موقوفاً و مرفوعاً نقل کی گئی ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی جزء رفع الیدین میں تعلیقاً دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً اس

روایت کونقل کیا ہے۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد لکھتے ہیں:"من حدیث ابن عباس بسند جید۔۔۔۔۔قال الهیثمی فی مجمع الزوائد فی الاسناد الاول محمد بن أبی لیلیٰ وھو سیء الحفظ وحدیثه حسن ان شاء اللّٰه تعالیٰ" (نزل الابرار ص ۴۴)۔" حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث جید سند سے مروی ہے۔علامہ ہیثمیؒ نے فرمایا کہ پہلی سند میں محمد بن ابی لیلیٰ ہے جو خراب حافظہ والا ہےاورحدیث اس کی حسن ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ"۔

اس حدیث پراعتراضات میں بعض تو محدثانہ انداز کے ہیں۔جن کا تعلق رجال،سند یاالفاظ سے ہوتا ہے۔بعض فقیہانہ انداز کے ہیں کہ اس سے مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

محدثانہ انداز کے اعتراضات

پہلا اعتراض:۔ حضرت ابن ابی لیلیٰ اس روایت میں متفرد ہے۔اور روایت کے معاملہ میں ناقابلِ احتجاج ہے۔

جواب:۔ حضرت محمد بن ابی لیلیٰؒ اتنے کمزور نہیں ہیں کہ ان کی روایت کے ساقط الاعتبار ہونے پر سب کا اتفاق ہو۔امام شعبہؒ،سفیانؒ اور وکیعؒ جیسے ائمہ کا ان سے روایت لینا ان کی توثیق کی واضح دلیل ہے۔ان کے حافظہ میں گو آخر میں تغیر ہو گیا تھا لیکن وکیعؒ کی روایات تغیر سے پہلے کی ہیں۔امام عجلیؒ نے ان کے بارے میں"کان فقیهاً، صاحب سنة، صدوقاً، جائز الحدیث" کہا ہے۔(تہذیب التہذیب ج۹ ص ۳۰۲)۔امام ترمذیؒ نے ان کی بعض روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔جیسے باب: متی یقطع التلبیة فی العمرة (ترمذی ج۱ ص ۱۸۵) میں ان کی سند سے مذکور روایت کے بارے میں"قال ابو عیسیٰ: حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ حدیث صحیح" کہا ہے۔محدث منذریؒ فرماتے ہیں:"الانصاری، الکوفی، صدوق، امام، ثقة، ردی الحفظ کثیراً کذا قال الجمهور فیه الخ" (الترغیب والترہیب ج۵ ص ۵۳۵ طبع مصر بابی حلبی)۔یہ انصاری،کوفی ہے۔سچا ہے،امام ہے،ثقہ ہے،حافظہ بہت خراب ہے۔جمہور اس محدثینؒ نے یہی فیصلہ دیا ہے۔

نیز یہ کہ وہ اس روایت میں متفرد بھی نہیں ہے۔معجم طبرانی میں امام نسائیؒ کے طریق سے بھی یہی روایت ہے (حدیث نمبر ۵۰)۔بیہقی(سنن کبریٰ ج۵ ص ۷۲) نے امام شافعیؒ کے طریق (حدیث نمبر ۵۱) سے اس روایت کو ذکر کیا ہے(نصب الرایہ ج۱ ص ۱۷۴)۔ان دونوں میں ابن ابی لیلیٰ نہیں ہیں۔گویا متابعات اور شواہد سب موجود ہیں۔تو اس کی حدیث جید اور صحیح ہے۔ پھر تفرد کا دعویٰ کیسے قبول ہوسکتا ہے؟

دوسرا اعتراض:۔ امام شعبہؒ نے کہا ہے کہ حکمؒ نے مقسمؒ سے صرف چار احادیث سنی ہیں۔ یہ روایت ان چار میں نہیں ہے۔

جواب:۔ امام شعبہؒ کا یہ بیان ان کا استقراء ہے۔ امام احمدؒ نے ان روایات کی تعداد پانچ بتائی ہے۔ جن کو یحییٰ القطانؒ نے شمار بھی کرا دیا ہے۔ پھر یہ کہ امام ترمذیؒ نے حکمؒ کی مقسمؒ سے اس سے کہیں زیادہ تعداد میں روایات ذکر کی ہیں جن میں سماع یا تحدیث کی صراحت ہے۔ حافظ زیلعیؒ نے نصب الرایہ (ج۱ ص ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱) میں کچھ دوسری احادیث بھی شمار کرائی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکمؒ کا مقسمؒ سے سماع صرف اِنہی روایات میں منحصر نہیں۔ لہٰذا محض استقراء کی بنا پر اس حدیث کو رد نہیں کیا جا سکتا۔

پھر یہ کہ ابن عباسؓ کی یہ روایت صرف اسی حکمؒ اور مقسمؒ کے طریق سے ہی نہیں ہے۔ معجم طبرانی کی سند اس طرح ہے: حدثنا احمد بن شعیب ابو عبد الرحمٰن النسائی، ثنا عمرو بن یزید ابو بُرید الجرمی، ثنا سیف بن عبید اللہ، ثنا ورقاء عن عطاء بن السائب، عن سعید بن جبیر، عن ابن عباسٍ، أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ۔ (حدیث نمبر ۵۰)۔ یہ بالکل دوسری سند ہے۔ اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۵۲، ۵۳) میں بھی موقوفاً عطاء بن السائبؒ عن سعید بن جبیرؒ کے طریق سے موجود ہے۔

تیسرا اعتراض:۔ حضرت امام وکیعؒ نے اس روایت کو ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ سے موقوفاً نقل کیا ہے۔

جواب:۔ حضرت امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں وکیع کی روایت کو حضور ﷺ سے مرفوعاً بیان کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وکیعؒ نے اس روایت کو ان دونوں سے مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح نقل کیا ہے۔ یہ روایت موقوف بھی ہو تو مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لیے جو احکام روایت میں مذکور ہیں۔ ان میں قیاس و اجتہاد کا دخل ہی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ روایت کا انحصار اس سند پر نہیں ہے۔ روایت متعدد جگہوں پر موقوفاً و مرفوعاً منقول ہے تو اس طرح کے اعتراضات کی اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

چوتھا اعتراض:۔ حضرت حکمؒ مدلس ہیں۔ اور عمرانؒ بن ابی لیلیٰ مجہول الحال ہے۔ صرف ابن حبانؒ نے ثقہ کہا ہے۔

جواب:۔ حضرت حکمؒ کی تدلیس مضر نہیں کیونکہ حکمؒ طبقہ ثانیہ کا مدلس ہے۔ پھر اکیلا بھی نہیں۔ متابعات موجود ہیں۔ حضرت عمران بن محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کو صرف ابن حبانؒ نے ہی ثقہ نہیں کہا ہے بلکہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''مقبول من الثامنة'' (تقریب ص ۲۲۵)۔ ''یہ آٹھویں طبقہ کا ہے اور مقبول ہے''۔

حصر درست نہ ہونے کا اعتراض

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہ صیغۂ حصر "لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ إِلَّا فِي سبع مَوَاطِنَ" بھی ہے اور بغیر صیغۂ حصر "تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ فِي سبع مَوَاطِنَ" بھی ہے۔اور "رفع الأيدى اذا رأيت البيت" الخ جملہ اسمیہ کے ساتھ بھی ہے۔صیغۂ حصر والی روایت کا قائلین رفع یدین کے نزدیک صحیح ہونا محال ہے کیونکہ ان سات مقامات کے علاوہ بھی رفع یدین ثابت ہے جیسے کہ عیدین کی تکبیرات اور قنوت ہیں۔اس لیے قائلین رفع یدین کے نزدیک صرف بلا حصر والی روایت قابلِ قبول ہے کہ سات مقامات کا رفع اس روایت سے ثابت ہو گیا اور دیگر مقامات کا رفع اگر روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہو تو اس کا اضافہ کر لیا جائے۔

لیکن یہ حقیقت ملحوظ رہنی چاہیے کہ قائلین رفع یدین جس روایت کو بغیر صیغۂ حصر سمجھ رہے ہیں۔وہ بھی اصولِ بلاغت کی رو سے مفید حصر ہے۔کیونکہ حصر 'ما' اور 'إلّا'، یعنی نفی اور استثناء کے ساتھ خاص نہیں۔اس کے اور بھی کئی طریقے ہیں۔حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ مبتداء اور خبر دونوں کا معرفہ ہونا بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے۔جیسے "تحريمها التكبير و تحليلها التسليم" میں ہے۔اسی طرح مسند اور مسند الیہ میں ایک معرفہ ہو اور دوسری طرف معین قصر کوئی کلمہ ہو جیسے 'من'، 'في'، 'لام'۔تب بھی قصر کا فائدہ ہوتا ہے۔جیسے "الأئمة من قريش، الحمد لله، الكرم في العرب" وغیرہ۔یہ تمام تعبیرات مفید قصر ہیں۔اسی طرح یہاں "لَا تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ إِلَّا فِي سبع مَوَاطِنَ" یا "تُرْفَعُ الْأَيْدِيْ فِي سبع مَوَاطِنَ" ہو دونوں صورتوں میں قصر ہی مراد ہے۔

قصر اضافی مراد ہے

یہ قصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے۔قصر حقیقی کا مطلب ہوتا ہے کہ مقصور کو مقصور علیہ کے ساتھ حقیقت اور واقعہ کے اعتبار سے ایسا اختصاص ہو کہ وہ علاوہ کسی اور جگہ نہ پایا جائے۔اور اضافی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مقصور کا مقصور علیہ کے ساتھ اختصاص کسی شئ معین کی نسبت ہو۔یہاں پر رفع الیدین مقصور ہے اور سبع مواطن مقصور علیہ۔یہ قصر حقیقی یعنی اس طرح کا نہیں ہے کہ حقیقت اور واقعہ کے اعتبار سے رفع یدین انہی جگہوں کے ساتھ خاص ہے۔ان سات مقامات کے علاوہ کہیں پایا ہی نہیں جائے گا، بلکہ یہ قصر اضافی ہے۔اور مطلب یہ ہے کہ رفع یدین کو ایک متعین حیثیت سے ان مقامات کے ساتھ خاص کیا ہے یا رفع یدین ان مقامات کی معین حیثیت کی نسبت سے ان کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔

علامہ کشمیریؒ کا ارشاد

علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ قصر اضافی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں رفع یدین کو ان مقامات کے ساتھ، ان کے اسلامی شعائر ہونے کی وجہ سے، خاص کیا گیا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ روایت میں ذکر کردہ سات مقامات اسلامی شعائر ہیں۔ اور رفع یدین اسلامی شعائر کی علامت ہے۔ اس لیے شعائر ہونے کی حیثیت سے ان جگہوں پر رفع یدین مطلوب ہے۔

مثلاً نماز اسلام کا سب سے بڑا شعائر ہے۔ انسان جب اس شعائر کو شروع کرے تو شعائر کی علامت کو اختیار کرے یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرے۔ شعار کا تقاضہ ہو گیا۔ نماز کے درمیان والا رفع یدین تقاضائے شعار میں نہیں آتا۔ اس لیے رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت کے رفع یدین کا اس روایت میں انکار ہے۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ذکر کردہ تمام مقامات کا اسلامی شعائر ہونا ظاہر ہے۔ اسی حیثیت سے ان مقامات پر رفع یدین کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن جن مقامات کا تذکرہ اس روایت میں نہیں ہے جیسے عیدین کی تکبیراتِ زوائد اور قنوتِ وتر کا رفع یدین۔ تو اس کا جواب صاف ہے کہ یہ قصرِ اضافی ہے۔ اور غیر شعائر کے مقابلہ پر شعائر کے ساتھ رفع یدین کی تخصیص کے لیے ہے۔ اگر متروک الذکر مقامات میں شعائر ہونے کی شان پائی جاتی ہے تو وہاں بھی رفع یدین ثابت ہو جائے گا۔

مثلاً نماز عیدین ہے، نمایاں عمل ہے اور اسلام کا زبردست شعار ہے۔ قرآن کریم میں "لتکبروا اللہ علی ما ھداکم" کہہ کر اس کی ترغیب دی گئی ہے۔ شعار ہونا یوں بھی ظاہر ہے کہ یہ دن مسلمانوں کے لیے خوشی کا دن ہے۔ ہر قوم کے یہاں خوشی منانے کے لیے کچھ دنوں کا تعین کیا گیا ہے۔ جن میں وہ اپنے کو آزاد سمجھتے ہیں۔ انسان خوشی کے موقع پر قابو میں نہیں رہتا۔ اس لیے ان اقوام نے عموماً خوشی منانے کا یہ انداز اختیار کیا ہے کہ ان دنوں میں کھیل کود، لہو ولعب اور تفریح کے نئے نئے طریقے اختیار کر لیے ہیں۔ ان کے مقابل مسلمانوں کو جو طریقہ بتایا گیا وہ یہ ہے کہ شہر اور دیہات کے سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اجتماعی طور پر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو کر عبدیت کا اظہار کریں اور نماز ادا کریں۔ اس طرح شریعت نے خوشی کے موقع پر مسلمانوں کو دیگر اقوامِ عالم سے ممتاز کرنے کے لیے ایک شعار مقرر کر دیا ہے اور شعار کا اظہار کرنے کے لیے اس نماز میں رفع یدین کے ساتھ تکبیرات زائدہ رکھ دی گئیں۔

رہا قنوتِ وتر میں رفع یدین کا مسئلہ، تو اس کی وضاحت میں علامہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ اس کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے: حَافِظُواْ عَلَى الصَّلَوَاتِ والصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى وَقُومُواْ لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔ (البقرۃ: ۲۳۸)۔ ''تمام نمازوں، خصوصاً صلوٰۃ وسطیٰ کی پابندی رکھو۔ اور اللہ کے لیے قنوت کی حالت میں کھڑے رہا کرو''۔ وَقُومُواْ لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ میں دو لفظ ہیں: ایک قیام، دوسرے قنوت۔ قیام کے گو کئی معنیٰ ہیں مگر یہاں مشہور معنی کھڑے ہونا ہی مراد ہے۔ اور نماز میں قیام کا حکم اس سے ثابت ہوتا ہے۔ قنوت ایک جامع لفظ ہے۔ جس کے معنی دعا کے بھی ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ نماز میں قنوت یا دعائے قنوت کے وقت قیام بھی مطلوب ہے، یعنی قرآن کریم میں وَقُومُواْ لِلّٰهِ قَانِتِيْن کہہ کر جس چیز کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ اس کو نماز کے اندر کم از کم ایک جگہ تو اختیار کرنا چاہیے۔ چنانچہ احناف اور شوافع دونوں نے اس حکم کی اپنے ذوق کے مطابق تعمیل کی۔ البتہ شوافع نے قنوت کو مستقل حیثیت نہیں دی بلکہ نماز فجر میں رکوع کے بعد میں اس کو لے لیا۔ شاید قنوت کے فجر میں ہونے کی وجہ سے ان کے یہاں الصَّلوٰةِ الْوُسْطٰى سے بھی مراد فجر کی نماز لی گئی۔

جبکہ حنفیہ نے قنوت کو دوامی طور پر وتر کے اندر ملحوظ رکھا اور جب قنوت روایاتِ صحیحہ کی بنیاد پر وتر کے ساتھ ملحق ہو گیا تو اس کے لیے آیت مذکورہ پر عمل کے تقاضے میں قیام کی ضرورت ہوئی۔ پھر یہ کہ قیام تو پہلے ہی سے چل رہا ہے جس کے آغاز پر شعار کا اظہار کرنے کے لیے رفع یدین کیا گیا تھا۔ اب دوسرا قیام وَقُومُواْ لِلّٰهِ قَانِتِيْن کے تقاضے میں شروع ہوا تو یہاں بھی شعار کی حیثیت ظاہر کرنے کے لیے رفع یدین مطلوب ہو گیا۔ گو یہ قیام عملاً علیحدہ نہیں ہے، بلکہ پچھلے قیام کے ساتھ اس کو مربوط کر دیا گیا ہے۔

روایت کے معنی کا تعین

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ نے روایت سے قصر اضافی سمجھا ہے۔ قصر اضافی میں معنی مرادی کے تعین میں مخاطب کے حال کا بھی پیش نظر رکھنا مفید ہوتا ہے۔ یہاں یہ صورت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں نماز کے سلسلے میں صرف ایک رفع یدین منقول ہوا ہے اور وہ ہے تکبیر تحریمہ کا رفع یدین۔ اب اگر یہ روایت مرفوع ہے یعنی یہ پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ خاص مصلحتوں کی وجہ سے ابتداءً علامت کے طور پر نماز میں کئی جگہ رفع یدین کا حکم دیا گیا۔ وہ مصلحت ذہن نشین ہو گئی تو بتلا دیا کہ اب رفع یدین کی ہر جگہ ضرورت نہیں۔ شعار کی علامت کے طور پر تکبیر تحریمہ کا رفع یدین کافی ہے۔ کیونکہ مخاطب نماز میں رفع یدین کو مشترک سمجھ رہا

تھا۔ قصر کے ذریعہ اس کو ایک جگہ کے ساتھ خاص کیا جا رہا ہے۔ اس لیے بلاغت کی اصطلاح میں اس کو "قصر افراد" کہتے ہیں۔

اگر اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر موقوف مانا جائے کہ یہ انہی کا بیان ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نہیں ہے۔ تب بھی یہ قصر افراد ہی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ دیکھ رہے ہیں کہ بعض حضرات نماز میں کئی جگہ رفع یدین کر رہے ہیں اور رفع یدین کے متعدد مقامات پر کیے جانے کے قائل ہیں۔ اس لیے ان پر ایک طرح کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز میں رفع یدین تو صرف تکبیرِ تحریمہ کے موقع پر ہے۔ کسی اور انتقال کے موقع پر نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

(رفع یدین از حضرت مولانا سید فخر الدین احمد ص ۱۳۹،۱۳۲ منضم مجموعہ مقالات جلد ۳ طبع ادارۂ تالیفات اشرفیہ، ملتان؛ نیل الفرقدین ص ۱۳۷۔

جناب رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کا طریقۂ نماز

حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ

حدیث نمبر ۵۹: ۔عن محمد بن جابرٍ عن حماد بن أبي سليمان عن ابراهيمَ عن علقمة عن عبد اللهِ بن مسعودٍ ؓ قال: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ و أبي بكرٍ، و عمر. فَلَمْ يَرْفَعُوْا اَيْدِيَهُمْ اِلَّاعِنْد افتتاح الصلوٰة. وقد قال مرة: فلم يرفعوا ايديهم بعد التكبيرة الاولىٰ"

(سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰؛ سنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۷۹؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابو یعلیٰ فی مسندہ رقم ۵۰۱۷؛ المقصد العلی رقم ۲۶۶؛ معجم الشیوخ لابی بکر الاسماعیلی ج ۱ ص ۶۹۳ رقم الحدیث ۳۱۸؛ مسند ابی یعلی الموصلی ج ۸ ص ۵۳ رقم الحدیث ۵۰۳۹)۔

ترجمہ: حضرت محمد بن جابرؒ، حمادؒ سے، وہ ابراہیم نخعی ؒ سے، وہ علقمہؒ سے، وہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: "میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر فنی بحث

اس حدیث میں رفع یدین کے دونوں پہلوؤں، نفی اور اثبات، کو اپنایا گیا ہے۔ یعنی صرف تکبیر اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے اور کسی وقت نہیں کرتے تھے۔ پھر اس میں صرف رسول اللہ ﷺ کا مبارک عمل ہی مذکور نہیں ہے بلکہ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ عمل آخر تک جاری رہا۔ پھر آپ ﷺ کے اس عمل کو حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنے عہد خلافت میں اپنایا۔ ان کے بعد

حضرت عمرؓ نے بھی اپنایا یعنی نماز کا یہ طریقہ جناب رسول اللہ ﷺ کا وہ آخری طریقہ ہے جس پر آپ ﷺ سیدنا ابوبکرؓ کو چھوڑ کر گئے اور پھر اسی طریقہ پر سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمرؓ کو چھوڑ کر گئے۔ معلوم ہوا کہ یہ طریقہ سنتِ قائمہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہاں ترکِ رفع یدین اتنا مضبوط ہے کہ کبھی تو نماز کا نقشہ کھینچ کر اس میں ترک رفع یدین کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز بتاتے ہیں (دیکھیے ۲۔۸۔۴) اور کبھی نقشہ کھینچے بغیر اسے سنتِ رسول اللہ ﷺ قرار دیتے ہیں اور کبھی اس سے ترقی کر کے حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی سنت بھی قرار دیتے ہیں۔

تعدیل وتوثیق محمد بن جابر یمامیؒ اور تصحیح حدیث

یہ حدیث محمد بن جابر یمامیؒ کی روایت سے ہے، جو صدوق (سچے) تھے، مگر نابینا ہو گئے تھے۔ اس لیے ان کی احادیث میں اختلاط ہو گیا تھا۔

علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: بہترین قول ابن عدیؒ کا ہے کہ اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ محمد بن جابرؒ کو مشائخ کی ایک جماعت پر فضیلت دیتے تھے حالانکہ وہ مشائخ ان سے توثیق اور مرتبہ کے لحاظ سے زیادہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ محمد بن جابرؒ سے بڑے بڑے محدثین کرام رحمہم اللہ نے روایت کی ہے (جیسے) ایوبؒ، ابن عونؒ، ہشام بن حسانؒ، ثوریؒ، امام شعبہ، ابن عیینہؒ وغیرہ۔ اگر وہ سچے نہ ہوتے تو یہ بزرگ ہستیاں ان سے روایت نہ کرتیں کیونکہ وہ مرتبہ کے لحاظ سے وہ ان سے کم ہیں (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۵)۔ دار قطنی میں ہے کہ اسحاق بن ابی اسرائیلؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''پوری نماز میں ہمارا عمل اسی حدیث پر ہے''۔ اس تصریح سے واضح ہوتا ہے کہ یہ روایت محمد بن جابرؒ کے اختلاط سے پہلے زمانے کی ہے۔ اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

علاوہ ازیں اس حدیث کا مضمون متواتر روایات سے ثابت ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں دو باتیں کہی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کوئی عاقل اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ حضرات تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ مضمون بھی متواتر ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات میں مختلف طرق اور اسانید سے یہ مضمون مروی ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا نقشہ دکھایا، اور اس میں رفع یدین نہیں فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے اصحابؒ سے ایک روایت بھی اس کے خلاف مروی نہیں۔ یہ ناممکن ہے

کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور حضرات شیخینؓ کی سنت تو رفع یدین ہو اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علیؓ اور ان کے اصحابؒ اس سنت کو ترک کر دیں۔ پس جب محمد بن جابرؒ کی روایت کے دونوں مضمون تواتر سے ثابت ہیں تو اس حدیث کے ثبوت میں کیا شبہ ہے؟

جب محمد بن جابرؒ ثقہ، صدوق اور صحیح الحدیث ہے تو اس کی حدیث بھی مقبول ہونی چاہیے۔ البتہ تخلیط فی الحدیث اور سوء حفظ کے باعث حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔ لیکن محدثین کرام کے ہاں یہ بات مسلم ہے کہ اگر مختلط الحدیث راوی سے کوئی ثقہ راوی اختلاط سے پہلے روایت کرے یا اس راوی کی حدیث کو ثقہ راوی قابلِ اعتماد سمجھ کر عمل کرے تو وہ حدیث صحیح ہوتی ہے۔ چنانچہ محمد بن جابرؒ سے ثقہ راوی اسحٰق بن ابی اسرائیلؒ روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''وبه نأخذ'' (سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۹۹ رقم ۱۱۲۰) ۔ ہمارا بھی اسی روایت ترک رفع یدین پر عمل ہے۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''قلت: قد أخذ به اسحٰق راویه. فیعتبر'' (نیل الفرقدین ص ۹۴ ادارۃ القرآن، کراچی)۔ ''میں کہتا ہوں: حضرت اسحٰقؒ نے اس روایت پر عمل کیا ہے تو یہ روایت معتبر سمجھی جائے گی''۔ نیز یہ روایت اس مسئلہ میں کوئی اکیلی نہیں ہے کہ محمد بن جابر پر وہم کا الزام لگایا جائے بلکہ بہت سی صحیح وصریح احادیث ترکِ رفع یدین کی موجود ہیں۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے عمل اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ دو خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے عمل ترکِ رفع یدین کی مہرِ تصدیق ثبت نظر آ رہی ہے۔ جس سے اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔

امام بیہقیؒ نے اس حدیث کے ایک راوی محمد بن جابرؒ کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ علاء الدین بن علی عثمان ماردینی المشہور ابن ترکمانیؒ اپنی کتاب ''الجوہر النقی علی البیہقی'' میں امام بیہقیؒ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں: امام ابن عدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام اسحٰق یعنی ابن ابی ا[illegible]یل محمد بن جابرؒ کو شیوخ کی ایسی جماعت پر فضیلت دیتے تھے جو ان سے افضل اور اوثق ہے۔ [illegible] محدثین مثلاً امام ایوبؒ، ابن عونؒ، ہشام بن حسانؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام [illegible] نے ان سے روایت کی ہے۔ تو اگر محمد بن جابرؒ اس مقام پر فائز نہ ہوتے تو یہ جلیل القدر امام [illegible] بھی روایت نہ کرتے۔ امام ابن فلاسؒ فرماتے ہیں: محمد بن جابر سچا ہے یعنی جھوٹ نہیں [illegible] نے محمد بن جابر کو ثقات میں داخل کیا ہے۔

(الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۸ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

[illegible] امام [illegible] نے جو محمد بن جابرؒ پر جرح کی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ آخر میں

نابینا ہو گئے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے حافظہ میں خرابی پیدا ہوگئی تھی اور پھر تلقین کو قبول کر لیتے تھے۔ ورنہ سچے تھے، جھوٹ نہیں بولتے تھے چنانچہ علامہ نورالدین ہیثمیؒ فرماتے ہیں: ''محمد بن جابر الیمامی وهو صدوق ولکنه کان أعمیٰ واختلط علیه حدیثه وکان یلقن'' (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۳۷)۔ ''محمد بن جابر یمامیؒ سچا ہے لیکن نابینا ہو گئے تھے تو حدیث ان پر خلط ملط ہوگئی اور تلقین کو قبول کرلیا کرتے تھے''۔ مزید فرماتے ہیں: ''وقد وثقه غیر واحد'' (مجمع الزوائد ج ۴ ص ۲۹۵)۔ ''بہت سے محدثین کرام رحمہم اللہ نے محمد بن جابرؒ کی توثیق کی ہے''

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''صدوق، ذهب کتبه، فساء حفظه وخلط کثیرا. وعمی فصار یلقن. ورجّحه أبو حاتم علیٰ ابن لهیعة.' (تقریب ص ۳۱۵)۔ ''محمد بن جابر یمامیؒ سچا ہے۔ اس کی کتابیں ضائع ہوگئی تھیں۔ تو اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور کثرت سے اختلاط کا شکار اور نابینا ہو گئے تھے۔ پھر تلقین قبول کرلیا کرتے تھے مگر ابو حاتمؒ نے اس کو ابن لہیعہؒ پر ترجیح دی ہے''۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''محمد بن جابرؒ بن سیار بن طارق حنفی یمامی، ابوعبداللہؒ کوفہ کا رہنے والا ہے۔ سچا ہے، جھوٹ نہیں بولتا۔ اس کی کتابیں ضائع ہو گئیں تھیں۔ حافظہ میں خرابی ہو گئی تھی۔ تلقین قبول کر لیتا تھا۔ امام ابوحاتمؒ نے محمد بن جابرؒ کو ابن لہیعہؒ پر ترجیح دی ہے''۔
(تقریب التہذیب ج ۲ ص ۶۱)

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''وفی الجملة قد روی عن محمد بن جابر أئمة وحفاظ'' (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۴)۔

''حضرت محمد بن جابرؒ سے روایت کرنے والے بڑے امام اور حفاظ حدیث ہیں''۔

محدث ابن عدیؒ فرماتے ہیں: ''محمد بن جابرؒ کے لیے حدیثیں اور بھی ہیں جو میں نے ذکر نہیں کیں۔ اسحاق بن ابی اسرائیلؒ کے پاس محمد بن جابرؒ کی کتاب تھی جس میں صحیح حدیثیں موجود ہیں'' (کامل ابن عدیؒ ج ۶ ص ۲۱۶۳)۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت محمد بن جابرؒ کے پاس ۱۶۸ھ میں مکہ مکرمہ آئے، جب حضرت محمد بن جابرؒ حدیثیں بیان کر رہے تھے تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا: اے شیخ! اپنی کتابوں سے حدیث بیان کریں۔ تو محمد بن جابرؒ نے کہا: یہ کون ہے؟ تو کہا گیا کہ عبداللہ بن مبارکؒ ہیں۔ تو محمد بن جابرؒ نے اپنی کتابیں عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس بھیج دیں۔ اور محدث عبدالرحمٰن (بن مہدیؒ) محمد بن جابرؒ سے حضرت حمادؒ کی حدیث پوچھتے تھے اور عبداللہ بن مبارکؒ خاموش تھے'' (کامل ابن عدیؒ ج ۶ ص ۲۱۵۸)۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت محمد بن جابرؒ کی حدیثیں جو ان کی کتابوں میں ہیں وہ صحیح ہیں اور جو حافظہ سے ہیں ان میں گڑبڑ

ہے اور حمادؒ کی حدیث بھی صحیح ہے کیونکہ عبد الرحمٰن بن مہدیؒ محمد بن جابرؒ سے حمادؒ کی حدیث کے بارے میں سوال کرتے تھے اور عبداللہ بن مبارکؒ خاموش تھے۔ یہ خاموشی رضا کی دلیل ہے۔ پس یہ حدیث ترک رفع یدین کی ان احادیث میں سے ہے جو امام اسحاق بن ابی اسرائیلؒ کے پاس محمد بن جابرؒ کی کتاب میں سے تھی۔ اوراس میں صحیح حدیثیں تھیں۔ اس لیے محدث اسحاق بن ابی اسرائیلؒ فرماتے ہیں: ''وبه نأخذ'' (سنن دار قطنی رقم ۱۱۲۰)۔ ''اور ہم بھی ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہیں''۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''ابن ابی حاتمؒ نے فرمایا: میرے باپ سے محمد بن جابرؒ اور ابن لہیعہؒ کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو میرے باپ نے کہا: ''محلها الصدق'' مقام دونوں کا صدق ہے یعنی دونوں ہی سچے ہیں لیکن ابن لہیعہؒ کی نسبت مجھے محمد بن جابرؒ زیادہ پیارا ہے۔ حافظ صاحبؒ مزید فرماتے ہیں: امام ذہلیؒ نے کہا ہے: ''لابأس به'' یعنی اس کی قبولِ حدیث میں کوئی حرج نہیں۔ دارِ قطنیؒ فرماتے ہیں: وہ اور اس کا بھائی قریب ہے کہ ضعیف ہوں۔ امام دار قطنی سے پوچھا گیا: کیا یہ متروک ہیں۔ تو دار قطنی نے فرمایا: نہیں، بلکہ یہ دونوں معتبر ہیں (یعنی لائق احتجاج ہیں)

(تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۵۹، ۶۰)۔

امام دارِ قطنیؒ نے کہا کہ محمد بن جابرؒ اس روایت میں اکیلا ہے اور وہ ضعیف ہے۔ دار قطنی کی دونوں باتیں غلط ہیں۔ محمد بن جابر اس روایت میں اکیلا نہیں بلکہ سندِ مناظرہ میں امام اعظمؒ بھی اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں۔ سند یہ ہے: أبو حنيفة حدثنا حماد بن أبي سليمان عن ابراهيمَ عن علقمة وأسود عن عبد الله بن مسعود (مسند امام اعظم رقم ۹۶)۔ اور اس حدیث کی سند ہے: عن محمد بن جابرٍ عن حماد بن أبي سليمان عن ابراهيمَ عن علقمة عن عبد اللهِ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ معلوم ہوا کہ دار قطنی کی یہ بات ناواقفیت پر مبنی ہے۔ دوسری بات کہ دار قطنی نے کہا ہے کہ محمد بن جابر ضعیف ہے۔ محمد بن جابرؒ امام اعظمؒ کا ہم استاذ ہے۔ امام صاحبؒ کا اس کی کتاب پر اعتماد کرنا اس کے ثقہ ہونے کی زبردست دلیل ہے۔ پھر محمد بن جابرؒ کے شاگرد اسحاق بن ابی اسرائیلؒ کا اس اجماع کو ذکر کرنا کہ ہم سب اسی حدیث کے مطابق نماز پڑھتے ہیں، دلیل ہے کہ اس زمانہ میں اس حدیث کی صحت پر اجماع تھا۔ کسی ایک بھی محدث نے اسحاق بن ابی اسرائیلؒ کے قول کو رد نہیں کیا۔ بات صرف اتنی تھی کہ محمد بن جابرؒ، سفیان اور شعبہؒ جیسا حافظ تھا جیسا کہ خود اس کے شاگرد اسحاق بن ابی اسرائیلؒ نے بتایا ہے (الکامل)۔ آخر عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ اس لیے آخر عمر میں محدثینؒ نے ضعفِ حافظہ کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا ہے۔ ایسے راوی کی حدیث کا حکم یہ ہوتا ہے کہ یا تو یہ ثابت ہو جائے کہ فلاں حدیث حافظہ کمزور ہونے سے پہلے دور کی ہے۔ تو اس حدیث

کے صحیح ہونے میں ذرا بھر شک نہیں ہوگا اور یا اس کا متابع مل جائے تو بھی حدیث صحیح ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دیا۔ وجہ یہی بتائی ہے کہ ایک بھول جائے گی تو دوسری یاد دلائے گی (البقرہ: ۲۸۲)۔ اس حدیث میں دونوں باتیں ثابت ہیں۔ کیونکہ محدث اسحاق بن ابی اسرائیلؒ اس زمانہ کے شاگرد ہیں جب اس کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ بلکہ تمام معاصرین نے خاص طور پر اس کی حدیث کو قبول کیا ہے اور دوسری بات بھی ثابت ہے کہ امام اعظمؒ بھی اس کے ساتھ ہیں۔

اگر محمد بن جابرؒ روایت کے قابل نہ ہوتے تو امام شعبہؒ ہرگز ان سے روایت نہ لیتے۔ چنانچہ امام شعبہؒ سے کسی نے پوچھا: ''آپ حکیم راوی سے روایت کیوں نہیں کرتے تو آپؒ نے جواب دیا کہ أخاف النار کہ آگ کے خوف سے'' (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۰)۔ کسی نے امام شعبہؒ سے پوچھا کہ آپؒ ابان بن عیاشؒ سے روایت کیوں نہیں کرتے تو آپؒ نے جواب دیا: ''لأن أشرب من بول حمار حتی أروی أحب الیّ من أقول حدثنا أبان بن أبی عیاش'' (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۱۰)۔ ''میں گدھے کا پیشاب پی لوں یہاں تک کہ سیر ہو جاؤں تو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں حدثنا أبان بن أبی عیاش کہوں''

اگرچہ بعض حضرات نے محمد بن جابرؒ پر جرح کی ہے لیکن اسے ثقہ اور صدوق کہنے والے بھی موجود ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث اپنے متابعات کے ساتھ قابل استدلال ہے۔ (بعض متابعات اس کے بعد پیش کیے جائیں گے)۔ محمد بن جابرؒ کی روایت کو امام ترمذیؒ نے سنن ترمذی (رقم ۸۵ باب ماجاء فی ترک الوضوء من مس الذکر) میں بطور متابعت پیش کیا ہے۔ اسی طرح امام ابوداؤدؒ نے بھی سنن ابوداؤد (رقم ۱۸۳) میں محمد بن جابرؒ کی حدیث کو بطور متابعت پیش کیا ہے۔ علامہ البانیؒ غیر مقلد نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (صحیح سنن ابوداؤد رقم ۱۶۸۔۔۔۔۔ ۱۸۳)۔ امام بخاریؒ و مسلمؒ کے استاذ الحدیث امام احمد بن حنبلؒ نے محمد بن جابرؒ کی سند سے آٹھ روایات درج کی ہیں

(مسند احمد رقم ۱۵۸۵۳ تا ۱۵۸۶۰)۔

یہ حدیث موضوع نہیں ہے

حضرت محمد بن جابرؒ پر کذب کی جرح نہیں ہے کہ اس کی روایت کو معاذ اللہ موضوع قرار دیا جائے جیسا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے۔ محمد بن جابرؒ کی توثیق اوپر بیان کردی گئی ہے۔ اس حدیث کو موضوع کہنے والوں میں ابن الجوزی ہیں (الموضوعات ج ۲ ص ۹۶)۔

ابن جوزیؒ کی عام عادت ہے کہ صحیح حدیث کو موضوع کہہ دیتے ہیں۔

۱:۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ''وابن الجوزی متساھل فی الحکم علی الحدیث بالوضع'' (اللآلی المصنوعہ ج ۲ ص ۳۳) ''ابن الجوزیؒ حدیث کو موضوع کہنے میں متساہل ہیں''۔

۲:۔ مولانا عبد الحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: ''ابن جوزیؒ صحیح حدیثوں کو موضوع کہہ دیتے ہیں'' (التعلیق الممجد ص ۳۳ طبع قدیمی کراچی)۔

۳:۔ حافظ ابن حجرؒ بلوغ المرام میں باب اللعان کی حدیث ۶ کے بارے فرماتے ہیں: رواہ أبو داؤد والترمذی ورجالہ ثقات۔ علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: علامہ نوویؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے (سبل السلام ج ۲ ص ۱۰۹)۔ لیکن ابن جوزیؒ نے موضوعات میں شمار کیا ہے حالانکہ اس کی سند صحیح ہے۔

۴:۔ علامہ امیر یمانیؒ سبل السلام میں باب قتال اهل البغی (حدیث عمار بن یاسرؓ کے متعلق کہ تقتل عماراً الفئة الباغية) میں لکھتے ہیں: ابن جوزیؒ نے جو اس حدیث کو غیر صحیح قرار دیا ہے تو اس کا جواب سید محمد بن ابراہیم الوزیرؒ نے دیا ہے: ابن جوزیؒ صحیح اور ضعیف حدیثوں کی پرکھ نہیں رکھتے۔ علامہ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے ترجمہ میں کہا ہے کہ ابن جوزیؒ کی کتابوں میں اغلاط کی کثرت ہے۔ (سبل السلام ج ۲ ص ۱۴۸)

۵:۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ''ابن جوزیؒ نے صحیح حدیثوں کو موضوعات میں شمار کر دیا ہے چہ جائیکہ وہ حسن اور ضعیف حدیثوں کو موضوعات میں شمار کریں''۔ (الفوائد المجموعہ ص ۴ طبع مصر)

۶:۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ''ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو موضوع حدیثوں کی مد میں داخل کر کے ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ حُسین مذکور سے اہل الصحیح نے احتجاج کیا ہے اور محدثین کی بڑی جماعت نے اسے ثقہ کہا ہے''۔ (الفوائد المجموعہ ص ۱۴۹ طبع مصر ازہر)

۷:۔ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ''ابن جوزیؒ نے اسے موضوعات میں شمار کیا ہے حالانکہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ ابن جوزیؒ کی یہ بڑی غفلت ہے'' (الفوائد المجموعہ ص ۲۱۲ طبع مصر ازہر)۔

قاضی شوکانیؒ نے اگرچہ ابن جوزیؒ کے تشدد کی شکایت کی ہے مگر ان کا اپنا طریق بھی یہی ہے۔ چنانچہ محمد بن جابر یمامیؒ کی حدیث ترک رفع یدین کو کسی محدث نے موضوع قرار نہیں دیا۔ صرف ابن جوزیؒ نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ ابن جوزیؒ کی پیروی کرتے ہوئے قاضی شوکانیؒ نے بھی اس حدیث کو موضوع کہہ دیا ہے۔ پھر قاضی شوکانیؒ نے شکوہ کیا ہے کہ انہوں نے صحیحین (بخاری، مسلم) کی حدیثوں کو موضوعات میں شمار کیا

ہے حالانکہ قاضی صاحب خود اس جرم کے مرتکب ہیں۔ چنانچہ حدیث ''ان من عباد اللہ لوأقسم علی اللہ لأبرہٗ'' کے متعلق الفوائد المجموعہ (ص ۲۵۳) میں لکھتے ہیں: ھو موضوع۔اور قاضی صاحبؒ الفوائد المجموعہ (ص ۵۰۸) میں لکھتے ہیں: قال القزوینی: موضوع۔ حالانکہ یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔ یہ حدیث صحیح بخاری (ج ۱ ص ۳۷۲، ۳۹۴؛ ج ۲ ص ۶۴۶، ۶۶۴) میں ہے۔اسی طرح مسلم (رقم ۲۶۲۲ ترقیم فؤاد عبد الباقی)، ترمذی (ج ۲ ص ۸۴ وقال حسن صحیح)، ابوداؤد (ج ۲ ص ۶۳۱)، مستدرک حاکم (رقم ۸۰۰۲) اور مشکوۃ (رقم ۵۲۳۱) میں موجود ہے۔اگر قاضی صاحبؒ محمد بن جابر یمامیؒ کی حدیث ترک رفع یدین کو موضوعات میں شمار کردیں تو یہ حیران کن بات نہیں ہے۔ بلکہ اس کو موضوعات میں شمار کرنا زیادہ قرین قیاس ہے کیونکہ یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے۔

محمد بن جابرؒ پر کذب وغیرہ کی کوئی جرح نہیں ہے کہ اس حدیث کو موضوع کہا جائے۔ اگر یہی محمد بن جابرؒ ایسی روایت کی سند میں ہوتے جو قاضی صاحبؒ کے مذہب کے مطابق ہوتی تو وہ حدیث ان کے ہاں اعلیٰ درجہ کی صحیح ہوتی بلکہ اگر کذاب اور وضاع راوی بھی ان کے مذہب کے موافق روایت کردے تو قاضی صاحبؒ کے ہاں ایسی حدیث کو ثابت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ قاضی صاحبؒ نیل الاوطار (ج ۲ ص ۱۸۴) میں فرماتے ہیں:

"قد ثبت من حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ عند البیہقی أنہ قال بعد أن ذکر "أن رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ عند تکبیرۃ الاحرام وعند الرکوع و عند الاعتدال۔ فما زالت تلک صلوتہ حتّٰی لقی اللہ تعالیٰ"۔

''بیہقی میں حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے:'' جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے، اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے۔یہی نماز آپ ﷺ کی رہی، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔''

قاضی صاحبؒ کے ہاں یہ حدیث ثابت ہے کیونکہ ان کے مذہب کے موافق ہے۔ یہ حدیث موضوع ہے۔اس میں دو راوی کذّاب اور وضاع ہیں۔خود قاضی صاحبؒ بھی ''الفوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ (ص ۶۷ طبع مصر از ہر)'' لکھتے ہیں: اس میں عصمۃ بن محمد کذّاب اور وضاع ہے۔اور (ص ۱۸۱) میں لکھتے ہیں: عصمۃ بن محمد وھو کذّاب۔ اس کی مفصل بحث باب ۱۰۔۶ میں کردی گئی ہے۔

انہی حضرات کی پیروی میں جناب زبیر علی زئی نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے (نور العینین

ص۱۵۱)۔انہی حضرات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے مذہب کے خلاف ہر صحیح وحسن حدیث کو جھٹلاتے ہیں اور ہر جھوٹی اور موضوع حدیث کو مستدل بنالیتے ہیں۔قاضی شوکانی کی طرح خلافیات بیہقی والی حدیث کو خود زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد نے بھی اس کا موضوع ہونا تسلیم کیا ہے(نور العینین ۳۲۷)۔اسی طرح کا اقرار دوسرے غیر مقلدین نے بھی کیا ہے (ملاحظہ کیجیے بابر۶۔۱۰)۔اس اقرار کے باوجود جھوٹ کو سچ بنانے کی جو جسارت اس فرقہ میں جناب زبیر صاحب کو نصیب ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہیں۔مولانا ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی نے اس حدیث کی تسہیل الوصول میں پوری حمایت کی ہے۔وہ اس حدیث کی تحقیق وتخریج میں لکھتے ہیں:''**التلخیص الحبیر** والی اس روایت میں دوراوی: عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمٰن بن قریش سخت مجروح ہیں۔لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔اصولِ حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہوجائے۔اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے''۔بلفظہ(**تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوٰۃ الرسول** ﷺ ص۱۹۵،۱۹۶۔ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔اگست ۲۰۰۴ء)۔دیکھیے موضوع حدیث کو صحیح ثابت کررہے ہیں۔

حدیث نمبر ۶۰:۔عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بن مسعودٍ قَالَ:''کَانَ رسُوْلُ اللّٰہِ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ وَضْعٍ وَ رَفْعٍ، وَ قِیَامٍ وَقُعُوْدٍ، وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ رضی اللّٰہ عنہما''۔(ترمذی باب ماجاء فی التکبیر عند الرکوع والسجود رقم ۲۵۳)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:''جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام و قعود میں صرف تکبیر کہتے تھے،اور یہی طریقہ نماز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا تھا۔

حدیث نمبر ۶۱:۔عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: "کَانَ رسُوْلُ اللّٰہِ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ وَضْعٍ وَ رَفْعٍ، وَ قِیَامٍ وَقُعُوْدٍ، وَاَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ وَعُثْمَانُ رضی اللّٰہ عنہم"۔(نسائی باب التکبیر للسجود رقم ۱۱۵۰)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:''جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام وقعود میں صرف تکبیر کہتے تھے،اور یہی طریقہ نماز حضرت ابوبکرؓ،حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا''

حدیث نمبر ۶۲:۔عَنِ الأسودِ وعلقمۃ، عن عَبْدِاللّٰہِ قَالَ: "رَأَیتُ رسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یُکَبِّرُ فِیْ کُلِّ خَفْضٍ وَ رَفْعٍ، وَ قِیَامٍ وَقُعُوْدٍ ویسلِّمُ عن یمینہ وعن شمالہ: "اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ" حتی یریٰ بیاض خدہ ورأیتُ اَبَابَکْرٍ وَ عُمَرَ رضی اللّٰہ عنہما یفعلان ذلك"۔(نسائی رقم ۱۰۸۴،۱۳۲۰ واللفظ لہ)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ

آپ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام وقعود میں صرف تکبیر کہتے تھے۔اور دائیں بائیں سلام پھیرتے وقت ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ'' کہتے تھے۔یہاں تک کہ آپ ﷺ کے رخسار مبارک کی سفیدی نظر آجاتی تھی۔اور میں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے''۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز اور جو بعد میں خلفائے راشدینؓ بھی مسجد نبوی میں پڑھاتے رہے۔اس میں ہر اونچ نیچ، قیام وقعود میں صرف تکبیر تھی۔ رفع یدین نہیں تھی۔یہ حدیث بھی مسلسل بالعمل ہے۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۶۳:۔ حدّثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا أبو نعيم، عن سفيان، عن عبد الرحمٰن الأصم قال: سمعتُ أنساً يقول: كان النبي ﷺ و أبو بكر و عمر و عثمان يتمون التكبير اذا رفعوا واذا وضعوا'' (مسندِ احمد رقم ۱۳۳۵۴)۔

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن الاصمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ آپؓ فرماتے تھے: ''جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تکبیر کو ہر اونچ نیچ میں پورا ادا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۶۴:۔ حدّثنا عبد الله، حدثني أبي، حدثنا يحيٰ، عن سفيان، عن عبد الرحمٰن الأصم قال: سمعتُ أنساً يقول: أنَّ النبي ﷺ و أبا بكر و عمر و عثمان كانوا يتمون التكبير، يكبرون اذا سجدوا، واذا رفعوا''۔ قال يحيٰ: ''أو خفضوا''

(مسندِ احمد رقم ۱۱۸۵۰، واللفظ لہ؛ طیالسی ص ۲۷۶؛ عبد الرزاق ج ۲ ص ۶۴ رقم ۲۵۰۱)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن الاصمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا کہ آپؓ فرماتے تھے: ''جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تکبیرات کو پورا ادا کرتے تھے۔جب سجدہ ادا کرتے تھے تو بھی تکبیر کہتے تھے۔اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تھے''۔حدیث کے راوی حضرت یحییٰ فرماتے ہیں: ''ہر اونچ نیچ میں بھی تکبیر کہتے تھے''۔

حضرت انسؓ جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی نمازوں کا طریقہ بیان کرتے ہیں تو صرف تکبیرات کا ذکر کرتے ہیں۔رفع یدین کا نام تک نہیں لیتے۔

حدیث نمبر ۶۵:۔ حدَّثني أبو بكر بنُ نافع العبدِيُّ، حدثنا بهزٌ، حدثنا حمادٌ، أخبرنا ثابتٌ، عن أنسٍ، قال: ما صَلَّيْتُ خلف أحدٍ أَوْجَزَ صَلَاةً من صَلَاةِ رسول الله ﷺ في تمامٍ۔ كانت صلاةُ رسول الله ﷺ متقاربة، وكانت صلاةُ أبي بكر متقاربةً، فلما كان عمرُ بنُ الخطاب مَدَّ في صلاة الفجر، وكان رسول الله ﷺ إذا قال: "سَمِعَ اللهُ لمن حَمِدَهُ" قام، حتى نقولَ: قد أَوْهَمَ، ثم يَسْجُدُ، ويقعدُ بين السجدتين، حتى نقولَ: قد أَوْهَمَ"۔ (مسلم رقم ۱۰۶۰)۔

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے آپؓ فرماتے تھے: ''میں نے کسی آدمی کے پیچھے نماز نہیں پڑھی جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مختصر مگر پوری اور مکمل پڑھتا ہو۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز بھی متقارب تھی۔ اور (اسی طرح) حضرت ابوبکرؓ کی نماز بھی متقارب تھی۔ پھر جب حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے تو آپؓ فجر کی نماز میں قراءت لمبی فرماتے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ ''سَمِعَ اللهُ لمن حَمِدَهُ'' کہتے تو کھڑے رہتے یہاں تک کہ ہم کہتے کہ شاید آپ ﷺ کو وہم ہوگیا ہے۔ پھر آپ ﷺ (تکبیر کہتے اور) سجدہ کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان اتنا بیٹھتے کہ ہم سمجھتے شاید آپ ﷺ کو وہم ہوگیا ہے۔

اس حدیث میں حضرت انسؓ نے حضور ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی نمازوں کی کیفیت بیان کی ہے۔ جس میں متقارب کا لفظ بیان کیا ہے جس کا بیان دوسری حدیث (مسلم رقم ۱۰۵۷) میں ہے کہ آپ ﷺ کا رکوع، قومہ، سجدہ، اور دو سجدوں کے درمیان کا جلسہ تقریباً برابر ہوتے تھے۔ اس حدیث میں حضرت انسؓ نے رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۶۶:۔ أخبرنا قتيبة بن سعيدٍ قال: حدثنا أبو عوانة، عن عبد الرحمٰن الأصم قال: "سئل أنس بن مالكٍ عن التكبير في الصلاة؟ فقال: يكبر إذا ركع وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجود، وإذا قام بين الركعتين. فقال له حطيم: عمن تحفظ هذا؟ قال: عن النبي ﷺ، وأبي بكر، وعمر، ثم سكت، فقال له حطيم: وعثمان؟ وقال: وعثمان"۔ (نسائی رقم ۱۱۸۰)۔

ترجمہ: حضرت عبدالرحمٰن الاصمؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت انسؓ سے نماز میں تکبیر کے بارے میں سوال ہوا؟ تو حضرت انسؓ نے جواب دیا: تکبیر کہتے جب رکوع کرتے، جب سجدہ کرتے، جب سجدہ سے سر اُٹھاتے اور جب دو رکعتوں کے درمیان کھڑے ہوتے تھے۔ تو حضرت حطیمؒ آپؓ سے کہنے لگے: آپؓ نے کس سے (یہ طریقہ) یاد کر رکھا ہے؟ تو حضرت

انس ؓ فرمانے لگے: ''جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ سے۔ پھر آپ ؓ خاموش ہو گئے۔ تو حضرت حطیم آپ ؓ سے کہنے لگے: اور حضرت عثمان سے بھی؟ تو حضرت انس ؓ کہنے لگے: ہاں اور حضرت عثمان سے بھی''۔

حدیث نمبر ۶۷:۔ حدّثنا عبد الله، حدّثني أبي، حدثنا عفان، حدثنا أبو عوانة، حدثنا عبد الرحمٰن الأصم قال: "سئل أنسٌ عن التكبير في الصلاة وأنا أسمع، فقال: يكبر اذا ركع واذا سجد، واذا رفع رأسه من السجود، واذا قام بين الركعتين قال: فقال له حكيم: عمن تحفظ هذا؟ قال: عن رسول الله ﷺ، و أبي بكر، و عمر، ثم سكت، قال: فقال له حكيم: وعثمان؟ وقال: وعثمان"۔ (مسند احمد رقم ۱۳۲۲۲، ۱۳۲۸۶)

ترجمہ: حضرت عبد الرحمٰن الاصم ؒ فرماتے ہیں: کہ حضرت انس ؓ سے نماز میں تکبیر کے بارے میں سوال ہوا اور میں بھی سن رہا تھا۔ تو حضرت انس ؓ نے جواب دیا: تکبیر کہتے جب رکوع کرتے، جب سجدہ کرتے، جب سجدہ سے سر اُٹھاتے اور جب دو رکعتوں کے درمیان کھڑے ہوتے تھے۔ تو حضرت حکیم ؒ آپ ؓ سے کہنے لگے: آپ ؓ نے کس سے (یہ طریقہ) یاد کر رکھا ہے؟ تو حضرت انس ؓ فرمانے لگے: ''جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ سے۔ پھر آپ ؓ خاموش ہو گئے۔۔ تو حضرت حکیم ؒ آپ ؓ سے کہنے لگے: اور حضرت عثمان سے بھی؟ تو حضرت انس ؓ کہنے لگے: ہاں اور حضرت عثمان سے بھی''۔

حضرت انس ؓ سے جب نماز میں تکبیر کے بارے میں سوال ہوا تو آپ ؓ نے رکوع سجدہ اور دو رکعتوں کے بعد صرف تکبیر کا ذکر کیا ہے رفع یدین کا نام تک نہ لیا اور فرمایا: میں نے یہی نماز جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ سے یاد کی ہے۔

حدیث نمبر ۶۸:۔ عن أنسٍ قال: كان النبي ﷺ و أبوبكر و عمرُ و عثمانُ لا ينقصون التكبير. وفي لفظ: يُتِمُّونَ التكبير. اذا ركعوا، واذا رفعوا، واذا وضعوا "(عب، ش، كنز العمال رقم ۲۲۰۶۵)۔

ترجمہ: حضرت انس ؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ تکبیرات کو ناقص ادا نہیں فرماتے تھے۔ (دوسری روایت میں ہے کہ پورا پورا ادا کرتے تھے)۔ جب رکوع کرتے تھے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تھے اور جب سر جھکاتے تھے''۔

اس حدیث میں بھی جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکر ؓ، حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کی نماز میں رفع یدین کا مطلقاً ذکر نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نماز میں ترکِ رفع یدین کی صریح روایات

حدیث خلیفہ راشد حضرت علیؓ

حدیث نمبر ۶۹: عن عبد الرحیم بن سلیمان عن أبی بکر النهشلی عن عاصم بن کلیب عن أبیه عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ أنه کان یرفع یدیه فی أول الصلوٰة ثمّ لا یعود. (العلل الواردة فی الأحادیث النبویة لدار قطنی ج۴ ص۱۰۶ سوال نمبر ۴۵۷: قلتُ: انفرد برفعه عبد الرحیم بن سلیمان وهو ثقة).

حضرت علی رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''آپ ﷺ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے''۔

حدیث حضرت علیؓ پر فنی بحث

حضرت علیؓ سے اس حدیث کو مرفوع بیان کرنے میں عبد الرحیم بن سلیمانؒ منفرد ہے۔ عبد الرحیمؒ بالاتفاق ثقہ ہے۔ اس حدیث کی تائید امیر المومنین حضرت علیؓ کے عمل (طحاوی رقم ۱۳۲۰؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷؛ مؤطا محمد رقم ۱۰۹) کے سندِ صحیح سے ثابت ہونے سے ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اصحاب علیؓ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱) اور اجماعِ اہلِ کوفہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ امام محدث، بے مثال فقیہ، مجتہد حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ فرماتے ہیں:

جاء الثبت عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ وعبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ۔ أنهما کانا لا یرفعان فی شئ من ذٰلك الا فی تکبیرة الافتتاح (کتاب الحجة ج۱ ص۹۴ طبع دار المعارف)۔

ترجمہ:۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے بڑے مضبوط طریقے سے ثابت ہے کہ وہ سوائے تکبیر افتتاح کے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت علیؓ سے اس سلسلے میں کئی روایات میں مروی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف حوالے

ذکر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ایک روایت جس کو امام شافعی کتاب الام ج۱ ص۹۶؛ مسند شافعی ج۱ ص۸۸؛ ابوداؤد طیالسی ج۱ ص۲۲؛ مصنف عبد الرزاق ج۲ ص۱۵۵ (رقم۲۸۷۶)، ص۱۶۳ (رقم۲۹۰۲، ۲۹۰۳)، ص۱۶۴ (رقم۲۹۰۴)؛ مسند احمد رقم۷۳۱، ۸۰۵؛ مسلم ج۱ ص۲۶۳ رقم۱۸۱۱؛ ابوداؤد ج۱ ص۱۱۲ رقم۷۶۰؛ نسائی رقم۸۹۷، ۱۰۵۰؛ ترمذی ج۲ ص۴۷۵ رقم ۳۴۲۱؛ ابوعوانہ ج۲ ص۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۶۸، ۱۸۷، ۱۸۸ طبع ہند؛ ابن خزیمہ ج۱ ص۳۰۶؛ طحاوی رقم ۱۳۲۲؛ دارقطنی رقم ۱۱۲۲، ۱۱۲۳؛ بیہقی ج۲ ص۸۷ لائے ہیں، مگر اس میں رفع یدین کا نام ونشان تک مذکور نہیں۔

۲۔ حضرت علیؓ کی حدیث جس میں حضرت عمران بن حصینؓ کی حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھنے اور اس کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے مشابہ قرار دینے کا ذکر ہے۔ اس میں بھی صرف تکبیروں کا ذکر ہے۔ رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں۔ (دیکھیے! ابوداؤد طیالسی ج۱ ص۱۱۱؛ عبد الرزاق ج۲ ص۶۳ رقم ۲۴۹۸؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۰۷؛ مسند احمد ج۴ ص۴۲۸ رقم ۱۹۳۳۹، ص۴۴۰ رقم ۱۹۴۵۰؛ بخاری ج۱ ص۱۰۸ رقم ۷۸۴، ۷۸۶، ص۱۱۴ رقم ۸۲۶؛ مسلم ج۱ ص۱۶۹؛ ابوداؤد ج۱ ص۱۲۱ رقم ۸۳۵؛ نسائی رقم ۱۰۸۲؛ ابن خزیمہ ج۱ ص۲۹۲؛ ابوعوانہ ج۲ ص۹۲؛ بیہقی ج۲ ص۶۸، ۱۳۴)۔

۳۔ اسی طرح امام مالکؒ نے ایک تیسری سند سے بھی حضرت علیؓ کی حدیث لکھی ہے (مؤطا امام مالک ص۲۵، رقم۲۰۱)۔ اس میں بھی رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں، صرف تکبیرات ہیں۔

۴۔ امام بخاری کے استاد ابوبکر ابن ابی شیبہؒ نے حضرت علیؓ کی نماز کا جو طریقہ روایت کیا ہے۔ اس میں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۴۰ رقم ۲۴۹۹)

۵۔ پانچویں سند سے حضرت عکرمہؒ اور حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے حضرت علیؓ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ روایت کیا ہے (احمد رقم ۳۰۰۷، بخاری رقم ۷۸۷)۔ اس میں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

۶۔ چھٹی سند سے امام احمدؒ نے (مسند احمد ج۴ ص۴۳۲ رقم ۱۹۳۸۰) حضرت علیؓ کی نماز کا جو طریقہ نقل کیا ہے۔ اس میں بھی رفع یدین کا نام ونشان نہیں۔

۷۔ ساتویں سند سے بھی ابن ابی شیبہ (ج۱ ص۲۴۱ رقم ۲۵۰۶) حضرت علیؓ کی نماز کا جو طریقہ نقل کیا ہے۔ اس میں بھی رفع یدین کا نام ونشان نہیں۔ صرف تکبیرات کا ذکر ہے۔

حضرت علیؓ کی صرف ایک روایت میں رفع یدین کا ذکر ہے جس کا ایک راوی عبد الرحمٰن بن ابی الزناد ضعیف ہے۔ اس روایت کے متعلق مفصل بحث باب ۸ میں ۵۔ ۸ میں تفصیلاً بیان کر دی گئی ہے۔ تاہم اگر دونوں کو مان لیا جائے تو اب فیصلہ حضرت علیؓ، اصحاب علیؓ اور اجماع اہل کوفہ سے ہو گیا کہ رفع یدین والی حدیث پر عمل جاری نہیں رہا۔ اس لیے رفع یدین سنت نہیں۔ ہاں ترک رفع یدین والی حدیث پر عمل جاری رہا۔ اس لیے کہ ترک رفع یدین ہی سنت ہے کیونکہ سنیت کے لیے مواظبت ضروری ہے (شرح جزء رفع یدین ص ۲۵۰ مولانا محمد امین اوکاڑوی)۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی احادیث

حدیث نمبر ۰۷: حدثنا هناد، نا وكيع، عن سفيان، عن عاصم بن كليب، عن عبد الرحمٰن بن الأسود، عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود رضي الله عنه: "ألا أُصَلِّيْ بكم صَلٰوة رسول الله ﷺ؟ فَصَلّٰى. فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ اِلَّافِيْ اَوَّلِ مَرَّةٍ. قال: وفي الباب عن البراء بن عازب قال ابو عيسىٰ: حديث ابن مسعود حديث حسن. وبه يقول غيرُ واحد من اهل العلم من أصحاب النبي ﷺ والتابعين. وهو قول سفيان الثوري واهل الكوفة.

(ترمذی: باب: ماجاء أنّ النبیّ ﷺ لم یرفع الا فی اول مرۃ: ص ۱۳۱، رقم ۲۵۷ / بتحقیق الشیخ خلیل مأمون شیحا طبع دار المعرفة، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ؛ درجالہ رجال مسلم)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پھر آپؓ نے نماز پڑھی۔ اور صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کیا"۔ اور ترکِ رفع یدین کے باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث حسن ہے۔ اور بے شمار اہلِ علم صحابۂ کرامؓ اور تابعینؒ اسی کے (یعنی صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے) قائل ہیں۔ یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔

خاتمی مرتبت، نبی رحمت ﷺ کی مجلس کے حاضر باش، سفر و حضر میں آپ ﷺ کے خادمِ خاص، آپ ﷺ کی سیرت و سنت کے نمونہ، اور آپ ﷺ کی تعلیمات و ہدایات کے خزینہ، فقیہ امت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اپنے تلامذہ و حاضرین مجلس کو اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ کے طریقۂ نماز کی عملی طور پر تعلیم کی غرض سے نماز پڑھ کر دکھائی اور اس نماز میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع

یدین کیا۔ جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول رفع یدین نہیں تھا۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فدائی رسول اور فاضل ترین صحابی (جن کے قول عمل پر مہرِ اعتماد ثبت فرماتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''ما حدثکم ابن مسعود فصدِّقوہ'' (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹) یعنی عبداللہ بن مسعودؓ جو بات تم سے بیان کریں، اسے صحیح باور کرو) کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ نبی کریم ﷺ کی جانب منسوب کر کے کوئی بات بیان کریں یا کوئی کام کریں اور اس میں آپ ﷺ کے طریقہ کی مخالفت کریں۔ چنانچہ امام دارقطنی ایک موقع پر لکھتے ہیں:''

وعبداللہ بن مسعود أتقیٰ لربه وأشح علی دینه من أن یروی عن رسول اللہ ﷺ أنه یقضی بقضاء ویفتی ھو بخلاف ھٰذا۔ لا یتوھم مثله علیٰ عبداللہ بن مسعود"

(سنن دارقطنی ج ۲ ص ۳۶۱)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس بارے میں اپنے رب سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور اپنے دین کو ترجیح دینے والے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے وہ کوئی فیصلہ نقل کریں اور فتویٰ اس کے خلاف دیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسی شخصیت کے متعلق اس کا وہم بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اُصولی لحاظ سے یہ حدیث صحیح ہے اور اپنے مدلول میں صریح ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے وضاحت کی یعنی نماز پڑھ کر دکھائی۔ رفع یدین صرف تکبیرِ افتتاح کے وقت کیا۔ پھر نہیں کیا اور فرمایا: یہ نماز جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، بعد میں نہیں۔ ہمیں بھی پیارے نبی ﷺ کی پیاری سنّت پر عمل کرتے ہوئے صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرنا چاہیے بعد میں نہیں۔

حدیث نمبر ۱۰: أخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبد اللہ قال: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُولِ اللہ ﷺ، قَالَ: فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ

(نسائی رقم ۱۰۲۶؛ وقال الشیخ النیموی: ھذا اسناد صحیح۔ التعلیق الحسن حاشیہ آثار السنن ص ۱۵۳؛ علامہ البانیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے۔ سنن نسائی تحقیق محمد ناصر الدین البانی طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپؓ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا''۔

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے اس حدیث کے تمام راویوں کی ثقاہت کو ثابت کیا ہے اور مختلف محدثین سے اس حدیث کی صحت کو بیان کیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں: ''اس روایت صحیحہ سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا جو نقشہ بتایا اس میں صرف پہلی دفعہ رفع یدین تھا'' اس کے بعد حضرتؒ نے اس حدیث پر غیر مقلدین کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کا شافی جواب دیا ہے (خزائن السنن ص ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹)۔

حدیث نمبر ۲: حدثنا محمود بن غيلان المروزي، حدثنا وكيع حدثنا سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة، عن عبد الله أنه قال: أَلا أُصلي بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ الله ﷺ؟ فصلى فلم يرفع يديه الا مرة واحدة۔

(نسائی رقم ۱۰۵۸؛ علامہ البانیؒ نے اس کی تصحیح کی ہے)

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ چنانچہ آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیر تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا''۔

حدیث نمبر ۳: حدثنا عثمان بن أبي شيبة، حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم يعني ابن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة قال: قال عبد الله بن مسعود: أَلا أُصلي بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ الله ﷺ؟ قال: فصلى فلم يرفع يديه الا مرة

(ابوداؤد رقم ۷۴۸؛ دررجالہ رجال الصحیحین؛ علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے: صحیح سنن ابوداؤد رقم ۶۸۳ ـــــ ۷۴۸)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ حضرت علقمہؒ فرماتے ہیں: آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا''۔

حدیث نمبر ۴: حدثنا الحسن بن علي حدثنا معاوية وخالد بن عمرو وأبو حذيفة قالوا حدثنا سفيانُ بإسناده بهذا قال: فرفع يديه في أول مرةٍ وقال بعضهم مرةً واحدةً

(ابوداؤد رقم ۷۴۹ ترقیم بذل المجہود طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)۔

ترجمہ:۔ معاویہ بن ہشامؒ، خالد بن عمروؒ اور ابو حذیفہؒ، ان تینوں نے سفیان ثوریؒ سے اوپر مذکور سند (يعني عن عاصم، يعني ابن كليب، عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة) سے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی اوپر مذکور حدیث روایت کی ہے جس میں بعض راویوں نے ''فرفع يديه في اول مَرَّةً واحدةً '' کا لفظ کہا ہے اور بعض نے ''فرفع يديه مَرَّةً

واحدۃ'' کے الفاظ بیان کیے ہیں۔ ان سب لفظوں کا ایک ہی معنیٰ ہے یعنی رفع یدین صرف ایک مرتبہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت کیا تھا۔

حدیث نمبر۷۵:۔ حدثنا عبد اللہ، حدثنی أبی حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمۃ، قال: قال ابن مسعود: "ألا أُصَلی لَکُمْ صَلٰوۃَ رَسُولِ اللہ ﷺ؟ قال: فصلی، فلم یرفع یدیہ الا مرۃ"۔

(مسند احمد ج ا ص ۳۸۸، رقم ۳۶۷۲؛ رقم ۳۶۸۱)

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ چنانچہ آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا''۔

حدیث نمبر۷۶:۔ حدثنا عبد اللہ، حدثنی أبی حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمۃ، قال: قال عبد اللہ: " ألا أُصَلی بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُولِ اللہ ﷺ؟ قال: فرفع یدیہ فی أوّلٍ"۔ (مسند احمد ج ا ص ۴۴۲، رقم ۴۱۹۹؛ رقم ۴۲۱۰)

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ تو آپؓ نے صرف پہلی مرتبہ (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا''۔

حدیث نمبر۷۷:۔ حدثنا وکیع، عن سفیان، عن عاصم بن کلیب، عن عبد الرحمٰن بن الأسود، عن علقمۃ، عن عبد اللہ قال: ألا أُرِیکُمْ صَلٰوۃَ رَسُولِ اللہ ﷺ؟ فلم یرفع یدیہ الا مرۃً (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۶ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی ۱۴۲۷ھ؛ المدونۃ الکبریٰ ج ا ص ۱۶۶ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ)۔

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ چنانچہ آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا''۔

حدیث نمبر۷۸:۔ أخبرنا أبو طاھر الفقیہ، انبأنا ابو حامد بن بلال، أنبأنا محمد بن اسماعیل الأحمسی، حدثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمۃ، قال: قال عبد اللہ یعنی ابن مسعود: لأُصلین بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُولِ اللہ ﷺ۔ قال: فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ۔ (السنن الکبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۷۸)

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: میں تمہیں ضرور بالضرور جناب رسول اللہ ﷺ کی

مسنون نماز کا طریقہ بتاؤں گا۔ حضرت علقمہؒ کہتے ہیں: آپؓ نے نماز پڑھی اور صرف ایک مرتبہ (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا"۔

حدیث نمبر۷۹: ۔حدثنا ابن أبي داؤد. قال حدثنا نعيم بن حماد. قال حدثنا وكيع عن سفيان عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله عن النبي ﷺ انه كان يَرْفَعُ يديه في اَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لا يَعُوْدُ۔ (طحاوی رقم ۱۳۱۶، واسنادہ قوی)

ترجمہ: ۔حضرت علقمہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے"۔

حدیث نمبر۸۰: ۔حدثنا محمد بن نعمان، قال حدثنا يحي بن يحي، قال حدثنا وكيع عن سفيان فذكر مثله باسناده۔ (طحاوی رقم ۱۳۱۷، واسنادہ قوی)

ترجمہ: ۔اس حدیث کی سند سفیان ثوریؒ کے آگے بعینہٖ وہی ہے جو اوپر والی حدیث کی ہے اور متن کے الفاظ بھی وہی ہیں۔

حدیث نمبر۸۱: ۔ابو حنيفة عن حمادٍ عن ابراهيمَ عن الاسود اَنَّ عبد اللهِ بنَ مسعودٍ ؓ كان يرفع يديه في اول التكبيرِ ثمَّ لا يعودُ الىٰ شيءٍ من ذٰلك ويأثرُ ذٰلك عن رسول الله ﷺ

(جامع المسانید خوارزمی ج ا ص ۳۵۵)۔

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ، حمادؒ سے، وہ ابراہیم نخعی ؒ سے، وہ اسودؒ سے نقل کرتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں نہیں کرتے تھے۔ وہ اس عمل کو جناب رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے تھے"۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس حدیث کی بنا پر ترکِ رفع یدین کو اختیار کیا ہے۔ اس لیے یہ ان کی جانب سے حدیث کی تصحیح ہے۔

حدیثِ عبداللہ بن مسعودؓ پر سندی وفنی بحث

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی تصحیح

اس حدیثِ عبداللہ بن مسعودؓ کو بہت سے محدثین نے روایت کیا ہے۔ سنن ابوداؤد (حدیث نمبر ۶۸)، سنن نسائی کی دوسری روایت (حدیث نمبر ۶۷)، مسند احمد (حدیث نمبر ۷۰، ۷۱) اور مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۷۲) کی روایتیں صحیح علی شرط الشیخین ہیں کیونکہ مسند احمد اور ابن ابی

شیبہ کی سند میں یہ پانچ راوی ہیں: وکیع بن الجراحؒ، سفیان ثوریؒ، عاصم بن کلیبؒ، عبدالرحمٰن بن الاسودؒ اور علقمہ بن قیسؒ تلمیذ ابن مسعودؓ۔ اور یہ سب کے سب راوی صحیح بخاری و مسلم اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ البتہ عاصم بن کلیبؒ سے امام بخاریؒ نے صرف تعلیقاً روایت کیا ہے۔

سنن ابوداؤد میں ایک راوی عثمان بن ابی شیبہؒ زائد ہیں۔ یہ ترمذی کے علاوہ صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ سنن نسائی کی سند (حدیث نمبر ۶۷) میں عثمان بن ابی شیبہؒ کی جگہ محمود بن غیلانؒ ہیں جو صحیحین کے راوی ہیں بلکہ ابوداؤدؒ کے علاوہ اصحاب ستہ نے ان سے روایت کی ہے۔ ترمذی کی سند (حدیث نمبر ۶۵) علیٰ شرط مسلم ہے۔ کیونکہ ان کی سند میں عثمان بن ابی شیبہؒ کی بجائے ہنادؒ ہیں جن سے امام بخاریؒ کے علاوہ بقیہ سارے اصحاب ستہ روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث بلاشبہ صحیح ہے۔

اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

۱۔ قال الشیخ انور شاہ الکشمیری: علیٰ شرط مسلم (العرف الشذی ص ۱۳۸)۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۲۔ ورجالہ رجال مسلم کذا فی الجوھر النقی، وقال الشیخ انور شاہ الکشمیری: أنّ ھٰذا الخبر مع ھٰذہ الزیادۃ صحیح، وکل ما أوردوہ علیہ فھو مدفوع۔ (نیل الفرقدین ص ۸۷ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: اس حدیث کے راوی مسلم شریف کے راوی ہیں جیسا کہ جوہر نقی میں ہے۔ یہ حدیث مع زیادت کے صحیح ہے۔ جو اعتراضات اس حدیث کے بارے میں کیے گئے ہیں، وہ مردود ہیں۔

۳۔ وقال الشیخ النیموی: رواہ الثلاثۃ، و ھو حدیث صحیح۔ (آثار السنن ص ۱۵۲)

اس حدیث کو تینوں (ترمذی، ابوداؤد، نسائی) نے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۴۔ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی فرماتے ہیں: "ولا یخفی أن الحدیث مرفوع ولو حکماً. فان قول الصحابی ألا أُصَلِّیْ بکم صَلٰوۃَ رسولِ اللہ ﷺ؛ فی حکم الرفع، کما ثبت فی الأصول" (اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۸) یہ بات مخفی نہیں ہے کہ یہ حدیث مرفوع ہے۔ اگرچہ حکماً ہے۔ اس لیے صحابیؓ کا یہ فرمانا: "ألا أُصَلِّیْ بکم صَلٰوۃَ رسولِ اللہ ﷺ؟" مرفوع کے حکم ہے۔ جیسا کہ اصول کی کتابوں میں ہے۔

۵۔ قال الشیخ الالبانی: ھذا سند صحیح. رجالہ رجال مسلم. وقد حسنہ الترمذی، و صححہ ابن حزم. (اصلُ صفۃ صلاۃِ النبیِ ﷺ ص ۶۱۰، ۶۱۱)۔ ۶۔ دوسری جگہ شیخ البانیؒ تو

نہایت تاکید وجزم کے ساتھ فرماتے ہیں: وقال الشیخ الالبانی: والحق انه حدیث صحیح، واسنادہ صحیح علیٰ شرط مسلم۔ ولم نجد لمن أعلّه حجة یصلح التعلق بها ورد الحدیث من أجلها۔ (مشکوٰۃ المصابیح بتحقیق الشیخ البانی، ج۱ ص ۲۵۴، تحت حدیث ۸۰۹)

علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں: حق بات یہ ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہے۔ اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ جن لوگوں نے اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ ہمیں ان کی کوئی ایسی دلیل نہیں ملی جس سے استدلال صحیح ہو اور اس کی وجہ سے حدیث رد کر دی جائے۔

۷۔ دوسری جگہ بھی علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (صحیح سنن ترمذی رقم ۲۱۱۔۔۔۔۔۔۲۵۷؛ صحیح ابوداؤد ۶۸۳۔۔۔۔۔۔۷۴۸)۔

۸۔ معروف محقق علامہ احمد محمد شاکرؒ نے بھی اس حدیث کی تصحیح ان الفاظ میں کی ہے: وقال احمد شاکر: وھٰذا الحدیث صحیح، صححه ابن حزم وغیرہ من الحفاظ وما قالوا فی تعلیله لیس بعلة۔ (ترمذی بتحقیق احمد شاکر ج ۲ ص ۴۱)

ترجمہ:۔ علامہ احمد محمد شاکر فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث کو ابن حزمؒ اور ان کے علاوہ دیگر حفاظ حدیث نے صحیح قرار دیا ہے۔ بعض لوگوں نے جو کچھ اس حدیث کی تعلیل کی متعلق کہا ہے، وہ علت بننے کے قابل نہیں ہے۔

۹۔ انہی الفاظ کے ساتھ عصر حاضر کے مشہور محقق شعیب ارناؤط اور غیر مقلد عالم زہیر الشاویش نے بھی اس حدیث کی صحت کو بیان کیا ہے (حاشیہ شرح السنۃ ج ۳ ص ۲۴)۔

۱۰۔ علامہ ابن حزمؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''ان ھٰذا الخبر صحیح'' (محلّٰی ج ۴ ص ۸۸؛ المحلّٰی شرح المجلّٰی ج ۴ ص ۵۸ طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔ ۱۴۲۲ھ)۔ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: وان کان علی رضی اللہ عنہ وابن مسعود رضی اللہ عنہ لا یرفعان۔ اگرچہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۱۱۔ حافظ ابن القطان فاسیؒ، امام دارقطنیؒ سے اس حدیث کی تصحیح نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وممن قال ذٰلك الدارقطنی، قال انه حدیث صحیح۔ وانما المنکر فیه علی وکیع زیادة "ثم لا یعود" قالوا: انه کان یقولها من قبل نفسه''۔ پھر اپنی تحقیق ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''والحدیث عندی بعدالة رواته اقرب الی الصحة۔ وما به علة سویٰ ما ذکرتُ''۔ (بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۳۶۵)

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ میں "ثم لا یعود" مدرج نہیں ہے

بعض محدثین مثلاً امام دارقطنیؒ اور ابن القطانؒ وغیرہ نے اس میں جو علت نکالی ہے۔ وہ ان محققین کے نزدیک لائقِ اعتبار نہیں جس سے حدیث کی صحت متاثر ہو۔ کیونکہ امام دارقطنیؒ اور حافظ ابن القطانؒ کا لفظ "ثم لا یعود" سے انکار اور اسے وکیعؒ کا اضافہ بتانا، نہ صرف یہ کہ بلا دلیل ہے بلکہ خلافِ دلیل ہے کیونکہ لفظ "ثم لا یعود" کو بیان کرنے میں وکیع منفرد نہیں ہیں کہ اسے ان کا اضافہ کہا جائے بلکہ نسائیؒ کی روایت (حدیث نمبر ۶۶) میں عبداللہ بن مبارک بھی سفیان ثوریؒ سے "ثم لا یعود" کے الفاظ بیان کرتے ہیں۔ سنن ابوداؤد کی روایت (حدیث نمبر ۶۹) میں معاویہ بن ہشامؒ، خالد بن عمرو اور ابوحذیفہؒ بھی سفیان ثوریؒ سے "ثم لا یعود" کے ہم معنیٰ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس لفظ کے بیان کرنے میں وکیع منفرد اور اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان کے (باستثناء خالد بن عمرو) لائق اعتبار و قوی متابع موجود ہیں۔ تو پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ یہ لفظ خود وکیع کا اپنی جانب سے اضافہ ہے۔

نیز امام دارقطنیؒ کا کتاب العلل میں یہ کہنا کہ وکیعؒ سے ان کے مشاہیر تلامذہ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ اور ابن نمیرؒ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مگر یہ مشاہیرؒ "ثم لا یعود" کے لفظ کو ذکر نہیں کرتے۔ لہٰذا یہ زیادتی غیر محفوظ ہے۔ تو ان کا یہ دعویٰ بھی خلاف واقع ہے کیونکہ مسند احمد (حدیث نمبر ۷۰، ۷۱) میں امام احمدؒ اور مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۷۲) میں امام ابن ابی شیبہؒ دونوں وکیعؒ سے "فلم یرفع بدیه الا مرةً" کے الفاظ روایت کرتے ہیں۔ اور یہ جملہ "ثم لم یعد" یا "ثم لا یعود" کے ہم معنی ہی ہے۔ پھر امام احمد بن حنبلؒ اور ابوبکر بن ابی شیبہؒ کے متابع ابوداؤد میں عثمان بن ابی شیبہؒ، ترمذی میں ہناد بن السریؒ، سنن نسائی میں محمود بن غیلانؒ اور شرح معانی الآثار (حدیث نمبر ۷۴) میں نعیم بن حمادؒ اور یحییٰ بن یحییٰ (حدیث نمبر ۷۵) ہیں جو سب وکیع سے "فلم یرفع یدیه الا مرةً" یا اسی کے ہم معنیٰ الفاظ روایت کرتے ہیں۔ اس لیے اس حدیث پر امام دارقطنیؒ کا یہ اعتراض بھی بے معنیٰ ہے۔

خود امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں: سوال نمبر ۸۰۴۔ "وسئل عن حدیث علقمة، عن عبد الله قال: أَلا أُرِيكُمْ صَلوٰةَ رَسُولِ الله ﷺ؟ فَرَفَعَ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيرَةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ. فقال (ای الدارقطنی): یرویه عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن علقمة حدّث به الثوری عنه. ورواه أبوبكر النهشلی عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمن بن الأسود عن

أبيه وعن علقمة عن عبد الله، و كذلك رواه ابن ادريس عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله۔ واسناده صحيح وفيه لفظة ليست بمحفوظة ذكرها أبو حذيفة في حديثه عن الثوري وهي قوله: ثم لم يعد'' (كتاب العلل الواردہ ج۵ ص۱۷۱ تا ۱۷۳ طبع شارع عمیر الریاض مملکۃ العربیۃ السعودیۃ طبع اول ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء)۔

امام دارقطنیؒ سے حدیث علقمہ عن عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں سوال کیا گیا جس میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپ ﷺ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا''۔یہ روایت عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمۃ سے مروی ہے، سفیان ثوری اس کو عاصمؒ سے روایت کرتے ہیں۔اور اسی طرح حضرت ابوبکر النہشلی نے عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن أبيه وعن علقمة عن عبد الله روایت کی ہے۔اور اسی طرح عبداللہ بن ادریس نے عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمۃ عن عبد اللہ روایت کی ہے۔ اور سند اس کی صحیح ہے۔اور اس میں ایک لفظ ہے جو کہ محفوظ نہیں جو کہ ابوحذیفہؒ نے اپنی حدیث میں سفیان ثوریؒ سے روایت کیا ہے''۔

زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں: مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے (نور العینین ص ۱۳۹)۔اس میں امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ جس طرح عاصم بن کلیبؒ سے روایت کرتے ہیں۔اسی طرح ابوبکر النہشلیؒ اور عبداللہ بن ادریسؒ بھی عاصم بن کلیبؒ سے روایت کرتے ہیں۔سفیان ثوریؒ متفرد نہیں۔ اور اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔صرف ثم لم یعد محفوظ نہیں۔اس کی بحث اوپر کر دی گئی ہے۔

اس عبارت سے سفیان ثوریؒ کا تفرد بھی باطل ہو گیا۔ جب تفرد باطل ہے تو غیر محفوظ ہونے کا دعویٰ صحیح نہ رہا۔

سفیان ثوریؒ کی توثیق وعدالت

حضرت سفیان ثوریؒ صحیحین (صحیح بخاری وصحیح مسلم) اور سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ان کی صحت اور ثقاہت مسلم ہے۔

۱:۔ علامہ جزائریؒ، علامہ ابن حزمؒ سے محدثین کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے ان مدلسین کی فہرست بتاتے ہیں جن کی روایتیں باوجود تدلیس کے صحیح ہیں اور ان کی تدلیس سے صحتِ حدیث پر کوئی اثر نہیں

پڑتا۔ چنانچہ فرماتے ہیں: ''منهم كان جلة أصحاب الحديث وأئمة المسلمين كالحسن البصري وأبي اسحاق السبيعي وقتادة بن دعامة وعمرو بن دينار و سليمان الأعمش وأبي الزبير وسفيان الثوري وسفيان بن عيينة'' (توجیہ النظر ص ۲۵۱)۔

''ان مدلسین میں جلیل القدر محدث اور مسلمانوں کے امام شامل ہیں جیسے حسن بصریؒ، ابواسحاق سبیعیؒ، قتادہ بن دعامہؒ، عمرو بن دینارؒ، سلیمان اعمشؒ، ابوالزبیرؒ، سفیان الثوریؒ اور سفیانؒ بن عیینہؒ''۔

۲:۔ حافظ صلاح الدین العلائیؒ نے امام حاکمؒ سے مدلسین کی اقسام کا ذکر کیا ہے (دیکھیے جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۹)۔ اس میں سفیان ثوریؒ کو قسم ثالث میں ذکر کیا ہے مگر خود اسی کتاب (ص ۱۱۳) میں سفیان ثوریؒ کو طبقہ ثانیہ میں ذکر کیا ہے: ''وثانيها من احتمل الأئمة تدليسه وخرجوا له في الصحيح وان لم يصرح بالسماع وذلك اما لأمامته او لقلة تدليسه في جنب ماروى أولأنه لا يدلس الا عن ثقة وذلك كالزهري وسليمان الأعمش وابراهيم النخعي واسماعيل بن أبي خالد وسليمان التيمي وحميد الطويل والحكم بن عتيبة ويحيى بن أبي كثير وابن جريج والثوري وابن عيينة الخ''

(جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۱۱۳)۔

''دوسرا طبقہ جن کی تدلیس کو ائمہ کرام ﷭ نے برداشت کیا ہے اور صحیح (صحیح بخاری یا صحیح مسلم) میں روایت کیا ہے۔ اگرچہ انہوں نے سماع کی تصریح نہیں کی۔ یہ اس بنا پر ہے کہ وہ محدث ہیں یا تدلیس کم کی ہے بنسبت روایات کے، یا اس بنا پر کہ تدلیس ثقہ سے کرتا ہے۔ جیسے زہریؒ، سلیمان الاعمشؒ، ابراہیم النخعی ﷫، اسماعیل بن ابی خالد و سلیمان التیمیؒ، وحمید الطویلؒ، الحکم بن عتیبہؒ، یحییٰ بن ابی کثیرؒ، ابن جریجؒ، وسفیان الثوریؒ اور سفیان بن عیینہؒ''۔

۳:۔ مشہور غیر مقلد عالم حافظ محمد گوندلویؒ فرماتے ہیں: مدلسین کے طبقات: حافظ ابن حجرؒ نے طبقات المدلسین میں ان کے پانچ مراتب بیان کیے ہیں:

۱:۔ جس سے بہت کم تدلیس ثابت ہو جیسے یحییٰ بن سعید انصاریؒ ہیں۔

۲:۔ جس کی تدلیس کو ائمہ حدیث نے برداشت کیا ہو اور اپنی صحیح میں اس سے روایت بیان کی ہو کیونکہ اس کی تدلیس اس کی مرویات کے مقابلہ میں کم ہے اور فی نفسہٖ امام ہے جیسے ثوریؒ۔ یا وہ ثقہ ہی سے تدلیس کرتا ہے جیسا کہ ابن عیینہؒ ہے۔ (خیر الکلام ص ۷۴ طبع دوم)

۴:۔ مسئلہ آمین بالجہر کی روایت میں سفیان الثوری عن سلمة بن كهيل عن حجر بن عنبس الخ سے تمام غیر مقلدین استدلال کرتے ہیں اور اس کو صحیح کہتے ہیں حالانکہ وہاں بھی سفیان ثوریؒ

نے عن سے روایت بیان کی ہے۔(ابکار المنن ص ۱۹۸ مبارک پوری غیر مقلد)

۵:۔ مولانا زبیر علی زئی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: ترمذیؒ نے حسن جبکہ ابن حجرؒ نے التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۲۳۶) اور امام دارقطنیؒ (ج ۱ ص ۳۳۴) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے (نماز نبوی ص ۱۹۳ کا حاشیہ)۔ مولانا زبیر علی زئی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: وسندہ صحیح۔ التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۳۶ حدیث نمبر ۳۵۳ (ہدیۃ المسلمین ص ۳۴ طبع کراچی)۔

۶:۔ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں: ''روی البیهقی فی المدخل عن محمد بن رافع قلت لأبی عامر: کان الثوری یدلس؟ قال: لا'' (تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۱)۔ ''امام بیہقیؒ نے مدخل میں محمد بن رافع سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے ابو عامرؒ سے پوچھا: کیا سفیان ثوریؒ تدلیس کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: نہیں''۔ اس سے ثابت ہوا کہ سفیان ثوریؒ تدلیس نہیں کرتے۔

۷:۔ حضرت سفیان ثوریؒ کا ترجمہ غیر مقلدین کے محدث یحییٰ گوندلوی کی زبانی سنیے۔ یحییٰ گوندلوی غیر مقلد اور متعصب ہے۔ اپنی کتاب ''آمین بالجہر'' (ص ۲۵) پر لکھتے ہیں: ''سفیان الثوری، الامام، المشهور، الفقیه، العابد، الحافظ، الکبیر۔ وصفه النسائی وغیره بالتدلیس. وقال البخاری ما أقل تدلیسه'' یعنی ''حضرت امام سفیان ثوریؒ مشہور امام، فقیہ، عابد اور بہت بڑے حافظ تھے۔ امام نسائی وغیرہ نے ان کو مدلس کہا ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ان کی تدلیس بہت ہی کم ہے''۔

حافظ ابن حجرؒ نے مدلسین کو پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ کو دوسرے طبقہ میں شمار کیا ہے۔ دوسرے طبقہ کی خود ہی وضاحت کردی ہے۔ فرماتے ہیں: ''الثانیة من احتمل الأئمة تدلیس. وأخرجوه له فی الصحیح لامامته. وقلة تدلیسه فی جنب ماروی کالثوری، أو کان یدلس الا عن ثقة کابن عیینة''۔

''دوسرا طبقہ جن کی تدلیس کو ائمہ کرام رحمہم اللہ نے قبول کیا ہے۔ ان کی امامت اور قلت تدلیس کی وجہ صحیح میں احادیث لی ہیں جیسا کہ ثوری تھے۔ یا پھر اس طبقہ میں ایسے راوی ہیں جو صرف ثقہ راویوں سے تدلیس کرتے تھے۔ جیسا کہ امام ابن عیینہؒ''۔

حافظ ابن حجرؒ کی اس اصولی تحریر سے واضح ہو گیا کہ اگرچہ امام ثوریؒ مدلس تھے مگر ان کی تدلیس مضر نہیں، جو حدیث کی صحت پر اثر انداز ہو اور حدیث کو تدلیس کی وجہ سے رد کر دیا جائے (آمین بالجہر ص ۲۵، ۲۶)۔

یہاں امام سفیان ثوریؒ کی ثقاہت غیر مقلد یحییٰ گوندلوی صاحب کی کتاب سے درج کردی

ہے تاکہ کوئی غیر مقلد انکار حدیث کے نشہ میں امام سفیان ثوریؒ پر تدلیس کا اعتراض کر کے حدیث کا انکار نہ کر دے۔ اس لیے یحییٰ گوندلوی صاحب نے امام سفیان ثوریؒ کی تدلیس کا جواب بھی دے دیا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ تو صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ یحییٰ صاحب فرماتے ہیں: ہر انصاف پسند کے لیے ضروری ہے کہ اسے معلوم ہو کہ امام بخاریؒ کا اپنی صحیح میں کسی راوی کی روایت کو بیان کرنا اس کی عدالت، صحت، ضبط اور عدم غفلت کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ بات ان راویوں کے بارے میں ہے جن کی روایت وہ اصول میں لیتے ہیں (آمین بالجہر ص ۳۱)۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن مبارکؒ

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس حدیث کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امام ترمذی ناقل ہیں کہ مشہور امام حدیث عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں: ''قد ثبت حديث من يرفع، وذكر حديث الزهري، عن سالم، عن أبيه، ولم يثبت حديث ابن مسعود: أن النبي ﷺ لم يرفع الا في أول مرة'' (ترمذی ص ۱۳۰، ۱۳۱ طبع بیروت)۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس فعلی روایت کے تمام راوی ثقہ بلکہ علیٰ شرط مسلم اور بقول بعض علیٰ شرط الشیخین ہیں۔ بہت سے محدثین اس کی تحسین و تصحیح کرتے ہیں۔ تو پھر حضرات محدثین کے اصول کے اعتبار سے امام عبداللہ بن مبارکؒ کی اس مبہم جرح سے یہ روایت کیونکر ضعیف ہو جائے گی، جبکہ حافظ ابن حجرؒ کی یہ تصریح بھی موجود ہے کہ ''لا يلزم من نفي الثبوت، ثبوت الضعف لاحتمال أن يراد بالثبوت الصحة فلا ينفي الحسن'' (نتائج الافکار بحوالہ نور العینین ص ۵۳ مؤلف مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی)۔

یعنی ثبوت کی نفی سے ضعف کا ثبوت ضروری نہیں ہے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ثبوت سے مراد صحت ہو۔ لہٰذا ''لم يثبت'' سے صرف صحیح کی نفی ہو گی حسن کی نہیں۔

اسی لیے حافظ ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: ''وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارك لا يمنع النظر فيه وهو يدور على عاصم بن كليب وقد وثقه ابن معين'' (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۹۵؛ العرف الشذی مع الترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی؛ فتح الملہم ج ۲ ص ۱۳۳ طبع مکتبہ دار العلوم، کراچی)۔ یعنی عبداللہ بن مبارک کے نزدیک اس خبر کا ثابت نہ ہونا اس بات سے مانع نہیں ہے کہ اس کے راویوں میں بحث و نظر کی جائے (اور بحث و تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ) یہ حدیث عاصم بن کلیب پر دائر ہے۔ اور ابن معینؒ ان کی توثیق کر رہے

ہیں (لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے)۔

علاوہ ازیں خود عبداللہ بن مبارکؒ کے الفاظ ''ولم یثبت حدیث ابن مسعود: أن النبی ﷺ لم یرفع الا فی أول مرۃ'' صاف بتا رہے ہیں۔ کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ثابت اس فعلی روایت پر کلام نہیں کر رہے ہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول اس قولی روایت پر جرح کر رہے ہیں جس میں مسنداً و مرفوعاً حضور ﷺ کے ترکِ رفع یدین کے عمل کو بیان کیا گیا ہے۔ کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی یہ صراحتاً مرفوع روایت، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے جس سے جناب رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین ثابت ہوتا ہے، معارض و مخالف ہے اور وہ پہلے صراحت کر چکے ہیں کہ ''قد ثبت حدیث من یرفع، وذکر حدیث الزھری، عن سالم، عن أبیہ''۔ تو اس کے معارض و مخالف کو کس طرح ثابت مان سکتے ہیں۔

خود امام ترمذیؒ نے اپنی سیاقِ عبارت سے اس کی طرف واضح اشارہ کردیا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کی جرح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فعلی روایت پر نہیں بلکہ قولی مرفوع روایت پر ہے۔ کیونکہ انہوں نے پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر کی ہے اور اس کی تحسین و تصحیح اور اس کے مطابق صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ اور فقہاءؒ کے عمل کا تذکرہ کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے کلام ''قد ثبت حدیث من یرفع، وذکر حدیث الزھری عن سالم عن أبیہ'' الخ کو نقل کیا ہے۔ اس کے بعد اپنی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فعلی روایت ''ألا أُصَلِّیْ بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ؟ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّافِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ'' ذکر کرکے اسے حسن کہا ہے۔ پھر اس کی تائید میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور فقہاءؒ کے عمل کو پیش کیا ہے۔

امام ترمذیؒ کی اس عبارت کی اس ترتیب میں ادنیٰ تأمل سے واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ کی اس جرح کا تعلق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس فعلی روایت سے نہیں بلکہ اس قولی روایت سے ہے جسے امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے تعلیقاً اور امام طحاویؒ (رقم ۱۳۱۶) وغیرہ نے مسنداً ذکر کیا ہے۔ اسی لیے امام ترمذیؒ نے اس جرح کے بعد اس زیرِ بحث فعلی روایت کو ذکر کیا ہے اور اس کی تحسین کی ہے۔

پھر سنن نسائی کی روایت (حدیث نمبر ٦٦) میں خود امام عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس فعلی حدیث کے راوی ہیں تو وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ ترکِ رفع یدین کی جس روایت کے راوی ہیں اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور ﷺ کی نماز کا نقشہ لوگوں کو پڑھ کر دکھایا ہے۔ لیکن طحاوی (حدیث نمبر ۴۷) والی

روایت میں نہ نقشہ کا کوئی ذکر ہے، بلکہ اس میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پہلی مرتبہ کے سوا رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چونکہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس طرح نہ سنی تھی۔ اس لیے انہوں نے اعتراض کر دیا کہ یہ حدیث ثابت نہیں۔ مگر یہ ابن المبارکؒ کا خیال ہے کیونکہ جو صحابیؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا عملاً نقشہ بیان کرتا ہے جس میں رفع یدین نہیں۔ اگر کسی موقعہ پر وہ قولاً یہ فرمادے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہ کرتے تھے۔ تو اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے؟ اور ان دونوں میں کیا تعارض ہے؟

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ خود فرماتے ہیں کہ سند دین کا حصہ ہے۔ اگر سند نہ ہوتی تو جس کا جو خیال ہوتا وہی کہہ دیتا (مقدمہ مسلم ص ۱۲؛ ترمذی ج ۲ ص ۲۳۶)۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا یہ خیال درست نہیں کہ طحاوی والی روایت ثابت نہیں۔ حالانکہ سند اس کی اس حدیث کی طرح صحیح ہے۔ جب سند صحیح ہے تو یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔

نیز یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ تمام محدثین وفقہاء بیک زبان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا یہی مسلک نقل کرتے ہیں کہ وہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور اسی پر ان کے سارے تلامذہ کا بھی عمل تھا۔ اس لیے اگر کوئی شخص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں یہ بیان کرے کہ "فَصَلّٰی، فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْهِ اِلَّافِیْ اَوَّلِ مَرَّۃ" کہ انہوں نے نماز پڑھی اور صرف پہلی بار ہی رفع یدین کیا۔ تو یہ بیان واقعی ہوگا۔ جس کے متعلق "لم یثبت" کیسے کہا جاسکتا ہے؟

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے ترکِ رفع یدین ایسی سند سے ثابت ہے جس کے صحیح ہونے پر شبہ نہیں۔ چنانچہ سند یوں ہے: أخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبد اللہ بن المبارك عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبد اللہ الحدیث۔ امام نسائیؒ ثقہ ہیں اور سوید بن نصرؒ بھی اعلیٰ درجہ کے ثقہ ہیں اور عبداللہ بن مبارکؒ تو عبداللہ بن مبارکؒ ہی ہیں جو بالاتفاق ثقہ ہیں۔ اب اس روایت کی سند پر نظر کرلیں جو عبداللہ بن مبارکؒ سے جرح کی نقل کی ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں:

حدثنا بذلك أحمد بن عبدة الآملی حدثنا وهب بن زمعة حدثنا سفیان بن عبد الملك عن عبد الله بن المبارك۔

اس میں امام ترمذیؒ کا استاذ أحمد بن عبدة الآملی کے حالات معلوم نہیں۔ یہاں تک کہ اس کی تاریخ ولادت اور وفات بھی معلوم نہیں۔ اندازہ یہ ہے کہ یہ تیسری صدی میں فوت ہوا ہے۔ اس زمانہ میں نہ تو کسی شاگرد نے اس کی توثیق وتعریف کی ہے اور نہ کسی اور معاصر نے، بلکہ آٹھویں

صدی تک کسی محدث نے اس کی تعریف نہیں کی۔صرف علامہ ذہبیؒ نے اس کو صدوق (سچا) کہا ہے (الکاشف ج ا ص ۲۳؛ تہذیب ج ا ص ۵۹)۔علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: راوی کی توثیق جو صدوق کے لفظ سے کی جاتی ہے۔اس کا درجہ ثقہ اور متقن کے الفاظ سے کم ہے اور صدوق کے ساتھ ضعیف کا لفظ بھی مل سکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ ایک راوی کے بارے میں فرماتے ہیں: قلت: هو صدوق وليس بمتقن (میزان ج ۳ ص ۶۵) ''یہ راوی سچا ہے لیکن متقن نہیں''۔امام ابوحاتمؒ حماد بن ابی سلیمانؒ کے بارے میں لکھتے ہیں: صدوق لا يحتج به (التعلیق المغنی ج ۳ ص ۳۶۹)۔''یہ راوی صدوق ہے مگر اس کے ساتھ حجت نہ پکڑی جائے''۔تو اعلیٰ درجہ کی حدیث جو ترک رفع یدین میں مروی ہے اس کو گھٹیا درجہ کی سند سے رد کرنا انصاف کے خلاف ہے۔ اس لیے امام ترمذیؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ کی جرح کو ذکر کرنے کے باوجود ''حدیث حسن'' کہا ہے۔ پھر سفیانؒ بن عبد الملک محدثین کرام رحمہم اللہ سے حدیث بیان نہیں کرتے۔ یہ صرف عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں (خلاصہ تہذیب الکمال ص ۴۴۵)۔حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: یہ ۲۰۰ھ سے بھی پہلے فوت ہوا ہے۔عبداللہ بن مبارکؒ سے قدیم السماع ہے۔اور یہ بھی کہا گیا ہے (مجہول کے صیغہ سے) کہ سفیان بن عبد الملکؒ نے ابومعاویہ الضریر سے بھی روایت کی ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۱۶)۔دارقطنی (ج ا ص ۲۳۹ رقم ۱۱۱۳) اور بیہقی (ج ۲ ص ۷۹) میں اس جرح کی ایک سند حدثنا عبد الله بن محمود، حدثنا عبد الكريم بن عبد الله، عن وهب بن زمعة، حدثنا سفيانُ بنُ عبد الملكِ، عن عبد الله بن المبارك۔ اس میں راوی عبدالکریم بن عبداللہ السکری مجہول ہے۔اس کا ترجمہ کتب اسماء الرجال سے ہمیں نہیں مل سکا۔لہٰذا ایسی مجہول سند کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے صحیح سند سے ترک رفع یدین کی حدیث ثابت ہو چکی ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳)۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور امام ابوحاتمؒ

اعتراض:۔امام ابوحاتمؒ نے کہا ہے: ''یہ حدیث خطا ہے۔کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوریؒ کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیبؒ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اٹھائے، پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کر درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوریؒ والی بات بیان نہیں کی ہے (علل الحدیث ج ا ص ۹۶ بحوالہ نور العینین علی زئی ص ۱۳۱)۔

جواب:۔

ا:۔ ہمارا استدلال تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی اس حدیث سے ہے جس میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کھڑے ہو گئے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا نقشہ نماز پڑھ کر دکھایا۔لیکن کتاب العلل کے حوالہ جو روایت ابھی اوپر بیان ہوئی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ خود کھڑے ہو گئے اور سارا نقشہ نماز کا اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر دکھایا۔تو یہی سے امام ابو حاتمؒ کو وہم ہو گیا کہ شاید اس طریقے سے روایت بیان کرنے میں سفیان ثوریؒ کا وہم ہے۔لیکن یہ امام ابو حاتمؒ کا وہم ہی ہے۔یہ حدیث بھی اپنے مقام پر صحیح ہے کیونکہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی نماز کا جو نقشہ کھینچ کر دکھایا ہے۔یہ دوسری روایت ہے۔آپؐ کی سنت ادا کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے بھی اپنے شاگردوں کے سامنے کھڑے ہو کر وہی نقشہ کھینچ کر جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھائی ۔ اس میں سفیان ثوریؒ کے وہم کا کوئی دخل نہیں (نور الصباح ج ا ص ۱۰۹، ۱۱۰)۔

۲:۔ یہ کہنا کہ عاصم بن کلیبؒ سے ایک جماعت نے تطبیق والی روایت بیان کی ہے۔یہ غلط اور محض غلط ہے بلکہ عبد اللہ بن ادریسؒ کے علاوہ کسی نے بھی بیان نہیں کی۔جبکہ سفیان ثوریؒ کی طرح ابوبکر النہشلیؒ اور ابن ادریسؒ نے بھی بیان کیا ہے(کتاب العلل دارقطنی ج ۵ ص ۱۷۱ تا ۱۷۳)۔لہٰذا ابو حاتمؒ کی جرح مردود ہے(نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۵)۔

۳:۔ امام ابو حاتمؒ وغیرہ کا یہ کہنا کہ "ثم لا یعود" کے لفظ کی زیادتی سفیان ثوری کا وہم ہے، کیونکہ عبد اللہ بن ادریسؒ کی روایت میں یہ زیادتی نہیں ہے۔نہایت تعجب خیز ہے کیونکہ انہی سفیان ثوریؒ کو آمین بالجہر کی روایت میں باور کرایا گیا تھا کہ یہ احفظ الناس ہیں اور ان کے مقابلہ میں امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے اس فیصلہ کے باوجود کہ "و شعبة أحسن حديثاً من الثوری"۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہؒ کا حفظ و ضبط بھی پایۂ اعتبار سے ساقط بتایا گیا تھا،لیکن اب یہی سفیان ثوریؒ مسئلہ رفع یدین میں وہم کا شکار بتائے جا رہے ہیں اور ان کی روایت پر عبد اللہ بن ادریس کی روایت کے مقابلہ میں جو ان کی طرح نہ تو حافظ ہیں نہ امام و حجۃ، خطا اور ضعیف کا حکم چسپاں کیا جا رہا ہے۔اور یہ سب کچھ اس روایت کی بنیاد پر کیا جا رہا ہے،جس کا سفیان ثوریؒ کی روایت سے فی الواقع کوئی اختلاف ہی نہیں کیونکہ ابن ادریسؒ کی یہ روایت مسئلہ تطبیق سے متعلق ہے اور سفیان ثوریؒ کی روایت کا تعلق رفع یدین سے ہے۔دونوں حدیثوں کا سیاق خود

بتا رہا ہے کہ مختلف مسئلوں سے متعلق یہ دو مستقل حدیثیں ہیں۔ اس لیے سرے سے ان میں کوئی مخالفت ہی نہیں کہ ایک کو صواب اور دوسری کو خطا، یا صحیح وضعیف ٹھہرایا جائے۔ اس حدیث کا متن ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر ۸۲:۔ عن عبد الله قال: أَلا أُرِيكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ الله ﷺ؟ فكبر ورفع يديه حتى افتتح الصلاة، فلما ركع طبق يديه، وجعلهما بين فخذيه، فلما صلى قال: هكذا فعل رسول الله ﷺ (مسند البزار بحوالہ نیل الفرقدین ص ۸۹ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی ۱۴۲۴ھ)

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ چنانچہ آپؓ نے تکبیر کہی اور (تکبیرِ تحریمہ کے وقت) رفع یدین کیا، یہاں تک کہ آپؓ نے نماز شروع کر دی۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ پھر جب آپؓ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: اسی طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا''۔

حدیث نمبر ۸۳:۔ حضرت امام بخاریؒ جزء رفع یدین میں فرماتے ہیں:

حدثنا الحسن بن الربيع: حدثنا ابن ادريس، عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الأسود: ثنا علقمة أن عبد الله قال: علمنا رَسُولُ الله ﷺ الصلاة فقام فكبر ورفع يديه ثم ركع فطبق يديه جعلهما بين ركبتيه۔ فبلغ ذٰلك سعداً۔ فقال: صدق أخي، قد كنا نفعل ذٰلك في أول الاسلام ثم أمرنا بهذا۔ قال البخاري: وهذا المحفوظ عند أهل النظر من حديث عبد الله بن مسعود۔

(جزء رفع یدین رقم الحدیث ۳۲؛ سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۷۸، ۷۹؛ دارقطنی ج ۱ ص ۳۵۳، ۳۵۴؛ رقم ۱۲۶۶، ۱۲۶۷ طبع نشر السنۃ، ملتان؛ ابوداؤد رقم ۷۴۸)

ترجمہ:۔ ''حضرت علقمہؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز سکھائی۔ پس وہ کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ پھر سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرے بھائی نے سچ کہا ہے۔ ہم اسلام کے ابتدائی دور میں اسی طرح کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس کا حکم دیا گیا (کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں)۔ امام بخاریؒ نے کہا: اہل علم کے نزدیک عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے زیادہ محفوظ ہے۔

معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث صحیح اور محفوظ ہے۔ اس روایت میں صرف ابتدائی رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔ حضرت سعدؓ نے بھی اس بات کی تائید کی ہے اور تطبیق (رکوع کے وقت اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنے) کی تردید کی ہے۔ اور نماز میں صرف ایک بار رفع یدین کرنے کی تصدیق ہے۔ امام بخاریؒ اس روایت (صرف ایک بار رفع یدین کرنے) کو بڑے فخر سے پیش کررہے ہیں۔

حضرت امام بخاریؒ نے اس حدیث سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث بیان کی ہے: حضرت علقمہؒ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ''میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ تو نماز پڑھائی اور سوائے پہلی مرتبہ کے رفع یدین نہ کیا'' (جزء رفع الیدین رقم ۳۲)۔ تو حضرت امام بخاریؒ کی بیان کردہ دونوں حدیثوں میں سے پہلی کا مضمون یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضور ﷺ کی نماز کا طریقہ بتایا اور ایک دفعہ رفع یدین کیا۔ پھر نہ کیا۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کیا اور رکوع میں تطبیق کی۔ تو حضرت سعدؓ نے اعتراض کیا کہ یہ ہم پہلے کرتے تھے پھر گھٹنے پکڑنے کا حکم ہوا۔ ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے جو صحیح نتیجہ نکلتا ہے کہ جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تطبیق خلاف سنت تھی۔ تو حضرت سعدؓ نے فوراً اعتراض کر دیا۔ اگر تحریمہ کے بعد ترکِ رفع یدین بھی خلافِ سنت ہوتی تو حضرت سعدؓ کبھی خاموش نہ رہتے۔ معلوم ہوا کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد ترکِ رفع یدین میں صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً اہل کوفہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب اہل کوفہ صحابہ رضی اللہ عنہم ترکِ رفع یدین کو ہی سنت مانتے تھے

(شرح جزء رفع یدین مولانا محمد امین اوکاڑوی ص ۲۹۲، ۲۹۳)۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ کے ہاں سفیان ثوریؒ کا بڑا مرتبہ تھا۔ اگر کوئی راوی ان کی مخالفت کرتا اور سفیان ثوریؒ کو وہمی قرار دیتا تو علامہ ابن حزمؒ اس کی سخت مخالفت کرتے۔ چنانچہ علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں: ''اگر یہ کہا جائے کہ اس حدیث میں سفیان ثوریؒ نے خطا کی ہے کیونکہ زہیر بن معاویہؒ نے ان کی مخالفت کی ہے۔ تو ہم کہیں گے کہ بلاشبہ اس شخص نے خطا کی ہے جس نے بلا دلیل یہ دعویٰ کیا ہے کہ سفیان نے خطا کی ہے کیونکہ سفیانؒ، زہیرؒ سے بڑے حافظ ہیں''۔ اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: ''جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سفیان نے اس حدیث میں خطا کی ہے تو بلا دلیل یہ دعویٰ کرنے والا خود خطا کار ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ زہیر بن معاویہؒ نے ان کی مخالفت کی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ سفیانؒ، زہیر بن معاویہؒ سے بڑے حافظ ہیں۔ اور ثقہ راوی جب روایت کرے تو (اصول کے لحاظ سے) اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ (محلّٰی ج ۱ ص ۸۷؛ محلّٰی ج ۲ ص ۲۲۱ بتحشیہ علامہ احمد محمد شاکر)

اور اگر ان بزرگوں کے احترام میں یہ مان لیا جائے کہ یہ دونوں ایک ہی حدیث ہیں تو اصولی

طور پر سفیان کی روایت ہی راجح ہوگی۔ کیونکہ سفیان ثوریؒ ثقہ، فقیہ، عابد کے باوصف حافظ، امام اور حجۃ بھی ہیں، جبکہ ابن ادریسؒ صرف ثقہ، فقیہ اور عابد ہیں، اور حضرات محدثینؒ کا مسلمہ قاعدہ ہے کہ وہ ثقہ کے مقابلہ میں اوثق کی روایت راجح ہوتی ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور ابن حبانؒ

اعتراض:۔ حافظ ابن حبانؒ نے (کتاب) الصلوۃ میں کہا: ''یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں'' (نور العینین ص ۱۳۱)۔

جواب:۔

۱:۔ ابن حبانؒ کی کوئی کتاب ''کتاب الصلوۃ'' کے نام سے مرتب نہیں ہوئی۔ یہ حافظ ابن حجرؒ کا وہم ہے ورنہ ابن حبانؒ کی کتاب الصلوۃ دنیا کی سطح پر موجود ہی نہیں ہوئی (نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۶)۔

۲:۔ امام ابن حبانؒ کی یہ جرح کئی وجوہ سے مردود ہے۔ اولاً اس لیے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے کئی سندوں سے یہ روایت مروی ہے۔ پتہ نہیں، ان کا کس سند پر اعتراض ہے؟ ثانیاً یہ حدیث صحیح ہے اس میں کوئی علت نہیں ہے جیسا کہ اوپر بیان کر دیا ہے۔ غیر مقلدین کے اکابر علماء بھی اس کا اقرار کر چکے ہیں (ملاحظہ فرمائیں ۸.۲.۱.۱.۴)۔

۳:۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''ہمیں تو ان علتوں کے بارے میں کوئی علم نہ ہو سکا۔ شاید یہ علت ہو کہ ان کے مذہب کے خلاف ہو'' (فتح الملہم ج ۳ ص ۱۳ ۳ طبع مکتبہ دار العلوم، کراچی)۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور امام ابوداودؒ کی طرف منسوب عبارت

اعتراض:۔ امام ابوداود نے کہا: ''هذا حديث مختصر من حديث طويل وليس هو بصحيح على هذا اللفظ'' (نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)۔

جواب:۔ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کو ابوداود، ترمذی، نسائی وغیرہ بہت سے محدثین کرامؒ نے روایت کیا ہے۔ یہ نماز آپؐ نے کوفہ میں پڑھ کر دکھائی اور کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہزاروں تابعینؒ تھے۔ کسی نے اس حدیث کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان سب کا متواتر عمل اسی حدیث کے مطابق رہا۔

۱:۔ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: ''چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کی حدیث نفس کے خلاف تھی۔ اس لیے اس کے انکار کے لیے یہ بہانہ بنایا کہ ابوداود کے کسی پرانے نسخے میں

اس حدیث کے بعد ابوداؤد کا یہ قول ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اگر چہ محدثین کی اصطلاح میں صحت کی نفی سے اس حدیث کے حسن ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی مگر بعض غیر مقلدین نے اس کا ترجمہ ''من گھڑت'' تک کر دیا۔ جب اس نسخے کا ثبوت مانگا گیا تو نسخہ ابن الاعرابی کا نام لے دیا۔ جب نسخہ ابن الاعرابی کو دیکھا گیا تو اس میں یہ عبارت (بریکٹ) میں ملی۔جس سے معلوم ہوا کہ اس نسخے میں بھی اس کا ہونا وہمی ہے نہ کہ یقینی۔اگر ہوتی بھی تو ابن الاعرابی کا نسخہ ناقص بھی ہے اور پہلے کا بھی۔لولؤی کا نسخہ سب سے آخری نسخہ ہے۔ جب اس میں نہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر امام ابوداؤدؒ کی رائے تھی بھی تو آخر میں انہوں نے رجوع فرمالیا۔اسی لیے اس آخری نسخہ سے اس کو نکال دیا (تجلیات صفدر ج ا ص ۴۳۱، ۴۳۲)۔

اسی لیے یہ عبارت صرف انہی نسخوں میں ہے جو غیر مقلدین نے شائع کیے ہیں جیسا کہ زبیر علی زئی نے ان کے حوالے دیئے ہیں (سنن ابی داؤد نسخہ حمصیہ ج ا ص ۴۷۸ ح ۷۴۸، نسخہ بیت الافکار الدولیہ ص ۱۰۲، نسخہ مکتبۃ المعارف/الریاض ص ۱۲۱؛ بحوالہ نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)۔اسی طرح کا ایک نسخہ محی الدین عبدالحمید غیر مقلد محشی و مشیخ اس نسخہ کے بین القوسین اس عبارت کو یوں درج کرتے ہیں (ھذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ) (ابوداؤد ج ا ص ۴۷۸ مطبوعہ مصر)۔محشی غیر مقلد نے یہ عبارت بین القوسین درج کر کے کسی اور نسخہ کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی بد دیانتی ہی کو ظاہر کر دیا ہے اور پھر حاشیہ میں غیر مقلدانہ اور غیر منصفانہ انداز سے اس حدیث پر یوں جرح کی ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھول گئے ہیں۔لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم! باقی جن نسخوں کا جناب زبیر علی زئی نے حوالہ دیا ہے وہ سب اسی کے چربے ہیں۔

۲:۔ زبیر علی زئی نے یہ عبارت بھی نقل کی ہے: شمس الحق عظیم آبادی نے کہا: ''واعلم أن هٰذه العبارة موجودة فی نسختین عتیقتین عندی ولیست فی عامة نسخ أبی داؤد الموجودة عندی'' (عون المعبود ج ۳ ص ۴۴۹)۔

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ فرماتے ہیں: جب عام اور متداول نسخوں میں یہ عبارت نہیں تو شاذ اور اور غیر مطبوعہ نسخوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے؟

(خزائن السنن ج ۲ ص ۹۷)۔

امام اہل سنت مزید فرماتے ہیں: صاحب مشکوٰۃ نے (مشکوٰۃ ج ا ص ۷۷ رقم ۸۰۹) حضرت ابن مسعودؓ کی اس روایت کے بعد جو یہ نقل کیا ہے: ''قال أبوداؤد: لیس ھو بصحیح علیٰ ھٰذا المعنیٰ''۔ یہ

ان کا نراوہم ہے کیونکہ حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت ابوداؤد (ج۱ ص۱۰۹) میں مذکور ہے اور اس میں لیس بصحیح کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ یہ الفاظ حضرت براء بن عازبؓ کی روایت سے متعلق ہیں جو ابوداؤد (ج۱ ص۱۱۰) میں ہے (خزائن السنن ج ۲ ص ۹۷)۔ حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحبؒ نے صاحب مشکوٰۃ کے کچھ اوہام ذکر کیے ہیں۔ (نور الصباح ج۱ ص ۱۲۲ تا ۱۲۴)

۳:۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''یہ عبارت جو ابوداؤدؒ کی طرف منسوب کی گئی ہے، مناسب نہیں کیونکہ مناسب عبارت اس طرح ہوتی: ھٰذا حدیث مختصر من الحدیث الطویل۔ مطلب یہ ہے کہ مقام تو تعریف کا ہے (یعنی معرفہ کا، نہ نکرہ کا)۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ حدیث مختصر متعین حدیث سے ماخوذ ہے جو کہ طویل ہے نہ کہ کسی غیر معین حدیث سے۔ علاوہ ازیں اگر یہ عبارت ہوتی تو یہ اہم عبارت سب نسخوں میں ہوتی۔

''فلیس ما فی بعض نسخه من العبارة مناسباً۔ قال: انه مختصر من حدیث طویل. المقام مقام التعریف .ولو کان لکان فی کل النسخ؛ لکونه مهماً کعامة مایقوله فی کتبه'' (نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۸۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۰ طبع مکتبۃ دار العلوم، کراچی)۔

۴:۔ یہ حدیث کسی لمبی حدیث کا حصہ نہیں بلکہ یہ حدیث اتنی ہی ہے جو اوپر دس سے زائد کتب سے پیش کی جا چکی ہے اور کسی معتبر محدث نے اس حدیث کو کسی لمبی حدیث کا حصہ قرار نہیں دیا

(نور الصباح ج۱ ص ۱۲۴)۔

۵:۔ اگر بالفرض امام ابوداؤدؒ سے یہ جرح ثابت بھی ہوتی تب بھی غیر مفسر ہو کر نا قابل اعتبار تھی۔ اس حدیث کی صحت میں کسی قسم کا شک پیدا نہیں ہوتا۔ خود غیر مقلدین کے بزرگوں نے اس حدیث کو صحیح، ثابت، قوی، بے عیب قرار دیا ہے۔

۶:۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''وھٰذا الذی أرادہ أبوداؤد ان کان فی النسخة أنه مختصر من حدیث طویل، وهو لیس هو بصحیح علیٰ ھٰذا المعنیٰ۔ یرید أن اراءة ابن مسعودؓ صلاته ﷺ لم یکن مقتصراً ومنحطاً علیٰ ترك الرفع فقط، بل فیه أمور فاختصروا. وهم مسوق للترك فقط، لأنه غلط. ومثله فی کثیر من الأحادیث''

(نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص۹۱ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

''حضرت امام ابوداؤدؒ کی یہ عبارت ''ھٰذا حدیث مختصر من حدیث طویل ولیس هو

بصحیح علیٰ ھٰذا اللفظ ''اگر ابوداؤد کے نسخہ میں مان لی جائے تو اس سے امام ابوداؤد یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی اس میں صرف ترک رفع یدین ہی نہ تھا بلکہ اس میں نماز کے دوسرے امور بھی تھے۔ پس راویوں نے اختصار کر کے صرف ترک رفع یدین ہی کو بیان کیا ہے۔ نہ کہ اس لیے کہ یہ غلط ہے۔ احادیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں''۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن آدمؒ

اعتراض:۔ امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن آدمؒ نے اس روایت پر کلام کیا ہے۔ (نور العینین ص ۱۳۱، ۱۳۲)

جواب:۔ امام احمدؒ نے ''ثم لا یعود'' کی زیادت پر کلام کیا ہے اور باقی حدیث کو مسند احمد (ج ا ص ۳۸۸ رقم ۳۶۷۲) میں ''فلم یرفع یدیه الا مرۃً'' کے الفاظ سے خود روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام وکیعؒ ''ثم لا یعود'' کے روایت کرنے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ عبداللہ بن مبارکؒ وغیرہ متابع ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن آدمؒ نے اس حدیث پر جرح نہیں کی اور نہ دنیا کی کسی کتاب میں اس کا نام و نشان ملتا ہے۔ البتہ حافظ ابن حجرؒ ''تلخیص الحبیر'' میں امام بخاریؒ کے رسالہ جزء رفع یدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''قال أحمد و شیخه یحییٰ بن آدم. هو ضعیف'' (تلخیص الحبیر ج ا ص ۲۲۲) ''امام احمدؒ اور یحییٰ بن آدمؒ جو امام احمدؒ کے استاذ ہیں، دونوں فرماتے ہیں''۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ کو یہاں مغالطہ لگا ہے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''فهو من الحافظ عجلة تأخذ المرء عند الظفر بالمقصود'' (نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۸۲ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ ''حافظ ابن حجر کی یہ غلطی ان کی جلد بازی کا نتیجہ ہے جو مقصد کو حاصل کرنے کی وجہ سے ہے''۔ کیونکہ جزء رفع یدین میں کوئی تضعیف ان سے ذکر نہیں کی گئی۔ اصل الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

وقال أحمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم .قال: نظرت فی کتاب عبد الله بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیه ثم لم یعد. فهٰذا أصح لأن الکتاب أحفظ عند أهل العلم لأن الرجل یحدث بشیٔ ثم یرجع الی الکتاب فیکون کما فی الکتاب

(جزء رفع یدین رقم ۳۲)۔

''امام احمد بن حنبلؒ نے یحییٰ بن آدمؒ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا: میں نے عبداللہ بن ادریسؒ کی کتاب کو دیکھا جو اس نے عاصم بن کلیبؒ سے روایت کی ہے۔ اس میں ''ثم لم

یعد" نہیں ہے۔ پس یہ زیادہ صحیح ہے۔ اس لیے کہ اہل علم کے نزدیک کتاب میں زیادہ حفاظت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ایک آدمی کسی چیز کو بیان کرتا ہے۔ پھر کتاب کی طرف رجوع کرتا ہے تو ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ کتاب میں ہے"۔

قارئین کرام! اس عبارت میں نہ تو امام احمدؒ سے کوئی جرح مذکور ہے اور نہ ان کے شیخ یحیٰی بن آدمؒ سے۔ البتہ اس میں یہ بات ہے کہ عبداللہ بن ادریسؒ کی حدیث میں "ثم لم یعد" نہیں تھا۔ اور ہم بھی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ادریسؒ کی حدیث میں "ثم لم یعد" نہیں ہے۔ اس میں اعتراض کی کون سی بات ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو شیخ یحیٰی بن آدمؒ، عبداللہ بن ادریسؒ پر اعتراض کر رہے ہیں کہ جب ابن ادریسؒ کوفی ہیں اور ترک رفع یدین پر عمل کرتے ہیں۔ تو انہوں نے عاصم بن کلیبؒ سے جملہ "ثم لم یعد" کا جملہ نقل کیوں نہیں کیا، بلکہ غلطی کی ہے۔ مناسب یہ تھا کہ نقل کرتے۔

عجیب بات یہ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ ان سے بلا وجہ تضعیف نقل کرتے ہیں۔ اس لیے علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ کی یہ غلطی ان کی جلد بازی کا نتیجہ ہے جو ان سے سرزد ہوئی ہے۔ علامہ کشمیریؒ کے الفاظ یہ ہیں: "ولیس فی جزء رفع الیدین الا أنه قال: وقال أحمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم. قال: نظرت فی کتاب عبد الله بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیه "ثم لم یعد" اھ۔ ثم تکلّم البخاری من قبل نفسه. ولا دخل لأحمد وشیخه فیه. والعجلة تعمل العجائب۔ وأصل ذلك فی المسند (ج ۱ ص ۱۶۸) الخ"

(نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۸۳؛ فتح الملہم ج ۳ ص ۱۲ ۳ طبع مکتبہ دار العلوم، کراچی)

تنبیہ:۔ حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیرویؒ فرماتے ہیں: حافظ ابن حجرؒ "تلخیص الحبیر" میں نقل کرنے میں محتاط نہیں ہیں۔ ابن حجرؒ نے خود کہا ہے کہ "تلخیص الحبیر" پر میں خود راضی نہیں ہوں۔

(نور الصباح ج ۲ ص ۷ ۳۳)

قاضی شوکانیؒ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: "ونقل عنه أنه قال: لستُ راضیاً عن شئ من تصانیفی لأنها عملتُها فی ابتداء الأمر ثم لم یتهیأ لی من یحررها معی سوی شرح البخاری ومقدمته والمشتبه والتهذیب ولسان المیزان. وروی عنه فی موضع آخر أنه أثنیٰ علیٰ شرح البخاری والتعلیق والنخبة" (البدر الطالع ص ۸۹ طبع اول ۱۳۴۸ھ)۔

"حافظ ابن حجرؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں اپنی کسی تصنیف راضی نہیں ہوں کیونکہ وہ میں نے ابتدائی دور میں لکھی ہیں اور تحریر کرنے والا رفیق بھی مجھے میسر نہ ہوسکا (اس لیے ان تصانیف میں سقم رہ گیا ہے)۔ ہاں فتح الباری، اس کا مقدمہ، مشتبہ،

تہذیب اور لسان المیز ان پر میں خوش ہوں۔ اور ان سے دوسری جگہ مروی ہے کہ انہوں نے فتح الباری، تعلیق، اور نخبۃ کی بڑی تعریف کی ہے"۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر غیر مقلدین کے ۷ مزید شبہات

اعتراض ۱:۔ امام شافعیؒ نے ترک رفع یدین کی احادیث کورد کردیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں (نور العینین ص ۱۳۱)
جواب:۔ اس جرح کی سند منقطع ہے۔ ان میں سے کسی صاحب کی امام شافعیؒ سے ملاقات نہیں ہے۔ لہٰذا یہ مردود ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۳۳۴)۔
اعتراض ۲:۔ امام دارقطنیؒ نے اسے غیر محفوظ قرار دیا (نور العینین ص ۱۳۱)
جواب:۔ امام دارقطنیؒ نے اپنی کسی کتاب میں یہ نہیں فرمایا کہ یہ حدیث ثابت نہیں بلکہ وہ کتاب العلل میں فرماتے ہیں: اسنادہ صحیح (دارقطنی ص ۱۴۳)۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: و کذا قال الدار قطنی انہ صحیح الا ان ھذا اللفظۃ (الدرایہ ج ۱ ص ۱۵۰)۔ "اور اسی طرح امام دارقطنیؒ نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مگر لا یعود کا لفظ صحیح نہیں ہے"۔ مگر ثم لم یعد کا لفظ صحیح ثابت ہو چکا ہے (۲.۱.۲.۸.۴)۔
اعتراض ۳:۔ ابوبکر احمد بن عمر (و) البزار نے اس حدیث پر جرح کی ہے (نور العینین ص ۱۳۳)۔
جواب:۔
۱:۔ اس کو امام بزارؒ کی طرف نسبت کرنا غلط ہے کیونکہ محشی کہتا ہے: فی الأصل عمرو البراء والصواب ما أثبتہ۔ "اصل میں عمرو البراء تھا اور بہتر وہ ہے جس کو میں نے بنایا"۔
۲:۔ امام بزارؒ کی جرح یزید بن ابی زیادؒ کی روایت پر ہے
(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸؛ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۱)۔
۳:۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: "پھر میں نے تمہید کی عبارت دیکھی جس کو بعض نے نقل کیا ہے اور اس میں امام بزارؒ کی کلام عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے بارے میں نقل کی ہے۔ حالانکہ عمدۃ القاری اور التلخیص الحبیر میں یہ جرح یزید بن ابی زیادؒ کے بارے میں ہے۔ پس نقل میں احتیاط ہونی چاہیے کیونکہ تحریف بہت ہو چکی ہے" (نیل الفرقدین مع بسط الیدین حاشیہ ص ۷۶)
اعتراض ۴:۔ محمد بن وضاح نے ترک رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا (نور العینین ص ۱۳۳)
جواب:۔ زبیر علی زئی نے عبارت میں خیانت کی ہے۔ اصل عبارت یہ ہے: "محمد بن وضاح یقول: الأحادیث التی تروی عن النبی ﷺ فی رفع الیدین ثم لا یعود ضعیفۃ کلھا" (التمہید)۔ "محمد

بن وضاحؒ نے کہا: وہ احادیث جو رفع یدین کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے مروی ہیں جن میں ثم لا یعود ہے۔ وہ سب ضعیف ہیں"۔ اول تو اس کی سند کی صحت ثابت کریں۔ دوم: ثم لا یعود کے علاوہ والی روایات تو صحیح ہیں۔ لہٰذا یہ زبیر علی زئی کا دھوکہ ہے اور مردود ہے۔

اعتراض ۵: ۔سفیانؒ کی حدیث میں نفی ہے اور صحیحین کی متواتر احادیث میں اثبات ہے۔ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے (نور العینین ص ۱۴۰)

جواب: ۔ اگر مثبت کو مطلقاً ترجیح دی جائے تو رفع الیدین بین السجدتین مثبت ہیں اور ترک رفع یدین بین السجدتین کی نافی ہیں مگر غیر مقلدین اس کے انکاری ہیں تو جو جواب ان کا ہوگا وہی ہمارا جواب ہے (مزید تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۹.۶)۔ صحیحین کے احادیث کو بھی مطلقاً ترجیح نہیں ہے (دیکھیے ۷.۹)۔ رفع یدین کی روایات ہرگز متواتر نہیں ہیں (دیکھیے ۷.۶.۳)۔

اعتراض ۶: ۔ وتر اور عیدین میں احناف رفع یدین کیوں کرتے ہیں (نور العینین ص ۱۳۹)۔

جواب: ۔ صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع یدین کے ترک یا منع کی کوئی صریح اور صحیح روایت نہیں ہے (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ۷.۶.۷.۶)۔

اعتراض ۷: ۔ یہ حدیث اگر بفرض محال صحیح ہوتی تو بھی منسوخ ہوتی (نور العینین ص ۱۴۱)۔

جواب: ۔ یہ حدیث یقیناً صحیح ہے جیسا کہ اوپر بیان کر دیا ہے۔ اس پر کیے گئے جملہ اعتراض دور کر دیئے گئے ہیں۔ **الحمد للہ!** اس کتاب کے باب نمبر ۷ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے اور ترک رفع یدین ناسخ ہے۔ تطبیق کی بحث اوپر حدیث نمبر ۸۷ کے تحت بیان کر دی گئی ہے۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ اور امام بیہقیؒ کے اعتراض کا جواب

اعتراض: ۔ امام احمد بن الحسین بیہقیؒ نے فرمایا: "ہو سکتا ہے کہ ابتدا میں ترک رفع یدین رہا ہو جس وقت رفع یدین کی مشروعیت نہیں ہوئی تھی۔ اس کے بعد تطبیق منسوخ ہو گئی اور سنت میں رفع یدین رکوع سے پہلے اور بعد کا شروع ہو گیا اور یہ دونوں سیدنا ابن مسعودؓ پر مخفی رہ گئے"۔

(معرفۃ السنن والآثار قلمی ج ۱ ص ۲۲۰؛ التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ ص ۱۱۸ حافظ محمد گوندلویؒ بحوالہ نور العینین ص ۱۴۱، ۱۴۲)۔

جواب: ۔ جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ سے ترک رفع یدین کے عمل کا ثبوت متواتر ہے جیسا کہ باب نمبر ۴، ۵ اور ۶ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ چونکہ ترک رفع یدین اَوفق بالقرآن (یعنی قرآن مجید کے زیادہ موافق اور مطابق) ہے، اس لیے وہ راجح ہے۔ قرآن کریم

میں ان مؤمنین کی مدح فرمائی ہے جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں: ''الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ'' (سورۃ المؤمنون: ۲)۔ ''جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں''۔

خشوع کے معنیٰ سکون کے ہیں گویا نماز میں جس قدر ظاہری و باطنی، قلباً وقالباً سکون ہوگا۔ اسی قدر خشوع ہوگا (مزید دیکھیے ۴.۳)۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین سے منع کرتے ہوئے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا (تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۵.۱.۴)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ترکِ رفع یدین اوفق بالقرآن ہے۔

رفع یدین مواضع ثلاثہ کے علاوہ بھی بہت سے مقامات میں ہوتا تھا (دیکھیے ۷.۲.۱) مگر صحیح روایات کے مطابق باقی مواضع میں رفع یدین سب کے نزدیک متروک ہے اور تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے۔ دو جگہوں میں اختلاف ہے۔ پس متفق کو اختیار کرنا چاہیے اور جس چیز میں اختلاف اور تردد ہو اسے ترک کر دینا چاہیے۔

نماز میں حرکت سے سکون کی طرف تبدیلیاں ہوتی رہی ہیں جیسا کہ ابوداؤد میں ''تحویلاتِ ثلاثہ'' کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اس کے برعکس یہ نہیں ہوا کہ پہلے نماز میں سکون ہوتا ہو، پھر حرکات شروع ہوگئی ہوں، چونکہ حضور ﷺ سے رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں اور ترک رفع یدین کی بھی۔ مندرجہ بالا اصول کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ترک رفع یدین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں: ''ان آخر الأمرين ترك الرفع .ولا يدرىٰ مدة الترك. فيحمل أنه تركه في أيام المرضىٰ''۔ آخر میں آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے رفع یدین کب چھوڑا تھا؟ ایک احتمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایام علالت میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔ مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعودؓ نے جو ترکِ رفع روایت کیا ہے۔ اس سے آپؓ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا'' (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ سے مروی ہیں۔ حضرت خلفائے راشدینؓ کے عمل کی تائید ان کو حاصل ہے (باب نمبر ۵)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور خلفائے راشدینؓ ضبط و اتقان میں بھی فائق ہیں، طول صحبت میں بھی، اور تفقہ فی الدین میں بھی۔ اسی لیے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (جو مشہور تابعی ہیں) نے حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی حدیث پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین والی حدیث کو ترجیح دی ہے۔

(موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷؛ طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۹؛ کتاب الآثار امام ابو یوسف ص ۲۱)

کسی حدیث میں یہ نہیں آتا کہ حضور ﷺ نے رفع یدین کا حکم فرمایا ہو۔ اس کے برعکس حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث میں ممانعت موجود ہے۔ جب قولی اور فعلی احادیث میں اختلاف ہو، تو قولی احادیث مقدم ہوتی ہیں۔

جن احادیث میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ رفع یدین کرتے تھے۔ ان میں سے کسی صحیح حدیث میں یہ ذکر نہیں کہ آپ ﷺ کا یہ عمل ساری عمر رہا اور نہ کسی حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی آخری نماز رفع یدین کے ساتھ ہوئی تھی۔ جب تک ان دو باتوں میں سے ایک بات ثابت نہ ہو، رفع یدین کا سنتِ دائمہ مستمرہ ہونا ثابت نہیں۔ اس کے مقابلہ میں حضور ﷺ سے ترک رفع یدین احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے۔ پھر رفع یدین کی ممانعت بھی موجود ہے۔ حضرات خلفائے راشدینؓ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی ترک رفع یدین پر ثابت ہے (باب نمبر ۵)۔ حضور ﷺ کی آخری نماز بھی رفع یدین کے بغیر صرف تکبیرات کے ساتھ تھی (۱۰-۴)۔ ان تمام امور سے معلوم ہوا کہ رفع یدین آپ ﷺ کی سنتِ دائمہ نہیں، بلکہ سنتِ متروکہ ہے۔

امام بیہقیؒ کا یہ دعویٰ کہ "حضرت ابن مسعودؓ سے یہ مخفی رہ گئے" قابل مسموع نہیں ہے۔ یہ حقیقت کے خلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ترک رفع یدین کی روایت کرنے میں اکیلے نہیں ہیں۔ جمہور صحابہ کرامؓ ترکِ رفع یدین کے راوی وعامل ہیں۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: "جو لوگوں نے یہ کہا ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ تکبیر افتتاح کے علاوہ رفع یدین کو بھول گئے تھے جیسا کہ وہ رکوع کے وقت گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو بھول گئے تھے۔ تو یہ بہت ہی کم عقلی کی بات ہے اس لیے کہ یہ ایسا دعویٰ ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ پہلے تو علم رکھتے ہوں پھر بھول جائیں۔ عقل سلیم اس کو قبول نہیں کر سکتی۔ ایسا کہنا جائز نہیں ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جو طویل زمانے تک جناب رسول اللہ ﷺ کے ملازمت صحبت رہے اور آپ ﷺ کے خادمِ خاص رہے، وہ کیسے نماز میں، جو صبح شام حضور ﷺ کے ساتھ پڑھتے رہے، رفع یدین کو بھول گئے۔ ایسا کہنا سوءِ ادب اور شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں گستاخی ہے" (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۱۵، ۳۱۶)۔

تطبیق کا مسئلہ حدیث نمبر ۸۷ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے۔ تطبیق کرنا آپؓ کے بھول جانے کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ آپؓ کے ہاں یہ بھی جائز تھی جیسا کہ حضرت علیؓ تطبیق اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو برابر سمجھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۵۳)۔ اس حدیث کی سند کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: اسنادہ حسن۔ اس حدیث کی سند حسن ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۲۷ طبع قدیم)۔ ترک رفع یدین کو تطبیق پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لیے کہ تطبیق رکوع میں کی

جاتی ہے جو خفیہ ہوتی ہے مقتدی کو بآسانی نظر نہیں آسکتی اور رفع یدین مقتدی کو بآسانی نظر آسکتا ہے۔ تطبیق کے بارے میں حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: ''سُنَّتْ لکم الرکَبُ، فأمسکوا بالرکب'' (ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۵۲) ''تمہارے لیے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو سنت قرار دیا گیا ہے۔ پس گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو لازم پکڑو''۔

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک تطبیق خلاف سنت تھی۔ اس لیے حضرت سعدؓ نے فوراً اعتراض کر دیا (ملاحظہ فرمائیں حدیث نمبر ۷۸) اگر تحریمہ کے بعد ترکِ رفع یدین بھی خلافِ سنت ہوتی تو حضرت سعدؓ کبھی خاموش نہ رہتے۔ معلوم ہوا کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد ترکِ رفع یدین میں صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً اہل کوفہ میں قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ سب اہل کوفہ صحابہ رضی اللہ عنہم ترکِ رفع یدین کو ہی سنت مانتے تھے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''پھر ابن مسعودؓ سے تطبیق کا نقل ہونا یہ بہت قدیم ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تک بھی یہ بات پہنچی تھی۔ غالباً یہ ان کی کوفہ کی ولایت کے زمانہ کی بات ہے جو ۱۷ھ سے ۲۱ھ تک تھی۔ فتح الباری میں ''تطبیق'' کی بحث دیکھیے اور امیر المومنین حضرت عمرؓ کو بھی یہ بات معلوم ہوئی، جیسا کہ عمدۃ القاری میں مصنف عبدالرزاق کے حوالہ سے ہے۔ پس ان دونوں حضرات (سعدؓ، عمرؓ) نے تطبیق کے منسوخ ہونے کو تو بیان کر دیا بخلاف ترک رفع یدین کے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے اصحاب (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ) ترک رفع یدین پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ حضرت علیؓ کوفہ تشریف لائے تو وہ بھی اور ان کے اصحاب (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ) بھی اسی ترک رفع یدین پر قائم رہے جیسا کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے۔ اہل کوفہ تو حضرت عمرؓ سے ترک رفع یدین ہی روایت کرتے ہیں ---------- لہٰذا تطبیق کی حدیث کو ترک رفع یدین کی حدیث سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر قائلین رفع یدین اس کو زبردستی کھینچ کر ملانے کی کوشش کرتے ہیں جو ممکن نہیں'' (نیل الفرقدین ۸۵،۸۶)۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: آثار السنن مع التعلیق الحسن ص ۱۵۲، ۱۵۳ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی؛ نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۷۳ تا ۱۱۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ فتح الملہم ج ۳ ص ۳۰۹ تا ۳۱۶ طبع مکتبۃ دارالعلوم، کراچی؛ اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۷ تا ۱۷ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔

حدیث حضرت ابو ہریرہؓ

حدیث نمبر ۸۴:۔

حدثنا سعید بنُ سَمْعَانَ. قال: جاءَ أبوهُرَيْرَةَ إلى مسجد بني زُرَيقٍ. فقال: ثلاثٌ كانَ رَسُولُ الله ﷺ يعمل بهنّ، تركهنّ الناسُ: كانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ في الصلاةِ مَدًّا ويسكتُ

هُنَيْهَةً، ويكبِّرُ اذا سجدَ واذا رفع۔

(نسائی رقم ۸۸۳ باب رفع الیدین مداً؛ قال الالبانی حدیث صحیح۔سنن نسائی بتحقیق علامہ ناصر الدین الالبانی، مکتبۃ المعارف، ریاض۔طبع ۱۴۲۹ھ)۔

ترجمہ: حضرت سعید بن سمعانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ مسجد بنو زُرَیق میں تشریف لائے۔تو آپؓ نے فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تو ان کو کرتے تھے اور لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا ہے: آپ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو خوب ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کرتے۔اور (اس کے بعد) تھوڑی دیر سکوت فرماتے۔اور جب سجدہ کو جاتے اور سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے تھے۔

حدیث نمبر ۸۵:۔

عن ابی هريرة قال: كان رسول الله ﷺ: اِذَا دَخَلَ فِي الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ مَدًّا۔

(ابوداؤد رقم ۷۵۳ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع؛ ترمذی رقم ۲۴۰ باب فی نشر الاصابع عند التکبیر: قال الالبانی حدیث صحیح، صحیح ابوداؤد رقم ۶۸۵،۷۵۳؛ صحیح ترمذی رقم ۲۴۰؛ مسند احمد ج ۲ ص ۵۰۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے۔جب رسول اللہ ﷺ نماز میں داخل ہوتے تو خوب ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کرتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے ان دونوں حدیثوں میں رفع یدین کا مسئلہ بیان کیا ہے۔تو اگر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہوتا تو حضرت ابو ہریرہؓ وہ بھی بیان فرماتے۔کیونکہ رکوع والی رفع یدین نہیں ہے۔اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے بس تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین بیان کی ہے اور اس کی نسبت آپؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف کی ہے۔

حضرت امام ابوداؤدؒ نے اس روایت کو رکوع کے وقت ترکِ رفع یدین کے باب میں ذکر کیا ہے۔اور باب باندھا ہے: باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع یعنی باب اس کے بیان میں جس نے سوائے نماز کے شروع کے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔تو اگر یہ حدیث ترکِ رفع یدین کی دلیل نہ ہوتی تو امام ابوداؤدؒ اس سے ترکِ یدین پر دلیل نہ پکڑتے۔اگر رکوع کو جھکتے یا رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین ہوتا، تو اس حدیث میں اس کا ذکر ضرور ہوتا۔جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ نے شروع کے علاوہ اور کسی رفع یدین کو بیان نہیں کیا۔حضرت ابو ہریرہؓ سے اس باب میں ذکر کردہ حدیثوں سے یہ بات صراحتاً ثابت ہوتی ہے کہ تکبیر تو ہر اونچ نیچ میں ہوتی تھی مگر رفع یدین صرف افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت ہی ہوتا تھا۔

حدیث براء بن عازبؓ

حدیث نمبر ۸۶: حدثنا محمد بن الصبّاح، البزّاز، حدثنا شَرِيكٌ، عن يزيدَ بنِ أبي زيادٍ، عن عبد الرحمن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب: "أنَّ رسولَ الله ﷺ كان إذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيهِ إلىٰ قريب من أُذُنَيْهِ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ (ابوداؤد رقم ۷۴۹)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کانوں کے قریب تک ہاتھ اٹھاتے۔ اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔

متعدد سندوں سے مروی یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول روایت کی طرح اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اس لیے ترکِ رفع یدین ہی اولیٰ اور افضل ہوگا۔

حدیث نمبر ۸۷: حدثنا عبد الله بن محمد الزهريُ، حدثنا سفيانُ، عن يزيد نحو حديث شَرِيكٍ. لَمْ يَقُلْ: ثُمَّ لَا يَعُوْدُ قال سفيان: قال لنا بالكوفة بعدُ، ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. قال ابو داؤدَ: روىٰ هٰذا الحديثَ هُشَيمٌ، وخالدٌ، وابن ادريسَ، عن يزيدَ لم يذكروا: ثُمَّ لَا يَعُوْدُ.
(ابوداؤد رقم ۷۵۰)۔

ترجمہ:۔ یہ اوپر والی حدیث (ابوداؤد رقم ۷۴۹) کی دوسری روایت ہے مگر اس میں ثُمَّ لَا يَعُوْدُ کا لفظ نہیں ہے۔ سفیان نے کہا کہ یزید بن ابی زیادؒ نے اس کے بعد کوفہ میں ہم سے یہ حدیث بیان کی تو اس میں ثُمَّ لَا يَعُوْدُ کہا۔ امام ابوداؤدؒ نے کہا کہ یہ حدیث ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے یزید سے روایت کی ہے۔ انہوں نے ثُمَّ لَا يَعُوْدُ کا ذکر نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۸۸:۔

حدَّثَنا الحسنُ بنُ عليٍّ، حدثنا معاويةُ، وخالدُ بنُ عمروٍ، وأبوحذيفةَ، قالوا حدثنا سفيانُ بإسناده بهٰذا اعن البراء بن عازب :قال: فرفع يديه فى اول مرة وقال بعضهم: مرةواحدة.

(سنن ابی داؤد رقم ۷۵۱، بتحقیق شیخ خلیل مأمون شیحا، دارالمعرفۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ؛ صحیح ابوداؤد رقم ۷۵۱۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح ابوداؤد ج ۱ ص ۱۴۳، طبع مکتب التربیۃ العربی لدول الخلیج، الریاض ۱۴۰۹ھ)۔

یہ اوپر والی حدیث کی دوسری روایت ہے اور جس میں بعض راویوں نے یہ اضافہ بھی نقل فرمایا [کہ حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا]: جناب رسول اللہ ﷺ نے پہلی مرتبہ دفعہ رفع یدین کیا۔ اور بعض راویوں نے بیان کیا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی مرتبہ رفع یدین کیا۔

نوٹ:۔ مشہور غیر مقلد علامہ البانیؒ نے اس حدیث کو حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کے تحت بیان کیا ہے۔ اور اس کو صحیح کہا ہے (صحیح ابوداؤد ج۱ ص ۱۴۳)۔ پاک و ہند میں مطبوعہ نسخوں میں اس حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے تحت بیان کیا گیا ہے۔

حديث نمبر۸۹: حدثنا حسين بن عبد الرحمٰن، أخبرنا وكيع، عن ابن أبي ليلى، عن أخيه عيسى، (و) عن الحكم، عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: "رأيتُ رسولَ الله ﷺ رَفَعَ يَدَيْهِ حين افتتح الصلوٰة. ثم لم يرفعهما حتى انصرف

(ابوداؤد رقم ۷۵۲)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کیا۔

حديث نمبر۹۰: حدثنا أبو بكرة قال: حدثنا مؤمل قال حدثنا سفيان قال: حدثنا يزيد بن أبي زيادٍ عن ابن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: "كان النبي ﷺ اذا كبّر لافتتاح الصلوٰة رفع يديه حتّى يكون ابهاماه قريباً من شحمتي أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ"۔ (طحاوی رقم ۱۳۱۳)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے، تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کی لَو کے قریب ہو جاتے۔ پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے تھے۔

حدیث نمبر۹۱:۔

حدثنا ابن أَبي داود. قال: حدثنا عمرو بن عون، قال: أنا خالد، عن ابن أَبي ليلى، عن عيسى بن عبد الرحمٰن عن أبيه، عن البراء بن عازب عن النبي ﷺ مثله.

(طحاوی رقم ۱۳۱۴)۔

یہ روایت بھی اوپر والی روایت جیسی ہے۔

حدیث نمبر ۹۲:۔

حدثنا محمد بن النعمان، قال: حدثنا يحيى بن يحيى قال: حدثنا وكيع عن ابن أبي ليلى عن أخيه وعن الحكم عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضي الله عنه عن

النبی ﷺ مثلہ. (طحاوی رقم ۱۳۱۵)۔

یہ روایت بھی اوپر والی روایت جیسی ہے۔

حدیث نمبر ۹۳:۔

عبد الرزاق عن الثوری عن یزید بن أبی زیاد عن عبد الرحمٰن بن أبی لیلیٰ عن البراء بن عازب قال: کان رسول اللہ ﷺ اذا کبّر رفع یدیہ حتی یریٰ ابہامہ قریباً من أُذُنَیْهِ.

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۷۰ رقم ۲۵۳۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی ۱۴۱۶ھ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرنے کے لیے تکبیر کہتے، تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے انگوٹھے کانوں کے قریب ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۹۴:۔

عبد الرزاق عن ابن عیینۃ عن یزید عن عبد الرحمٰن بن أبی لیلیٰ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ مثلہ وزاد قال: مرۃً واحدۃً، ثُمَّ لا تعد لرفعہما فی تلک الصلوٰۃ.

(مصنف عبد الرزاق ج ۲ ص ۷۱ رقم ۲۵۳۱)

حضرت سفیان بن عیینہؒ نے یزید بن ابی زیادؒ سے بواسطہ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حضرت براء بن عازبؓ سے اسی کے مانند حدیث روایت کی اور اس میں یہ اضافہ بھی نقل فرمایا کہ حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی دفعہ رفع یدین کیا۔ پھر اس نماز میں دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۹۵:۔

حدثنا اسحٰق قال حدثنا ھشیمٌ عن یزید بن أبی زیادٍ عن عبد الرحمٰن بن أبی لیلیٰ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: "رأیتُ رسول اللہ ﷺ حین افتتح الصلوٰۃ کبّر ورفع یدیہ حتّی کادتا تحاذیان أُذُنَیْهِ ثُمَّ لَا یَعُدْ. (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۲۴۸)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو تکبیرِ تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۹۶:۔

حدثنا اسحٰق قال حدثنا ابن ادریس عن یزید بن أبی زیادٍ عن عبد الرحمٰن بن أبی لیلیٰ

۔ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ قال: "رأيتُ رسول الله ﷺ حين استقبل الصلوة كبّر حتى رأيتُ ابهاميه قريباً من أُذُنَيْهِ ثُمّ لم يرفعهما". (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۲۴۹)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ میں نے آپ ﷺ کے انگوٹھوں کو کانوں کے بالکل قریب دیکھا۔ پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۹۷:۔

حدثنا اسحق قال حدثنا وكيع حدثنا ابن أبي ليلىٰ عن الحكم وعيسىٰ عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ: "أن النبي ﷺ كان اذا افتتح الصلوٰة يرفع يديه. ثم لا يرفع حتى ينصرف (مسند ابی یعلی ج ۳ ص ۲۴۸)۔

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۹۸:۔

حدثنا وكيع، عن ابن أبي ليلىٰ، عن الحكم وعيسىٰ، عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى، عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ: "أن النبي ﷺ كان اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه، ثم لا يرفعهما حتى يفرغ.

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۱۴۲۸ھ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۹۹:۔

وكيع عن ابن أبي ليلىٰ عن عيسىٰ أخيه والحكم عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ عن البراء بن عازب: "أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة، ثم لا يرفعهما حتى ينصرف (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۹ طبع مصر؛ المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۶ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی اور جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۰:۔

حدثنا يحيٰ بن محمد بن صاعد حدثنا محمد بن سليمان لوين حدثنا اسماعيل بن زكريا

حدثنا یزید بن ابی زیادٍ عن عبد الرحمٰن ابنِ اَبِی لَیْلیٰ عن الْبَرَاءِ أنه رأیٰ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ رفع یَدَیْہِ حتّٰی حاذیٰ بھما أُذُنَیْہِ ثُمَّ لم یَعُدْ الیٰ شئ من ذٰلك حتّٰی فرغ من صلٰوته"۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳؛ مترجم جزء سوم ص ۵۱ ۳ رقم ۱۱۱۴ طبع شبیر برادرز، لاہور)

حدیث نمبر ۱۰۱:۔

حدثنا ابنُ صاعد حدثنا لُوَیْنٌ حدثنا اسماعیل بن زکریا عن یزید یعنی ابنَ ابی زیادٍ عن عدی بن ثابتٍ عن الْبَرَاءِ بن عازب مثلَ ذٰلك۔ (دارقطنی مترجم جزء سوم ص ۵۱ ۳ رقم ۱۱۱۵ طبع شبیر برادرز، لاہور)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو رفع یدین کیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ دونوں ہاتھ کانوں تک لے گئے۔ پھر آپ ﷺ نے کسی اور مقام پر رفع یدین نہیں کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو گئے۔

حدیث نمبر ۱۰۲:۔

حدثنا أبو بکر الآدمی أحمد بن محمد بن اسماعیل حدثنا عبد الله بن محمد ایوب المخرمی حدثنا علی بن عاصم حدثنا محمد بن أبی لیلیٰ عن یزید بن أبی زیادٍ عن عبد الرحمٰن بن أبی لیلیٰ عن البراء بن عازب ؓ قال: "رأیتُ رسول الله ﷺ حین قام الی الصلوۃ فَکَبَّرَ ورفع یدیه حتّٰی ساویٰ بھما أُذُنَیْہِ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ" الحدیث۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴؛ مترجم جزء سوم ص ۵۲ ۳ رقم ۱۱۱۷ طبع لاہور)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جس وقت نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو تکبیر تحریمہ کہی اور رفع یدین کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کانوں کے برابر لے گئے۔ پھر اس کے بعد دوبارہ رفع یدین نہیں کیا۔

حدیث نمبر ۱۰۳:۔

حدثنا أحمد بن علی بن العلاء حدثنا أبو الأشعث حدثنا محمد بن بکر حدثنا شعبة عن یزید بن ابی زیادٍ قال: سَمِعْتُ ابْنَ اَبِی لَیْلیٰ یَقُوْلُ: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ ؓ فی ھٰذا الْمَجْلِسِ یُحَدِّثُ قَوْماً مِنْھُمْ کَعْبُ ابْنُ عُجْرَۃَ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَۃٍ۔ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳؛ مترجم جزء سوم ص ۳۴۹ رقم ۱۱۱۲ طبع شبیر برادرز، لاہور)

ترجمہ: امام شعبہؒ، یزید بن ابی زیادؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت براء بن عازبؓ کو اس مجلس میں ایک جماعت کے سامنے جن میں حضرت کعب بن عجرہؓ بھی شامل تھے، یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے"۔

حدیث نمبر ۱۰۴:۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبة عن يزيد بن ابي زيادٍ قال: سَمِعْتُ ابْنَ اَبِي لَيْلٰى قال: سَمِعْتُ الْبَرَاءَ رضی اللہ عنہ يُحَدِّثُ قَوْماً فيهِمْ كَعْبُ ابْنُ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ"۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳، رقم ۱۸۲۱۷؛ مسند احمد رقم ۱۸۸۹۶ ترقیم بیت الافکار دولیہ)۔

ترجمہ: امام شعبہؒ، یزید بن ابی زیادؒ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: میں نے ابن ابی لیلیٰ سے سنا۔ وہ کہتے ہیں کہ: میں نے حضرت براء بن عازبؓ کو ایک جماعت کے سامنے جن میں حضرت کعب بن عجرہؓ بھی شامل تھے، یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے"۔

حدیث نمبر ۱۰۵:۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا عبد الرزاق أنا سفيانُ عن يزيد بن ابي زيادٍ عن عبد الرحمٰن بْنِ اَبِي لَيْلٰى عن الْبَرَاء بن عازب قَالَ: "كان النبي ﷺ اذا كبر رفع يديه حتى نرىٰ ابهاميه قريباً من أُذُنَيهِ"۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۳، رقم ۱۸۲۲۷؛ مسند احمد رقم ۱۸۹۰۶ ترقیم بیت الافکار دولیہ)

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔آپؓ نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ جب (نماز شروع کرتے وقت) پہلی تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم آپ ﷺ کے انگوٹھوں کو کانوں کے قریب دیکھتے"۔

حدیث نمبر ۱۰۶:۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا اسباط ثنا يزيد بن ابي زيادٍ عن عبد الرحمٰن بْنِ أَبِي لَيْلٰى عن الْبَرَاء بن عازب قَالَ: كان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى تكون ابهاماه حذاء أُذُنَيهِ"۔

(مسندِ احمد ج ۴ ص ۳۰۱، رقم ۱۸۱۹۹؛ مسند احمد رقم ۱۸۸۷۷، ۱۸۸۸۶ ترقیم بیت الافکار دولیہ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ آپؓ نے فرمایا: جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کانوں کی سیدھ تک کرتے تھے"۔

حدیث نمبر ۱۰۷:۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي حدثنا هشيم عن يزيد بن ابي زيادٍ عن عبد الرحمٰن بْنِ أَبِي لَيْلَى عن الْبَرَاء بن عازب قَالَ: "رأيتُ رسولَ الله ﷺ حين افتتح الصلاة رفع يديه"۔

(مسندِ احمد ج ۴ ص ۲۸۲، رقم ۱۸۰۱۸؛ مسند احمد رقم ۱۸۶۷۹ ترقیم بیت الافکار دولیہ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ آپؓ نے فرمایا: "میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے"۔

حدیث نمبر ۱۰۸:۔

حدثنا هشيم، عن يزيد بن أبي زيادٍ عن ابن أبي ليلى، عن البراء بن عازب ؓ قال: "رأيت النبي ﷺ حين افتتح الصلوة رفع يديه، حتى كادتا تحاذيان أُذنيه

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ کانوں کے بالمقابل ہوجاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۹:۔

حدثنا أبو القاسم بن بالويه النيسابوري، ثنا بكر بن محمد بن عبد الله الحبال الرازي، ثنا علي، ثنا علي بن محمد بن روح ابن أبي الحرش المصيصي، سمعت أبي يحدث عن أبيه روح ابن أبي الحرش، سمعتُ أبا حنيفة يقول الشعبي يقول: سمعتُ البراء بن عازب، يقول: "كان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي منكبيه، لا يعود يرفعهما حتى يسلم من صلاته"۔

(مسند الامام ابوحنیفہ ص ۱۵۶، مؤلف امام ابونعیم اصبہانی، مطبوعہ مکتبۃ الکوثر، ریاض؛ مسند ابی حنیفہ بروایۃ ابی نعیم ص ۲۴۴ رقم الحدیث ۲۲۵)۔

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبیؒ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے حضرت براء بن عازبؓ سے سنا۔ آپؓ فرماتے تھے: "جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے تھے۔ پھر سلام پھیرنے

تک آپ ﷺ پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔

حدیث نمبر ۱۱۰:۔

حدثنا القاضي أبو احمد محمد بن احمد بن ابراهيم، حدثنا محمد بن جعفر بن محمد، حدثنا رجاء بن صهيب، سمعت الحسين بن حفص عن أبي يوسف وعن ابن أبي ليلىٰ عن الحكم عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ عن البراء ﷺ. قال: رأيت رسول الله ﷺ حين افتتح الصلوٰة كبر حتّٰى رأيت ابهاميه حذاء أذنيه ثم لم يرفعهما حتّٰى سلّم

(کتاب ذکر اخبار اصبہان تالیف الامام الحافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی باب الراء ج اص ۳۱۵، طبع لیدن)۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا جس وقت نماز شروع کی تو اللہ اکبر کہا یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو کانوں کے برابر کیا۔ پھر دونوں ہاتھ نہ اٹھائے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے سلام پھیرا۔

اس سند میں حضرت امام ابو یوسفؒ، محمد بن ابی لیلیٰؒ کا متابع ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۱:۔

حدثنا عبد الوارث بن سفيان، قال: حدثنا قاسم بن اصبح، قال: حدثنا احمد بن زوهيب، قال: حدثنا أبو نعيم، قال: حدثنا موسىٰ بن محمد الأنصاري، عن يزيد بن أبي زياد، عن عبد الرحمٰن بن أبي ليلىٰ، عن البراء بن عازب ﷺ، قال: صليت خلف النبي ﷺ فكبر فرفع يديه حتّٰى حاذى أذنيه في أول مرة لم يزد عليها

(التمہید لابن عبدالبرج ۹ ص ۲۱۴)۔

ترجمہ:۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو آپ ﷺ نے اللہ اکبر کہا تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر کیے، پہلی مرتبہ میں، اس پر زیادہ نہ کیا۔

اس روایت کی سند میں حضرت موسیٰ بن محمد الانصاری نے یزید بن ابی زیاد سے لا یعود کے ہم مثل روایت کیا ہے۔

حدیثِ براء بن عازب رضی اللہ عنہ پر سندی وفنی بحث

یزید بن ابی زیادؒ ضعیف نہیں ہے

پہلا اعتراض: ۔اس حدیث کے ایک مرکزی راوی یزید بن ابی زیادؒ ضعیف ہیں۔آخری عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

جواب: ۔حضرت براء بن عازبؓ کی اس روایت کے راوی یزید بن ابی زیادؒ القرشی، الہاشمی ولاءً والکوفی پر اگرچہ بعض ارباب جرح وتعدیل نے ان کے مذہب تشیع اور آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی بنا پر کلام کیا ہے۔لیکن علی الاطلاق ضعیف قرار دینا خلافِ انصاف ہے۔

۱۔ حضرت امام مسلمؒ، یزید بن ابی زیادؒ کو ان رجال میں شمار کرتے ہیں جو سچے اور عدالت و مروت سے متصف ہیں اور اس سے روایت بھی کی جاسکتی ہے

(ملخصاً مقدمہ مسلم ج ۱ ص ۵۳ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔

۲۔ امام احمد بن صالحؒ فرماتے ہیں: ''یزید بن ابی زیادؒ ثقہ ہیں۔جو لوگ ان میں کلام کرتے ہیں۔ان کا قول مجھے پسند نہیں'' (تاریخ اسماء الثقات لابن شاہین، ص ۱۹۷)۔

۳۔ امام شعبہؒ ان کے بارے کہتے ہیں: ''یزید بن ابی زیادؒ سے حدیثیں لکھنے کے بعد مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ کسی اور سے حدیثیں نہ لکھوں'' (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۲۳)۔

۴۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ''مجھے معلوم نہیں کہ کسی نے ان کی حدیثیں ترک کر دی ہوں۔البتہ ان کے مقابلہ میں دوسرے قوی و متقن راوی مجھے زیادہ پسند ہیں'' (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۶)

۵۔ حضرت سفیان بن یعقوبؒ فرماتے ہیں: ''تغیر حافظہ کی بناء پر گو کہ لوگوں نے ان میں کلام کیا ہے پھر بھی وہ عادل و ثقہ ہیں اگرچہ حکمؒ و منصورؒ کے درجہ کے نہ ہوں''۔(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۶)

۶۔ امام عجلیؒ انہیں جائز الحدیث کہتے ہیں۔اور یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ آخر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۶)۔

۷۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: ''یزید صدوق ہیں البتہ بوڑھے ہو جانے پر ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور تلقین قبول کرنے لگے تھے۔اس وجہ سے ان کی حدیثوں میں مناکیر داخل ہو گئیں۔لہٰذا جن لوگوں نے ان سے تغیرِ حافظہ سے پہلے حدیثیں سنیں۔ان کا سماع صحیح ہے''

(تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۲۸۷)۔

۸۔ امام ذہبیؒ اس اعتراف کے ساتھ کہ وہ متقن نہیں تھے۔ انہیں الامام، المحدث، وکان أوعیة العلم جیسے وقیع الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ اور ان کے لائق اعتبار ہونے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''امام شعبہؒ نقد رجال میں مہارت وحذاقت کے باوصف ان سے روایت کرتے ہیں'' (سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ١٢٩، ١٣٠)۔

۹۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ان سے تعلیقاً ایک کلمہ کے معنی کی روایت لی ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ٧٦٨)

۱۰۔ امام مسلمؒ اپنی صحیح مسلم میں مقروناً ان سے روایت کرتے ہیں۔

۱۱۔ امام ترمذیؒ نے ان کی روایتوں کی تحسین کی ہے۔ (ترمذی ج ۱ ص ١٦، ٩٦؛ ج ۲ ص ٢١٨) نیز امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: روی عنه سفیان و شعبة وابن عیینة وغیر واحد من الأئمة (ترمذی ج ۲ ص ١٧)۔

۱۲۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''محدث جریرؒ نے فرمایا کہ یزید بن ابی زیادؒ عطاء بن سائبؒ سے زیادہ مضبوط اور حافظہ والا ہے (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ٤٦٦؛ تہذیب التہذیب ج ١١ ص ٣٣٠)۔ عطاء بن سائبؒ سے امام بخاریؒ اور اصحاب سنن روایت کرتے ہیں۔ اس لیے علی الاطلاق انہیں ضعیف کہنا درست نہیں۔

۱۳۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: ''امام ابن دقیق العیدؒ فرماتے ہیں: یزید بن ابی زیادؒ ابوعبداللہ کوفی سچے راویوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ امام ابوالحارث قرویؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوالحسنؒ نے کہا ہے کہ یزید بن ابی زیادؒ جید الحدیث ہے'' (نصب الرایہ ج ۱ ص ٤٠٢)

۱۴۔ علامہ احمد محمد شاکرؒ لکھتے ہیں: ''ویزید هذا ضعّفه بعضهم من قِبلِ أنه شیعي ومن قبل أنه اختلط فی آخر حیاته. والحق أنه ثقة. قال ابن شاهین فی الثقات. قال أحمد بن صالح المصری یزید بن أبي زیاد ثقة. ولا یعجبني قول من تكلم فیه. وقال ابن سعد فی الطبقات: وكان ثقة فی نفسه'' (جامع ترمذی بتحقیق وشرح احمد شاکر، ج ۱ ص ١٩٥)۔

''یزید بن ابی زیادؒ کو بعض محدثین نے ان کے شیعی ہونے کی وجہ سے اور بعض نے ان کے آخر عمر میں حافظہ خراب ہو جانے کی بنا پر ضعیف کہا ہے، حالانکہ سچی بات یہ ہے کہ وہ ثقہ ہیں۔ ابن شاہینؒ نے بھی اس کو ثقات میں داخل کیا ہے۔ امام احمد بن صالح مصریؒ نے کہا کہ یزید بن ابی زیادؒ ثقہ ہے اور مجھے اس کا قول پسند نہیں جس نے اس راوی میں کلام کیا ہے۔ امام ابن سعدؒ نے طبقات میں فرمایا ہے کہ یزید بن ابی زیاد ثقہ ہے''۔

یہی احمد شاکرؒ صاحب ترمذی کی دوسری جلد میں ایک حدیث پر گفتگو فرماتے ہوئے جس کی سند

میں یہی راوی یزید بن ابی زیاد ہے، فرماتے ہیں: ''فمدار الحديث على يزيد بن أبي زياد وهو ثقة، صحيح الحديث''۔ (جامع ترمذی بتحقیق وشرح احمد شاکر، ج ۲ ص ۴۰۹)

''اس حدیث کا مدار یزید بن ابی زیادؒ ہے اور وہ ثقہ ہے اور اس کی حدیث صحیح ہے''۔

۱۵۔ علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں: ''وقد أخرجه مسلم في صحيحه والبخاري تعليقاً واهل السنن الأربع'' (الفوائد المجموعہ ص ۱۱۷)۔ یزیدؒ کی روایت امام مسلم نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں لی ہے، اور بخاریؒ نے تعلیقاً۔ اور اصحاب سنن اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) نے ان سے روایت کی ہے۔

۱۶۔ علامہ محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھیؒ فرماتے ہیں: ''ترکِ رفع یدین والی احادیث میں سے حضرت براء بن عازبؓ والی روایت ہے اس کی تخریج عبد الرزاق، امام احمد، ابوداؤد، ابن ابی شیبہ، طحاوی، دارقطنی وغیرہ نے کی ہے۔ پھر ان احادیث کی تخریج کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اور ایسے ہی حضرت براء بن عازبؓ والی حدیث کی کئی دوسرے محدثین نے اپنی کتابوں اور مسانید میں تخریج کی ہے اور حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث کی بعض اسناد شیخین کی شرط پر جید اور صحیح ہیں اور بعض اسناد حسن ہیں۔ اسناد صحیحہ میں سے مصنف عبد الرزاق والی سند ہے۔ عبد الرزاق کی سند میں سوائے عبد الرزاق کے تین راوی ہیں: سفیان بن عیینہ، یزید بن زیادؒ ہاشمی کوفی، اور عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ (کشف الرین فی مسلۃ رفع الیدین مترجم ص ۵۷ تا ۶۵)۔

آگے مزید علامہ محمد ہاشم بن عبد الغفور سندھیؒ فرماتے ہیں: ''یزید بن زیادؒ ہاشمی کوفی یہ مختلف فیہ راوی ہے اور امام بخاریؒ نے اس سے معلق روایت صحیح بخاری میں لی ہے اور اس سے حفاظ حدیث مثل امام مسلمؒ اور اصحاب السنن الاربعہ نے روایات کی ہیں۔ ہم ان محدثین کے نام عنقریب امام عینی شارح بخاری سے نقل کریں گے جنہوں نے ان کی توثیق بیان کی ہے (کشف الرین فی مسکۃ رفع الیدین مترجم ص ۶۷)۔

۱۷۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ويزيد فيه ضعف يسير (التلخيص الحبير ج ۲ ص ۱۱۷)

''اور یزیدؒ میں تھوڑا سا ضعف ہے''۔

۱۸۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: وهو حسن الحديث (العبر بحوالہ شذرات الذهب ج ۱ ص ۱۰۶)۔ ''یزید حسن حدیث والا ہے''۔

۱۹۔ حافظ ابن حجرؒ یزید بن ابی زیادؒ کی ایک سند کو اسناده مقارب لکھتے ہیں۔ (الدرایہ ج ۲ ص ۶)

۲۰۔ علامہ عینیؒ بھی یزید بن ابی زیادؒ کے بارے میں توثیق فرمانے کے بعد فرماتے ہیں: ''ابن خزیمہؒ

نے اپنی صحیح میں اس سے روایت لی ہے۔امام مسلمؒ نے بھی صحیح مسلم میں اس سے حدیث تخریج کی ہے۔ بخاریؒ نے بھی اس سے استدلال کیا ہے(البنایہ فی شرح ہدایہ علامہ عینیؒ ج ۲ ص ۲۹۶)

ایک ضروری تنبیہ:۔ اس موقع پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ مشہور غیر مقلد قاضی شوکانیؒ نے غلط فہمی کی بنا پر یزید بن ابی زیادؒ القرشی الہاشمی الکوفی ابوعبداللہ، کو یزید بن زیاد، اور بقول بعض ابن ابی زیاد القرشی الدمشقی سمجھ لیا۔علمائے رجال نے یزید دمشقی پر جو شدید جرحیں کی ہیں۔ان سب کو نیل الاوطار(ج ۱ ص ۲۷۵) میں زیر بحث یزید بن ابی زیاد کوفیؒ پر چسپاں کردیں۔انہی کی تقلید واتباع میں مولانا حافظ عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ نے تحفۃ الاحوذی (ج ۲ ص ۹۶) میں لکھ دیا کہ ''یزید بن ابی زیادؒ حسن الحدیث نہیں ہیں۔اس لیے امام ترمذی نے ان سے مروی حدیث کی تحسین کسی اور وجہ سے کی ہے''۔جبکہ یزید بن ابی زیاد کوفی رحمہ اللہ حسن الحدیث سے کسی طرح بھی کم نہیں ہیں۔امام ترمذیؒ کی تحسین بالکل درست اور بے غبار ہے۔جس میں کسی تاویل وتوجیہ کی ضرورت نہیں۔بعینہ یہی وہم امام نوویؒ کو مقدمہ مسلم کی شرح میں پیش آگیا ہے۔جس پر حافظ ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۸۷) میں نقد کیا ہے۔علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے بھی شرح مسلم میں امام نوویؒ پر گرفت کی ہے(مقدمہ مسلم معہ فتح الملہم ص ۱۱۶)۔

یزید بن ابی زیادؒ کوفی ثقہ اور صحیح الحدیث ہے۔البتہ آخری عمر میں حافظہ کا متغیر ہونا عیب ہے مگر جب اس سے روایت کرنے والے راوی کا تغیر حافظہ سے پہلے کا سماع ہو تو اس کی صحت حدیث میں کوئی شبہ نہیں رہتا اور یہ ترک رفع یدین کی روایت یزید بن ابی زیادؒ سے روایت کرنے والے قدیم السماع ہیں مثلاً سفیان ثوریؒ، امام شعبہؒ، محمد بن ابی لیلیٰؒ وغیرہ۔چنانچہ امام بخاریؒ جزء رفع یدین (رقم ۳۴) میں لکھتے ہیں کہ شعبہؒ، سفیان ثوریؒ اور زہیرؒ کا سماع یزیدؒ سے اول عمر میں تھا۔امام بیہقیؒ لکھتے ہیں:''سفیان ثوریؒ، زہیرؒ بن معاویہ اور ہشیمؒ کا سماع یزیدؒ سے اول عمر میں ہوا ہے(سنن بیہقی ج ۲ ص ۷۶)۔ہاں آخر عمر میں جس نے یزیدؒ سے روایت کی ہے اس کے بارے میں کلام ہو سکتا ہے مگر اس روایت کے راوی تو قدماء ہیں۔

''ثم لا یعود'' کی زیادت صحیح ہے

دوسرا اعتراض:۔ بعض حضرات نے ''ثم لا یعود'' کی زیادت کو یزید بن ابی زیادؒ کے اختلاط و تلقین کا نتیجہ قرار دیا ہے۔

جواب:۔ یہ رائے متعدد وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔چند وجوہ درج ذیل ہیں:

۱۔ دارقطنی کی روایت (حدیث نمبر ۹۶) میں ''ثم لا یعود'' کے بجائے ''فی اول تکبیرۃ'' کا

لفظ ہے۔ جن روایتوں میں "ثم لا یعود" کا لفظ نہیں۔ ان کا مفہوم بھی اس کے سوا کیا ہے کہ صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا۔

۲۔ اس میں وہ واقعہ بھی ذکر کیا گیا ہے جس موقع پر حضرت براء بن عازبؓ نے یہ حدیث بیان کی تھی۔ یہ ان کے کمالِ ضبط کی علامت ہے (حدیث نمبر ۹۶، ۹۷)۔

۳۔ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کرنے والے تین ثقہ راوی ہیں: عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، عدی بن ثابتؒ (حدیث نمبر ۱/ ۹۴) اور شعبیؒ (حدیث نمبر ۱۰۲)۔ حضرت شعبیؒ سے روایت کرنے والے حضرت امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ اور حضرت عدی بن ثابتؒ سے روایت کرنے والے یزید بن ابی زیادؒ، حکم بن عتیبہؒ اکیلے یا عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ۔ حضرت حکم بن عتیبہؒ اور عیسیٰ بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ دونوں بالاتفاق ثقہ ہیں۔ ان دونوں سے روایت کرنے والے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ کے ساتھ قاضی ابویوسفؒ بھی ہیں (حدیث نمبر ۱۰۳)۔ یزید بن ابی زیادؒ کی ثقاہت بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کر دی گئی ہے۔ تینوں ثقہ راویوں کی روایات یقیناً صحیح ہے۔

۴۔ یزیدؒ سے اس روایت کو یزید کے اکابر اصحاب نقل کر رہے ہیں۔ مثلاً امام سفیان ثوریؒ (حدیث نمبر ۸۴، ۸۷، ۹۸)، سفیان بن عیینہ (حدیث نمبر ۸۸)، اسماعیل بن زکریا (حدیث نمبر ۹۴)، شعبہ (حدیث نمبر ۹۶، ۹۷)، اسرائیل بن ابی اسحاق (بیہقی فی "الخلافیات" الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۶؛ مبانی الاخبار بحوالہ نیل الفرقدین ص ۱۱۳)، نضر بن شمیل، حمزہ زیات (طبرانی فی "الاوسط" نیل الفرقدین ص ۱۱۳)، ہشیم (حدیث نمبر ۸۹، ۱۰۰، ۱۰۱)، شریک (حدیث نمبر ۸۱)، محمد بن ابی لیلیٰ (حدیث نمبر ۹۵)، ابن ادریسؒ (حدیث نمبر ۹۰)، اسباط (حدیث نمبر ۹۹)، موسیٰ بن محمد انصاریؒ (حدیث نمبر ۱۰۴)۔

کوئی وجہ نہیں کہ ان اکابر کی پوری جماعت کی روایت کے بعد بھی اس لفظ کو غیر محفوظ کہا جائے۔ حضرت براء بن عازبؓ کی حدیث چونکہ متعدد طرق سے مروی ہے۔ اس لیے وہ محدثین کے اصول پر صحیح ہے۔ حدیث نمبر ۱۰۹ کی سند میں نہ تو یزید بن ابی زیادؒ ہیں اور نہ ہی محمد بن ابی لیلیٰ۔ پھر جس طرح حدیث براء بن عازبؓ کو حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے حضرت براء بن عازبؓ سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح اس حدیث کو حضرت براء بن عازبؓ سے امام شعبیؒ نے بھی بیان کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح بھی ہے اور ترکِ رفع یدین پر صریح بھی۔ یہ روایت بلاشبہ لائق استدلال ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

قلتُ: تعارض قول أبي داؤد قولُ ابن عدي في الكامل. رواه هشام وشريك وجماعة معهما عن يزيد بإسناده قالوا فيه "لم يعد". يظهر أن شريكاً لم يتفرد برواية هذه الزيادة. فسقط أيضاً بذلك كلام الخطابي: لم يقل في هذا "ثم لا يعود" غير شريك. لأن شريكاً قد توقع عليها كما أخرجه الدارقطني عن اسماعيل بن زكريا ثنا يزيد بن أبي زياد نحوه. أخرجه البيهقي في الخلافيات من طريق النضر بن شميل عن اسرائيل هو ابن يونس بن اسحاق عن يزيد بلفظ: رفع يديه حذو أذنيه ثم لم يعد. وأخرجه الطبراني في الأوسط من حديث حفص بن عمر ثنا حمزة الزيات كذلك. وقال: لم يروه عنه الا حفص. تفرد به محمد بن حرب

(البنایہ فی شرح ہدایہ علامہ عینیؒ ج ۲ ص ۲۹۵ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ؛ ومثلہ فی الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۶)۔

ترجمہ:۔ ''میں کہتا ہوں کہ امام ابوداؤدؒ کا یہ قول امام ابن عدیؒ کے اس قول کے معارض ہے جو انہوں نے کامل میں ذکر کیا ہے کہ ہشیمؒ، شریکؒ اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزیدؒ سے ''ثم لم یعد'' کی زیادت روایت کی ہے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ شریکؒ اس زیادت کے روایت کرنے میں منفرد نہیں ہے۔ اس سے امام خطابیؒ کا کلام بھی ساقط ہو گیا کہ شریکؒ کے علاوہ کسی نے بھی اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ اس لیے کہ شریک کی اس میں اسماعیل بن زکریاؒ نے بھی دار قطنی میں متابعت کی ہے۔ اسی طرح بیہقیؒ نے خلافیات میں نضر بن شمیل عن اسرائیل (جو ابن یونس بن اسحاقؒ ہے) کے طریق سے ان الفاظ سے متابعت کی ہے: ''رفع یدیه حذو أذنیه ثم لم یعد''۔ اور امام طبرانیؒ نے ''اوسط'' میں اسی طرح حفص بن عمر ثنا حمزة الزیات حدیث بیان کی ہے۔ اور کہا ہے صرف حفصؒ ہی اس سے روایت کرتا ہے۔ اور اس سے روایت کرنے میں محمد بن حربؒ متفرد ہے''۔

۵۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ سے یہ کلمہ نقل کرنے میں یزید بن ابی زیادؒ بھی اکیلے نہیں ہیں۔ ان کے ساتھ یہ کلمہ دو ثقہ راوی حضرت عیسیٰؒ اور حضرت حکمؒ بھی نقل کرتے ہیں جیسا کہ سنن ابوداؤد (حدیث نمبر ۸۳)، مسند ابی یعلی (حدیث نمبر ۹۱)، مصنف ابن ابی شیبہ (حدیث نمبر ۹۸)، مدونۃ الکبریٰ (حدیث نمبر ۹۹) اور طحاوی: شرح معانی الآثار (حدیث نمبر ۹۱، ۹۲) میں روایات اوپر مذکور ہوئی ہیں۔ البتہ یہ روایتیں محمد بن ابی لیلیٰ کی سند سے ہیں۔ اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ لیکن حضرات محدثین ہی کی صراحت کے مطابق یہ صدوق، سیٔ الحفظ

ہیں۔اس درجہ کا راوی محدثین کے نزدیک قابل متابعت مانا جاتا ہے۔لہٰذا اس معتبر متابعت سے "ثم لا یعود" کی زیادتی کے سلسلہ میں یزید بن ابی زیاد تلقین کی جرح سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔لہٰذا شریک کے تفرد اور یزید کی تلقین کو لے کر اعتراض کرنا غلط ہے۔

۶۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ جو حضرت براء بن عازبؓ سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں، ترکِ رفع یدین پر عامل تھے (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۶)۔اس سے واضح ہے کہ ترکِ رفع یدین ہی ان کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت تھی۔جو انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھی تھی۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ یزید کی روایت بالکل صحیح ہے۔

۷۔ دارِقطنی کی روایت میں واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت براء بن عازبؓ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کے مجمع میں یہ حدیث بیان کی تھی۔اس سے ترکِ رفع یدین کی سنت اور مؤکد ہو جاتی ہے۔

۸۔ سیدنا براء بن عازبؓ کی اس حدیث کی سند میں کوفی محدثین آتے ہیں، جو سب ترکِ رفع یدین پر عامل تھے۔کوفے کا پورا شہر ترکِ رفع یدین پر عامل تھا جیسا کہ محدثینؒ نے لکھا ہے۔(دیکھئے باب ۶ ترکِ رفع یدین خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں)

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ "حسن الحدیث ہے"

تیسرا اعتراض:۔ حضرت امام ابوداؤد، ابوداؤد حدیث نمبر ۷۵۲ کے متعلق فرماتے ہیں: قال ابوداؤد: هٰذا الحديث ليس بصحيح۔

جواب:۔

۱:۔ قال العلامة خليل احمد السهارنفوري: ولعل وجهه أن محمد بن عبد الرحمٰن بن أبي ليلى تكلم فيه بعض المحدثين. فالجواب: أن الحافظ. قال في تهذيب التهذيب في ترجمته بعد نقل تضعيفه: قال ابو حاتم عن أحمد بن يونس ذكره زائدة. فقال: كان أفقه أهل الدنيا. وقال العجلي: كان فقيهاً صاحب سنة. صدوقاً. جائز الحديث. وكان عالماً بالقرآن وكان من أحسن الناس، وكان جميلاً نبيلاً. وقال يعقوب بن سفيان: ثقة. عدل. في حديثه بعض المقال. لين الحديث عندهم. بذل المجهود ج۴ ص۲۷۹، ۲۱۵)

ترجمہ:۔امام ابوداؤدؒ کا یہ قول کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔سو غالباً یہ اس لیے کہا ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ پر بعض محدثینؒ نے کلام کیا ہے لیکن ابو حاتمؒ نے احمد بن یونسؒ کی روایت سے زائدہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ دنیا بھر میں فقیہ ترین شخص تھا۔امام عجلیؒ نے کہا کہ

وہ فقیہ، صاحبِ سنت، صدوق اور جائز الحدیث تھا۔ وہ قرآن کا عالم، حسین ترین اور جمیل ونبیل تھا۔ یعقوب بن سفیانؒ نے کہا کہ وہ ثقہ اور عدل تھا گو بعض محدثین اس کی حدیث میں کچھ کلام کرتے اور اسے نرم حدیث والا کہتے ہیں۔

۲:۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ان سے حدیث لی ہے (مسند امام اعظم ص ۱۶۳)۔ اہل کوفہ کے عملی تواتر کی تائید بھی اس کو حاصل ہے۔

۳:۔ امام ترمذیؒ نے اس کی حدیث کو حسن کہہ کر امام بخاریؒ سے تائید نقل کی ہے: ’’قال ابو عیسیٰ: هٰذا حديث حسن. سمعت محمداً يقول: ما روى ابنُ أبي ليلىٰ حديثاً أعجبَ اليَّ من هٰذا‘‘ (ترمذی ج۱ ص ۷۵ ۲رقم ۵۵۲)۔

۴:۔ امام ابوداؤدؒ اس دوسری سند کے بارے فرماتے ہیں: قال ابو داؤد: هٰذا الحديث ليس بصحيح۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحت کی نفی سے حسن کی نفی نہیں ہوتی۔ جس راوی پر اعتراض ہے وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے۔ اس کے بارے میں میزان الاعتدال میں لکھا ہے: صاحب السنة، جائز الحديث۔ صرف یہ ہے کہ ان کے حافظہ میں کچھ کمزوری تھی لیکن جب دو سندیں مل گئیں تو اس کے صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں رہا۔ کیونکہ قرآن پاک نے یہ اصول واضح کر دیا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہوگی۔ اس کا سبب یہی بیان کیا ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد کروا دے گی۔ دونوں کے ملانے سے ان کی بات قبول کر لی جاتی ہے۔ یہ قرآن پاک کا اصول ہے۔ ہمارے ائمہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ انہوں نے اس کو قطعاً ضعیف حافظہ والا نہیں کہا۔ صحیح بات یہ ہے کہ یہ کوفہ کے رہنے والے تھے تو کوفہ کے لوگ دوسرے لوگوں کی بنسبت ان کے احوال زیادہ جانتے ہیں۔ اگر ہم ان کی بات بھی مان لیں تب بھی یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اصول یہ ہے۔ حافظہ میں کمزور راوی کا اگر متابع یا شاہد مل جائے تو وہ روایت قابلِ قبول ہوتی ہے۔ اور یہاں ایک دوسرے کے متابع اور شاہد موجود ہیں۔ اس لیے اس کے صحیح ہونے میں قطعاً کوئی شک نہیں۔

یزید بن ابی زیادؒ کی متابعت موجود ہے

چوتھا اعتراض:۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: حدثنا عبد الله بن محمد الزهري حدثنا سفيان عن يزيد نحو حديث شَرِيكٍ لم يَقُل ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. قال سفيان: قال لنا بالكوفة بعدُ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ. قال ابو داود: وروى هٰذا الحديثَ هشيمٌ وخالدٌ وابن ادريس عن يزيدَ لم يذكروا

ثُمَّ لَا یَعُوْدُ۔ (ابوداؤد رقم ۷۵۰)۔

ترجمہ:۔ یہ اوپر والی حدیث (ابوداؤد رقم ۷۴۹) کی دوسری روایت ہے مگر اس میں ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کا لفظ نہیں ہے۔ سفیان نے کہا کہ یزید بن ابی زیادؒ نے اس کے بعد کوفہ میں ہم سے یہ حدیث بیان کی تو اس میں ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کہا۔ امام ابوداؤدؒ نے کہا کہ یہ حدیث ہشیم، خالد اور ابن ادریس نے یزید سے روایت کی ہے۔ انہوں نے ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کا ذکر نہیں کیا۔

اس حدیث پر امام ابوداؤدؒ دو اعتراض کرتے ہیں: [۱] عبداللہ بن محمد زہری کہتے ہیں: سفیان نے یزید سے یہی روایت نقل کی ہے اس میں ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کے الفاظ نہیں ہیں۔ [۲] ہشیم، خالد اور ابن ادریس بھی اس روایت کو یزید سے نقل کرتے ہیں لیکن ثُمَّ لَا یَعُوْدُ نقل نہیں کیا۔

جواب:۔

۱:۔ حضرت امام ابوداؤدؒ کو اگر ان کی ایسی سندیں نہیں ملیں جن میں ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کے الفاظ ہوں تو کیا ہوا جبکہ دوسرے محدثین یہ الفاظ بیان کر رہے ہیں۔ ان تینوں سے یعنی ہشیمؒ، خالدؒ اور ابن ادریسؒ سے صحیح سند کے ساتھ مسند ابویعلی میں ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کے الفاظ موجود ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے (حدیث نمبر ۸۹، ۹۰)

۲:۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں امام ابن عدیؒ نے اپنی کتاب ''کامل ابن عدی'' میں اس کے خلاف روایت کیا ہے۔ **رواہ ھشیم و شریک وجماعۃ معھما عن یزید باسنادہ وقالوا فیہ: ''ثُمَّ لَا یَعُوْدُ''**۔ یعنی ہشیم، شریک اور ایک جماعت نے یزیدؒ سے ''ثُمَّ لَا یَعُوْدُ'' روایت کیا ہے۔

امام بیہقیؒ کے نزدیک بھی اسی طرح اسماعیل بن زکریا نے یزیدؒ سے روایت کیا ہے۔ امام بیہقیؒ نے اپنی کتاب ''خلافیات'' میں **بطریق النضر بن شمیل عن اسرائیل (ھو ابن یونس بن أبی اسحق) عن یزید** روایت کیا ہے (**بذل المجھود** ج ۴ ص ۸۷ ، ۲، ۳۱۴ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)۔ امام ابن عدیؒ نے اپنی کتاب ''کامل ابن عدی'' (ج ۷ ص ۲۳۰) میں فرمایا ہے۔ علامہ ماردینیؒ نے بھی الجوہر النقی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

۳:۔ اس میں اعتراض کی کوئی بات بھی نہیں۔ اس لیے کہ اس حدیث میں دو باتوں کا ثبوت ہے۔

۱۔ ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں۔

۲۔ کتنی بار اٹھائے جائیں۔

تو حضرت براء بن عازبؓ کو جب ان دو میں صرف ایک مسئلہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا بیان کرنا

ہوتا تھا۔ اس وقت وہ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کے الفاظ بیان نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ سنن دار قطنی (رقم ۱۱۱۱؛ وملہ رقم ۱۱۱٦) میں ہے: ''جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ بلند کرتے تھے تو ہم دیکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے قریب آچکے ہیں''۔

اور اگر ان کو دوسرا مسئلہ بھی بیان کرنا ہوتا تو پھر ثُمَّ لَا یَعُوْد کے الفاظ بھی بیان فرما دیتے تھے۔ جیسا کہ اوپر مذکور احادیث میں بیان ہو چکا ہے۔

۴:۔ سفیان کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یزید بن ابی زیادؒ نے یہ حدیث ہمیں کوفہ جانے سے پہلے جب سنائی تھی تو اس میں یہ ثُمَّ لَا یَعُوْدُ کا اضافہ نہیں تھا۔ پھر جب وہ کوفہ میں داخل ہوا اور وہاں ہمیں یہ حدیث سنائی تو اس میں یہ لفظ زائد تھا۔

ا:۔ گویا یہ اس پر الزام کے علاوہ اہل کوفہ پر بھی ایک طنز ہوئی کہ انہوں نے اسے یہ لفظ سکھا دیئے اور اس نے اصل حدیث میں یہ لفظ جوڑ کر بیان کرنا شروع کر دیئے تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ الفاظ صرف یزید بن ابی زیادؒ نے ہی نہیں بلکہ اور راویوں نے بھی یہی یا ان سے ملتے جلتے الفاظ روایت کیے ہیں۔ مثلاً عیسیٰ بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ اور حکم بن عتیبہؒ دونوں ثقہ راوی ہیں۔ انہوں نے یہ الفاظ روایت کیے ہیں۔ (طحاوی، بیہقی، ابوداؤد)

۲:۔ اس سارے مفروضے کی بنیاد اس پر ہے کہ امام سفیان بن عیینہؒ اور یزید بن ابی زیادؒ دونوں پہلے مکہ میں مقیم تھے۔ اور پھر دونوں کوفہ میں مقیم ہو گئے۔ حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر غلط ہے۔ یزید بن ابی زیادؒ ۴۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۳۶ھ میں کوفہ میں ہی فوت ہوئے۔ ان کا مکہ میں قیام پذیر ہونا تاریخ سے ثابت ہی نہیں۔ امام سفیان بن عیینہؒ ۱۰۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۳ھ تک کوفہ میں رہے۔ پھر مکہ تشریف لے گئے اور ۱۹۸ھ میں مکہ میں ہی وصال فرمایا۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۱ وملہ فی نیل الفرقدین ص ۱۱۴، ۱۱۵ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔ الغرض جب امام سفیان بن عیینہؒ مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر ہوئے، اس وقت یزید بن ابی یزید کو فوت ہوئے ستائیس (۲۷) سال ہو چکے تھے۔ تو محال بات ہے کہ یزیدؒ اول زمانہ میں مکہ میں سفیان بن عیینہؒ کو حدیث بغیر لا یعود کے روایت کرتا ہے۔ پھر سفیانؒ جب کوفہ میں آتا ہے تو لا یعود کی زیادتی سے روایت کرتا ہے۔ محدث حمیدیؒ مخالفین اہل کوفہ خصوصاً امام ابوحنیفہؒ کے ہیں۔ ان کی بات مخالف معتبر نہیں ہے۔ جب کہ محدث عبد الرزاقؒ، ابن عیینہؒ سے لا یعود کی زیادت سے روایت کرتے ہیں (حدیث نمبر ۸۸، ۹۸) اور کوئی تلقین کی بات نہیں کرتے۔ اور ابن عیینہؒ نے یزیدؒ سے خود سماع کیا ہے

(نور الصباح ج ۲ ص ۲۴۶)۔

۴:۔ سفیان بن عیینہؒ کا یہ اعتراض کسی ضعیف راوی نے ان کی طرف غلط منسوب کیا ہے کیونکہ سفیان بن عیینہؒ خود یہ زیادت یزیدؒ سے نقل کرتے ہیں (حدیث نمبر ۹۸،۸۸)۔ وہ ضعیف راوی ابراہیم بن بشارؒ ہے (مستدرک ج ۲ ص ۲۸۵؛ سنن کبریٰ ج ۲ ص ۷۷؛ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۷۷؛ البنایہ ج ۲ ص ۲۹۶)۔ ابن ترکمانیؒ فرماتے ہیں: ''قلت: لم یرو هٰذا المتن بهٰذه الزیادة غیر ابراهیم البشار کذا حکاه صاحب الامام عن الحاکم. وابن بشار. قال فیه النسائی: لیس بالقوی. وذمه أحمد ذماً شدیداً. وقال ابن معین: لیس بشئ. لم یکن یکتب عند سفیان. وما رأیت فی یده قلماً قط. وکان یملی علی الناس ما لم یقله سفیان'' (الجوہر النقی علیٰ سنن کبریٰ ج ۲ ص ۷۷)۔ ''میں کہتا ہوں کہ اس زیادت کے ساتھ ابراہیم بن بشارؒ کے علاوہ کسی اور نے روایت نہیں کیا ہے جیسا کہ صاحب الامام نے امام حاکمؒ سے روایت کیا ہے۔ ابن بشارؒ کے بارے میں محدثین کرام فرماتے ہیں: امام نسائیؒ کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے۔ امام احمدؒ نے اس کی بہت سخت مذمت کی ہے۔ امام ابن معینؒ کہتے ہیں: وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ سفیانؒ کے ہاں کچھ بھی نہیں لکھتا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ میں کبھی قلم نہیں دیکھا ہے۔ یہ لوگوں کو وہ باتیں لکھواتا تھا جو سفیانؒ نے کبھی بھی نہیں کہیں تھیں

اس کے بعد علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ''وما رواه البخاری وابن الجارود بالوهم فجاز أن یکون وهم فی هٰذا''۔ (البنایہ فی شرح ہدایہ علامہ عینیؒ ج ۲ ص ۲۹۶ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

''اس بارے میں امام بخاریؒ اور ابن جارودؒ نے وہم کی بات کی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ ان کو اسی سے اشتباہ ہو گیا ہے''۔

۵:۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ''ذهب سفیان الیٰ أن یُغَلِّط یزید فی هٰذا الحدیث ویقول: کأنه لُقِّنَ هٰذا الحرف الأخیر فتلقَّنه، ولم یکن سفیان یری یزید بالحفظ کذٰلك'' (ترتیب مسند شافعی ج ۱ ص ۷۴، رقم ۲۱۵)۔

اس سے دو امر سمجھ آتے ہیں:

اول:۔ سفیان بن عیینہؒ نے خود بھی یہ حدیث اسی زیادت کے ساتھ روایت کی ہے جیسا کہ مصنف عبدالرزاق (رقم ۲۵۳۱) میں ہے۔ (مزید دیکھیے۔ ترتیب مسند شافعی ج ۱ ص ۷۴ رقم ۲۱۵؛ مسند حمیدی رقم ۷۲۴)۔

دوم:۔ جب سفیان بن عیینہؒ خود اس زیادت ''ثم لا تعد'' کو بیان بھی کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ تلقین کے انداز کو بھی بیان کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس کو امام شافعیؒ جزم

کے ساتھ مباشرۃً نقل کرر ہے ہوں۔ جیسا کہ آپ کو اس روایت کے لفظوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ ہاں انہوں نے تغیر اور تلقین کو جزم کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن کیا اس زیادت کو بھی؟ امام سفیان بن عیینہؒ اس کو ہرگز یقین سے نہیں کرتے۔ پس اس نکتہ کو سمجھو! غور کرو! توارد سے بچو!
(مزید ملاحظہ فرمائیں۔ مقدمہ ''النکت الطریفة'' علامہ کوثریؒ ص ۸،۹)

علامہ کشمیریؒ کے کچھ افادات

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس روایت پر گفتگو کے لیے دار قطنی کی اس روایت کو بنیاد بنایا ہے جس میں ابن ابی لیلیٰ نے فرمایا ہے: ''سَمِعْتُ الْبَرَاءَ فِی هٰذَا الْمَجْلِسِ یُحَدِّثُ قَوْماً مِنْهُمْ کَعْبُ ابْنُ عُجْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم حِیْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِیْ اَوَّلِ تَکْبِیْرَةٍ''۔ (دارِ قطنی ج ۱ ص ۲۹۳؛ مترجم جزءِ سوم ص ۳۴۹ رقم ۱۱۱۲ طبع شبیر برادرز، لاہور)

ترجمہ: ''میں نے حضرت براء بن عازبؓ کو اس مجلس میں ایک جماعت کے سامنے جن میں حضرت کعب بن عجرہؓ بھی شامل تھے، یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا کہ: میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب نماز شروع کرتے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے''۔ پھر حضرت علامہؒ نے چند دیگر طرق بیان کیے ہیں۔ پھر روایت کی تقویت کے لیے چند قرائن ذکر فرمائے۔

۱:۔ بظاہر اس مجلس سے مراد کوفہ کی مسجد اعظم میں ہونے والی مجلس ہے۔ جس کا ذکر روایت میں آتا ہے۔ مثلاً بخاری (ج ۲ ص ۶۴۸) میں ہے کہ عبد اللہ بن مغفلؓ کہتے ہیں: ''قعدت الی کعب بن عجرة فی هٰذا المسجد ای مسجد الکوفة''۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بہت بڑی مسجد تھی۔ اس کا مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ اس مسجد میں میری ملاقات یکے بعد دیگرے ایک سو بیس انصار سے ہوئی ہے۔ مقصد اس تفصیل کے ذکر کرنے کا یہ ہے کہ حضرت براءؓ نے یہ بات صحابہ رضی اللہ عنہم کی مجلس میں ارشاد فرمائی اور سب نے اس کی تصدیق کی تو یہ ترکِ رفع یدین پر اتفاق کا قرینہ ہوا۔

۲:۔ محدثینؒ کا اصول ہے کہ اگر روایت میں کوئی قصہ یا قصہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہو تو یہ راوی کے حفظ کی دلیل ہے اور یہاں پر ایسا ہی ہے۔

۳:۔ کوفہ کی اس بڑی مسجد میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں روایت کا بیان کرنا اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ اس مسجد میں ترکِ رفع یدین کا معمول تھا۔ اگر یہ معمول نہ ہوتا تو جیسے حضرت وائلؓ کی روایت پر حضرت

ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے تبصرہ کیا ہے۔اسی طرح کا تبصرہ کسی نہ کسی سے منقول ہونا چاہیے تھا۔

۴:۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی زندگی کوفہ ہی میں گزری اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ اہل کوفہ کا معمول ترکِ رفع یدین کا رہا ہے۔اگر حضرت براء رضی اللہ عنہ کی روایت ان کے معمول کے خلاف ہوتی۔تو یہ بات مشہور ہونی چاہیے تھی۔

ان تمام باتوں کا تقاضہ یہی ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت،ترک رفع یدین کے سلسلہ میں قابل استدلال ہے اور بعض حضرات کی جانب سے ترکِ رفع یدین کے سلسلے میں روایت کو نا قابل استدلال بنانے کے لیے جو کہا گیا ہے وہ انصاف سے دور ہے۔

(رفع یدین از حضرت مولانا سید فخر الدین احمد ۱۴۲ تا ۱۴۳؛ نیل الفرقدین ص ۱۱۱ تا ۱۱۶)

حدیث حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱۱۲:۔

حدثنا عبد القدوس بن بكر بن خنيس، قال: اخبرنا حجاج عن عامر بن عبد الله بن الزبير عن أبيه قال: رأيتُ رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة فرفع يديه حتّٰى جاوز بهما أُذُنَيْهِ. (مسند احمد رقم ۱۵۶۶۷؛ مسند احمد رقم ۱۶۱۹۷ ترقیم بیت الافکار الدولیہ)

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:"میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی۔تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ دونوں کانوں سے تجاوز کر گئے"۔

اس صحیح السند حدیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے مسئلہ رفع یدین بیان کیا ہے کیونکہ رفع یدین صرف ابتداء نماز ہی میں ہے۔اس لیے جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے صرف ابتداء میں ہی رفع یدین بیان کیا ہے۔اگر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کی ابتدا میں رفع یدین ہوتا تو آپ رضی اللہ عنہ وہ بھی بیان کرتے۔یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مسئلہ رفع یدین بیان کریں اور مکمل بیان نہ کریں۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے جو صحیح السند روایت ہے،اس میں بس افتتاح صلوٰۃ کے وقت ہی رفع یدین ہے۔جس پر سب کا اتفاق و عمل ہے۔بلکہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں نماز میں رفع یدین کی ممانعت کی موجود ہے:

حدیث نمبر ۱۱۳:۔

أن عبد الله بن الزبير رأى رجلاً رافعاً يديه يدعو قبل أن يفرغ من صلوته. فلما فرغ منها. قال: أن رسول الله ﷺ لم يكن يرفع يديه حتّٰى يفرغ من صلوته. رواه

الطبرانی، ورجاله ثقات۔ (المعجم الکبیر طبرانی ج ۱۳ ص ۱۰۲؛ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۲۳ مطبوعہ بیروت، لبنان)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: "جناب رسول اللہ ﷺ تو نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے" (طبرانی: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۲۳)۔

امام ابن کثیرؒ اس حدیث کی سند کے بارے ارشاد فرماتے ہیں: "رواه الطبرانی عن ابی کامل الجحدری عن الفضل بن سلیمان عنه به" (جامع المسانید والسنن لابن کثیر ج ۷ ص ۵۲۶)

۔اسی روایت کو مبارک پوری نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۱۴:۔ عن محمد بن یحیی الأسلمی قال: رأیتُ عبد الله بنَ الزبیر، ورأی رجلاً رافعاً یدیه یدعو قبل أن یفرغ من صلوته۔ فلما فرغ منها۔ قال: أن رسول الله ﷺ لم یکن یرفع یدیه حتّٰی یفرغ من صلوته۔ قال: رجاله ثقات۔

(تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۲۱ مطبوعہ بیروت، لبنان)

ترجمہ:۔ حضرت محمد بن یحییٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیکھا کہ آپؓ نے ایک شخص کو نماز میں دعا مانگتے ہوئے رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا: "جناب رسول اللہ ﷺ تو نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے"۔ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں (تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۲۲۱ لمولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری)۔

اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں بالکل رفع یدین نہ کرتے تھے۔ اس روایت میں بالکل واضح طور پر یہ بات موجود ہے کہ جو آدمی اپنی نماز میں نماز سے فارغ ہونے سے پہلے رفع یدین کر رہا تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو رفع یدین کرنے سے منع کیا اور ساتھ یہ دلیل بھی دی کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو جاتے۔

حدیث نمبر ۱۱۵:۔ أن عبد الله بن الزبیر رأی رجلاً یرفع یدیه فی الصلوة عند الرکوع وعند رفع رأسه من الرکوع. فقال له: لا تفعل، فان هذا شیء فعله رسول الله ﷺ ثم ترکه. (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو آپؓ نے اس سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں رفع یدین کیا۔ پھر چھوڑ دیا تھا"۔

اس حدیث میں واضح طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے رفع یدین سے ممانعت کردی اور فرمایا: حضور ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا تھا پھر چھوڑ دیا تھا۔ اس حدیث سے علامہ بدرالدین عینیؒ نے رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں: ''والذی یحتج به الخصم الرفع محمول علی أنه کان فی ابتداء الاسلام، ثم نسخ۔ والدلیل علیه أن عبد الله بن الزبیر الخ'' (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔ جن احادیث سے قائلین رفع یدین نے دلیل پکڑی ہے۔ وہ زمانۂ ابتداء اسلام کی ہیں۔ پھر رفع یدین منسوخ ہوگیا۔ اس کی دلیل یہی حدیث عبداللہ بن زبیر ہے (اس کے بعد اس حدیث کو بیان کیا ہے)۔

حدیث حضرت وائل بن حجرؓ

حضرت وائل بن حجرؓ دو مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو رکوع اور سجدہ کی رفع یدین کا ذکر کیا، لیکن جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا مشاہدہ صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کے بارے میں فرمایا اور بس۔

حدیث نمبر ۱۱۶:۔ عن وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قال: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ، قال: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ افتتاح نماز کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاتے تھے۔ فرمایا: پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور ان پر بڑے کوٹ اور اونی چادریں تھیں۔

اگر اس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؓ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفع یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عند الرکوع رفع یدین منسوخ ہوگیا تھا۔ لہٰذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہوگئی۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

"وفیه عند أبی داؤد من طریق شریك، قال: ثمّ اتیتُهم فرأیتهم یرفعون أیدیهم الی

صدورهم في افتتاح الصلوة وعليهم برانس وأكسية. وهو ظاهر في تركه في المرة الثانية. ولم أر في طرقه في "المسند" و"الكنز" ما يدافعه صريحاً"

(نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۴۳ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)

ابوداؤد میں جو روایت حضرت شریکؒ سے طریق سے مروی ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس دوبارہ آیا۔ تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ ابتدائے نماز میں سینوں تک ہاتھ اٹھا کر رفع یدین کر رہے تھے اور ان پر برانڈیاں اور چادریں تھیں''۔ اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری مرتبہ کی آمد کے وقت رفع یدین رکوع کے وقت متروک ہو چکا تھا۔ میں نے مسند احمد اور کنز العمال میں دوسری بار کی آمد کے وقت کسی طریق میں یہ نہیں دیکھا کہ اس میں ترکِ رفع یدین کی صراحتاً مدافعت ہو۔

حدیث نمبر ۱۱۷:۔ حدثنا مُسَدَّدٌ حدثنا يَزِيْدُ. يعني ابنَ زُرَيعٍ. حدّثنا المسعوديُّ حدثني عبد الجبارِ بنُ وائلٍ حدثني اهلُ بيتي عن أبي أَنَّهُ رَأَىٰ رسول اللهِ ﷺ يرفعُ يَدَيْهِ مع التكبيرة۔ (ابوداؤد رقم ۷۲۵؛ علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ صحیح سنن ابوداؤد رقم ۷۲۵)

ترجمہ:۔ حضرت عبدالجبار بن وائلؒ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں نے مجھے میرے والد کے متعلق بتایا کہ اس نے انہیں حدیث سنائی تھی کہ میرے والد حضرت وائل بن حجرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پہلی تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) کے ساتھ رفع یدین کرتے دیکھا تھا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: '' يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيْرَةِ" اي: تكبيرة الافتتاح (بذل المجهود ج ۴ ص ۲۹۰)۔

یعنی صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۱۸:۔ حدثنا وكيعٌ، عن المسعودي، عن عبد الجبارِ بنِ وائلٍ حدثني اهلُ بيتي عن أبي، أَنَّهُ رَأَىٰ رسول اللهِ ﷺ يرفعُ يَدَيْهِ مع التكبيرة. ويضعُ يمينهُ على يسارهٖ في الصلاة (مسند احمد رقم ۱۹۰۵۷ ترقیم بیت الافکار الدولیہ)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبدالجبار بن وائلؒ نے فرمایا کہ میرے گھر والوں نے مجھے میرے والد کے متعلق بتایا کہ اس نے انہیں حدیث سنائی تھی کہ میرے والد حضرت وائل بن حجرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پہلی تکبیر (یعنی تکبیر تحریمہ) کے ساتھ رفع یدین کرتے دیکھا تھا اور آپ ﷺ نے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے دیکھا تھا۔

حدیث نمبر ۱۱۹:۔ حدثنا وكيعٌ، حدثنا فِطْرٌ عن عبد الجبارِ بنُ وائلٍ عن أبيه. قال: رَأَيتُ

رسول اللهِ ﷺ یرفعُ یَدَیْہِ حین افتتح الصلاۃ حتی حادت ابھامُہٗ شحمۃَ أُذُنَیہ

(مسند احمد رقم ۱۹۰۵۷ ترقیم بیت الافکار الدولیہ، واللفظ لہ؛ نسائی رقم ۸۷۹؛ قال الالبانی: حدیث صحیح بطبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر اٹھایا کہ دونوں ہاتھ کانوں کی لَو کے برابر ہو گئے''۔

حدیث وائل بن حجرؓ اور تعامل خیر القرون

کسی حدیث کے معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کا اصل پیمانہ خیر القرون ہے۔ جس حدیث پر خیر القرون میں بلا نکیر عمل جاری رہا ہو، آپ بھی اس پر عمل کرنے میں جھجک محسوس نہ کریں اور جس حدیث پر خیر القرون میں نکیر ہوئی ہو، بعد والوں کے لفظی ہیر پھیر سے وہ معمول بہ نہیں بن سکتی۔ اب رفع یدین کے بارے میں عموماً اور حدیثِ وائل بن حجرؓ کے بارے میں خصوصاً خیر القرون کے تأثرات ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱۲۰: حضرت حصین بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں: میں اور عمرو بن مرۃ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوئے۔ تو عمرو نے کہا: مجھے علقمہ بن وائلؒ نے اپنے باپ سے حدیث بیان کی کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو پہلی تکبیر، رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نہیں جانتا۔ شاید حضرت وائلؓ نے اس ایک ہی دن جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا اور یاد رکھا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضور ﷺ کے باقی صحابہ رضی اللہ عنہم نے یاد نہ رکھا۔ میں نے کسی صحابیؓ سے بھی حضور ﷺ کا رفع یدین کرنا نہیں سنا، صحابہ رضی اللہ عنہم صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے'' (مؤطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔

حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ فرماتے ہیں:

''حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث امام بخاری کے دادا استاد امام محمدؒ نے مؤطا میں ذکر فرمائی ہے۔ جس میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تابعی نے نفسِ ثبوت رفع یدین کو تو تسلیم فرمایا مگر اس کے باقی رہنے کا شدت سے انکار فرمایا اور رفع یدین متنازعہ فیہ کو تواترِ علمی و عملی کے خلاف

قرار دیا (مؤطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ اور مسند امام اعظم میں تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

وقدحدثني من لا أحصي عن عبد الله بن مسعودٍ أنه رفع يديه في بدء الصلاة فقط. وحكاه عن النبي ﷺ. (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

ترجمہ:۔ ''مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے''۔

اس میں ترکِ رفع یدین کی حدیث کو سنداً بھی متواتر قرار دیا۔ نیز امام ابوداؤد طیالسیؒ نے اور امام احمد بن حنبلؒ نے حدیث روایت کی ہے:

حدیث نمبر ۱۲۱:۔ حدثنا عبد الله حدثني أبي، ثنا محمد بن جعفر، ثنا شعبة، عن عمرو بن مرة قال: سمعتُ أبا البختري الطائي يحدّث عن عبد الرحمن بن اليحصبي عن وائل بن حجر الحضرمي: "أنه صلى مع رسول الله ﷺ فكان يكبر اذا خفض واذا رفع، ويرفع يديه عند التكبير ويسلم عن يمينه وعن يساره''۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۱۶ رقم ۱۸۳۷۴؛ مسند ابوداؤد طیالسی رقم ۱۰۲۱)

ترجمہ:۔ حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت ہے کہ: ''انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ تو آپ ﷺ جب بھی نماز میں جھکتے اور اُٹھتے تو تکبیر کہتے۔ اور آپ ﷺ (صرف) تکبیر (تحریمہ) کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ اور دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرتے تھے۔

اس حدیث میں صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین اور باقی صرف تکبیرات کا ذکر ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ مستقل طور پر کوفہ میں آباد ہو گئے تھے۔ وہیں ان کا وصال ہوا اور کوفہ میں ترکِ رفع یدین پر اجماع تھا۔ اس لیے کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت وائل بن حجرؓ نے اپنی آخری زندگی میں جو کوفہ میں گزاری تھی۔ ایک دن بھی پہلی تکبیر کے بعد کسی نماز میں رفع یدین کیا ہو''

(ترجمہ وتشریح جزء رفع الیدین از مولانا محمد امین اوکاڑوی ص ۲۶۵، ۲۶۶)

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱۲۲:۔ حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا: ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري، عن سالم، عن ابيه قال: رأيتُ

رسولَ الله ﷺ اذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتّٰى يحاذى بهما، وقال بعضهم: حذو منكبيه، واذا اراد ان يركع، وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما۔ وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدتين۔ والمعنى واحد۔

(مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۲۔ دارالمعرفہ بیروت۔ لبنان)

(مسند ابی عوانہ ج ۱ ص ۳۳۴ رقم الحدیث: ۱۲۵۱، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔ لبنان ۱۴۲۷ھ)

حدیث نمبر ۱۲۳: ۔حدثنا الربيع بن سليمان عن الشافعي، عن ابن عيينة بنحوه: ولا يفعل ذٰلك بين السجدتين۔ (مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۳ دارالمعرفہ بیروت۔ لبنان)

حدیث نمبر ۱۲۴: ۔حدثنا أبوداؤد قال: ثنا علي قال: ثنا سفيان ثنا الزهري، أخبرني سالم، عن ابيه قال: رأيتُ رسولَ الله ﷺ بمثله۔

(مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۴ دارالمعرفہ بیروت۔ لبنان)

حدیث نمبر ۱۲۵: ۔حدثنا الصائغ بمكة قال: ثنا الحميدي قال: ثنا سفيان عن الزهري، قال: أخبرني سالم، عن ابيه قال: رأيتُ رسولَ الله ﷺ مثله۔

(مسند ابی عوانہ رقم الحدیث: ۱۵۷۵ دارالمعرفہ بیروت۔ لبنان)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

امام ابوعوانہؒ نے اس حدیث کے مرکزی راوی سفیان بن عیینہ تک اس حدیث کی چار سندیں ذکر کی ہیں۔ چوتھی سند امام بخاری کے استاد حمیدیؒ کی ہے۔

یہ حدیث صحیح، مرفوع اور ترکِ رفع یدین پر صریح ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ ﷺ سے ترکِ رفع یدین روایت فرماتے ہیں۔ یہ حدیث خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل کے مطابق ہے یعنی آپؓ خود بھی رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ جیسا کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو افتتاحِ صلوٰۃ کے سوا کبھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷؛ طحاوی رقم ۱۳۲۳؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸)۔

تو جو حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے عمل کے مطابق ہے۔ اسے تو غیر مقلدین رد کرتے ہیں اور جس حدیث میں خود ان کا اپنا عمل نہیں تھا اس کو مانتے ہیں۔ غیر مقلدین اس حدیث کو

رد کرنے کے لیے غلط بہانے بناتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۶:۔ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ: ثنا الزُّهْرِيُّ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ۔

(مسند حمیدی، رقم ۶۲۶ طبعہ دار السقا، دمشق، سوریا۔ تحقیق حسن سلیم أسد الدارانی؛ مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، حدیث نمبر: ۶۱۴ مطبوعہ بیروت، لبنان)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

مستخرج صحیح ابوعوانہ (جو محدثین کے یہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی طرح کتبِ صحاح میں شمار ہوتی ہے) اور امام بخاریؒ کے اہم ترین استاد امام حمیدیؒ کی مسند میں مذکور یہ حدیثیں سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں۔ نیز علت و شذوذ سے بھی بری ہیں۔ اور ترکِ رفع یدین میں صریح ہیں۔ بعض غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ حنفی علماء نے اس میں تحریف کر دی ہے۔ یہ ایک ایسا دعویٰ بے دلیل ہے جس کی علمی دنیا میں پرِ کاہ کی بھی حیثیت نہیں۔ بلکہ یہ ایک خالص بہتان ہے۔ دونوں مذکورہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان میں ان حدیثوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں علماء غیر مقلدین کے استاذ الکل مولانا سید نذیر حسین محدث کے دو شاگردوں حافظ نذیر حسین المعروف زین العابدین اور محی الدین زینبی کے ہاتھوں کا لکھا ہوا مسند حمیدی کا قلمی نسخہ دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

اس حدیث میں ترکِ رفع یدین رکوع سے پہلے اور بعد کتنی واضح ہے۔ مسند حمیدی کی یہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ صحیح ترین سند سے مروی ہے۔ امام حمیدیؒ (عبداللہ بن الزبیر بن عیسیٰ القرشی الحمیدی المکی المتوفیٰ ۲۱۹ھ) امام بخاری کے استاد ہیں۔ صحیح ابوعوانہ اور مسند حمیدی کی یہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ صحیح ترین سند سے مروی ہے۔ مستخرج صحیح ابی عوانہ اور مسند حمیدی میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ کی ترکِ رفع یدین کی صحیح اور صریح روایت اپنی سند کے اعتبار سے نہایت جید اور طاقتور ہے۔ اس کی سند میں حمیدی، سفیان بن عیینہ، زہری، سالم اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ہیں۔ حاکم کا بیان ہے کہ امام بخاری کو حمیدی سے اور دیگر محدثین سے کوئی روایت ملتی تو وہ حمیدی کی روایت کو ترجیح دیتے۔

حمیدی نے سفیان بن عیینہ سے بیس سال تک استفادہ کیا۔ خود سفیان بن عیینہ ایک جلیل القدر محدث اور فقیہ تھے۔ اس سے آگے کی سند زہری عن سالم عن ابن عمرؓ تو اصح الاسانید ہے۔ پھر مستخرج صحیح ابی عوانہ میں سفیان بن عیینہ ہی سے ترکِ رفع کی روایت ہے۔ اس کی سند بھی نہایت جید اور طاقتور ہے۔ یہ دونوں روایات بخاری کی روایت سے سند کے لحاظ سے کم نہیں ہیں۔ نیز ہر قسم کی علت و شذوذ سے بھی بری ہیں۔ ترکِ رفع یدین میں صحیح بھی ہیں اور صریح بھی۔

مستخرج صحیح ابی عوانہ حدیث کی ان کتابوں میں شمار ہوتی ہے جن کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔ مستخرج صحیح ابی عوانہ صحیح مسلم پر تخریج ہے۔ صحیح بخاری اور مسلم میں بعض حدیثیں ایسی بھی ہیں جن میں الفاظ کی کمی بیشی ہوتی ہے۔ اور بعض الفاظ (محذوفات) ان میں مذکور نہیں ہیں۔ جس کی وجہ سے مطلب حدیث کی وضاحت نہیں ہوتی۔ ان مخرجین حضرات کا مقصد بھی یہی ہے کہ اس کمی بیشی اور محذوف کو ذکر کر دیا جائے تاکہ مطلب حدیث واضح ہو جائے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں جو بخاری وغیرہ میں ہے، جزاء **یرفعهما** ہے۔ مستخرج صحیح ابی عوانہ اور مسند حمیدی میں جزاء **لا یرفعهما** ہے۔ ابوداؤد (حدیث نمبر ۷۲۱) میں روایت یوں ہے:

عن سالم عن ابیه قال رأیتُ رسولَ الله ﷺ اذا استفتح الصلوٰة رفع یدیه حتٰی یحاذی منکبیه، واذا أراد أن یر کع و بعد ما یرفعُ رأسه من الرکوع. وقال سفیان مرةً واذا رفع رأسه. واکثر ما کان یقول و بعدَ ما یرفع رأسه من الرکوع. ولا یرفع بین السجدتین.

یہاں اذا شرطیہ دو ہیں۔ پہلا **اذا استفتح الصلوٰة** اور اس کی جزاء **رفع یدیه** مذکور ہے۔ اور دوسرے **واذا أراد أن یر کع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع** ہے۔ اس کی جزاء مذکور نہیں ہے۔ بعض حضرات نے اس حدیث کو رفع یدین کے باب میں ان الفاظ کے ساتھ لا کر یوں رفع یدین ثابت کیا ہے۔ جیسے امام ابوداؤد نے کہ دوسرے اذا کا بذریعہ واؤ عطف ہے پہلے اذا پر۔ اس کی جزاء **رفع یدیه** ہے تو اس کی بھی **رفع یدیه** سمجھی ہے۔ بعض حضرات نے بذریعہ عطف یہ جزاء سمجھ کر اپنی طرف سے جزاء کے الفاظ بھی ذکر کر دیئے۔ چنانچہ بعض حضرات نے جزاء **رفع یدیه** ذکر کر دی۔ بعض حضرات نے **واذا أراد أن یر کع فعل مثل ذٰلک** ذکر کر دی۔ بعض حضرات نے **واذا أراد أن یر کع کذٰلک رفعهما** ذکر کر دیا۔ حالانکہ جزاء اس طرح ہے۔ جس طرح کہ صحیح ابوعوانہ اور مسند حمیدی میں ہے۔ **واذا اراد ان یر کع، وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع، لا یرفعهما**۔ اس جزاء محذوف کے ذکر کرنے سے مطلب حدیث کی پوری وضاحت ہوگئی کہ یہ حدیث ترکِ رفع یدین میں

واضح ہے۔اسے رفع یدین میں حتمی طور پر پیش کرنا صحیح نہیں ہے

(نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۵۵،۵۶)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا یہ مکی طریق ہے۔اس میں امام زہریؒ کے شاگرد امام سفیان بن عیینہؒ نے واذا أراد أن یرکع وبعدما یرفعُ رأسه من الرکوع کے بعد جزاء بیان نہیں کی۔البتہ اس محذوف کو بعض لوگ رفع یدیه اور بعض یرفع یدیه نکالتے ہیں۔مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ امام سفیان کے شاگرد امام عبداللہ بن زبیر حمیدیؒ نے جو کتاب خود مکہ میں بیٹھ کر مرتب فرمائی اس میں فلا یرفع ہے۔اور خود امام بخاریؒ بھی فرماتے ہیں کہ کتاب زیادہ قابلِ اعتماد ہوتی ہے۔اور ابوعوانہ میں بھی فلا یرفعهما ہے۔جب دنیا بھر کی کتب حدیث میں سے کسی ایک کتاب میں بھی سفیان کی روایت میں رفع یدیه یا یرفع یدیه کی جزاء مذکور دکھائی نہیں جاسکتی۔فلو کان بعضهم لبعض ظهیراً سفیان کے بتیس (۳۲) شاگردوں نے اس روایت میں جزاء ذکر نہیں فرمائی۔نیز سفیان کے بتیس شاگرد یہی الفاظ روایت کرتے ہیں: ولا یرفع بین السجدتین۔اس میں سجدوں کو جاتے یا سجدوں سے اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنے کا ذکر نہیں بلکہ بین السجدتین یعنی جلسہ کے وقت ہاتھ اٹھا کر بیٹھنے کا ذکر ہے کہ اس وقت ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔(شرح جزء رفع یدین ص ۲۵۵۔مولانا محمد امین اوکاڑوی)۔

حدیث نمبر ۱۲۷:۔

قال ابن وهب وابن القاسم عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن ابيه ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير للصلوٰة۔

(مدوّنہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۹ مطبوعہ مصر؛ المُدَوَّنَةُ الكُبرىٰ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ))

ترجمہ:۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تھے۔

مذہب مالکی کی عظیم و معتبر ترین کتاب ''المدونۃ الکبریٰ'' میں یہ حدیث ترکِ رفع یدین میں پیش کی گئی ہے۔جس کے راوی امام مالکؒ کے مشہور شاگرد ابن وہب ہیں۔نیز امام مالکؒ کے ایک دوسرے فاضل شاگرد ابن القاسمؒ بھی امام مالکؒ سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں۔اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کوئی اشکال نہیں۔

یہ سند بھی اصح الاسانید ہے۔اس میں صرف افتتاح صلوٰۃ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔اور

اسی حدیث کی بنا پر امام مالکؒ نے ترکِ رفع یدین رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد کا مسلک اختیار کیا ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر امام مالکؒ کے نزدیک صحیح نہیں۔ صحیح ابوعوانہ اور مسندِ حمیدی میں اس کی صراحت گزر چکی ہے۔ یہ حدیث ترکِ رفع یدین پر دلیل ہے۔

شبہ:۔ اس حدیث میں صرف ابتداء کی رفع یدین کا ذکر ہے۔ رکوع کی نفی نہیں ہے۔

جواب:۔ یہ حدیث حضرت امام عبدالرحمٰن بن قاسمؒ نے، جو فقہ مالکی کے محدث اور مجتہد ہیں۔ انہوں نے اس حدیث سے رکوع والی رفع یدین پر ترک کی دلیل قائم کی ہے۔ کیا اتنے بڑے امام کو علم نہیں تھا کہ اس میں رکوع کا ذکر نہیں ہے اور میں اس کو ترکِ رفع یدین پر بطور دلیل پیش کر رہا ہوں۔

مشہور ضابطہ ہے: ''تقديم ما حقه التاخير يفيد الحصر'': جس کا حق تاخیر تھا اگر اس کو مقدم کر دیا تو کلام میں معنی حصر کا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں ''کان یرفع یدیه'' یہ جزا ہے جو مقدم ہے۔ اذا افتتح التکبیر للصلوٰۃ، یہ شرط ہے جسے مؤخر کیا گیا ہے یعنی شرط پہلے ہونی چاہیے تھی اور جزا بعد میں۔ لیکن یہاں جزا کو مقدم کیا گیا ہے اور شرط کو مؤخر۔ اب معنیٰ حصر کا پیدا ہو گیا یعنی صرف شروع میں ہی رفع یدین کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲۸:۔

عن سالم عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود۔

(خلافیات للبیہقی۔ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۷؛ موضوعات کبیر ص ۵۹۴؛ الاسرار المرفوعہ ص ۳۵۶)

ترجمہ:۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔''

حضرت امام زیلعیؒ نے سند کے ابتدائی حصہ کو تعلیقاً حذف کر دیا ہے۔ سند میں مذکورہ رجال سے پہلے اگر کوئی راوی ضعیف ہوتا تو محدثین کی عادت کے مطابق اس کا ذکر ضرور کرتے۔ اور سند کے مذکور حصہ کے پہلے راوی عبداللہ بن عون الہلالی الخرازؒ (جو مسلم اور نسائی کے راوی ہیں) کے علاوہ پوری سند حضرات محدثین کی تصریح کے مطابق اصح الاسانید کے قبیل سے ہے۔ لہٰذا یہ روایت جس کی تائید امام ابوعوانہ اور امام حمیدیؒ کی ذکر کردہ حدیثوں اور خود حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے عمل سے ہوتی ہے، بلا تردد صحیح ہے۔ اور کسی کے بلا وجہ ضعیف کہہ دینے سے ہرگز ضعیف نہیں ہو گی۔ محض اس بنیاد پر کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر ؓ سے مروی معروف حدیث کے خلاف ہے۔ اسے مقلوب و موضوع کہنا درست نہیں۔ کیونکہ اس بنیاد پر تو جن ائمہ حدیث و فقہ کے نزدیک ترکِ رفع

یدین کی صحت محقق ہو چکی ہے۔ وہ رفع یدین کی مثبت ساری حدیثوں کو موضوع ومقلوب کہہ دیں تو کیا ان کا یہ قول قابلِ قبول ہو سکتا ہے؟ اگر نہیں تو جن حضرات نے محض اس بناء پر اس اصح الاسناد حدیث کو ضعیف اور مقلوب وموضوع کہہ دیا ہے۔ ان کی یہ بات کس طرح قبول کی جا سکتی ہے۔

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ پہلا راوی عبداللہ بن عون الخراز زبردست ثقہ ہے اور امام مالکؒ کا شاگرد رشید ہے۔ (دیکھیے تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۴۹؛ تقریب التہذیب ص ۱۸۶)۔ باقی راوی مالکؒ، زہریؒ، سالمؒ اور حضرت عبداللہ بن عمر t بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) میں اسی ترتیب سے موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدث المکہ حضرت ملا علی قاریؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ وہ اپنی کتاب ''موضوعات کبیر'' میں فرماتے ہیں:

وحديث أورده البيهقي في الخلافيات من رواية عبد الله بن عون الخراز حدثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمر ﷺ ان النبي ﷺ كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة ثم لا يعود. قلت: وقد صح عنه خلاف ذٰلك، فيحمل على نسخ الأول.

(موضوعات کبیر ملا علی قاری مع تذکرۃ الموضوعات ص ۱۷۵)۔

ترجمہ:۔ حضرت امام بیہقیؒ نے خلافیات میں روایت کی ہے عن عبداللہ بن عون الخراز عن مالک عن زہری عن سالم عن ابیہ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔'' ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر اس کے خلاف بھی روایت ہے تو پہلی حدیث کو اس حدیث سے منسوخیت پر محمول کیا جائے۔

پہلی حدیث یعنی رفع یدین کرنے والی حدیث رفع یدین نہ کرنے والی حدیث سے منسوخ ہے یعنی نماز میں رفع یدین پہلے کا عمل ہے بعد میں متروک ہوا۔ یہی اس حدیث کا مطلب ومفہوم ہے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی ترکِ رفع یدین ہی تھا۔

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوٰة. (طحاوی رقم ۱۳۲۳؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷)

ترجمہ:۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی میں نے دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

مندرجہ بالا چاروں حدیثیں سند کے لحاظ سے صحیح ہیں۔ مسندِ حمیدی کی سند تو بخاری سے بھی جید

ہے، بلکہ امام حمیدیؒ جو کہ امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، ان کے اقوال کو امام بخاریؒ بطور سند پیش کرتے ہیں (بخاری ج ۱ ص ۹۶، ج ۲ ص ۸۴۵ طبع قدیمی، کراچی)۔ یہ چاروں احادیث صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ صریح اور مرفوع بھی ہیں۔

نوٹ:۔ ان چاروں احادیث پر غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات باب ۱۰ ''بعض احادیث کی تحقیق'' میں ۱.۱۰، ۲.۱۰، ۳.۱۰ اور ۴.۱۰ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔

حدیث حضرت انس بن مالکؓ

حدیث نمبر ۱۲۹: حدثنا اسماعیل الصفار، ثنا العباس بن محمد، ثنا العلاء بن اسماعیل العطار، حدثنا حفص بن غیاث، عن عاصم الأحول، عن أنس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: "رأيتُ رسول الله ﷺ كبّر حتّى حاذى بإبهاميه أُذُنَيهِ، ثمّ رَكَعَ حتّى استقرّ كل مفصلٍ منه في موضعه، ثمّ رفع رأسه حتّى استقر كل مفصلٍ منه في موضعه، ثمّ انحطّ بالتكبير فسبقت ركبتاهُ يديه"۔

(سنن دارقطنی باب: ذکر الرکوع والسجود وما یجزی فیہما۔ ج ۱ ص ۳۴۵ طبع السید عبداللہ ہاشم یمانی المدینۃ المنورۃ؛ ج ۱ ص ۲۶۲ رقم ۱۱۹۳ طبع نشر السنۃ، ملتان واللفظ لہ؛ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۲۲۶، رقم ۸۵۳؛ وقال الحاکم: هذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین امام حاکمؒ نے کہا کہ یہ اسناد بخاریؒ اور مسلمؒ کی شرط پر صحیح ہے۔ امام ذہبیؒ نے بھی اس سے موافقت کی ہے؛ سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۹۹)۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اپنے انگوٹھے مبارک کانوں کے برابر اٹھائے۔ پھر رکوع کیا یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اُٹھایا یہاں تک کہ ہر جوڑ اپنی جگہ ٹھہر گیا۔ پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے، تو پہلے آپ ﷺ نے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ۔

حضرت انسؓ نے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کا ذکر کیا ہے یعنی نماز شروع کرتے وقت، وہ بھی کانوں تک ہاتھ اٹھانا۔ پھر رکوع میں جانے کا ذکر تو کیا ہے لیکن رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں فرمایا۔ پھر رکوع سے سر اٹھانے کا ذکر تو کیا مگر رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں ہے۔

حدیث نمبر ۱۳۰: عن أنسٍ عن النبي ﷺ أنه كان اذا كبر رفع يديه حتّى يُحَاذِيَ أُذنيه يقول: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَاۤ اِلٰهَ غَيْرُكَ"۔ (مجمع الزوائد رقم ۲۶۲۲، وقال الہیثمی: رواہ الطبرانی فی الاوسط، ورجالہ موثقون؛ أخرجہ الطبرانی فی الاوسط برقم ۳۰۳۹؛ مسند ابو یعلی ج ۳ ص ۳۱۰)

ترجمہ:۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے۔ تو آپ ﷺ تکبیر کہتے اور کانوں تک رفع یدین کرتے تھے۔پھر ثناء پڑھتے تھے یعنی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ''۔

اس حدیث میں بھی حضرت انسؓ نے رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت بیان کیا ہے۔معلوم ہوا کہ حضرت انسؓ کی ثقہ حدیث میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین ہے۔بعد میں کسی جگہ نہیں۔

حدیث نمبر ۱۳۱:۔حدثنا أبو محمد بن صاعد، نا الحسين بن علي بن الأسود العجلي، ثنا محمد بن الصلت، حدثنا أبو الأحمر، عن حميد، عن أنسٍ قال: كان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة كبر، ثم رفع يديه حتّى يُحَاذِيَ ابهاميه أُذنيه، ثمّ يقول: "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ"۔(دارقطنی ج ۱ ص ۳۰۵،۳۰۶، رقم ۱۱۳۵ طبع نشر السنۃ، ملتان)۔

ترجمہ:۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں:''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو آپ ﷺ تکبیر کہتے۔پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ اس قدر اُٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جاتے۔پھر آپ ﷺ ثناء یعنی ''سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ '' پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں بھی حضرت انسؓ نے رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت بیان کیا ہے۔

حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ

حدیث نمبر ۱۳۲:۔حدثنا أبو بكر بن أبي شيبة ثنا عبدة بن سليمٰن عن حارثة بن أبي الرجال عن عَمْرَةَ، قَالَتْ: سَأَلْتُ عائشة رضي الله عنها كيف كانت صلوة رسول الله ﷺ؟ قالت: كان النبي ﷺ اذا توضأ، فوضع يده في الاناء سَمَّى اللهَ. ويسبغ الوضوء. ثم يقوم مستقبل القبلة. فيكبّر ويرفع يديه حذاء منكبيه. ثم يركع فيضع يديه على ركبتيه، ويجافي بعضديه. ثم يرفع رأسه فيقيم صلبه. ويقومُ قياما هو أطول من قيامكم قليلاً. ثم يسجد الخ۔(ابن ماجہ ص ۷۵، رقم ۱۰۶۲)

ترجمہ:۔حضرت، عمرہؒ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا:''حضور ﷺ نماز کیسے پڑھتے تھے''؟ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا:''جب حضور ﷺ وضو فرماتے۔پھر اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں ڈالتے تو بسم اللہ پڑھتے۔حضور ﷺ کامل وضو فرماتے۔پھر قبلہ کی طرف منہ کرکے کھڑے ہوتے، تکبیر تحریمہ کہتے تو کندھوں تک ہاتھ

اُٹھاتے۔ پھر رکوع کرتے تو اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور ہاتھوں کو پھیلاتے۔ پھر رکوع سے سر اُٹھاتے تو پیٹھ اپنی جگہ پر آجاتی۔ تمہارے اس قیام سے کچھ لمبا قیام ہوتا۔ پھر سجدہ کرتے۔ الخ

اس حدیث میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے متعلق سوال کیا گیا تو اُم المؤمنینؓ نے طریقۂ نماز تعلیم فرمایا۔ تو آپؓ نے رفع یدین کا ذکر صرف تکبیرِ تحریمہ میں کیا۔ پھر رفع یدین کا کسی جگہ ذکر نہ فرمایا۔ اگر رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ہوتا تو ام المؤمنینؓ ذکر فرماتیں۔ کیونکہ آپؓ نے رکوع کا ذکر کیا ہے۔ رکوع سے سر اُٹھانے کا ذکر کیا ہے لیکن رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی حدیث صحیح میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین ہے۔ عند الرکوع اور بعد الرکوع رفع یدین نہیں ہے۔

وہ احادیث جن میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے رفع یدین کا نہیں

حدیث حضرت ابن عمرؓ

حدیث نمبر ۱۳۳:۔ عن سالم بن عبد الله، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ، كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ (مؤطا امام مالک رقم ۲۰۴؛ رواہ النسائی رقم ۱۳۲۱، ۱۳۲۲ بمعناہ، من حدیث عبد اللہ بن عمر مرفوعاً۔ وھو فی المؤطا موقوف؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۸۲)

ترجمہ:۔ حضرت سالم بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نماز میں تکبیر کہتے، جب کبھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے۔

حدیث نمبر ۱۳۴:۔ عن محمد بن يحيى بن حبان، عن عمه واسع بن حبان، أنه سأل عبد الله بن عُمَرَ عن صلاة رسول الله ﷺ؛ فقال: "اَللهُ أَكْبَرُ" كلما وضع، "اَللهُ أَكْبَرُ" كلما رفع. ثُمَّ يقولُ: "أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ" عن يمينه. "أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ" عن يساره. (رواہ النسائی رقم ۱۳۲۱، ۱۳۲۲)۔

ترجمہ:۔ حضرت واسع بن حبانؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کیا؟ تو حضرت عبد اللہ بن عمر

ﷺ نے فرمایا: کہ آپ "اَللہُ أَکْبَرُ" (تکبیر) کہتے، جب کبھی نماز میں جھکتے اور آپ ﷺ "اَللہُ أَکْبَرُ" کہتے، جب نماز میں اٹھتے۔ پھر جب آپ ﷺ دائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ ﷺ "أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ" کہتے۔ پھر جب آپ ﷺ بائیں طرف سلام پھیرتے تو آپ ﷺ "أَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ" کہتے۔

ان احادیث میں ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیر کا ذکر ہے اگر رفع یدین ان کے ہاں اتنا ضروری ہوتا جتنا ان کے ہاں ہے تو حضرت ابن عمرؓ سے اس موقع پر اس کا ذکر ضرور ہوتا۔ غور فرمایئے! اگر زبیر علی زئی سے کوئی شخص نماز کا طریقہ پوچھے تو کیا وہ رفع یدین کے بغیر بتائے گا؟ فرق واضح ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور تمام سلف صالحین کے ہاں رفع یدین کی وہ حیثیت نہ تھی جو ان لوگوں نے اس کو دے رکھی ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عباسؓ

حدیث نمبر ۱۳۵:۔ عن عکرمة قال: رَأَيْتُ رَجُلاً عِنْدَ الْمُقَامِ، يُكَبِّرُ كُلَّ خَفْضٍ وَرَفْعٍ، وَإِذَا قَامَ وَإِذَا وَضَعَ، فَأَخْبَرْتُ ابنَ عبَّاسٍ ﷺ. قال: أَوَليسَ تلك صلوةَ النبي ﷺ لا أُمَّ لكَ۔

(بخاری رقم الحدیث ۷۸۷)

حضرت عکرمہؒ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کو مقام (ابراہیم) کے پاس دیکھا کہ وہ ہر جھکنے اور اٹھنے میں، اور جب کھڑا ہوتا تھا، اور جب بیٹھتا تکبیر کہتا تھا۔ میں نے حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بیان کیا (کہ یہ کیسی نماز ہے؟)۔ انہوں نے کہا: "تیری ماں نہ رہے! کیا یہ نبی ﷺ کی (سی) نماز نہیں ہے؟"

حدیث نمبر ۱۳۶:۔ عن عکرمة قال: صَلَّيْتُ خلف شيخٍ بمكة، فكبَّرَ ثنتَيْنِ و عشرينَ تكبيرةً، فقلتُ لابن عباسٍ: انَّهُ أحمقُ، فقالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ، سُنَّةُ أَبِي القاسمِ ﷺ.

(بخاری رقم الحدیث ۷۸۸)

حضرت عکرمہؒ کا بیان ہے کہ میں نے ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھی۔ تو اس نے بائیس (۲۲) تکبیریں کہیں۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ وہ احمق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا: تیری ماں تجھے روئے۔ ابوالقاسم ﷺ کی سنت یہی ہے۔

حضرت عکرمہؒ کتنی غلط فہمی میں پڑ گئے تھے کہ ایک امر منکر (ترکِ تکبیر) کو سنت اور سنت (تکبیر ہر رکن) کو منکر سمجھے ہوئے تھے۔ اسی لیے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سختی کے ساتھ اس کا

رد کیا اور بتلایا کہ اصل سنت نبویہ تو تکبیرات کہنا ہی ہے (انوار الباری ج ۱۶ ص ۴۵۱)۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

حدیث حضرت جابر بن عبد اللہؓ

حدیث نمبر ۱۳۷:۔ عن جابرٍ: أن النبی ﷺ کان یکبر کلما خفض و رفع. (مجمع الزوائد رقم ۲۷۹۳، وقال الهیثمی رواه بزار و رجاله ثقات؛ کشف الاستار رقم ۵۳۴)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ: جناب نبی اکرم ﷺ جب بھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے تھے تو تکبیر کہتے تھے۔

حضرت جابر بن عبد اللہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز میں تکبیرات کا تو ذکر کرتے ہیں مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کرتے۔

نبی کریم ﷺ کی آخری باجماعت نماز میں تکبیرات کا ذکر

جناب رسول اللہ ﷺ وفات سے آٹھ دن پہلے حضرت عائشہؓ کے گھر میں منتقل ہو جانے کے بعد بھی مرض کی شدت اور ضعف و نقاہت بہت زیادہ بڑھ جانے کے باوجود کئی دن تک ہر نماز کے وقت مسجد تشریف لا کر حسب معمول خود ہی نماز پڑھاتے رہے۔ پھر اسی حال میں جمعرات کی رات (فیض الباری ج ۱ ص ۳۹۷) عشاء کی نماز کے وقت رسول اللہ ﷺ پر غشی اور غفلت کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ جب اس کیفیت سے افاقہ ہوا۔ تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا لوگوں نے مسجد میں نماز ادا کر لی؟''۔ عرض کیا گیا: ابھی لوگوں نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے انتظار میں ہیں۔ آپ ﷺ نے غسل فرمایا۔ اٹھ کر کھڑے ہونے لگے، لیکن پھر وہ غشی اور غفلت کی کیفیت طاری ہوگئی۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اب ابوبکرؓ کو میری طرف سے کہہ دیا جائے کہ وہ نماز پڑھا دیں'' چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔ یہ عشاء کی نماز تھی اور یہ پہلی نماز تھی جو رسول اللہ ﷺ کے مرضِ وفات میں رسول اللہ ﷺ کے تاکیدی حکم سے حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی مسجد نبوی میں نمازیں پڑھاتے رہے۔ پھر ہفتہ یا اتوار (فیض الباری

ج ا ص ۳۹۷) کے دن نماز ظہر کے وقت جب کہ مسجد نبوی میں نماز با جماعت شروع ہو چکی تھی اور آپ ﷺ کے حکم کے مطابق حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ کی طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد نبوی تشریف لائے۔ جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ حضرت صدیق اکبرؓ کی بائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضرت صدیقؓ پیچھے ہٹے۔ آپ ﷺ نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بائیں جانب بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ امام تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ آپ ﷺ کی اقتداء کرنے لگے۔ باقی نمازی حضرت صدیق اکبرؓ کی تکبیروں پر ارکانِ صلوٰۃ ادا کرتے رہے۔ یہ ظہر کی نماز تھی۔ ظہر کی یہ امامت حضور اکرم ﷺ کی آخری امامت تھی۔ لیکن ظہر کی نماز کی پوری امامت آپ ﷺ نے نہیں فرمائی تھی۔ نماز کے ابتدائی حصہ کی امامت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمائی تھی۔ (کشف الباری: کتاب المغازی ص ۶۶۶)

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب ''البدایۃ والنہایۃ'' (ج ۵ ص ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸۔ طبع دار الحدیث، القاہرۃ، مصر ۱۴۲۷ھ) میں پوری تفصیل سے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ یہاں بخاری سے صرف دو احادیث کو بیان کیا جاتا ہے۔

حدیث حضرت عائشہ صدیقہؓ

حدیث نمبر ۱۳۸:۔ حضرت عائشہؓ نبی ﷺ کی مرض الوفات کو بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

ثمّ انّ النبی ﷺ وجد من نفسه خفّةً، فخرج بین رجلین، احدهما العباس، لصلاة الظهر، وابوبکرٍ یصلّی بالناس، فلمّا رآه ابوبکرٍ ذهب لِیَتَأَخَّرَ. فأومأ الیه النبیّ ﷺ بأن لا یتأخّر، قال: "أجلسانی الی جنبه". فأجلساه الی جنب ابی بکرٍ. قال: فجعل ابوبکرٍ یُصَلّی وهو قائم بصلاة النبیّ ﷺ، والناس بصلاة ابی بکرٍ، والنبی ﷺ قاعدٌ. الحدیث (بخاری رقم ۶۸۷)

ترجمہ:۔ پھر نبی ﷺ نے سکون اور طبیعت میں ہلکا پن محسوس کیا۔ تو آپ ﷺ، ظہر کی نماز کے وقت، دو صاحبوں کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے۔ ان میں سے ایک حضرت عباسؓ تھے۔ (دوسرے حضرت علیؓ تھے)۔ حضرت ابو بکرؓ جو نماز پڑھا رہے تھے، ان کی نظر حضور ﷺ پر پڑی تو وہ اپنی جگہ سے پیچھے ہٹنے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے اشارہ فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو، اپنی جگہ پر رہو۔ جو دو حضرات آپ ﷺ کو لے کر گئے تھے، ان

سے فرمایا: ''مجھے ابوبکرؓ کے برابر ہی میں بٹھا دو''۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوکر نبی ﷺ کی اقتداء کرنے لگے، اس حال میں کہ نبی ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور لوگ حضرت ابوبکرؓ کی اقتداء کرنے لگے۔

حدیث نمبر ۱۳۹:۔ بخاری ہی میں حضرت عائشہؓ کی دوسری روایت میں ہے:

"مروا أبابكرٍ فليصلِّ" فصلّى. وخرج النبيُّ ﷺ يُهَادىٰ بين رَجُلَيْنِ كأنّي أنظرُ اليه يَخُطُّ برِجلَيهِ الأرضَ. فلمّا رآهُ أبوبكرٍ ذهَبَ يَتَأَخَّرُ، فأَشَارَ اليه أَنْ صَلِّ، فتَأَخَّرَ أبوبكرٍ وقَعَدَ النبيُّ ﷺ الىٰ جنبهٖ وأبوبكرٍ يُسْمِعُ الناسَ التكبيرَ. الحديث. (بخاری رقم ۶۱۲)۔

ترجمہ:۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ سے کہو کہ وہ نماز پڑھائیں''۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نماز شروع کی۔ (اتنے میں جناب رسول اللہ ﷺ کو مرض میں افاقہ محسوس ہوا) اور نبی کریم ﷺ دو آدمیوں کے بیچ میں سہارا لیتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ گویا میں اس وقت بھی آپ ﷺ کی طرف دیکھ رہی ہوں کہ آپ ﷺ کے دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے جاتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے مگر آپ ﷺ نے ان کو اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھو۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کچھ پیچھے ہٹ گئے اور نبی ﷺ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے اور حضرت ابوبکرؓ لوگوں کو تکبیر سناتے جاتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴۰:۔ مسند الامام الاعظم میں حضرت عائشہؓ کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"فلما سمع أبوبكر حِسّ رسولِ الله ﷺ تأخّرَ. فأَومأَ اليه رسولُ الله ﷺ، فجلس النبي ﷺ عن يسار أبي بكرٍ. وكان النبي ﷺ حذاءه يكبّر، ويكبّر أبوبكرٍ بتكبير النبي ﷺ، ويكبر الناس بتكبير أبي بكر حتى فرغ" (مسند الامام الاعظم رقم ۱۲۹)۔

ترجمہ:۔ جب حضرت ابوبکرؓ کو جناب رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں کی آہٹ کا احساس ہوا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اشارہ کیا اور ان کی بائیں جانب آکر بیٹھ گئے۔ اب جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی تکبیر پر حضرت ابوبکرؓ تکبیر کہتے تھے اور حضرت ابوبکرؓ کی تکبیر پر لوگ تکبیر کہتے تھے۔ یہاں تک کہ نماز مکمل ہوگئی۔

اس حدیث میں آپ ﷺ کی آخری نماز کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اس حدیث میں تکبیرات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ کی آواز بیماری کی شدت کی وجہ سے نہایت ہی ضعیف تھی۔ اس لیے حضرت ابوبکرؓ تکبیرات کہہ کر مکبر کا فریضہ ادا کررہے تھے۔ آپ ﷺ کی آخری نماز کی کیفیت

بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہؓ (بخاری رقم الحدیث ۱۹۸، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۷۹، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۷، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۶، ۲۵۸۸، ۳۰۹۹، ۳۳۸۴، ۴۴۴۲، ۴۴۴۵، ۵۷۱۴، ۷۳۰۳ ؛ مسلم رقم ۹۳۵، ۹۳۶ تا ۹۴۷؛ نسائی رقم ۸۳۳، ۸۳۴؛ ترمذی رقم ۳۶۷۲، ۳۶۷۲ مختصراً؛ ابن ماجہ رقم ۱۲۳۲ تا ۱۲۳۵) سے مروی ہے۔ اس حدیث میں رفع یدین کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ صرف تکبیرات کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی آخری نماز میں ترک رفع یدین تھا۔ نیز اس حدیث سے مسئلہ ترکِ قراءت خلف الامام کے بارے میں بھی روشنی ملتی ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ایضاح المرام فی ترک القراءۃ خلف الامام ص ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱؛ خاتمۃ الکلام فی فاتحۃ الکتاب از علامہ انور شاہ کشمیری؛ انوار الباری ج ۷ ص ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲)۔

مرسل احادیث

مرسل حضرت علیؒ بن حسین بن علیؓ

حدیث نمبر ۱۴۱:- عن مالك، عن ابن شهاب، عن علي بن حسين بن علي بن أبي طالب، أنه قال: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ. فَلَمْ تَزَلْ تِلْكَ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى لَقِيَ اللهَ. (موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۱؛ موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۲؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۹۴؛ بیہقی رقم ۲۴۹۳)

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں ہر اونچ نیچ میں (رکوع کو جاتے، اٹھتے، سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت) تکبیر (اللہ اکبر) کہتے تھے۔ (رفع یدین نہ کرتے تھے)۔ آپ ﷺ ایسی ہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ خالقِ حقیقی سے جا ملے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی آخری عمر کی نمازیں بغیر رفع یدین کے ہوتی تھیں۔

مرسل حضرت عبادؒ بن عبد اللہ بن زبیرؓ

حدیث نمبر ۱۴۲:- عَنْ عَبَّادِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَمْ يَرْفَعْهُمَا فِيْ شَيْءٍ حَتّٰى يَفْرُغَ۔'' (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۷ بحوالہ خلافیات بیہقی؛ نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۱۴۲، ۱۴۳ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)

حضرت عباد بن (عبد اللہ بن) زبیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع

کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔............دوسری جگہ تفصیلی روایت اس طرح ہے۔

حدیث نمبر ۱۴۳: وفی المواهب اللطیفة واخرج البیهقی فی خلافیاته عن الحاکم بسنده الی حفص بن غیاث عن محمد بن ابی یحیٰ قَالَ: صَلَّیْتُ إِلیٰ جَنْبِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَیْرِ، قَالَ: فَجَعَلْتُ أَرْفَعُ أَیْدِیْ فِیْ کُلِّ رَفْعٍ وَ وَضْعٍ، قَالَ: یَا ابْنَ أَخِیْ رَأَیْتُكَ تَرْفَعُ فِیْ کُلِّ رَفْعٍ وَخَفْضٍ وَأَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ کَانَ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ یَدَیْهِ فِیْ أَوَّلِ صَلٰوةٍ ثُمَّ لَمْ یَرْفَعْهُمَا فِیْ شَیْئٍ حَتّٰی یَفْرُغَ"۔ (بسط الیدین حاشیہ نیل الفرقدین ص ۱۴۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

ترجمہ:۔ حضرت محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؒ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کررہے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؒ تابعی ہیں۔ اس لیے یہ روایت مرسل ہے۔ اور مرسل روایت، جبکہ اس کی سند صحیح ہو، حجت ہے۔ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: "امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ اور اکثر فقہاءؒ مرسل حدیث کے ساتھ احتجاج کرتے ہیں۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر مرسل حدیث کی کسی اور حدیث سے تائید ہوجائے تو پھر وہ قابلِ احتجاج ہے۔ (نووی مقدمہ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷)

علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: "والمرسل اذا وجد له ما یوافقه، فهو حجة باتفاق" (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۵۳ طبع قدیم ج ۱ ص ۴۳۰ طبع مکتبہ حقانیہ، پشاور)۔ "مرسل حدیث کے موافق کوئی روایت پائی جائے تو پھر وہ بالاتفاق حجت ہے"۔ زیرِ نظر حدیث کی سند بھی صحیح اور ثقہ ہے۔ اور اس کی تائید میں بہت سی احادیث بھی موجود ہیں۔ اس لیے اس کے حجت ہونے میں کسی کو شبہ نہیں۔

حضرت عبادؒ بن عبداللہ بن زبیر کو بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سماع حاصل ہے اور حضرت عائشہؓ سے تو کافی روایات بیان کی ہیں۔ انہوں نے کسی صحابیؓ کا نام لیے بغیر کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے بے شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترکِ رفع یدین کی روایتیں معلوم کیں، تو اب وہ کس کس صحابیؓ کا نام لیتے۔ اس لیے انہوں نے کسی کا نام لیے بغیر کہہ دیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت عبادؒ کا محمد بن ابی یحییٰ کے رفع یدین پر نکیر فرمانا، اور صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کو سنت

قرار دینا، اس امر کی دلیل ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ترکِ رفع یدین ہے۔

مرسل حضرت ابوجعفر محمد باقر بن علی بن حسین بن علیؓ

حدیث نمبر ۱۴۴: حدثنا حفص، عن عبد الملك قال: كان سعيد بن جبير يُكَبِّرُ كلما رفع وكلما ركع، قال: فذُكِرَ ذٰلك لأبي جعفرٍ، فقال: قد علم أنها صلاة رسول الله ﷺ. فقال سعيد: انما هو شئٌ يُزَيِّنُ الرجلُ به صلاته۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۵۰۸: هذا حديث مرسل، واسناده حسن)

ترجمہ:۔ حضرت عبد الملکؒ سے روایت ہے کہ حضرت سعید بن جبیرؒ نماز میں جب بھی اٹھتے اور جب بھی رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ حضرت عبد الملکؒ فرماتے ہیں کہ اس بات کا تذکرہ حضرت امام ابوجعفر محمد باقرؒ سے ہوا تو وہ فرمانے لگے: تحقیق یہ بات جان لی گئی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی یہی نماز تھی۔ تو حضرت سعید بن جبیرؒ فرمانے لگے: تکبیر کہنا ایسی چیز ہے جس سے آدمی اپنی نماز کو مزین کرتا ہے۔

اس حدیث میں تکبیرات انتقال کو حضرت سعید بن جبیرؒ نے زینت قرار دیا ہے۔ رفع یدین کا نشان تک نہیں اور حضرت امام ابوجعفر محمد باقرؒ نے اسی نماز کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز قرار دیا ہے۔

الحاصل ترکِ رفع یدین کی روایات مضبوط، صحیح، صریح اور غیر مضطرب ہیں اور رفع یدین عند الرکوع وغیرہ کی روایات مبہم، مضطرب اور ادھوری ہیں۔ ہاں تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کی روایات بہت مضبوط ہیں کیونکہ پچاس (۵۰) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے راوی ہیں۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔

اس بحث کا اختتام اس مناظرے پر کرنا چاہتا ہوں جو حضرت امام ابوحنیفہؒ اور اہل شام کے محدث اور فقیہ حضرت امام اوزاعیؒ کے درمیان ہوا۔ یہ مناظرہ اس مسئلے میں فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے حضرت امام اوزاعیؒ کے ساتھ مناظرہ کی روئیداد

حدیث عبد اللہ بن مسعودؓ

حدیث نمبر ۱۴۵: عن سفيان بن عيينة، قال: اجتمع ابوحنيفة والأوزاعي في دار الحناطين بمكة، فقال الأوزاعي لأبي حنيفة: ما بالكم لا ترفعون أيديكم في الصلوٰة عند الركوع وعند الرفع منه؟ فقال ابوحنيفة: لأجل أنه لم يصح عن رسول الله ﷺ فيه

شئ. قال: كبر للصلاة كيف لا يصح وقد حدثني الزهري عن سالم عن أبيه عن رسول الله ﷺ أنه كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوة وعند الركوع وعند الرفع منه فقال له أبو حنيفة: وحدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والأسود عن ابن مسعود رضي الله عنه: أن رسول الله ﷺ كان لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوة ولا يعود لشئ من ذلك فقال الأوزاعي: أحدثك عن الزهري عن سالم عن أبيه. وتقول حدثني حماد عن ابراهيم. فقال له ابوحنيفة: كان حماد أفقه من الزهري وكان ابراهيم افقه من سالم. وعلقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه وان كانت لابن عمر صحبة وله فضل صحبة. فالأسود له فضل كثير. وعبد الله هو عبد الله. فسكت الأوزاعي. (مسند الامام الاعظم رقم الحديث ۹۷واللفظ له: ذكرها ايضاً الامام السرخسي في كتابه المبسوط ج۱ص۱۴: ابن الهمام في الفتح القدير ج۱ص۲۱۹: والحارثي في جامع المسانيد ج۱ص۳۵۳،۳۵۲: الموفق المكي في المناقب من طريق سليمان الشاذكوني عن سفيان بن عيينة كذا فيمعارف السنن ج۲ص۴۹۹).

ترجمہ: امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: ''حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام اوزاعیؒ دارالحناطین (مکہ کی غلہ منڈی) میں اکٹھے ہوئے۔ امام اوزاعیؒ نے کہا: ''تم اہل عراق رکوع کے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے''۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ''کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے (بلا معارض) کچھ صحیح ثابت نہیں''۔ امام اوزاعیؒ نے کہا: ''کیسے صحیح نہیں۔ زہریؒ سالمؒ سے اور وہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر تحریمہ اور رکوع جاتے ہوئے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے''۔ امام صاحب نے فرمایا: ''مجھے حدیث بیان کی حمادؒ نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے۔ انہوں نے علقمہؒ اور اسودؒ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے: بے شک جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر تکبیر تحریمہ کے وقت۔ اور نماز میں پھر کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔ امام اوزاعیؒ نے فرمایا: ''میں نے حدیث بیان کی زہری سے، اس نے سالم سے، اس نے ابن عمرؓ سے۔ اور آپ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد نے ابراہیم سے''۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: ''حمادؒ زہریؒ سے زیادہ فقیہ تھے اور ابراہیمؒ سالمؒ سے بڑے فقیہ تھے اور علقمہؒ فقہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کم نہ تھے۔ اگرچہ وہ فضل صحابیت میں بڑے ہوئے ہیں اور اسودؒ کی بڑی فضیلت ہے اور عبداللہؓ تو عبداللہ ہی ہیں۔ پس امام اوزاعیؒ لاجواب ہو گئے''۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ میں اکیس (۲۱) قابل غور امور

اس روایت میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں:

۱۔ امام سرخسیؒ اور شیخ ابن ہمامؒ اس مناظرہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "فأبو حنيفة رجّح روايته بفقه الرواة كما رجّح الأوزاعي بعلو الإسناد وهو المذهب المنصور عندنا لأنّ الترجيح بفقه الرواة لا بعلو الإسناد." حضرت امام ابوحنیفہ نے راویوں کے فقیہ ہونے کی وجہ سے روایت کو ترجیح دی ہے جیسا کہ امام اوزاعی نے سند کے عالی ہونے کو ترجیح دی۔ اور ہمارے نزدیک یہی مذہب منصور ہے کیونکہ ترجیح راویوں کے فقیہ ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ سند کے عالی ہونے سے"۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے جو یہ فرمایا کہ علقمہؒ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فقہ میں کم نہیں اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کو صحابیت کی فضیلت حاصل ہے۔ یہ کوئی مستبعد نہیں۔ اس لیے کہ یہ ممکن ہے کہ کوئی غیر صحابی فقہی مہارت میں کسی صحابیؓ کے برابر یا اس سے بھی بڑھ کر ہو۔ جس کی دلیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عن ابن مسعودٍ قال: قال رسولُ الله ﷺ: نَضَّرَ اللهُ عبداً سمعَ مقالتي فحفظها ووعاها وأدّاها، فربَّ حاملِ فقهٍ غيرِ فقيهٍ، ورُبَّ حاملِ فقهٍ إلى من هو أفقه منه الحديث (مشکوٰۃ رقم ۲۲۸)۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس بندے کو سرسبز وشاداب رکھے (یعنی اس کی قدر ومنزلت بہت کافی ہو اور اسے دین ودنیا کی خوشی اور مسرت کے ساتھ رکھے)۔ جس نے میری کوئی بات سنی اور اسے یاد رکھا اور ہمیشہ یاد رکھا اور اس کو جیسا سنا، ہو بہو لوگوں تک پہنچایا کیونکہ بعض حامل فقہ (یعنی علمِ دین کے حامل) فقیہ (یعنی سمجھ دار) نہیں ہوتے اور بعض حاملِ فقہ ان لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ (سمجھ دار) ہوتے ہیں"۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے۔ کہ ابونعیمؒ نے "حلیۃ الأولیاء (ج ۲ ص ۹۸ ترجمہ ۱۶۴)" میں قابوس بن ابوظبیان سے نقل کیا ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: کون سی چیز آپ کو حضرت علقمہؒ کے پاس لے آتی ہے اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرامؓ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ تو حضرت ابوظبیانؒ نے جواب میں فرمایا: میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت علقمہؒ سے سوالات پوچھتے اور ان سے فتوے حاصل کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۲۷۸) میں بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے علو اسناد کے مقابلہ میں راویوں کے افقہ ہونے کو ترجیح دی۔ ترجیح کا یہ طریقہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد: وَرُبَّ حامل فقه الیٰ من هو أفقه منه الحدیث (مشکوٰۃ رقم ۲۲۸)۔ ''اور بعض حاملِ فقہ ان لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں جو ان سے زیادہ فقیہ (سمجھ دار) ہوتے ہیں'' سے ماخوذ ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ راوی میں فقاہت کی صفت ایک مطلوب اور قابلِ ترجیح صفت ہے۔

۴۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اس سند کی خوبی یہ بتائی کہ اس سند کا ہر راوی اپنے اپنے دور کا سب سے بڑا فقیہ ہے۔ تو اس سند کا کیا کہنا! جب کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ (متفق علیہ، مشکوٰۃ رقم ۲۰۰)۔ ''جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے''۔

تو جس سند کے سارے راوی افقہ الناس (لوگوں سے زیادہ فقیہ) اور خیر الناس (لوگوں سے زیادہ بہتر) ہوں۔ اس کی ترجیح میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

۵۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی پیش کردہ حدیث کا ہر راوی اپنے استاد کے ساتھ کثیر الملازمت کا شرف رکھتا ہے، چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں: میں نے حماد سے سنا۔ میں جب ابراہیم نخعیؒ کو دیکھتا، تو جو بھی ان کی سیرت کو دیکھتا، وہ کہتا کہ ان کی سیرت ہو بہو حضرت علقمہؒ کی سیرت ہے۔ اور جو علقمہؒ کو دیکھتا، کہتا کہ اس کی سیرت عین عبد اللہ بن مسعودؓ کی سیرت ہے۔ جو حضرت عبد اللہؓ کو دیکھتا وہ کہتا کہ ان کی سیرت جناب رسول اللہ ﷺ کی سیرت کا کامل عکس ہے (مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۳۸۴) لیکن امام اوزاعیؒ کی پیش کردہ حدیث میں یہ خوبی بھی نہیں کیونکہ خود امام اوزاعی حضرت ابن شہاب زہریؒ سے کثیر الملازمت نہیں۔ چنانچہ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''ثقة وليس هو في الزهري كمالك و عقيل'' (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۸۰) پھر حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی طرح جناب رسول اللہ ﷺ کے کثیر الملازمت نہ تھے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے فضائل

۱۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے معلمین قرآن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو پہلے نمبر پر بیان فرمایا ہے (بخاری ج ۱ ص ۵۳۱)

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو چیز تمہارے لیے ابن مسعود پسند کرے میں اس پر راضی ہوں'' (مستدرک ج ۳ ص ۳۱۹)

۳۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر بغیر مشورہ کے تمہارے لیے میں خلیفہ کا انتخاب کروں تو صرف ابن مسعود ہی ہوں گے۔ جس چیز کو ابن مسعود تمہارے لیے پسند نہ کرے میں بھی تمہارے لیے اس کو پسند نہ کروں گا (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۵۹)۔

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کے عہد اور تحقیق کو مضبوطی سے قائم رکھو۔ (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۵۹)

۵۔ وہ ہر وقت جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہتے تھے۔ حضور ﷺ ان سے کسی وقت حجاب نہیں فرماتے تھے (مسلم ج ۲ ص ۲۹۳)۔

۶۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تمہارے لیے اس چیز پر راضی اور خوش ہوں، جس چیز کو تمہارے لیے عبداللہ بن مسعودؓ پسند کریں'' (مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۹)

۷۔ حضرت عمرؓ نے ان کو علم کا انبار کہا اور اہلِ کوفہ کی طرف تعلیم کے لیے روانہ فرمایا۔ (بغدادی ج ۱ ص ۱۴۷)

۸۔ حضرت علیؓ نے اہل کوفہ میں علمی فیض دیکھ کر دعا کی کہ اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے جیسا اس نے اس شہر کو علم کے نور سے بھر دیا ہے۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا: ''کنتُ اصغر القوم۔ میں قوم میں سب سے چھوٹا تھا''۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۷)

۶۔ حضرت اسودؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خصوصی تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت عائشہؓ سے مہماتِ امورِ شرعیہ میں بکثرت سوالات کیا کرتے تھے۔ برادرِ علقمہؒ کے بیٹے تھے۔ کسی سال حج ترک نہیں کیا۔ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں ہدایا لے جاتے تھے۔ رواۃ کوفہ میں سے ہیں۔ ان کا مذہب ترکِ رفع یدین تھا۔ اس سے ان کی جلالتِ قدر، اپنے اکابر اساتذہ سے علمی استفادات کے بعد ان کے مختارات کی قدر پہچانی جائے (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۳)۔

۷۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے درسِ بخاری میں فرمایا تھا: یہ حدیث جو امام بخاری لائے ہیں حضرت مالک بن حویرثؓ کی جو بصرہ میں تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی لائے ہیں جو مدینہ طیبہ میں تھے۔ پھر فرمایا: مکہ معظمہ کے لوگوں میں رفع یدین کے نقل کرنے والے سب کم عمر کے ہیں۔ اہل کوفہ تو سب ہی ترکِ رفع یدین کی روایت کرتے ہیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمرؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)، حضرت علیؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷)، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۸) اور حضرت براء بن عازبؓ (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۵) (بڑی عمر کے صحابہ) سب ترکِ رفع یدین کرتے تھے۔ ان بڑوں کے مقابلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے؟ (انوار الباری ج ۱ ص ۳۲۴)۔

۸۔ اس سند کے سارے راوی خیر القرون کے ہیں: صحابہؓ یا تابعینؒ۔ اور خیر القرون کی فضیلت احادیث میں منصوص ہے۔

۹۔ ملا علی قاریؒ (شارح مشکوٰۃ شریف) نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے یہ بات بھی کہہ دی ہے کہ امام صاحب اور آپ کے اصحاب کو بخاری والی روایت نہ پہنچی ہوگی۔ حالانکہ یہی بخاری والی روایت تو مناظرہ کے وقت پیش کی جارہی تھی جو بہت بعد امام بخاری کو پہنچی اور اس کو انہوں نے صحیح بخاری میں درج کر دیا ہے۔ اور چونکہ وہ اپنے اختیار کردہ مسلک کے خلاف حدیث کی روایت کرتے ہی نہیں، اس لیے عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو بخاری میں نہیں لیا ہے۔

۱۰۔ اس حدیث کی ساری سند کوفی ہے اور سب اہلِ کوفہ کا ترکِ رفع یدین پر اجماع ہے۔ وھو قول سفیان واھل الکوفۃ (ترمذی تحت رقم الحدیث: ۲۵۷) یہ قول سفیان اور سب اہل کوفہ کا ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں: ''یہی قول ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، حسن بن حیؒ اور کوفہ کے تمام متقدمین اور متأخرین فقہاء کا ہے'' (التعلیق الممجد ج۱ ص ۱۳۳ مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔

۱۱۔ یہ حدیث مسلسل بالعمل بھی ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے جو حدیث پیش فرمائی اس کے مطابق بلا اختلاف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود بھی عمل فرماتے تھے اور ان کے تمام ساتھی بھی اس پر عمل پیرا تھے۔ چنانچہ امام بخاری کے دادا استاد امام محمد روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے (مؤطا امام محمد رقم الحدیث: ۱۱۰)۔ حضرت اسودؒ اور حضرت علقمہؒ صرف پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے تھے پھر کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۸)۔ حضرت ابراہیم نخعی بھی پہلی تکبیر کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۰، ۲۴۶۳) بلکہ آپؒ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرنے سے صراحتاً منع فرماتے تھے (مؤطا محمد رقم ۱۰۶؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۲)، امام حمادؒ اور ابوحنیفہؒ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے (کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۳)۔

اس کے برعکس رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی صحیح سند کے ساتھ دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنا اور اٹھارہ (۱۸) ہمیشہ ترک کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ بلکہ اس کے برعکس امام بخاری کے استاد ابوبکر ابن ابی شیبہ امام مجاہد کی روایت بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو پہلی تکبیر کے بعد کبھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷؛ طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۳)۔ امام محمدؒ، عبدالعزیز بن حکیمؒ سے روایت کرتے ہیں:

''میں نے دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اس کے علاوہ کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔ (مؤطا محمد رقم الحدیث ۱۰۸)۔ اسی لیے امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) نے فرمایا ہے: ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کی حدیث بیان کر کے خود ترک کر دینا اس کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہو گیا تھا'' (طحاوی ج۱ ص ۲۹۲ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۳)۔ حضرت محمد حسن سنبھلیؒ (المتوفی ۱۳۰۵ھ) فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں عشق اور فنائیت کے درجہ میں پہنچے ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا بھی مشکل ہے کہ وہ نماز جیسی اہم عبادت میں عادتاً ہمیشہ سنت کے خلاف نماز پڑھتے ہوں۔ اس لیے ان سے حسنِ ظن اور ان کے سنت سے عشق کا تقاضا یہی ہے کہ وہ رفع یدین کو منسوخ سمجھتے تھے'' (تنسیق النظام فی مسند الامام ص ۱۶۸، طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔ حضرت سالمؒ اور زہریؒ سے بھی کسی صحیح سند سے دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنے اور اٹھارہ (۱۸) جگہ ہمیشہ رفع یدین ترک کرنے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

۱۲۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہزاروں ساتھیوں میں سے کسی ایک کا بھی پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ وہ سب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اسی حدیث کے موافق نماز پڑھتے تھے جو امام صاحبؒ نے مناظرہ میں بیان فرمائی۔ چنانچہ امام بخاریؒ کے دادا استاد امام محمدؒ، امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب میں سے کسی ایک سے بھی نہ پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنے کا مسئلہ سنا، (اور نہ ہی کسی کو پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرتے دیکھا)۔ وہ صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے'' (مؤطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ امام بخاری کے استاد امام ابوبکر بن ابی شیبہ، امام ابواسحٰق سے روایت کرتے ہیں: ''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے اصحاب میں سے کوئی بھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تھا'' (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)۔

۱۳۔ ملا علی قاریؒ نے اس مناظرہ والے واقعہ کے تحت یہ بھی لکھا ہے۔ احادیث نبویہ صحیحہ ''نَضَّرَ اللهُ امرأً سمع منا شيئاً الخاور ربَّ حامل فقه غير فقيه وربَّ حامل فقه الى من هو افقه منه''۔ سے بھی امام صاحب ہی کے اصول کی تائید ہوتی ہے کہ راوی غیر فقیہ سے فقیہ وافقہ کی روایت زیادہ قوی و محکم ہے۔ (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۳)

۱۴۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اوزاعیؒ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مرکوز کرائی کہ محدث اور فقیہ کے فرق کو ملحوظ رکھو۔ محدث ہر قسم کی احادیث کو جمع کرتا ہے۔ صحیح ہوں یا ضعیف، ناسخ ہوں یا منسوخ۔ اس کے برعکس فقیہ صرف ان احادیث کو لیتا ہے جس پر عمل جاری ہو۔ امام اوزاعیؒ اس سے قبل تو رفع یدین کے قائل تھے (الاستذکار ج ۲ ص ۱۲۴) مگر پھر اس کو منسوخ سمجھنے لگے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔ حدثنا فدیك بن سلیمان ابو عیسی قال: یا ابا عمرو ما تقول فی رفع الایدی مع کل تکبیرۃ وھو قائم فی الصلوۃ قال: ذلك الامر الاول (جزء رفع الیدین للبخاری رقم ۱۰۶) "حضرت فدیک بن سلیمان ابوعیسیؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: "اے ابوعمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟" امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے"۔

اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفع یدین کو امر اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔ یاد رہے کہ تحریمہ تو شرطِ نماز ہے اور نماز سے خارج ہے۔ رکوع سے پہلے قیام میں رفع یدین کرنا، رکوع کے بعد قومہ میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا اور تیسری رکعت کے شروع میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا، یہ سب نماز کے اندر حالت قیام کی رفع یدین نہیں ہے؟ امام بخاری نے امام اوزاعیؒ سے نقل فرمادیا: "ذلک الامر الاول"۔ جب رفع یدین دورِ اول کی بات ثابت ہو گئی تو ترکِ رفع یدین کی احادیث یقیناً آخری دور سے متعلق ہیں۔ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری (ج ۱ ص ۹۶ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی) میں خود اصول تحریر فرمایا ہے: "انما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی ﷺ"۔ "نبی ﷺ آخری فعل کو اپنایا جائے گا"۔ اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ بخاری، مسلم یا باقی صحاح ستہ میں جس قدر احادیث رفع یدین کی ہیں، وہ دورِ اول سے متعلق اور منسوخ ہیں۔

۱۵۔ اس مناظرہ سے معلوم ہوا کہ حضرت امام اعظمؒ کے فیصلے اپنی رائے سے نہیں بلکہ احادیث نبویہ ہی کی روشنی میں ہوتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کی یہ بات بالکل صحیح تھی کہ ابوحنیفہ کی رائے مت کہو کیونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں وہ سب حدیث نبوی ہی کے مطالب و معانی ہوتے ہیں (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۲۳)۔

۱۶۔ اگر دیکھا جائے تو ترک رفع یدین کی ترجیح کے لیے یہ روداد مناظرہ ہی کافی و وافی ہے۔ کیونکہ یہ مناظرہ امام صاحب کا کسی معمولی شخص سے نہیں ہوا تھا۔ امام اوزاعیؒ بڑے فقیہ، ایک مجتہد، محدث اور متکلم تھے۔ اسی لیے عرصہ تک باقاعدہ ان کا مذہب بھی امت کے اندر جاری رہا تھا۔

اس لیے بعد کے حضرات سے ان کا کیا مقابلہ جو دوسری صدی میں آئے اور ان کا مذہب و مسلک کا چلن چند روز کے لیے بھی نہ ہو سکا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ امام صاحب کی دلیل سن کر خاموش ہو گئے۔ (انوار الباری ج۱۵ ص ۳۲۳، ۳۲۴)

۱۷۔ حضرت امام مالکؒ نے تحریمہ کے بعد کی رفع یدین کو ضعیف فرمایا۔ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں: ''لَا یَصِحُّ''۔ بات دونوں کی ایک ہے۔ لیکن غیر مقلدین حضرت امام مالکؒ کو تو معاف فرما دیتے ہیں لیکن امام صاحبؒ پر خوب جرح کرتے ہیں کہ حدیثیں صحیح ہیں۔ امام صاحب نے کیوں فرمایا؟ کوئی حدیث صحیح نہیں۔ دراصل وہ ابن صلاح دورانی شوافع کی بنائی ہوئی صحیح حدیث کی تعریف کو لیتے ہیں اور خیر القرون میں جو صحیح کی تعریف تھی اس کو جانتے ہی نہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: ''روایات کا سلسلہ بڑھتا جا رہا ہے۔ ان میں ایسی روایات بھی ہیں جو غیر معروف ہیں، جن کو نہ فقہاء جانتے ہیں، نہ کتاب و سنت کے موافق ہیں۔ پس تم شاذ حدیثوں سے بچو اور ان حدیثوں پر عمل کرو جن پر جماعت کا عمل ہے۔ جن کو فقہاء پہچانتے ہیں اور جو کتاب و سنت کے موافق ہوں'' (الرد علیٰ سیر الاوزاعی ص ۳۱)۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس حدیث پر عمل جاری نہ رہا ہو، فقہاء اس کو جانتے نہ ہوں، وہ شاذ ہے، اور شاذ حدیث صحیح نہیں، بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

۱۸۔ **اس بحث سے یہ معلوم ہوا کہ خیر القرون کا متواتر تعامل اس حدیث کے خلاف ترکِ رفع یدین پر ہے۔ حضرت امام ابوبکر بن عیاشؒ (جن کی پیدائش ۱۰۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ ہے۔ آپؒ نے کئی تعلیمی سفر بھی کیے۔ کئی حج بھی کیے۔ کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ کے متعدد سفر بھی کیے) فرماتے ہیں: میں نے کسی ایک فقیہ کو بھی نہیں دیکھا جو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتا ہو'' (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۳۲)۔**

۱۹۔ الغرض حدیثِ ابن عمرؓ میں رفع یدین کرنے کا بھی ذکر ہے اور ترکِ رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ اہلِ سنت والجماعت کے ہاں جب کتاب و سنت میں مسئلہ نہ ملے تو اجماع اور اجتہاد کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ہم نے جب ان کی طرف رجوع کیا تو اس حدیث کے مرکزی راوی حضرت امام مالکؒ نے بتایا کہ میں کسی رفع یدین کرنے والے کو پہچانتا ہی نہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل ترکِ رفع یدین پر رہا، نہ کہ رفع یدین پر۔ خیر القرون کے مجتہدِ اعظم حضرت امام ابو حنیفہ نے بھی ترکِ رفع یدین کو ہی اختیار فرمایا۔ خیر القرون کے مجتہدِ اعظم کے مقابلہ میں خیر القرون کے زمانہ کے بعد کسی مجتہد کا قول شرعاً کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

۲۰۔ اس مناظرہ میں امام اوزاعیؒ نے جو حدیث بیان فرمائی ہے۔اس میں مسئلہ رفع یدین کا مثبت اور منفی پہلو سامنے نہیں آیا۔غیر مقلدین چار رکعت میں دس (۱۰) جگہ رفع یدین کرتے ہیں اور اٹھارہ (۱۸) جگہ نہیں کرتے۔اس حدیث میں صرف نو (۹) جگہ رفع یدین کرنے کا ذکر ہے، اس کے دوام کا بھی ذکر نہیں، تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں اور نہ ہی اٹھارہ (۱۸) جگہ رفع یدین کی نفی ہے۔اس لیے اس حدیث میں مذکورہ نماز غیر مقلدین کے نزدیک خلافِ سنت ہے۔دعویٰ کے موافق یہ مکمل دلیل نہیں ہے۔اس کے برعکس امام ابوحنیفہؒ نے جو حدیث پیش فرمائی ہے۔وہ بالکل مکمل مسئلہ ہے کہ پہلی تکبیر کے ساتھ رفع یدین کی جائے پھر کسی جگہ نہ کی جائے۔

۲۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مناظرہ میں جو حدیث پیش فرمائی۔اس کی سند کوفی ہے اور تمام اہلِ کوفہ اس کی صحت اور عمل پر متفق تھے۔حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ فرماتے ہیں: ''تمام اہلِ کوفہ قدیماً اور حدیثاً پہلی تکبیر کے بعد ترکِ رفع یدین پر متفق تھے۔نیز حضرت امام محمد بن نصر مروزیؒ (المتوفیٰ ۲۰۲ھ) سے نقل فرماتے ہیں: ''ہم اہلِ کوفہ کے سوا کوئی شہر ایسا نہیں جانتے جنہوں نے بالاجماع رفع یدین ترک کردی ہو'' (التعليق الممجد ص ۱۲۳)۔یعنی اہلِ کوفہ کا ترکِ رفع یدین پر اجماع تھا۔دوسرے شہروں میں کوئی نہ کوئی کرنے والامل ہی جاتا تھا۔

اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث کی سند مدنی ہے۔جیسے خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے کسی ساتھی کا اس حدیث پر عمل نہیں تھا۔اسی طرح تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں بھی مدینہ منورہ میں رفع یدین کا کوئی رواج نہ تھا۔امام اہلِ مدینہ حضرت امام مالکؒ (المتوفیٰ ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں: ''میں پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کو پہچانتا تک نہیں'' (المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔گویا کوفہ کی طرح مدینہ منورہ میں بھی پورے خیر القرون میں عملاً ترکِ رفع یدین والی نماز ہی متواتر تھی۔مدینہ منورہ میں رفع یدین پر عمل جاری نہ رہنا واضح دلیل ہے کہ ان کے ہاں رفع یدین کی حدیث متروک تھی۔

حضرت امام محمدؒ کا طرزِ استدلال

اوپر ذکر کردہ مناظرہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے راویوں کی فقاہت کی بنیاد پر ترک رفع یدین کو ترجیح دی ہے۔اور احناف کے یہاں اسی اصول کو مذہب منصور قرار دیا گیا ہے۔دوسری

بات یہ ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے مقابلہ پر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیان کو قبول نہیں کر رہے ہیں کیونکہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے تمام فضائل کے باجود حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے چھوٹے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ السابقون الأولون میں ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت صرف تیرہ سال کے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت وہ چوبیس سال کے تھے۔ ایک نوجوان صحابیؓ پر ان دونوں بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو فوقیت حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کا ادراک مشکل نہیں ہے۔

اس کی تفصیل امام محمدؒ نے کتاب الحجۃ میں اس طرح بیان کی ہے۔ پہلے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو قائلین رفع یدین کے استدلال میں ذکر کیا ہے۔ پھر تبصرہ کرتے ہوئے حضرت امام محمد بن الحسنؒ شیبانیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے نہایت یقین سے ثابت ہے کہ یہ حضرات تکبیر تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے۔ اس لیے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز (باجماعت) کو قائم کیا جائے تو عقل اور کمال عقل رکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میرے قریب رہا کریں اور پھر ان کے بعد اس وصف میں دوسرے درجے والے، پھر ان کے بعد تیسرے درجے والے رہا کریں۔ اس لیے ہم نہیں سمجھتے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھائیں تو اہلِ بدر کے علاوہ کوئی صحابی اگلی صف میں رہ سکیں گے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں پہلی اور دوسری صف میں اہلِ بدر اور ان جیسے اربابِ فضیلت ہی رہیں گے۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نوجوانوں کی صف میں ان کے پیچھے رہیں گے۔ اس لیے ہمارا یقین ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور ان جیسے اہلِ بدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ کیونکہ یہ حضرات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھے۔ اور خوب جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کون سا عمل کرتے ہیں اور کون سا عمل ترک کرتے ہیں۔ اس کو زیادہ بھی لوگ جانتے تھے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ حضرت امام مالکؒ نے نعیم بن عبد اللہ المجمرؒ اور ابو جعفر انصاریؒ سے نقل کیا ہے کہ ان دونوں نے بیان کیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ ان کو نماز پڑھاتے تھے۔ تو تکبیر تو ہر خفض اور رفع کے موقع پر کہتے تھے۔ اور رفع یدین صرف افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ حدیث بھی حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت کے موافق ہے۔ لیکن ہمیں حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی روایت کے بعد اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ مگر آپ ہی کی حدیث سے آپ کے خلاف

استدلال کے لیے ہم نے اس کو بھی ذکر کر دیا ہے‘‘ (کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینہ ج ۱ ص ۹۶،۹۵ طبع دار المعارف النعمانیہ، لاہور ۱۴۰۱ھ)

حضرت امام محمدؒ کی عبارت سے یہ بات واضح ہے کہ رفع یدین کے مسئلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کی روایت کو ترجیح دینے کی بنیاد ان حضرات کا نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ سے قرب، آپ ﷺ کے احوال سے زیادہ واقفیت ہے اور تعامل بھی اسی پر ہے۔ اسی طرح کا استدلال حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درمیان رفع یدین کے مسئلہ پر کیا ہے (دیکھیے باب ۶ کا عنوان)۔

❁❁❁❁❁

باب ۵

ترکِ رفع یدین آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روشنی میں

دلائلِ منصوصہ میں قرآنِ پاک کے بعد دوسرا درجہ اور مقام جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کو ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے بعد حضرات خلفائے راشدین (حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ) کی سنت اور طریقے کو لازم پکڑنے کی وصیت فرمائی ہے۔ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل بھی دین میں حجت ہے (تفصیل مقدمہ میں بیان کر دی گئی ہے)۔ اس باب میں ترکِ رفع یدین کے مسئلے کو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار سے مبرہن کیا گیا ہے۔

حضرات خلفاء راشدین کے آثار

حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی نماز

حدیث نمبر ۱: عن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال: صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ فَلَمْ یَرْفَعُوْا اَیْدِیَهُمْ الا عند استفتاح الصلوٰۃ۔

(سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰ طبع ملتان؛ مترجم جزء سوم ص ۵۳ ۳ رقم ۱۱۱۸ طبع شبیر برادرز. لاہور؛ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۹، ۸۰ طبع ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ، ملتان؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابو یعلیٰ فی مسندہ رقم ۵۰۱۷؛ المقصد العلی رقم ۲۶۶)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریمہ کے سواء رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اگر چہ اس حدیث کی سند میں محمد بن جابرؒ پر کلام ہے مگر اس کو ثقہ کہنے والے بھی موجود ہیں۔ اسی لیے علامہ علاء الدین بن علی بن عثمان المارد ینی المشہور ابن ترکمانیؒ (المتوفی ۷۴۵ھ) نے جوہر النقی علیٰ سنن البیہقی (ج ۲ ص ۷۸) میں اس حدیث کو شاھد جید قرار دیا ہے۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں: ''قال اسحٰق: وبہ ناخذ فی الصلاۃ کلھا''۔ تمام نمازوں میں ہمارا عمل اسی حدیث کے مطابق ہے (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰)۔

اس روایت کو ابن جوزیؒ نے موضوع ہی کہہ دیا ہے۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے القول المسدد فی

الذب عن المسند (ص ۹۶) پر یہ ثابت کیا ہے کہ صرف روایت میں محمد بن جابر یمامی ضعیف ہے لیکن متہم بالکذب اور واضع نہیں۔ اس لیے حدیث موضوع نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اس راوی کو ضعیف تسلیم کرنا بھی محل تامل میں ہے۔ اس لیے کہ امام ابوحاتمؒ نے محمد بن جابرؒ کو ابن لہیعہ پر ترجیح دی ہے (تقریب ص ۱۷۹)۔ تو ابن لہیعہؒ کی روایات اصحابِ سنن کے نزدیک درجہ حسن کی ہیں۔ پس جب محمد بن جابرؒ، ابن لہیعہ سے افضل ہوئے اور صدوق کے درجہ میں ہوئے۔ پھر محمد بن جابرؒ کی نسبت جرحیں مبہم ہیں۔ اس لیے معدلین کے قول کو ترجیح ہے۔

(اس حدیث پر فنی بحث کے لیے باب ۴ کا ۴.۱.۱.۷ حصہ ملاحظہ فرمائیں)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آثار

حدیث نمبر ۲:۔ عن الأسود قال رأیتُ عمر بن الخطاب رضی الله عنه یرفع یدیه فی أول تکبیرة ثم لا یعود

(طحاوی: رفع الیدین رقم الحدیث ۱۳۲۹؛ صححہ الزیلعی۔ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۸؛ وھذا رجالہ ثقات، درایۃ ج ۱ ص ۱۵۲؛ وھذا سند صحیح علیٰ مسلم الجوھر النقی ج ۲ ص ۷۵؛ قال النیموی: وھو اثر صحیح، آثار السنن ص ۱۵۴، ۱۵۵ رقم ۴۰۳ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی ۱۴۳۲ھ)۔

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

امام طحاویؒ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: **فھٰذا عمر رضی الله عنه لم یکن یرفع یدیه أیضاً الا فی التکبیرة الاولیٰ فی ھٰذا الحدیث، وھو حدیث صحیح لأن الحسن بن عیاش وان کان ھٰذا الحدیث انما دار علیه، فانه ثقة حجة، قد ذکر ذٰلك یحیی بن معین وغیره. أفتریٰ عمر بن الخطاب رضی الله عنه خفی علیه أن النبی ﷺ کان یرفع یدیه فی الرکوع والسجود، وعلم بذٰلك مَنْ دونه، ومن ھو معه یراه یفعل غیر ما رأی رسول الله ﷺ یفعل، ثمّ لا ینکر ذٰلك علیه، ھٰذا عندنا محال. وفعل عمر رضی الله عنه ھذا وترك أصحاب رسول الله ﷺ أیاه علی ذلك دلیل صحیح علیٰ أن ذلك ھو الحق الذی لا ینبغی لأحد خلافه"**

(طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۹)۔

ترجمہ: ''یہ عمرؓ ہیں جو اس حدیث میں سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ حسن بن عیاشؒ اگرچہ اس حدیث کا مدار یہی ہے۔ یہ ثقہ اور حجت

ہے۔ یہ بات امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے کہی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ پر یہ مخفی رہا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کا آپؓ سے کم درجہ کے حضرات کو اور جوان کے ساتھ تھے، انہوں نے اس کے برعکس دیکھا، جس کو حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دیکھا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ پر کسی نے انکار بھی نہ کیا۔ یہ ہمارے نزدیک محال ہے۔ (اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ) حضرت عمرؓ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے''۔

حدیث نمبر ۳:۔ عن الأسود قال: **صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنْ صَلٰوتِهٖ إِلَّا حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ.** قال عبدالملك: ورأيتُ الشعبي وابراهيم و أبا اسحٰق لا يرفعون أيديهم الا حين يفتتحون الصلوة۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)

ترجمہ:۔ حضرت اسود بن یزید تابعیؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمرؓ کے ساتھ نمازیں پڑھی ہیں۔ وہ نماز کے شروع کے علاوہ کسی جگہ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ عبد الملکؒ (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ: میں نے شعبیؒ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ابو اسحٰق کو دیکھا ہے کہ وہ ابتدائے نماز کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت اسود بن یزیدؒ مشہور تابعیؒ ہیں۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں دو سال رہے اور حضرت فاروق اعظمؓ کے کہنے سے نماز میں تطبیق ترک کر دی تھی۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں بیان کر رہے ہیں کہ آپؓ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ یہ حدیث حضرت عمر فاروقؓ سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔ حضرت اسودؒ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت کا عمل بیان کر رہے ہیں کہ جب امام ہوتے تھے اور کسی کا انکار ساتھ منقول نہیں ہے جو علامت ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تقریباً اجماع کی۔

(الدرس الشذی فی شرح جامع الترمذی ص ۱۷۲۔ حضرت مولانا صوفی محمد سرور مدظلہ العالی۔ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)۔

تو اگر رفع یدین متروک نہ ہوتا تو حضرت عمر فاروقؓ جو کہ خلیفہ راشد ہیں، آپؓ کی شخصیت سے یہ امید کب کی جا سکتی ہے کہ آپؓ رفع یدین نہیں کریں گے۔ لہٰذا جن روایات میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ منسوخیت سے پہلے کی ہیں۔

اس صحیح اثر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امام شعبیؒ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ابو اسحٰق سبیعیؒ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یہ تینوں مشہور تابعی ہیں بالخصوص امام شعبیؒ تو ایسے جلیل القدر تابعی ہیں کہ دو، چار نہیں بلکہ پانچ سو

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اور ان سے اکتساب علم وفضل کیا ہے۔ اسی طرح امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ اور ابواسحٰق بھی اپنے علم وفضل اور تفقہ فی الدین کے لحاظ سے اکابر تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آثار

حدیث نمبر ۴:۔ عن عاصم بن کلیب عن أبیه أن علیاً رضی الله عنه کان یرفع یدیه فی اول تکبیرة من الصلوٰة ثم لا یرفع یدیه۔ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰؛ بیہقی: من لم یذکر الرفع الاعند الافتتاح ج ۲ ص ۸۰؛ ابن ابی شیبۃ رقم ۲۴۵۷؛ مدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۹، مطبوعہ مصر؛ المَدَوَّنَۃُ الْکُبْرَیٰ؛ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ؛ صححہ الزیلعی۔ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۸۰؛ قال ابن حجر: رواته ثقات، الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ ج ۱ ص ۱۵۲؛ قال العینی فی العمدة: اسناد عاصم صحیح علیٰ شرط مسلم، عمدة القاری ج ۵ ص ۴۰۰ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ؛ قال النیموی: واسناده صحیح، آثار السنن ص ۱۵۵،۱۵۶ رقم ۴۰۴ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی ۱۴۳۲ھ)

ترجمہ: حضرت عاصم بن کلیب اپنے والد (کلیب بن شہاب کوفی رحمۃ اللہ) سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۵:۔ قال محمد: اخبرنا ابوبکر بن عبد الله النَهْشَلی، عن عَاصِمَ بْنِ کُلَیْبٍ الجرمی، عن ابیه، وَکَانَ مِنْ أَصْحَابِ عَلِیٍّ، أَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْهِ فِی التَّکْبِیْرَةِ الْاُوْلَی الَّتِیْ یَفْتَتِحُ بِهَا الصَّلٰوةَ. ثُمَّ لَا یَرْفَعُهُمَا فِیْ شَیْئٍ مِنَ الصَّلٰوةِ۔

(مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۹؛ کتاب الحجہ ج ۱ ص ۹۷)۔

حضرت عاصم بن کُلَیب اپنے والد، حضرت کُلَیبؒ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں سے تھے، سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے بعد نماز کے کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

اس صحیح اور ترکِ رفع یدین میں صریح اثر کو غیر معتبر ٹھہرانے کی غرض سے امام بیہقیؒ اپنی کتاب ''معرفۃ السنن والآثار'' میں لکھتے ہیں: ''ابوبکر نہشلیؒ ان راویوں میں نہیں ہیں جن کی روایت سے دلیل وحجت پکڑی جائے''۔

حالانکہ ابوبکر نہشلیؒ سے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح میں احتجاج کیا ہے۔ امام یحییٰ بن معینؒ اور امام

عجلیؒ ان کی توثیق کرتے ہیں۔ امام ذہبیؒ انہیں حسن الحدیث اور صدوق کہتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "صدوق، رمی بالاجاء"۔ (دیکھیے: خلاصہ تذہیب التہذیب للخزرجی؛ میزان الاعتدال؛ تقریب)

ائمہ رجال کی اس واضح توثیق کے باوجود امام بیہقیؒ کا ان کے بارے میں ایسا کہنا انصاف سے بعید اور اپنے مذہب کی کھلی پاسداری ہے۔ امام بیہقیؒ کے اس رویہ پر تبصرہ کرتے ہوئے امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں: "امام بیہقیؒ تعصب سے کام لیتے ہیں الخ" (بغیۃ الالمعی ج ۲ ص ۸)۔ مولانا عبد الرحمٰن مبارک پوریؒ نے ان کے متعلق اپنی تحقیق ان لفظوں میں بیان کی ہے: "امام بیہقیؒ اگرچہ مشہور محدث ہیں مگر ان کا کوئی قول بلا دلیل معتبر نہیں ہوسکتا" (تحقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۲)۔

اس لیے ابوبکر نہشلیؒ سے متعلق امام بیہقیؒ کے اس قولِ بلا دلیل بلکہ خلافِ دلیل کا کچھ اعتبار نہیں اور یہ اثر بلا غبار صحیح ہے۔

حدیث نمبر ۶: قال محمد: اخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ الجرمي، عن ابيه قال: رأَيتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ رَفَعَ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الأُولى من الصَّلٰوةِ المكتوبة، ولم يَرْفَعْهُمَا فِيمَا سوىٰ ذٰلك۔

(مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۵؛ کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۹۶ طبع دار المعارف النعمانیہ لاہور ۱۴۰۱ھ)

حضرت عاصم بن کُلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپؓ نے فرض نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کیا۔ اس کے بعد (نماز کے کسی حصے میں) رفع یدین نہیں کیا"۔

حضرت امام محمد بن حسن الشیبانیؒ کے شیخ محمد بن ابان کوفیؒ کی محدثین کی ایک جماعت نے تضعیف کی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ قدوۃ المحدثین حضرت امام بخاریؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: "ليس بالحافظ عندهم" (التاریخ الصغیر ص ۲۱۴)۔ اور کتاب الصغار میں "ليس بالقوى" کہا ہے۔ امام ابوحاتم رازیؒ کہتے ہیں: "ليس بالقوى يكتب حديثه ولا يحتج" (تعجیل المنفعۃ ص ۲۳۶)۔ حافظ عبد الحق الاشبیلیؒ فرماتے ہیں: "كان من رؤس المرجئة۔ فتكلم فيه من أجل ذلك، يكتب حديثه"۔ حافظ ابن القطان ان کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وهو كما قال"۔ (بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۲۲۴)۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "قال احمد: لم يكن ممن يكذب"۔

ائمہ جرح وتعدیل کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ محمد بن ابان کم از کم لائق متابع ہیں۔ لہٰذا اس معتبر متابعت سے ابوبکر نہشلیؒ کو مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور بعض محدثین نے ان کے تفرد کی

جو بات کہی ہے، وہ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث نمبر ۷:۔ حدثنا أبو معاوية عن الأعمش، عن أبي رزين، عن علي رضي الله عنه، أنه كان يكبر كلما سجد، و كلما رفع، و كلما خفض (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۹۹)۔

ترجمہ:۔ حضرت ابو رزینؒ فرماتے ہیں: ''بلا شبہ حضرت علیؓ (نماز کے دوران) تکبیر کہتے، جب سجدہ کرتے۔اور اسی طرح جب بھی نماز میں اُٹھتے اور جھکتے، تو تکبیر کہا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۸:۔ حدثني زيد بن علي عن أبيه عن جده رضي الله عنه عن علي بن أبي طالب: أنه كان يرفع يديه في التكبيرة الأولى الى فروع أذنيه، ثم لا يرفعهما حتى يقضي صلوته۔

(مسند امام زید بن علی ص ۸۸ رقم ۴۷ طبع شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور)۔

حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؒ (المتوفی ۱۲۲ھ) اپنی مسند میں اسی سند کے ساتھ یعنی اپنے باپ علی بن حسین (زین العابدین) سے، اور وہ حضرت امام حسینؓ سے روایت کرتے ہیں: ''بلا شبہ حضرت علیؓ پہلی تکبیر میں کانوں کی لَو تک ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ پھر نہیں اُٹھاتے تھے یہاں تک کہ آپؓ اپنی نماز پوری کر لیتے تھے''۔

حدیث نمبر ۹:۔ حدثني زيد بن علي عن أبيه عن جده رضي الله عنه عن علي بن أبي طالب رضي الله عنه: أنه كان يكبر في رفع و خفض (مسند امام زید ص ۸۸ رقم ۶۷ طبع شبیر برادرز، اردو بازار، لاہور)

حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؒ، اپنے باپ علی بن حسین (زین العابدین) سے اور وہ حضرت امام حسینؓ سے روایت کرتے ہیں: ''بلا شبہ حضرت علیؓ (نماز کے دوران) اُٹھتے ہوئے اور جھکتے ہوئے تکبیر کہا کرتے تھے۔

حضرت زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالبؒ (المتوفی ۱۲۲ھ) حضرت امام حسینؓ کے پوتے ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے تہذیب التہذیب میں آپؒ کی ثقاہت بیان کی ہے۔ ان روایتوں سے واضح ہو گیا کہ حضرت علیؓ بھی نماز میں سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہ کرتے تھے۔ اگر یہ رفع یدین ترک نہ کی گئی ہوتی تو حضرت علیؓ کبھی بھی رفع یدین نہ چھوڑتے۔ حالانکہ آپؓ خود رفع یدین کی ایک حدیث کے راوی ہیں۔ تو آپؓ کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اسے چھوڑ دیا گیا تھا۔ ورنہ حضرت علی شیر خداؓ سے خلاف سنت کام کا سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ تو اگر رفع یدین باقی ہوتی تو آپؓ ضرور رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھتے۔

محدث بے مثال، فقیہ، مجتہد حضرت محمد بن حسنؒ فرماتے ہیں:

''جاء الثبت عن علي بن أبي طالب و عبد الله بن مسعود، أنهما كانا لا يرفعان في شئ من

ذلك الا في تكبيرة الافتتاح"۔ (کتاب الحجۃ ج ا ص ۹۴ طبع دار المعارف النعمانیہ لاہور)

ترجمہ:۔''حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بڑے مضبوط طریقے سے ثابت ہے کہ وہ سوائے تکبیر افتتاح کے رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: تو حضرت علیؓ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا ہو۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے بعد رفع یدین کو چھوڑ دیا ہو۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا نسخ یقیناً ثابت ہو چکا ہے۔ پس حضرت علیؓ کی ترکِ رفع یدین کی حدیث جب صحیح ہے تو یہ ترکِ رفع یدین والوں کے لیے ایک پختہ دلیل اور حجت ہے۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ج ا ص ۲۹۱، ۲۹۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

حضرت علی المرتضیٰؓ کا جناب رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد رکوع کی رفع یدین کے بغیر نماز پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ رفع یدین متروک ہے ورنہ حضرت علیؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف نماز نہ پڑھتے۔ واضح ہو گیا کہ نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرنا چاہیے اور اس کے علاوہ (یعنی رکوع جاتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدوں کے وقت اور دو رکعتوں سے اٹھتے وقت) رفع یدین متروک ہے۔

خلاصہ تحقیق

نامور محدث علامہ نیمویؒ اپنی مکمل تحقیق کے بعد یہ نتیجہ بیان کرتے ہیں: وأما الخلفاء رضی اللہ عنہم الاربعة فلم يثبت عنهم رفع الأيدي في غير تكبيرة الاحرام۔

(آثار السنن ص ۱۵۹ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی ۱۴۳۲ھ)

ترجمہ:۔ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے ابتدائی تکبیر کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

قارئین کرام! حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد انسانیت کی بزرگ ترین ہستیاں حضرات خلفاء راشدین ہیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے اتنے سچے متبع تھے کہ آپ ﷺ نے ان کی سنت کو بھی اپنی سنت کی طرح قابل عمل قرار دیا ہے، اب ابتداء نماز کے علاوہ ان کا رفع یدین نہ کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان کے نزدیک بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت یہی ہے اور ان کے نزدیک بھی ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کے آثار

اسلام میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایسے ہیں جن کو عشرہ مبشرہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جن کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ ان حضرات کے نام یہ ہیں: (۱) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ۔ (ترمذی رقم الحدیث ۳۷۴۷، ۳۷۴۸)

حدیث نمبر ۱۰:۔ عن ابن عباس أنه قال: العشرة الذين شهد لهم رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بالجنة، ما كانوا يرفعون ايديهم الا فی افتتاح الصلوٰة۔

(بدائع الصنائع ج ۱ ص ۴۸۵ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ؛ عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۸ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دنیا ہی میں) جنت کی خوشخبری دے دی تھی۔ وہ سب کے سب حضرات صرف شروع نماز ہی میں رفع یدین کرتے تھے۔

اصحاب بدر کے آثار

اصحاب بدر میں حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت امام محمد بن الحسن رحمہ اللہ شیبانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نہایت یقین سے ثابت ہے کہ یہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ بات ظاہر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ علم رکھتے تھے۔ اس لیے کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز (باجماعت) کو قائم کیا جائے تو عقل اور کمال عقل رکھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میرے قریب رہا کریں اور پھر ان کے بعد اس وصف میں دوسرے درجے والے، پھر ان کے بعد تیسرے درجے والے رہا کریں۔ اس لیے ہم نہیں سمجھتے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھائیں تو اہلِ بدر کے علاوہ کوئی صحابی اگلی صف میں رہ سکیں گے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ مسجد نبوی میں پہلی اور دوسری صف میں

اہلِ بدر اور ان جیسے اربابِ فضیلت ہی رہیں گے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نو جوانوں کی صف میں ان کے پیچھے رہیں گے۔ اس لیے ہمارا یقین ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان جیسے اہلِ بدر رسول اللہ ﷺ کی نماز کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔ کیونکہ یہ حضرات جناب رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب تھے۔ اور خوب جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں کون سا عمل کرتے ہیں اور کون سا عمل ترک کرتے ہیں۔ اس کو زیادہ یہی لوگ جانتے تھے" (کتاب الحجة ۱/ص ۹۴،۹۵ طبع دار المعارف لاہور)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے آثار

حدیث نمبر ۱۱:۔ عن الأسود أن ابن مسعود رضی الله عنه كان يرفع يديه في اول التكبير ثم لا يعود۔ (جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۲:۔ قال محمد: أخبرنا الثوري، حدثنا حصين، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ (عَبْدِ اللهِ) بن مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ۔

(مؤطا محمد رقم ۱۱۰؛ کتاب الحجة ۱/ص ۹۴،۹۵ طبع دار المعارف لاہور)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۳:۔ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ إِلَّا فِي الْإِفْتِتَاحِ (طحاوی رقم ۱۳۲۸)۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں شروع کے علاوہ کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۴:۔ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ أَوَّلِ مَا يَسْتَفْتِحُ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۸)۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۱۵:۔ عبد الرزاق عن الثوري، عن حصين، عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ ابن مسعودٍ رَضِيَ

اللہُ عَنْہُ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ فِیْ اَوَّلِ شیءٍ ثُمَّ لَا یَرْفَعُ بعد۔

(مصنف عبدالرزاق رقم ج ۲ ص ۴۶ رقم ۲۵۳۶، ۲۵۳۷ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۰ء)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے، پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر اعتراض کا جواب

اعتراض: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی ملاقات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔

جواب:۔

امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مطالبہ کیا گیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔ تو آپؒ نے فرمایا: جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک راوی معلوم ہوتا ہے۔ جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے (ملخصاً طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ ترمذی کتاب العلل ج ۲ ص ۶۱۵ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی؛ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۹۰؛ دارقطنی ج ۲ ص ۳۶۱)۔

امام حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مراسیل عند المحدثین صحیح ہیں۔ ☆ امام احمد فرماتے ہیں: مرسلات ابراهيم النخعي لا بأس به (تدریب الراوی ص ۱۲۴)۔ ☆ امام حاکمؒ نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مرسلات کو مرسلات صحیحہ شمار کیا ہے (تدریب الراوی ص ۱۲۳)۔ ☆ امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: مراسیل نخعی، مراسیل شعبی اور سالم سے بہتر ہیں (تدریب الراوی ص ۱۲۴)۔

☆ نیز فرماتے ہیں: مرسلات النخعي صحيحة الا حديث تاجر البحرين (سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۴۸؛ نصب الرایہ ج ۱ ص ۵۲؛ درایہ ص ۱۶؛ مراسیل ابی داؤد ص ۴) ☆ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: كان ابراهيم لا يرسل عن عبدالله الا ما صح عنده وتواترت به الرواية عنه (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت) ☆ امام دارقطنیؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے اثر کے بعد جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے باب الدیات میں ہے یہ فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اقوال اور فتویٰ کو سب سے زیادہ جانتے ہیں (بحوالہ انوار المحمود ج ۲ ص ۲۵۷)۔

دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے آثار

حدیث نمبر ۱۶: حدثنا ابن أبي داؤد قال: حدثنا أحمد بن يونس قال: حدثنا ابو بكر بن عياش، عن حصين عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوٰة۔

(طحاوی: باب رفع الیدین ج ۱ ص ۲۹۲ رقم الحدیث ۱۳۲۳ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ:۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ماردینیؒ فرماتے ہیں: "وهذا سند صحيح" (الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۴)۔ علامہ عینی فرماتے ہیں: "باسناد صحيح" (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۹ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: "وسنده صحيح" (نیل الفرقدین ص ۱۳۲)۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: "یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا۔ انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ ہونے کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپؓ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہوگئی" (طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)۔

حدیث نمبر ۱۷: حدثنا أبوبكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال مارأيت ابن عمر رضي الله عنهما يرفع يديه الا في اول مايفتتح (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷)۔

ترجمہ:۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

اس حدیث کی سند کے تمام راوی بخاری کے ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی ترک رفع یدین پر عامل تھے۔ اگر رفع یدین ترک نہ کر دیا گیا ہوتا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ضرور رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھتے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ جو کہ امام التفسیر ہیں اور حضرت ابن عمرؓ کے شاگرد ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت ابن عمرؓ کو سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو کہ خود رفع یدین والی حدیث

کے راوی ہیں۔اس کے باوجود آپؒ کا رفع یدین کے بغیر نماز پڑھنا دلیل ہے کہ رفع یدین متروک ہے۔جن روایات میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ منسوخ ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸: ۔قال محمد: أخبرنا محمد بن أبان بن صالح، عن عبد العزیز بن حکیم قال:" رأیتُ ابنَ عُمَرَ یَرْفَعُ یدیه حذاء أذنیه فی اوّل تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعهما فی ماسویٰ ذٰلك" (مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ کتاب الحجة ۱ ص ۹۷)

حضرت عبدالعزیز بن حکیمؒ فرماتے ہیں: "میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نماز کی ابتداء میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر اٹھاتے تھے اور اس کے سوا میں نہیں اٹھاتے تھے"۔

جس طرح امام مجاہد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عمرؓ سے ترکِ رفع یدین روایت کی ہے۔اسی طرح آپؓ کے ایک اور شاگرد عبدالعزیز بن حکیم بھی ترک رفع یدین روایت کرتے ہیں۔تو اس سند میں عبدالعزیز بن حکیمؒ، مجاہد رحمہ اللہ کا متابع ہے۔حالانکہ اس حدیث کو متابعت کی حاجت نہیں، کیونکہ اس کی سند بخاری شریف والی ہے اور صحیح ہے۔تاہم متابعت سے اور بھی تقویت حاصل ہوتی ہے۔اس حدیث کی سند میں محمد بن ابان بن صالح پر اگرچہ کلام ہے مگر یہ کوفہ کے رہنے والے ہیں اور امام محمد بن حسن شیبانیؒ بھی کوفہ کے رہنے والے ہیں۔آپؒ نے ان کی حدیث سے احتجاج کیا ہے۔

ان آثار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔وہ کام جو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا، منسوخ ہو چکا ہے۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو رفع یدین کی روایات مروی ہیں وہ ابتدائے اسلام کے زمانے کی ہیں جس کو آپ نے بعد میں ترک کر دیا تھا۔اس کی دلیل یہ بھی ہے۔جیسا کہ حضرت سالمؒ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی آپؓ سے صرف تکبیرات ذکر کرتے ہیں:

حدیث نمبر ۱۹: ۔عن سالم بن عبد الله، أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يُكَبِّرُ فِي الصَّلٰوةِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ (مؤطا امام مالک رقم ۲۰۴)۔

ترجمہ: ۔حضرت سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز میں تکبیر کہتے، جب بھی نماز میں جھکتے اور اٹھتے۔

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر فنی بحث

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر چہ مجاہدؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ترکِ رفع یدین بیان کرتے ہیں لیکن طاؤسؒ نے مجاہد رحمۃ اللہ کے خلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل رفع الیدین عند الرکوع وعند الرفع منه بھی روایت کیا ہے جو ان کی روایتِ مرفوعہ کے مطابق ہے۔ لیکن اس کے جواب میں امام طحاویؒ نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ شروع میں اپنی روایت مرفوعہ کے مطابق عمل کرتے ہوں گے لیکن بعد میں جب انہیں رفع یدین کے نسخ کا علم ہوا ہوگا تو انہوں نے رفع یدین چھوڑ دیا ہوگا (طحاوی ج۱ ص ۲۹۲ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔ علامہ عینیؒ بھی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کے منسوخ ہونے سے استدلال کرتے ہیں: "ویؤید النسخ ما رواہ الطحاوی باسناد صحیح"۔ (عمدۃ القاری ج۵ ص۳۹۹)

امام بخاریؒ کے استاذ ابوبکر بن ابی شیبہؒ اور امام طحاویؒ سے مروی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کے تمام راوی ثقہ اور بخاری کے رجال ہیں۔ اس لیے اس کے صحیح ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ اس صحیح اثر سے بصراحت ثابت ہے کہ رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ابوبکر بن عیاش ثقہ، عادل اور صحیحین کے راوی ہیں

شبہ: بعض حضرات کا اس اثر کی سند میں یہ کلام کہ سند کے ایک راوی ابوبکر بن عیاشؒ آخری عمر میں خرابیٔ حافظہ کے شکار ہو گئے تھے۔ اور ایسے راوی کی روایت محدثین کے یہاں ضعیف ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف ہے۔

جواب: حضرت ابوبکر بن عیاشؒ صحیح بخاری کے راوی ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کو حافظہ خراب ہونے سے پہلے روایت کیا ہے۔ کیونکہ اس اثر کو ان سے نقل کرنے والے احمد بن یونسؒ ہیں جیسا کہ طحاوی کی سند سے ظاہر ہے اور حضرات محدثین کے نزدیک مختلط کی قدیم روایتیں بغیر کسی تردد کے مقبول مانی جاتی ہیں۔ چنانچہ خود امام بخاریؒ نے "صحیح بخاریؒ" میں احمد بن یونس عن ابی بکر بن عیاشؒ سے کتاب التفسیر وغیرہ میں متعدد روایتیں ذکر کی ہیں۔ اس لیے ان کا آخری عمر میں مختلط ہو جانا اس اثر کے لیے قطعاً مضر نہیں۔

بعض حضرات نے مجاہد رحمۃ اللہ کے تفرد کا بھی ذکر کیا ہے۔ تو ثقہ کا تفرد سب کے نزدیک معتبر ہوتا

ہے۔اس کے علاوہ مؤطا امام محمد (رقم ۱۰۸) میں ان کے متابع عبدالعزیز بن حکیمؒ موجود ہیں۔ بعض لوگوں نے اس صحیح اثر کو بے اثر بتانے کے لیے یہ بات کہی ہے کہ ممکن ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھول کر رفع یدین کرنا چھوڑ دیا ہو۔ یہ احتمال بہت بعید ہے کیونکہ امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ایک دو نماز میں نہیں بلکہ بہت ساری نمازیں پڑھی ہیں۔ کیونکہ وہ مکہ سے مدینہ تک کے سفر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ رہے جیسا کہ صحیح بخاری کے باب الفہم فی العلم میں امام بخاریؒ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں: ''**صحبت ابن عمر رضی اللہ عنہ الی المدینة**'' (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۱ رقم ۷۲)۔ اس طویل سفر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نمازیں پڑھتے رہے۔ ایک بار بھی انہیں رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ اس دراز مدت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کو بھولے ہی رہے؟ پھر عبدالعزیز بن حکیمؒ بھی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی موافقت کررہے ہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے، نیل الفرقدین ص ۱۳۱ تا ۱۳۶)۔

مشہور متعصب غیر مقلد زبیر علی زئی لکھتے ہیں: راقم الحروف کی قدیم تحقیق یہ تھی کہ ابوبکر بن عیاشؒ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ بعد میں جب دوبارہ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ جمہور محدثین کے نزدیک صدوق وموثق راوی ہیں۔ لہٰذا میں نے اپنی سابقہ تحقیق سے علانیہ رجوع کیا (ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۸ ص ۵۴؛ تحریر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)۔

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کی توثیق وتقویت درج ذیل علماء سے ثابت ہے:

۱:۔ بخاریؒ (أخرج عنه في صحيحه)

۲:۔ ابن خزیمہؒ (أخرج عنه في صحيحه)

۳:۔ ترمذیؒ (قال في حديثه (۴۵۶): "حديث حسن صحيح")

۴:۔ حاکمؒ (مستدرک ۳/۲۰۰ رقم ۴۹۰۳)

۵:۔ ذہبیؒ (وصحح لہ فی السیر ۱/۴۶۵)

۶:۔ ہیثمی (مجمع الزوائد ۹/۱۸۰؛ کشف الاستار رقم ۲۶۲۳؛ الاحسان رقم ۶۹۷۰؛ الصحیحۃ رقم ۲۱۹۷)

۷:۔ ابن الجارودؒ (المنتقی: ۱۳۳)

۸:۔ الضیاء المقدسی (المختارہ ۱/۲۲۵، ۲/۱۱۴)

۹:۔ ابوعوانہ (مسند ابوعوانہ ۳/۱۸۶، ۴/۱۱۷)

۱۰:۔ البوصیریؒ (حسن له حديثه عن أبي اسحاق عن صلة عن عمار/ و صحح له، الصحيحة: ۱۵۹۶)

۱۱:۔ العجلیؒ (معرفة الثقات)

۱۲:۔ابوحاتم الرازیؒ (ثقة: علل الحدیث: ۲۲۴۳)
۱۳:۔احمد بن حنبلؒ (ثقة وربما غلط: العلل: ۳۱۵۵، اقوال احمد ۴/ ۱۹۴)
۱۴:۔ابن المبارکؒ (أثنی علیه: الجرح والتعدیل ۹/ ۳۴۹ وسندہ صحیح)
۱۵:۔عبدالرحمٰن بن مہدیؒ (کان یحدث عنه: الجرح والتعدیل ۹/ ۳۴۹ وسندہ صحیح)
۱۶:۔ابن عدیؒ
۱۷:۔یحیٰی بن معینؒ (تاریخ عثمان بن سعید الدارمیؒ)
۱۸:۔مسلمؒ (روی عنه فی مقدمة صحیحه)
۱۹:۔ابن الجوزیؒ (وکان ثقة متشدداً فی السنة الا أنه ربما أخطأ فی الحدیث۔ المنتظم ۹/ ۲۳۲)
۲۰:۔یزید بن ہارونؒ (تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۰)
۲۱:۔ابن عمارؒ (تاریخ بغداد ۱۴/ ۳۸۰)
۲۲:۔ابونعیم الاصبہانیؒ (ذکرہ فی الأولیاء وصحح له۔ حلیة الاولیاء ۸/ ۳۱۳)
۲۳:۔البغویؒ (صحح له، شرح السنة ۶/ ۹۶ رقم ۱۸۳۵)
۲۴:۔ابن حبانؒ
۲۵:۔ابن حجر العسقلانیؒ (تقریب التہذیب وغیرہم) (نور العینین ص ۱۶۸ تا ۱۷۰)۔

اعتراض:۔امام یحیٰی بن معینؒ نے فرمایا: ابوبکرؒ کی حصینؒ سے روایت اس کا وہم ہے۔اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے (نور العینین ص ۱۶۸)۔

جواب:۔

۱:۔زبیر علی زئی نے یہ جرح امام بخاریؒ کی طرف منسوب رسالہ جزء رفع یدین سے لی ہے۔جزء رفع یدین محمود بن اسحٰق کا ہے جو امام بخاریؒ سے روایت کرتا ہے۔محمود بن اسحٰق مجہول ہے۔اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی اور یہ محمود بن اسحٰق جھوٹ بھی بولتا ہے۔امام بخاریؒ کی اپنی کتب (صحیح بخاری، تاریخ الکبیر، تاریخ الصغیر، ادب المفرد) میں امام یحیٰی بن معین کی یہ جرح نہیں ملتی۔اسی طرح امام یحیٰی بن معینؒ کی اپنی کتابوں میں بھی یہ جرح مذکو نہیں ہے۔(نور الصباح ج ۲ ص ۳۵۹)

۲:۔امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ان سے کافی روایات ذکر کی ہیں: صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۸۶، ۲۴۷، ۴۰۲، ۴۹۶؛ ج ۲ ص ۶۵۵، ۷۲۵، ۷۴۸، ۸۸۹، ۹۰۳، ۹۵۲، ۹۵۴، ۹۶۳، ۹۸۶، ۱۰۵۲، ۱۱۱۸۔حضرت امام بخاریؒ تو خود حضرت ابوبکر بن عیاشؒ سے احتجاج کر رہے ہیں۔

۳:۔حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کا مذہب ترک رفع یدین ہے۔اس کے ساتھ وہ یہ گواہی بھی دیتے ہیں:

''ما رأیتُ فقیهاً قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرۃ الأُولیٰ'' ۔(طحاوی رقم ۱۳۳۲)
''میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا''۔
اتنے مضبوط عقیدے والے شخص سے ترک رفع یدین کے مسئلہ میں وہم کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۴:۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک رفع یدین کی روایت ذکر کی ہے (ملاحظہ فرمائیں ۴.۷.۸)۔تو اگر خود ان پر عمل کریں تو اس میں کیا حرج ہے بلکہ ان پر لازم ہے کہ ضرور وہ ترک رفع یدین پر عمل کریں تا کہ سنت نبویؐ پر عمل ہو جائے۔

۵:۔علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ فرماتے ہیں:۔حضرت ابوبکر بن عیاشؒ حفاظ حدیث میں سے مشہور حافظ اور قراءت قرآن میں سے مشہور قاری ہیں۔امام بخاریؒ نے بھی ان سے احتجاج کیا ہے جیسا کہ فتح الباری (ج۹ ص۱۰۹) میں ہے۔بخاریؒ نے کتاب التفسیر میں احمد بن یونسؒ سے روایت بیان کی ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے ابن عدیؒ سے روایت کیا ہے:''میں نے ابوبکر بن عیاشؒ کی کوئی روایت بھی اوپری اور منکر نہیں پائی جو ثقہ راویوں نے ان سے روایت کی ہو''(مقدمہ فتح الباری بحوالہ فتح الملہم ج۳ ص ۳۲۳)۔یہاں ان سے روایت کرنے والے حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ ہیں جن سے امام بخاریؒ، صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں۔

۶:۔علامہ شبیر احمد عثمانی ؒ فرماتے ہیں: جو ابن معینؒ سے روایت کیا گیا ہے:''ابوبکرؒ کی حصینؒ سے روایت اس کا وہم ہے۔اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے''۔یہ ان سے استبعاد کے طور ہے کیونکہ ان سے اس کے خلاف روایت مشہور ہو گئی ہے۔اس کے باوجود وہم کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے
(فتح الملہم ج۳ ص ۳۲۲)۔

۷:۔حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: حضرت امام بخاریؒ نے آخری حربہ استعمال فرمایا کہ یحییٰ بن معینؒ نے کہا:''ابوبکرؒ کی حصینؒ سے روایت اس کا وہم ہے۔اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے''۔لیکن امام بخاریؒ نے خود صحیح بخاری (ج۲ ص ۷۲۵) میں ابوبکرؒ عن حصینؒ کی سند سے حدیث لی ہے۔وہاں ابن معینؒ کا قول کیوں یاد نہ رہا؟ جب یہ سند صحیح بخاری میں قابل قبول ہے تو جزء رفع یدین میں کیوں قبول نہیں؟ اصل بات یہی ہے کہ جو خبر واحد متواتر تعامل کے خلاف ہو، اہل مدینہ اس کو شاذ سمجھتے تھے کہ تواتر کے خلاف شاذ پر عمل جائز نہیں۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا پہلے خیال تھا کہ ایسی حدیث پر بھی کبھی کبھار عمل جائز ہے۔آخر کار حضرت ابن عمرؓ بھی ان کے ساتھ مل گئے۔یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حدیث رفع یدین کے راوی ضرور تھے مگر

رفع یدین کو سنت نہیں سمجھتے تھے ورنہ وہ رفع یدین کو کبھی ترک نہ کرتے۔ بہر حال اس سے سنت رفع یدین کا اثبات حدیث میں نہیں ہے اور فہم صحابی اور تعامل اہل مدینہ کے بھی خلاف ہے (ترجمہ و شرح جزء رفع الیدین ص ۲۷۵، ۲۷۶)۔

اعتراض:۔ ابوبکر بن عیاشؒ آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے (نور العینین ص ۱۷۰)۔

جواب:۔ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ جب آخری عمر میں آئے تو ان سے وہم و اختلاط ہوا ہے۔ لیکن یہاں ابوبکر بن عیاشؒ سے روایت کرنے والے قدماء اصحاب ہیں مثلاً احمد بن یونسؒ عن ابی بکر بن عیاشؒ۔ بخاریؒ نے کتاب التفسیر (ج ۲ ص ۷۲۵) میں احتجاج کیا ہے اور امام طحاویؒ نے احمد بن یونسؒ کے واسطہ سے ابوبکر بن عیاشؒ سے ترک رفع یدین کی بیان کیا ہے۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف (رقم ۲۴۶۷) میں ابوبکر بن عیاشؒ سے روایت ترک رفع یدین کی بیان کی ہے۔ لہٰذا قدماء شاگرد ابوبکر بن عیاشؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ ناصر الدین البانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: "**ابو بکر بن عیاش علیہ السلام فانه من رجال البخاری وحده وفیه کلام۔ لا ینزل به حدیثه عن رتبة الحسن**" (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ج ۱ ص ۳۴۸)۔ "ابوبکر بن عیاشؒ صرف رجال بخاری سے ہے اور ان پر کلام ہے جس سے اس کی حدیث درجہ حسن سے نہیں گرتی"۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اثر

حدیث نمبر ۲۰:۔ عن ابن عباس، قَالَ: "تُرفَعُ الأَیْدِیْ فی سبع مَوَاطِنَ: اذا قام الی الصَّلٰوۃِ، واذا رأیت البیتَ، وعلی الصفا، والمروۃِ، وفی عرفات، وفی جَمْعٍ وعند الجِمار

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت۔"

حدیث نمبر ۲۱:۔ عن ابن عباس، قَالَ: "لَا تُرفَعُ الأَیْدِیْ اِلَّا فی سبع مَوَاطِنَ: اذا قام الی الصَّلٰوۃِ، واذا رأیت البیتَ، وعلی الصفا والمروۃ، وفی عرفات، وفی جمعٍ وعند الجمار

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۷، ۲۶۸ طبع مکتبہ امدادیہ، ملتان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "رفع یدین نہیں کیا جاتا،

مگر سات مقامات پر: (۱) جب نماز کے لیے کھڑا ہو، (۲) جب بیت اللہ کو دیکھے، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات میں، (۶) مزدلفہ میں اور (۷) رمی جمار کے وقت''۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت بہ صیغۂ حصر ''لَا ترفَعُ الأَیدِیَ اِلَّافی سبع مَوَاطِن'' بھی ہے اور بغیر صیغۂ حصر ''ترفَعُ الأَیدِیَ فی سبع مَوَاطِنَ'' بھی ہے۔ مقصود دونوں کا ایک ہی ہے۔ گو رفع أیدی (ہاتھ اُٹھانا) کے جملہ مواقع کا حصر اس نص میں مقصود نہ ہو لیکن نماز پنجگانہ میں جو رفع یدین ہے اس کے لحاظ سے ضرور بالضرور ہے اس لیے جب رفع یدین تکبیرِ تحریمہ کے وقت جملہ نصوص میں صلوات پنجگانہ سے تذکرہ کیا گیا ہے اور یہ رفع یدین بھی پنجگانہ نماز میں تھا۔ اس سے سکوت فرمایا گیا اور سکوت معرض بیان میں بیان شمار ہوتا ہے۔ اس لیے بلحاظ صلوات پنجگانہ ضرور حصر ہے۔ غرض حصر حقیقی نہیں، اضافی ہے۔

یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ ہے جس کی سند صحیح ہے۔ اس روایت میں آپؓ نے رفع یدین کے مقامات بیان کیے ہیں کہ رفع یدین کہاں کہاں کیا جائے گا، جس میں نماز کا بھی ذکر ہے۔ باقی چھ مقام حج میں ہیں۔ تو نماز کے متعلق رفع یدین کا ذکر آپؓ نے صرف پہلی بار کیا ہے یعنی نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کی جائے گی۔ مگر آپؓ نے رکوع وسجود والی رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں کیا۔ اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہوتا تو آپؓ ضرور اس کا ذکر کرتے مگر آپؓ نے صرف ابتداء کا ذکر کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ جن روایات میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ متروک ہیں یعنی نسخ سے پہلے کی ہیں جیسا کہ امام طحاویؒ نے شرح معانی الآثار میں وضاحت کی ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۲: أخبرنا مالك، أخبرني نعيم المجمر وابو جعفر القاري، أَنَّ أباهريرة كان يصلي بهم. فكبَّر كلما خفض ورفع، قال ابو جعفر: وكان يرفع يديه حين يكبِّر ويفتتح الصلوٰة

(مؤطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لأبي یوسف رقم ۱۰۸؛ کتاب الحجۃ ا ص ۹۵، ۹۶ طبع دار المعارف لاہور)۔

حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعیم بن عبداللہ المجمر اور ابوجعفر القاری نے بتایا کہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت کرتے تھے''۔

اس روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ کے دو شاگرد ہیں۔ دونوں حضرت ابو ہریرہؓ کی نماز دیکھ کر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے۔ چونکہ رفع یدین اول تکبیر کے

ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے ان میں ایک راوی حضرت ابوجعفر القاریؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین تکبیر کی طرح ہر اونچ نیچ میں نہیں ہوتا بلکہ نماز میں افتتاح کے وقت ہی ہوتا تھا۔ یہ روایت بھی ترکِ رفع یدین میں صریح ہے۔

حدیث نمبر ۲۳:۔ أَخْبَرَنَا نصر بن علي وسوّار بن عبد الله بن سوّار، قالا: حدثنا عبد الأعلیٰ عن معمر، عن الزهري، عن أبي بكر بن عبد الرحمٰن، وعن أبي سلمة بن عبد الرحمٰن، أَنَّهُمَا صَلَّيَا خَلْفَ أبي هريرةؓ، فلمّا ركع كبر، فلما رفع رأسه قال: سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ، ثم سجد وكبر، ورفع رأسه وكبر، ثم كبر حين قام من الركعة، ثم قال: والذي نفسي بيده، اني لأقربكم شبهاً برسول الله ﷺ ما زالت هذه صلاته حتى فَارَقَ الدنيا۔ واللفظ لسوّار۔

(نسائی رقم ۱۱۵۶)۔

ترجمہ: حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن دونوں فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر جب آپؓ نے رکوع کیا تو تکبیر کہی اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو آپؓ نے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہا۔ پھر سجدہ کیا، اور تکبیر کہی۔ پھر سجدے سے سر اٹھایا اور تکبیر کہی۔ پھر تکبیر کہی جب دوسری رکعت کی طرف کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے قریب نماز پڑھ سکتا ہوں اور آپ ﷺ کی نماز دنیا سے جدا ہوتے وقت تک یہی تھی جو میں نے پڑھ کر دکھادی ہے۔

اس میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا نہیں اگر رفع یدین کی وہ اہمیت ہوتی جو ان لوگوں کے ہاں ہے تو ایسی کوئی روایت اس سے خالی نہ ہوتی۔

حدیث نمبر ۲۴:۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں:

أن فقيههم مالك بن أنس، قد روىٰ عن نعيم بن عبدالله المجمر وابي جعفر القاري، أنهما أخبراه: أَنَّ أباهريرة كان يصلي بهم، فيكبِّر كلما خفض ورفع، قالا: وكان يرفع يديه حين يكبِّر ويفتتح الصلوٰة۔ قال محمد: فهٰذا حديثكم موافق لعليؓ و ابن مسعودؓ، ولا حاجة بنا معهما الیٰ قول ابي هريرة ونحوه ولكن احتججنا عليكم بحديثكم۔

(کتاب الحجۃ ج ۱ ص ۹۶،۹۵ طبع دارالمعارف النعمانیہ۔ لاہور، ۱۴۰۱ھ)

حضرت امام مالکؒ نے نعیم بن عبداللہ المجمر اور ابوجعفر القاری دونوں سے روایت کی

ہے۔ دونوں نے امام مالک کو خبر دی کہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت کرتے تھے''۔ حضرت امام محمدؒ اہل مدینہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہؓ کی جو کہ حضرت امام مالکؒ نے بیان کی ہے۔ یہ حدیث (ترکِ رفع یدین میں) حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کے موافق ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۵:۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضی اللہ عنہ: أَنَّهُ كَانَ يُعَلِّمُهُمُ التَّكْبِيْرَ فِي الصَّلٰوةِ. قَالَ: فَكَانَ يَأْمُرُنَا أَنْ نُكَبِّرَ كُلَّمَا خَفَضْنَا وَرَفَعْنَا.

(موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۶؛ موطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۱؛ ابن ابی شیبۃ رقم ۲۴۹۶)

حضرت جابر بن عبداللہؓ جب اپنے ساتھیوں کو نماز سکھاتے تو صرف تکبیر کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت ابونعیم وھب بن کیسانؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ ہمیں حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہم نماز کے اندر (یعنی تکبیرِ تحریمہ کے بعد سلام تک) ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیر کہا کریں۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت جابرؓ نماز میں صرف تکبیر کہتے اور اسی کا حکم دیتے تھے۔ ان کی آخری نمازوں میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

حضرت انس بن مالکؓ کا اثر

حدیث نمبر ۲۶:۔

حدثنا سليمانُ بنُ حربٍ قال: حدثنا حمادُ بنُ زيدٍ عن ثابت، عن أنس بن مالكٍ قال: إِنِّيْ لَا آلُوْ أَنْ أُصَلِّيَ بِكُمْ كما رأيتُ النبي ﷺ يصلي بنا. قال ثابتٌ: كان أنس بن مالكٍ يصنعُ شَيْئاً لم أَرَكُمْ تَصْنَعُوْنَهُ. كان اذا رفع رَأْسَهُ من الركوعِ قامَ حتّٰى يقولَ القائلُ: قَدْ نُسِيَ. وبينَ السجدتينِ حتّٰى يقولَ القائل قد نَسِيَ (بخاری رقم ۸۲۱؛ مسلم رقم ۱۰۵۹)۔

ترجمہ:۔ حضرت ثابتؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ میں اس بات میں کمی نہ کروں گا کہ تمہیں ویسی ہی نماز پڑھاؤں جیسی کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو پڑھاتے دیکھا ہے۔ ثابتؒ کہتے ہیں کہ حضرت انس بن مالکؓ ایک بات ایسی کرتے

تھے کہ میں نے تم لوگوں کو وہ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ وہ جب اپنا سر رکوع سے اُٹھاتے تو اتنا کھڑا رہتے کہ کہنے والا کہتا کہ وہ (سجدہ کرنا) بھول گئے اور دونوں سجدوں کے درمیان میں (اتنی دیر تک بیٹھے رہتے تھے) کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ وہ (دوسرا سجدہ) کرنا بھول گئے۔

اس حدیث میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی اس میں رفع یدین نہ رکوع والا کیا اور نہ سجدوں والا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا اثر

حدیث نمبر ۲۷:۔

أنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ الزُّبَيْرِ رَأى رَجُلاً يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصلاة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع. فقال له: لا تفعل، فإن هذا شئ فعله رسول الله ﷺ ثم تركه.

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۸، ۲۹۹ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ بیشک یہ وہ چیز ہے جس کو جناب رسول اللہ ﷺ نے کیا تھا پھر اس کو ترک کر دیا تھا۔

علامہ بدرالدین عینیؒ اس حدیث کو رفع یدین منسوخ ہونے کی دلیل کے طور پر ذکر فرما رہے ہیں (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۹۸ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل کی اہمیت

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ میں نفیاً و اثباتاً کچھ منقول نہیں)، فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حافظ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عاشق سنت نبوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، نواسہ صدیق اکبر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے یہ آثار آپ کے پیشِ نظر ہیں۔ اللہ کے پیارے نبی ﷺ کے اس دنیا سے رحلت فرمالینے کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور اکابر فقہائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تکبیرِ تحریمہ کے سوا رفع یدین نہ کرنا صاف بتا رہا ہے کہ عام نمازوں میں رفع یدین نہ کرنا جناب رسول اللہ ﷺ کی اصل سنت ہے۔ کیونکہ اس مقدس

جماعت کے رگ وریشہ اور دل کی گہرائیوں میں اللہ کے آخری رسول اللہ ﷺ کی محبت وعظمت اس طرح پیوست تھی کہ وہ آپ ﷺ کی ایک ایک ادا پر اپنا سب کچھ نچھاور کردینے میں سکون وراحت محسوس کرتے تھے۔ تو رفع یدین کو جس کے کرنے میں کوئی مشقت ودقت بھی نہیں، کیونکر چھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البرؒ ایک مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**لأنه محال أن يكون عنده في ذلك عن النبي ﷺ شئ ويخالفه ولو كان مباحاً ولا سيما ابن عمر**'' (التمہید ج۹ ص ۱۸۰)۔ کیونکہ یہ محال ہے کہ صحابیؓ کے علم میں اس مسئلہ سے متعلق جناب رسول اللہ ﷺ کی کوئی سنت ہو اور وہ اس کی مخالفت کریں، اگرچہ وہ سنت مباح درجے کی کیوں نہ ہو، بالخصوص حضرت عبداللہ بن عمر (سے تو یہ ممکن ہی نہیں)۔

اس لیے ان فداکاروں کے بارے میں یہ تصور کہ رفع یدین کو چونکہ یہ حضرات سنتِ مؤکدہ اور ضروری نہیں سمجھتے تھے، اس بنا پر اسے ترک کردیا تھا۔ ایک ایسا تصور ہے جو ان کے حالات وواقعات کے قطعی منافی ہے۔ اس لیے جن بزرگوں نے ان آثار کے جواب میں یہ بات کہی ہے۔ غالباً اپنے مسلکِ مختار سے شدتِ شغف کی بنا پر اصحاب رسول اللہ بالخصوص خلفائے راشدینؓ و فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سنتِ نبوی ﷺ کے ساتھ بے پناہ تعلق وعقیدت سے انہیں ذہول ہوگیا ہے۔ اس لیے انہیں اس بارے میں معذور ہی سمجھا جائے گا۔

بہرحال یہ آثار مسئلہ رفع یدین میں قولِ فیصل کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ اصول وعلمائے حدیث کا متفقہ ضابطہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اگر حضور ﷺ کی احادیث متعارض ومختلف ہوں تو اس صورت میں تلامذۂ رسول ﷺ بالخصوص خلفائے راشدینؓ اور فقہائے صحابہ رضی اللہ عنہم کے قول وعمل ہمارے لیے راہنما ہوں گے۔ یعنی محدثین کرام رحمہم اللہ نے تو عملِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حدیث کے معنیٰ متعین کرنے کا ایک معیار قرار دیا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی دو احادیث مختلف معنیٰ رکھتی ہوں، تو دیکھا یہ جائے گا کہ آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اکثریت نے کس پر عمل کیا۔ چنانچہ امام طحاوی نے فرمایا ہے:

فَلَمّا تضادَّت الآثار في ذلك، وجب ان ننظرَ الى ما عليه عمل المسلمين، الذي قد جرت عليه عاداتهم، فيعمل على ذلك، ويكون ناسخاً لما خالفه

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۲۵ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان، ج ۲ ص ۳۹، باب الطفل یموت، أيصلى عليه أم لا؟ تحت حدیث ۲۸۲۹ طبع دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

ترجمہ:۔ جب آثار وروایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی

جائے گی۔اور جو روایات اس کے خلاف ہیں،وہ منسوخ سمجھی جائیں گی۔

اسی طرح امام ابوداؤدؒ صاحب السنن فرماتے ہیں: ''اِذَا تَنَازَعَ الْخَبَرَانِ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ نُظِرَ اِلٰی مَا عَمِلَ بِهٖ اَصْحَابُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ''۔(ابوداؤد تحت رقم الحدیث ۷۲۰)۔

ترجمہ:۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ سے دو مختلف خبریں ہوں تو دیکھا جائے گا کہ آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرامؓ نے کس پر عمل کیا ہے۔(یعنی جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا ہوگا،وہ سنتِ باقیہ ہوگی اور دوسری یا تو منسوخ ہوگی یا پھر مخصوص حالات کے تحت ہوگی)۔

❁❁❁❁❁

باب ٦

ترکِ رفع یدین
خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی اکثریت کا کسی کام کو بلانکیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجت شرعی ہے اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ خیر القرون سے مراد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین ہیں ان کے فضائل کے بارے میں بہت سی احادیث پائی جاتی ہیں ۔ ان احادیث کو باب ۲ میں ۲۔ ۴۔ ۳ میں بیان کر دیا گیا ہے۔ طبقات رجال کی کتابوں میں اس کی تصریح ملتی ہے کہ تبع تابعین کا دور ۲۲۰ھ تک رہا ہے۔ (عہدِ صحابہ رضی اللہ عنہم ۱۱۰ھ تک، عہد تابعین ۱۷۰ھ تک اور عہد تبع تابعین ۲۲۰ھ تک)۔

خیر القرون کا تعامل بھی حجت ہے

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کی اکثریت کا کسی کام کو بلانکیر کرنا یا چھوڑنا بھی ایک حجتِ شرعی ہے۔ اور ہمیں ان کی پیروی کرنا بھی ضروری ہے۔ کسی چیز کے ثبوت کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کا تعامل سب سے بڑی دلیل ہوتا ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرامؓ کا معاشرہ وہ معاشرہ ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تشکیل دیا ہے۔ اس معاشرہ میں صرف وہی چیز رواج پا سکتی ہے جس پر دربارِ رسالت سے مہرِ تصدیق لگ چکی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل درحقیقت ترجمان السنۃ ہوتا ہے۔ محدثین کی طرز پر کسی چیز کو سندِ متصل سے ثابت کرنا یہ بھی ثبوت کا ایک اہم اور متبرک طریقہ ہے لیکن تعامل کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ اس لیے کہ سندوں سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ زیادہ تر خبرِ واحد کے درجہ میں ہوتی ہے۔ اور تعامل و توارث، تواتر کی ایک قسم ہے۔ خبر واحد کا درجہ تعامل کے سامنے وہی ہے جو ایک چراغ کا نصف النہار میں۔ چنانچہ ایک بات اگر صحیح سند سے ثابت ہو لیکن اہل مدینہ کا تعامل اس کے خلاف ہو تو امام مالکؒ اہلِ مدینہ کے عمل کو اپنا مذہب بناتے

ہیں اور اس حدیثِ صحیح میں تاویل کر لیتے یا ترک کر دیتے ہیں۔ سندوں کی جانچ پڑتال اور اس میں تنقیح و تحقیق نہایت ضروری عمل ہے لیکن اپنی نظر کو اسی حد تک مقصود رکھنا اور تعاملِ سلف سے صرفِ نظر کر لینا بھی انتہائی تقصیر ہے (دیکھیے باب نمبر ۲)

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں: ''حضور ﷺ کے بعد علم نبوت کے تین مراکز تھے: مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور کوفہ۔ مکہ مکرمہ کے صدر معلم حضرت عبد اللہ بن عباسؓ تھے۔ مدینہ منورہ کے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، اور کوفہ کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھے'' (اعلام الموقعین)۔

تعامل اہلِ مدینہ

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: ''جو شخص کہ ان مذاہب (یعنی ائمہ اربعہ کے مذاہب) کے اصول وامہات پر اطلاع رکھتا ہے۔ اس بارے میں شک نہیں کرے گا کہ ان مذاہب کی اصل حضرت عمر فاروق ؓ کے اجماعی مسائل ہیں۔ اور یہ ان تمام مذاہب کے درمیان مشترک سی چیز ہے۔ اس کے اہل مدینہ میں سے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہؓ اور کبار تابعینؒ مدینہ میں سے فقہاء سبعہ اور صغار تابعینؒ مدینہ میں سے زہریؒ اور ان جیسے حضرات پر اعتماد حضرت امام مالکؒ کے مذہب کی بنیاد ہے جس سے امام مالکؒ کے مذہب کی ایک خاص صورت پیدا ہوگئی (قرۃ العینین ص ۱۷۱)۔ فقہاء سبعہؒ حسب ذیل حضرات ہیں: سعید بن المسیبؒ (المتوفی ۹۴ھ)، عبیداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ (المتوفی ۹۸ھ)، عروہ بن زبیرؒ (المتوفی ۹۴ھ)، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ (المتوفی ۱۰۸ھ)، ابوبکر بن عبد الرحمٰن بن الحارث بن ہشامؒ (المتوفی ۹۴ھ)، سلیمان بن یسارؒ (المتوفی ۱۰۹ھ)، خارجہ بن زیدؒ (المتوفی ۱۰۹ھ) (الجواہر المضیئۃ ج ۲ ص ۴۲۱، ۴۲۲)۔

عہد نبویؐ سے لے کر حضرت علیؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ تک ساری دنیائے اسلام کا مرکز یہی تھا۔ بعد کو دار الخلافہ کے کوفہ اور پھر دمشق منتقل ہونے کے بعد اس کی وہ علمی حیثیت باقی نہیں رہی۔ تاہم امام مالکؒ کے دور تک اس کا امتیاز مسلّم تھا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں: ''جاننا چاہیے کہ مدینہ شریف امام مالکؒ کے زمانے میں اخیر دور سے پہلے بلاشبہ فضلاء کا مرجع اور اہل علم کی فرودگاہ تھا'' (مصفّٰی شرح موطا مالک)۔ امام مالکؒ کے زمانے تک مدینہ منورہ کی فضا علم و دین سے معمور تھی۔ امام مالکؒ کو اپنے یہاں کے علماء پر اتنا وثوق تھا کہ ان کے نزدیک عمل اہل مدینہ مستقل حجت ہے (دیکھیے حافظ ابن قیمؒ کی اعلام الموقعین ج ۱ ص ۲۹۸)۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ترکِ رفع یدین ہے

مدینہ منورہ میں بھی کبار صحابہ سے رفع یدین ثابت نہیں۔ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اولاً رفع یدین مذکور ہے۔ ان کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں رفع یدین متروک تھی۔ ان کی حدیث بھی اسی کی دلیل ہے۔ رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارنا دلیل کی کمزوری کی دلیل ہے۔ کیا اس بات کا حکم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء نے حکم دیا تھا؟ (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۲؛ ج ۲ ص ۲۲۳ طبع جدید مع بخاری)۔ اور ان پر اعتراض ہونا: ماھذا؟ (مسند احمد ج ۲ ص ۴۵)۔ آخر انہوں نے بھی ترک فرمادی (دیکھیے ۵۰۴۰، ۸۰۱۰۴)۔ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار رفع یدین کی۔ تو ان کے بیٹے حضرت سالم مدنیؒ (مسند احمد رقم الحدیث ۵۰۳۴) اور حضرت محارب بن دثار قاضیؒ کوفہ (مسند احمد رقم الحدیث ۶۹۹۲) نے سوال کر دیا: ماھذا؟ ظاہر ہے کہ ساری نماز میں رفع یدین بوقت رکوع اور بوقت قیام رکعت سوم ہی انوکھی بات دیکھی۔ اسی لیے اس کا سوال کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس وقت رفع یدین کا بالکل رواج نہ تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی ہی تھی جیسے کوئی متواتر قراءت کی تلاوت کرتا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اگر کوئی متواتر قراءت کے خلاف کوئی شاذ قراءت پڑھتا تو فوراً سننے والا پوچھتا: ''ماھذا؟'' یہ کیا ہے؟ الغرض رفع یدین نہ کرنا تعاملاً متواتر تھی اور رفع یدین عملاً شاذ۔

حضرت قاضی محارب بن دثارؒ کوفی تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مگر حضرت سالمؒ تو مدنی تھے اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔ ان کا سوال اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مدینہ میں کوئی رفع یدین نہیں کرتا تھا، بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہ عادت نہ تھی، ورنہ بیٹا تو اعتراض نہ کرتا، کبھی ایک مرتبہ کی ہوگی اور ان سب نے دیکھ لیا، ورنہ عادت نہ تھی۔

اہل مدینہ کا تعامل ترک پر ہی رہا۔ اسی تعامل پر امام مالکؒ نے ترکِ رفع یدین کے مذہب کی بنیاد رکھی (نیل الفرقدین ص ۲۲)۔ اسی طرح تابعین میں بھی ابوبکر بن عیاش کے فرمان کے موافق فقہاء (کبار تابعین اور تبع تابعین) میں سے کوئی رفع یدین نہ کرتا تھا۔

(طحاوی رقم الحدیث ۱۳۳۲)

حضرت امام مالکؒ کا مسلک ترکِ رفع یدین ہے

استاذ المحدثین امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ مرکز علم مدینہ منورہ میں مقیم ہوئے۔ حضرات

صحابہؓ اور تابعینؒ کا عمل اور احادیث کا عظیم ذخیرہ ان کے سامنے تھا۔ وہ مسائل میں اہل مدینہ کے عمل کو بنیادی اہمیت دیتے تھے۔ امام مالکؒ کے مشہور شاگرد ابن قاسم رفع یدین کی بابت ان کا مذہب نقل کرتے ہیں:

قال مالك رحمه الله لا أعرف رفع اليدين في شئ من تكبير الصلوٰة لا في خفض ولا في رفع إلّا في افتتاح الصلوٰة. قال ابن قاسم وكان رفع اليدين عند مالك ضعيفا

(المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۴۲۶ھ)۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نماز کی ابتداء کے علاوہ کسی تکبیر یا اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کو نہیں جانتا۔ ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ ابتدائی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے مسلک کو ضعیف قرار دیتے تھے۔

حضرت امام مالکؒ کا رفع یدین کی روایت کو بیان کرنا (وہ بھی اصح الاسانید سے)، پھر امام مالکؒ کا ترک رفع یدین کو اختیار کرنا اور ترکِ رفع یدین کو ترجیح دینا بلکہ رفع یدین کے عمل کو ضعیف کہنا، صرف عمل اہل مدینہ (جو ترکِ رفع یدین ہے) کی وجہ سے ہے۔

علامہ ابن رشد مالکیؒ فرماتے ہیں: ''کچھ فقہاء نے رفع یدین کرنے کو صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت منحصر کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث کو ترجیح دیتے ہوئے اور یہی امام مالکؒ کا مذہب ہے کیونکہ اہل مدینہ کا عمل اس کے موافق ہے'' (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۷)۔

مذہب مالکی کے مشہور محدث وفقیہہ حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں: ''تکبیرِ تحریمہ کے موقع پر رفع یدین کے جواز پر اجماع واتفاق کے بعد رکوع کے وقت رفع یدین کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ ابن القاسمؒ کی روایت کے مطابق امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا جائے گا، اس کے علاوہ نہیں۔ ابن القاسمؒ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نماز میں رفع یدین کو ضعیف سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر رفع یدین کرنا ہی ہے تو تکبیرِ تحریمہ کے وقت کرے۔ یہی مسلک امام ابوحنیفہ، امام سفیان ثوریؒ، امام حسن بن صالح بن حیی اور قدیم وجدید سارے فقہائے کوفہ کا ہے۔ اور عبداللہ بن مسعودؓ، ان کے تلامذہ اور ان کے متبعین کا بھی یہی قول ہے

(موسوعۃ شروح الموطا للامام مالک بن انس: التمهید والاستذکار لابی عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر ج ۴ ص ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴ طبع القاہرہ ۱۴۲۶ھ؛ الاستذکار ج ۴ ص ۹۸، ۹۹)۔

امام مالکؒ نے رفع یدین کی روایت جو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کو اس لیے قبول نہیں کیا کہ حضرت نافعؒ نے اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف روایت کیا ہے۔ زرقانیؒ نے بھی

یہی لکھا ہے کہ امام مالکؒ کے اس روایت کو اختیار نہ کرنے کی وجہ رفع و وقف میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام زرقانیؒ فرماتے ہیں: ''اس بحث سے معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ نے یہ کہہ کر'' کہ مجھے رفع یدین کے ترک کے لئیے مالکیہ کے پاس کوئی دلیل اور بنیاد ابن القاسم کے قول کے علاوہ نہیں ملی''، غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے۔ اس لیے کہ جب روایت میں رفع و وقف کا اختلاف ثابت ہوا تو امام مالکؒ نے مشہور قول کے مطابق اس کو ترک کر دیا کیونکہ نماز کو (غیر ثابت) افعال سے محفوظ رکھنا اصل ہے'' (زرقانی ج ا ص ۱۴۳ ملخصاً)۔

امام نووی فرماتے ہیں:

"وقال ابوحنيفة، واصحابه وجماعة من اهل الكوفة لا يستحب فى غير تكبيرة الاحرام وهو اشهر الروايات عن مالك واجمعوا على أنه لا يجب شئ من الرفع"

(نووی شرح مسلم ج ا ص ۱۶۸)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ، ان کے اصحابؒ اور اہل کوفہ کی ایک جماعت نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفعِ یدین کو مستحب نہیں کہتی۔ اور امام مالکؒ کی بھی یہی مشہور روایت ہے۔ سب (ائمہ وفقہاء) اس بات پر متفق ہیں کہ نماز میں رفع یدین واجب نہیں ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کا یہ اصول ہے کہ وہ اہل مدینہ کے عمل کو اگر چہ وہ حدیث کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، ترجیح دیتے ہیں (بدائع الفوائد ج ۴ ص ۳۲)۔

مذہب امام مالک کا اصل ماخذ

شبہ:۔ اگر کوئی کہے کہ امام مالکؒ نے مؤطا امام مالک میں رفع یدین کی روایت بیان کی ہے، لہٰذا اس کو ترجیح ہونی چاہیے۔

جواب:۔ مالکی مذہب میں احکام وفتاویٰ میں اعتماد مدونۃ الکبریٰ پر ہے۔ اس کتاب کے مصنف حضرت عبدالرحمٰن بن قاسمؒ ہیں جو کہ حضرت امام مالکؒ کے شاگرد ہیں۔ آپؒ سے حدیث اور فقہی مسائل روایت فرمانے والے ہیں۔ غیر مقلدین کے مشہور محدث مبارک پوریؒ نے مقدمہ تحفۃ الاحوذی میں حافظ ابن حجرؒ کی کتاب (تعجیل المنفعة) سے نقل کیا ہے:

بل اعتمادهم فى الأحكام والفتوىٰ على ما رواه ابن القاسم عن مالك سواء وافق ما فى الموطا أم لا۔ (مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۲۱۰ طبع بیروت، لبنان)۔

ترجمہ:۔ بلکہ مالکیہ حضرات کا احکام وفتاویٰ میں اعتماد ابن القاسمؒ کی روایت پر ہے جو انہوں نے

امام مالکؒ سے روایت کیا ہے۔ چاہے وہ مؤطا کے موافق ہو یا مؤطا کے خلاف ہو۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''المعتبر عند المالکیۃ روایۃ ابن القاسم وافقت روایۃ المؤطا او خالفت او کما قال'' (تعجیل المنفعۃ ص ۱۸ طبع بیروت، لبنان)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: مالکیوں کے ہاں حضرت ابن القاسمؒ کی روایت ہی معتبر ہے چاہے وہ مؤطا امام مالک کے موافق ہو یا مخالف۔

تعامل اہل مکہ

مکہ مکرمہ میں دورِ صحابہ میں کبار صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی سے رفع یدین ثابت نہیں۔ البتہ صغار صحابہ رضی اللہ عنہم ابن عباسؓ اور ابنِ زبیرؓ سے ذکر ملتا ہے۔ جمہور تارک تھے (نیل الفرقدین ص ۱۵۱)۔ ہاں ابن جریج سے مکہ مکرمہ میں رفع یدین کا رواج عام ہو گیا۔ اس رواج پر امام شافعیؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۶ بہ تشریح ج ۲ ص ۲۶۲؛ ج ۲ ص ۲۲۳ طبع جدید مع بخاری)۔

مشہور تابعی حضرت میمون مکیؒ کا رفع یدین دیکھ کر حیران ہونا

حضرت میمون مکیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی تو ابتداء نماز، رکوع کو جاتے ہوئے، سجدہ کو جاتے اور دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں ہتھیلیوں سے اشارہ کیا۔ میں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے پاس جا کر کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تم کو پسند ہو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو دیکھو تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اقتداء کرو

(ابوداؤد رقم الحدیث ۷۳۹)۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''

وأما حديث عبد الله بن الزبير رضي الله عنه من رواية أبي داؤد. ففيه ابن لهيعة وحاله معلوم. ثمّ ميمون المكي فيه يقول لابن عباس: اني رأيتُ ابن الزبير يصلي صلوةً لم أر أحداً يصليها. ووصفت له هذه الاشارة. فهذا ان كان دلّ على ترك الجمهور ''

(نیل الفرقدین ص ۶۴ طبع ادارۃ القرآن. کراچی. معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۳)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حدیث جو ابوداؤد میں ہے۔ اس میں ایک راوی ابن

لہیعہؒ ہے جس (کے ضعف) کا حال (سب کو) معلوم ہے۔ پھر میمون مکیؒ کا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے یہ کہنا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے کہ اور کسی کو بھی اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ اور ہاتھ کے اشارہ سے اس کا بیان کرنا۔ یہ سب تو جمہور کے ترک رفع یدین کو بیان کر رہا ہے۔

حضرت میمون مکیؒ کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ آپؒ نے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا مگر سوائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے کسی کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے بہت سے تابعین عظامؒ کو دیکھا مگر کسی ایک تابعی کو بھی رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے بہت سے تبع تابعینؒ کو دیکھا مگر کسی ایک تبع تابعیؒ کو بھی رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔ آپ نے پوری دنیائے اسلام سے آنے والے حاجیوں کو نمازیں پڑھتے دیکھا مگر کسی علاقے کے کسی ایک حاجی کو بھی رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ یہ ہے پورے خیر القرون میں ترکِ رفع یدین پر عملی تواتر۔ لاکھوں میں ایک آدمی رفع یدین کرنے والا ملا۔

بخاری (ج۱ص۳۶) میں ہے: حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ پیشاب کے بارے میں بہت شدت اختیار کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ جب کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو اس کو کاٹنا پڑتا۔ تو حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: ''کاش وہ اتنی شدت سے باز آجائیں۔ (تو حضرت حذیفہؓ نے حدیث سنائی) کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر آئے تو کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا''۔ یہ حدیث سنانے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اب کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرو، کیونکہ یہ سنت ہے۔ اور نہ ہی حضرت حذیفہؓ کھڑے ہو کر پیشاب کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ترکِ رفع یدین متواتراً معمول بہ تھا، لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بتایا کہ یہ بھی ثابت ہے۔

عبداللہ بن زبیرؓ کی اولاد کا رفع یدین نہ کرنا

خود حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد رفع یدین پر عامل نہیں رہی۔ حضرت محمد بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے حضرت عبادؒ کے پہلو میں نماز پڑھی۔ میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرنے لگا۔ انہوں نے فرمایا: بھتیجے! میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تم ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کر رہے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے تو صرف پہلی تکبیر میں رفع یدین کرتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔
(نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۱۴۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)

مشہور تابعی حضرت وہیب بن خالدؒ کا رفع یدین پر اعتراض کرنا

اسی طرح کی حدیث ساتھ ہی ابوداؤد میں ہے۔ حضرت نضر بن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ میرے پہلو میں مسجد خیف (منیٰ کے میدان) میں عبداللہ بن طاؤس یمنی نے سجدہ کے بعد رفع یدین کی تو میں نے اس امر کو منکر سمجھا۔ حضرت وہیب بن خالدؒ نے اسے کہا کہ تو ایسا کیوں کرتا ہے؟ جو میں نے کسی کو کرتے نہیں دیکھا۔ تو اس نے بھی حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حدیث سنادی (ابوداؤد رقم الحدیث ۷۴۰؛ نسائی رقم الحدیث ۱۱۴۷)۔

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؒ، حضرت میمون مکیؒ اور حضرت وہیب بن خالدؒ تینوں کے طرز عمل سے ثابت ہو رہا ہے کہ مکہ مکرمہ میں اس وقت باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ کی موجودگی کے رفع یدین بالکل متروک تھا ورنہ حضرت عبادؒ، محمد بن یحییٰؒ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر منع نہ فرماتے۔ اسی طرح حضرت میمون مکیؒ اور حضرت وہیب بن خالدؒ کا رفع یدین کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کرنا اس بات کی غمازی ہے کہ رفع یدین متروک تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے صحیح سند سے ترکِ رفع یدین ہی کی روایت ثابت ہے۔

حدیث عبداللہ بن زبیرؓ سے رفع یدین کا منسوخ ہونا

أن عبد الله بن الزبير رأىٰ رجلاً يرفع يديه في الصلوٰة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع. فقال له: لا تفعل، فإن هٰذا شيء فعله رسول الله ﷺ ثم تركه.

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو آپؓ نے اس سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں رفع یدین کیا۔ پھر چھوڑ دیا تھا"۔

اس حدیث میں واضح طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے رفع یدین سے ممانعت کردی اور فرمایا: حضور ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا تھا پھر چھوڑ دیا تھا۔ اس حدیث سے علامہ بدرالدین عینیؒ نے رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کی ہے (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)۔

تعاملِ اہلِ کوفہ

حرمین شریفین کے بعد سرزمین کوفہ کو ہی یہ شرف حاصل ہوا کہ ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم کا وہاں

ورود ہوا۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ہزار پچاس (۱۰۵۰) حضرات جن میں چوبیس (۲۴) وہ بزرگ ہیں جو غزوۂ بدر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب رہے تھے، وہاں گئے اور سکونت اختیار کی (فتح المغیث ص ۳۸۲)۔امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلی (المتوفی ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں: ڈیڑھ ہزار صحابہ نے تو اس کو اپنا وطن بنالیا تھا (فتح القدیر ج ۱ ص ۴۲)۔علامہ نوویؒ نے کوفہ کو دارالفضل والفضلاء کا لقب دیا ہے (نووی شرح مسلم باب القراءۃ فی الظہر والعصر)۔

قرآن کریم کے دس مشہور قاریوں میں چار قاری (حضرات عاصمؒ، حمزہؒ، کسائیؒ اور خلفؒ) کا تعلق سرزمین کوفہ سے ہی ہے۔آج کل روئے زمین پر ۹۹ فیصد سے زائد مسلمان حضرت امام عاصمؒ کی قراءت بروایت حضرت امام حفصؒ قرآن مجید پڑھتے ہیں۔حضرت امام عاصمؒ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے استاذ اور حضرت امام حفصؒ آپؒ کے ہم عصر اور ہم سبق ہیں۔ذٰلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔

کوفہ کی تعمیر حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئی تھی اور آپؓ نے اہل کوفہ کی دینی تعلیم وتربیت کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو بھیجا تھا۔ان کے وہاں پہنچتے ہی کوفہ کے گوشہ گوشہ میں علمی حلقے بن گئے۔اور کتاب وسنت کے دروس جاری ہوگئے تھے۔پھر جب حضرت علیؓ نے کوفہ کو دارالخلافہ بنایا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حق میں بڑی مسرت کے ساتھ فرمایا: اللہ ان پر رحم کرے۔انہوں نے اس بستی کو علم کی دولت سے مالا مال کردیا اور ان کے تلامذہ واصحاب کو سراج ہائے امتِ محمدیہ کے لقب سے نوازا۔آپؓ کے تلامذۂ فقہ وحدیث کی تعداد چار ہزار بتائی گئی ہے (انوارالباری ج ۱۵ ص ۳۲۹)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''کان أغلب قضایاہ بالکوفۃ'' (حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۳۲)۔''حضرت علیؓ کے بیشتر فیصلے کوفہ سے صادر ہوئے تھے''۔کوفہ آپؓ کی تشریف آوری سے پہلے عہدِ فاروقی میں قرآن وسنت کا دارالعلوم بن چکا تھا۔حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: ''جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے ہیں، تو اہل کوفہ آپؓ کے وہاں آنے سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت عمارؓ، حضرت ابوموسیٰؓ وغیرہ سے جن کو حضرت عمرؓ نے کوفہ روانہ کیا تھا، دین حاصل کرچکے تھے (منہاج السنۃ ج ۴ ص ۱۵۷)۔تمام اہل کوفہ کا ترک رفع یدین پر اجماع تھا۔جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے (ترمذی تحت رقم الحدیث ۲۵۷)۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

وتعلّمہ أھل الکوفۃ من ابن مسعود رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ ورحلوا الی عمر رضی اللہ عنہ لتعلم الصلاۃ

أیضاً۔ فرأوا ترکه واستمروا علیه۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۵۹؛ انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۵)

''اہل کوفہ نے ترکِ رفع یدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سے سیکھا۔ اور اہل کوفہ حضرت عمرؓ کے پاس نماز سیکھنے بھی گئے۔ پس انہوں نے حضرت عمرؓ سے ترک رفع یدین ہی دیکھا تو اسی پر اہل کوفہ کا عمل جاری ہو گیا''۔

اہل کوفہ کی نماز

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''اہل کوفہ کے ہاں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مسئلہ رفع یدین کے بارے میں کچھ منقول نہیں۔ (کیونکہ کوفہ تو ان کے زمانہ میں آباد نہیں ہوا تھا)۔ اور اسی طرح دوسروں کے ہاں بھی ان سے اس بارے میں بسندِ صحیح کچھ منقول نہیں۔ اہل کوفہ کے ہاں حضرت عمرؓ سے ترک رفع یدین کے بارے میں بسندِ صحیح منقول ہے۔ جیسا کہ ابن بطالؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت عمرؓ سے صرف ترکِ رفع یدین ہی منقول ہے۔ جیسا کہ ''الاتحاف'' میں ''شرح التقریب'' للعراقی سے نقل کیا گیا ہے (اور یہ ''شرح التقریب'' مطبوعہ میں ج ۲ ص ۲۵۴ میں موجود ہے)۔ اسی طرح اہل کوفہ کے ہاں حضرت علیؓ سے صرف ترکِ رفع یدین ہی اثبت (زیادہ ثابت) ہے بنسبت دوسرے لوگوں کے۔ کیونکہ اہل کوفہ ہی حضرت علیؓ کے احوال کو زیادہ جاننے والے ہیں جیسا کہ کتاب ''مختصر المشکل'' میں ہے۔ کسی اور کو اس بارے میں ان سے منقول عمل کے بارے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے منقول علم کے بارے میں تو اہل کوفہ منفرد ہیں۔ کوئی دوسرا اس میں اہل کوفہ کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول علم کے بارے میں اہلِ مدینہ، اہل کوفہ سے زیادہ علم والے ہیں۔ اس کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جو ترکِ رفع یدین منقول ہے۔ اسے رد کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ 'فخذ هذا ملخصاً محققاً. فقد وقع في المبحث بخس كثير يهولون بسرد أسماء من يعل، لأنه لم يختره، ويتعلل فيه بغير نصفة. ولا حول ولا قوة الا بالله''۔ یعنی یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ اس کو محققانہ تلخیص کے طور پر قبول کر۔ اس لیے اس مباحثہ میں بہت کچھ کمی واقع ہو گئی ہے۔ فریق مخالف اس بارے میں ایسے لوگوں کے اسماء بھی پیش کر دیتا ہے حالانکہ ان سے منقول آثار معلول بھی ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے اس کو خود بھی اختیار نہیں کیا ہوتا۔ اور بہت سی احادیث و آثار میں انصاف کے بغیر علتیں تلاش کرتے ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ'۔ اس بارے میں انصاف یہ نہیں ہے کہ صرف شوافع حضرات کی نقول پر ہی اپنے آپ کو محدود کر لیا جائے اور اسی بنا پر ان کو رد یا تسلیم کیا

جائے۔ کیونکہ مالکیہ حضرات بھی علم اور روایات میں حصۂ وافر کے حق دار ہیں"۔

(نیل الفرقدین مع بسط الیدین ص ۵۹، ۶۰، ۶۱ ملخصاً؛ معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۱، ۴۶۲)

امام ترمذیؒ نے تو سارے اہل کوفہ کا مسلک ترکِ رفع یدین ہی بتایا ہے۔ جبکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں پندرہ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں جا کر آباد ہو گئے تھے اور ان میں چوبیس (۲۴) تو وہ تھے جنھوں نے غزوۂ بدر میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت کی تھی۔ اگر کسی صحابی متوطن کوفہ پر ترکِ رفع یدین کا اعتراض کسی نے کیا ہوتا، تو کیا وہ نقل نہ ہوتا۔ اور اہل کوفہ کے نزدیک ترکِ رفع یدین ہی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علقمہؒ، حضرت شعبیؒ، حضرت نخعی رحمہ اللہ اور بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ سے قوی الاسناد روایات کے ذریعہ ثابت ہے۔ اور پھر اہل کوفہ کو نسلاً بعد نسل اور طبقۃ بعد طبقۃ بطور توارث و تعامل ترکِ رفع یدین کی اجماعی خصوصیت حاصل ہوئی۔ وہ نا قابلِ انکار حقیقت ہے (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۸)۔

دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ۱۰۰ اھ تک ہے۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ما سمعته من أحدٍ منهم. انما كانوا يرفعون أيديهم في بدء الصلوٰة حين يكبرون" (مؤطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔ میں نے کسی صحابیؓ سے نہ رفع یدین کرنا سنا، نہ دیکھا۔ وہ صرف نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

دورِ تابعین عظامؒ

تابعینؒ کا دور ۱۷۰ھ تک ہے۔ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کی پیدائش ۱۰۰ھ اور وفات ۱۹۳ھ ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "ما رأيتُ فقيهاً قط يفعله يرفع يديه في غير التكبيرة الأُولىٰ" (طحاوی رقم ۱۳۳۲)۔ "میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا"۔

دورِ تبع تابعین عظامؒ

تبع تابعینؒ کا دور ۲۲۰ھ تک ہے۔ حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

"قال ابو عبد الله محمد بن نصر المروزي في كتابه في رفع اليدين من الكتاب الكبير: لا نعلم مصراً من الأمصار ينسب الى أهله قديماً. تركوا باجماعهم رفع

الیدین عند الخفض والرفع فی الصلاۃ الا اھل الکوفۃ"

(موسوعۃ شروح المؤطا للامام مالک بن انس: التمہید والاستذکار لابی عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر ج ۴ ص ۱۳۴، ۱۳۵ طبع القاہرہ ۱۴۲۶ھ؛ التمہید ج ۹ ص ۲۱۳؛ الاستذکار ابن عبد البر ج ۴ ص ۹۹، ۱۰۰؛ التعلیق الممجد ص ۱۳۲ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی؛ اتحاف شرح احیاء العلوم ج ۳ ص ۵۴)۔

ترجمہ:۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن نصر مروزیؒ اپنی عظیم تصنیف کتاب رفع یدین میں فرماتے ہیں:

''ہم شہروں میں سے کسی ایسے شہر کے بارہ میں نہیں جانتے، جس کے باشندے زمانہ قدیم سے علم کی جانب منسوب ہیں کہ وہاں کے رہنے والوں نے اجماعاً اور متفقاً ہر اونچ نیچ میں رفع یدین چھوڑ دیا ہو، سوائے اہل کوفہ کے۔ (وہ سب صرف تکبیر تحریمہ ہی میں ہاتھ اٹھاتے تھے)۔

وہ سب کے سب تارک رفع یدین تھے۔ اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ خیر القرون میں عملی تواتر ترکِ رفع یدین پر ہی تھا۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: یہ عبارت تمام اہل کوفہ کو شامل ہے۔ پس ہم استقرائی عہدہ سے سبکدوش ہو گئے ہیں (فتح الملہم ج ۳ ص ۳۰۸ طبع مکتبۃ دار العلوم، کراچی)۔ ''ترکوا باجماعھم'' کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے کہ بغیر کسی استثناء کے سارے اہل کوفہ رفع یدین کے ترک پر عامل تھے۔ اس لیے اب تارکین رفع یدین کا نام فرداً فرداً نام شمار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

علامہ ابن رشد مالکی اپنی مشہور کتاب بدایۃ المجتہد میں فرماتے ہیں۔ ''اہل کوفہ، امام ابو حنیفہ، امام سفیان ثوریؒ اور وہاں کے تمام فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ نمازی تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہ کرے'' (بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۶)۔

حضرت قیس بن ابی حازمؒ

حضرت قیس بن ابی حازم التابعیؒ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

عن اسماعیل قال کان قیس یرفع یدیہ اول ما یدخل فی الصلوۃ ثم لا یرفعھما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۴)

حضرت اسماعیلؒ فرماتے ہیں: ''حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔ پھر اس کے بعد نہیں کرتے تھے''۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''حضرت قیسؒ افضل التابعین ہیں۔ اور بقول بعض ان کے سوا کسی تابعی نے بھی حضرات عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کو نہیں دیکھا۔ ان کا مذہب بھی ترک رفع یدین

تھا۔ اگر ترک رفع یدین بالکل معدوم ہوتا اور اس کا کوئی ثبوت نہ ہوتا تو یہ بڑی ہستی جس نے اجلہ صحابہؓ کو دیکھا ہے۔ ہرگز ترک رفع یدین کو پسند نہ کرتی، حالانکہ حق یہی ہے۔ اور اس کا مٹانا قیامت تک ممکن نہیں۔ اگر چہ منکرین ایڑی چوٹی کا زور لگائیں کیونکہ یہ سنت نبوی ہے جو انشاء اللہ قیامت تک زندہ رہے گی الخ'' (فیض الباری ج ۲ ص ۲۳۲ ملخصاً)۔

حضرات اصحابِ علیؓ اور اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ

کوفہ میں پہلے حضرت ابن مسعودؓ اور پھر حضرت علیؓ سے بہت علمی وعملی فیض پھیلا۔ ان حضرات کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو مقام ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ذیل میں ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں کے رفع یدین کے بارے میں آثار دیئے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ تصور بھی نہیں کرنا چاہیے کہ انہوں نے بلا وجہ رفع یدین کو ترک کر دیا تھا۔ یقیناً وہ لوگ علم وعمل میں اور تقوی طہارت میں ہم سے بہت آگے تھے۔

عن شعبة عن أبي اسحٰق قال: كان اصحاب عبد الله واصحاب علي لا يرفعون أيديهم الا في افتتاح الصلوة. قال وكيع: ثُمَّ لا يعودون (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)

حضرت ابو اسحٰقؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے اصحاب و شاگرد صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے۔ حضرت وکیعؒ فرماتے ہیں کہ پھر اس کے بعد کسی مقام پر رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

غور کیجیے! حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے یہ اصحاب وشاگرد جو بظاہر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ ہی ہوں گے۔ جن کی تعداد یقیناً ہزاروں سے متجاوز ہوگی جو سب کے سب قرآنِ کریم کے عطا کردہ اعزاز ''أُولَئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ'' اور ''وَاتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ'' سے سرفراز، اسلام کی بزرگ ترین شخصیات، قرآن وحدیث اور شریعت اسلامی کو امت تک پہنچانے والے کیا سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ترک پر اتفاق کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لیے ان حضرات کا یہ عمل بھی اس بات کی راہنمائی کر رہا ہے کہ رفع یدین نہ کرنا ہی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی سنت ہے۔ پھر شاگردوں کا یہ متفقہ عمل بھی بتا رہا ہے کہ ان کے استاذ یعنی حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا بھی یہی طریقہ تھا۔

حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہ بن قیسؒ

عن جابر عن الاسود وعلقمة أنهما كانا يرفعان أيديهما اذا افتتحا ثم لا يعودان.

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۸)۔

ترجمہ:۔ حضرت جابرؒ سے روایت ہے کہ حضرت اسود بن یزیدؒ اور حضرت علقمہؒ نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے تھے، پھر نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ

١ عن ابراهيم، أنه قال: لا ترفع يديك في شئ من صلوتك بعد المرة الأولى. قال محمدٌ: وبه نأخذُ، وهو قولُ أبي حنيفةَ. (کتاب الآثار محمد رقم ٧٣؛ کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ ج ١ ص ٩٦)

ترجمہ:۔ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "تو اپنی نماز میں پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہ کر"۔ حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں: ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

٢ حدثنا ابو حنيفة، عن حماد، عن ابراهيم، أنه قال: "ارفع يديك في التكبيرة الأولى في افتتاح الصلوة، ولا ترفع يديك فيما سواها". (کتاب الآثار لابی یوسف رقم ٩٩)

ترجمہ:۔ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نماز کے شروع میں پہلی تکبیر (تکبیر تحریمہ) کے وقت رفع یدین کر۔ اس کے علاوہ نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کر۔

٣ عن حماد، قال: سألتُ ابراهيم عن ذٰلك فقال: يرفع يديه أول مرةٍ.

(مصنف عبدالرزاق رقم ٢٥٣٥)

ترجمہ:۔ حضرت حمادؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام ابراہیم نخعی سے رفع یدین کے بارے سوال کیا تو حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "نماز میں پہلی مرتبہ ہی رفع یدین کیا جاتا ہے"۔

٤ عن ابراهيم أنه قال لا ترفع الأيدي في شئ من صلاتك بعد المرة الأولى

(جامع المسانید ج ١ ص ٣٥٣)۔

ترجمہ:۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کے بعد کسی جگہ نہ کرو۔

٥ أخبرنا حصين و مغيرة عن ابراهيم أنه كان يقول: اذا كبرتَ في فاتحة الصلوة، فارفع يديك ثُمَّ لا ترفعهما فيما بقي. (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ٢٤٦٠)

ترجمہ:۔ حضرت حصینؒ اور مغیرہؒ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ جب تو نماز کے شروع میں تکبیر (تحریمہ) کہے تو رفع یدین کر۔ پھر باقی نماز میں رفع یدین نہ کر۔

٦ عن حصين و مغيرة عن ابراهيم قال: لا ترفع يديك في شئ من الصلوة الا في الافتتاحة الأولى۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ٢٤٦٢)

ترجمہ:۔ حضرت حصینؒ اور مغیرہؒ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ تو ابتداءِ نماز کے علاوہ باقی کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کر۔

۷ حدثنا أحمد بن عبد الله الوكيل ثنا الحسن بن عرفة ثنا هشيم عن حصين وحدثنا الحسين بن اسماعيل وعثمان بن محمد بن جعفر قالا: نا يوسف بن موسى نا جرير عن حصين بن عبد الرحمن قال: دخلنا على ابراهيم فحدثه عمرو بن مرة قال: صلينا فى مسجد الحضرميين فحدثني علقمة بن وائل عن أبيه أنه رأى رسول الله ﷺ يرفع يديه حين يفتتح الصلاة واذا ركع واذا سجد فقال ابراهيم: "ما أرى أباك رأى رسول الله ﷺ الا ذلك اليوم الواحد فحفظ ذلك وعبد الله لم يحفظ ذلك منه". ثم قال ابراهيم: "انما رفع يدين عند افتتاح الصلاة". لفظ جرير۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴ رقم ۱۱۰۸ طبع نشر السنۃ ملتان؛ أخرجه البيهقى فى السنن الكبرىٰ ج ۲ ص ۸۱ باب من لم يذكر الرفع الا عند الافتتاح؛ والطبرانی فی الكبير ج ۲۲ ص ۱۲ من طريق حصين بهذا الاسناد؛ وأخرجه أيضاً البخارى فى رفع اليدين رقم ۲۲ من طريق حصين به)۔

ترجمہ:۔ حضرت حصین بن عبدالرحمٰن فرماتے ہیں کہ: ہم حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے پاس آئے تو حضرت عمرو بن مرہؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے بیان کیا کہ ہم نے حضرمی قبیلے کی مسجد میں نماز پڑھی۔ تو مجھ سے حضرت علقمہ بن وائلؒ نے بیان کیا کہ انہوں نے اپنے باپ حضرت وائلؓ سے سنا کہ ان کے باپ نے دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے، جب نماز شروع کرتے، جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے تھے۔ تو حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو تیرے باپ نے اسی ایک دن ہی رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ تو کیا اس نے یاد کرلیا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یاد نہ رکھا؟ پھر حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "بے شک رفع یدین تو صرف نماز کے شروع میں ہی کرنا چاہیے"۔

۸ حضرت عمرو بن مرہؒ نے حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت بیان کی تو حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ شاید حضرت وائل بن حجرؓ نے صرف ایک اسی دن جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور اس رفع یدین کو یاد رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے والے تھے) ان میں سے کسی ایک نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہ رکھا ۔ ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو اٹھاتے تھے"۔ (مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷)

میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا، صحابہ رضی اللہ عنہم و

۹ دوسری روایت میں ہے کہ جب میں نے رفع یدین کی روایت بیان کی تو امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا: ''عجیب بات ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ جو صرف ایک آدھ دن کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے)۔ انہوں نے تو رفع یدین دیکھی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ساری عمر حضور ﷺ کے ساتھ رہے۔) انہوں نے آپ ﷺ کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا۔'' (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۹)

۱۰ حضرت مغیرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ کے سامنے بیان کی تو آپؒ نے فرمایا: ''حضرت وائلؓ نے ایک مرتبہ یہ کرتے دیکھا جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاسوں مرتبہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔'' (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۸)

۱۱ حضرت امام حمادؒ فرماتے ہیں کہ امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''حضرت وائل بن حجرؓ ایک دیہاتی بزرگ تھے۔ انہوں نے ایک آدھ دفعہ کے علاوہ کبھی جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ کیا وہ (حاضر باش صحابہ رضی اللہ عنہم) حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (خلفائے راشدینؓ) سے زیادہ بڑے عالم تھے کہ انہوں نے تو رفع یدین کو یاد رکھا اور ان اکابر نے یاد نہ رکھا'' (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

۱۲ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ نے فرمایا: ''آپؓ (حضرت وائلؓ) ایک دیہاتی تھے جو اسلام سے پورے واقف نہ تھے۔ آپؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف ایک نماز ادا کی۔ مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلامی شرائع اور حدود کے پورے عالم تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے احوال کی جستجو فرمانے والے تھے۔ آپؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے تھے۔ سفر و حضر میں حضور ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں'' (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ تابعین میں مرجع الخلائق تھے۔ آپؒ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی نمازیں پڑھتے دیکھا۔ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کو بھی دیکھا۔ آپؒ خیر القرون کے متعلق چشم دید شہادت دے رہے ہیں کہ نہ کسی کو رفع یدین والی نماز پڑھتے دیکھا، نہ سنا۔ آپؒ رفع یدین کا مسئلہ سن کر نہایت غضبناک ہوتے اور اسے تواترِ عملی کے بالکل خلاف قرار دیتے۔ گویا رفع یدین کی مثال بالکل ایسی تھی

جیسے قرآن پاک کی متواتر قراءت کے خلاف کوئی شاذ قراءت سننے میں آئے تو قابل عمل نہ ہوگی۔

اثرِ ابوبکر بن عیاش ؒ

عن ابی بکر بن عیاش رحمہ اللہ قال: "ما رأیتُ فقیهاً قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرة الأُولیٰ" (طحاوی رقم ۱۳۳۲)۔

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ (پیدائش ۱۰۰ھ، وفات ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں: ''میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا''

۱ ان روایات سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدینؓ، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعین رفع یدین نہ کرتے تھے۔

۲ نیز ان روایات سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں کسی مسجد میں رفع یدین کرنے والا کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا۔

۳ خلفائے راشدینؓ، اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعین رفع یدین کی روایت کو بالکل متروک العمل سمجھتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ

عن سفیان بن مسلم الجهنی قال: کان ابن ابی لیلیٰ یرفع یدیه اول شئ اذا کبر۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۶)۔

حضرت سفیان بن مسلم جہنیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰؒ صرف ابتداء نماز میں رفع یدین کرتے تھے، جب تکبیر کہتے تھے۔

حضرت عامر الشعبیؒ، حضرت ابواسحٰق سبیعی

قال عبد الملك ورأیت الشعبی و ابراهیم وابا اسحٰق لا یرفعون أیدیهم الا حین یفتتحون الصلوٰة (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹)۔

حضرت عبدالملک بن ابجرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شعبیؒ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ابواسحٰق سبیعیؒ کو دیکھا ہے۔ یہ لوگ ابتداء نماز کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عن اشعث عن الشعبی أنه کان یرفع یدیه فی اول التکبیر ثم لا یرفعهما۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۹)۔

ترجمہ:۔ ''حضرت امام شعبیؒ سے مروی ہے کہ وہ تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے''۔ حضرت امام شعبیؒ وہ جلیل القدر تابعی ہیں جن کو پانچ سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔

حضرت خیثمہؒ

عن الحجاج عن طلحة عن خيثمة و ابراهيم قال: كانا لا يرفعان ايديهما الا فى بدء الصلوة (مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۲)۔

حضرت طلحہؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خیثمہؒ اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ دونوں رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز کے شروع میں۔

حضرت امام محمدؒ

حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں:

فاما رفع اليدين فى الصلوة فانه يرفع اليدين حذو الاذنين فى ابتداء الصلوة مرة واحدة. ثم لا يرفع فى شيء من الصلوة بعد ذلك. وهذا كُلُّه قول ابى حنيفة رحمه الله. وفى ذلك آثار كثيرة. (مؤطا امام محمدؒ تحت حدیث ۱۰۴؛ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳؛ مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ: رفع یدین تو ابتداء نماز میں دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھا کر ایک ہی دفعہ کرے۔ پھر نماز کے کسی حصہ میں بھی رفع یدین نہ کرے۔ یہی قول حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ اس ترکِ رفع یدین کے بارے آثار (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ) بہت ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ (المتوفی ۱۵۰ھ) نے فرمایا: ''کسی فقیہہ صحابیؓ سے (جن کا فتویٰ دور نبوی میں چلتا رہا) رفع یدین بوقتِ رکوع صحت کو نہیں پہنچتی'' (مسند امام اعظمؒ رقم ۹۷)۔

حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں: ''عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانے کے عالم تھے۔ اس کے بعد امام شعبیؒ اپنے زمانے کے عالم ہوئے اور اس کے بعد امام ابوحنیفہ۔ یعنی یہ تینوں اپنے اپنے دور میں بے مثال تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی نظیر میری آنکھوں نے نہیں دیکھی'' (موفق ج ۲ ص ۵۱)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''مذہب حنفی کی بنیاد عبداللہ بن مسعودؓ کے فتاویٰ، حضرت علیؓ کے فیصلے و فتاویٰ اور قاضی شریحؒ وغیرہ قضاۃ کوفہ کے فتاویٰ پر ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان حضرات کے آثار کو سامنے رکھ کر استنباط و استخراج مسائل کیا۔ نیز حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ان کے

تلامذہ کے مسلک سے بہت کم انحراف کرتے تھے“ (الانصاف فی سبب الاختلاف)۔

خطیب بغدادی نے یہ روایت نقل کی ہے: ”عباسی خلیفہ ابوجعفرؒ نے امام صاحبؒ سے دریافت کیا کہ آپؒ نے کن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علم حاصل کیا ہے تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردوں سے علم حاصل کیا ہے (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۴)۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ”حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے روایت کی گئی ہے، وہ فرماتے تھی: ”جس مسئلہ پر حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ متفق ہو جائیں، تو اس کے خلاف بات نہ سنی جائے کیونکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ قیاس کے زیادہ ماہر ہیں۔ حضرت امام ابو یوسفؒ روایت حدیث کے زیادہ عالم ہیں اور حضرت امام محمدؒ عربی زبان کے زیادہ عالم ہیں۔ (العرف الشذی ص ۴۸۷ طبع رحیمیہ، دیوبند)۔ ترکِ رفع یدین پر یہ سب حضرات بحمد اللہ تعالیٰ متفق ہیں۔

تعامل اہل شام

محدث اور فقیہ شام حضرت امام اوزاعیؒ کا مناظرہ حضرت امام ابوحنیفہؒ سے رفع یدین کے مسئلہ پر ہوا تھا (مسند امام اعظم رقم ۹۷؛ تفصیل کے لیے دیکھیے ۴.۱۲)۔ حضرت امام اوزاعیؒ اس سے قبل تو رفع یدین کے حامی تھے (الاستذکار ج ۲ ص ۱۲۶) مگر پھر اس کو منسوخ سمجھنے لگے۔ جیسا کہ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسىٰ قال: يا ابا عمرو ما تقول فى رفع الايدى مع كل تكبيرة وهو قائم فى الصلوٰة قال: ذٰلك الامر الاول (جزء رفع الیدین للبخاری رقم ۱۰۶)

”حضرت فدیک بن سلیمان ابوعیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: ”اے ابوعمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟“ امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے“۔ اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفع یدین کو حضرت امام اوزاعیؒ نے امرِ اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔ اسی لیے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ شام میں ترکِ رفع یدین کے بارے میں فرماتے ہیں: ”یہی حال خمول (گمنامی) رفع یدین امام اوزاعیؒ کے زمانہ میں شام میں تھا“ (نیل الفرقدین ص ۱۶۳، ۱۶۴ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

❁❁❁❁❁

باب ۷

رفع یدین کا منسوخ ہونا

گذشتہ ابواب میں احادیث مبارکہ اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کرام رحمہم اللہ کی روشنی میں یہ بات بیان کردی گئی ہے کہ رفع یدین صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہی کرنا ہے۔ اس کے بعد پوری نماز میں کسی جگہ نہیں۔ اس ایک رفع یدین کے علاوہ جو متنازعہ رفع یدین ہے، وہ منسوخ ہے۔ احناف کے نزدیک ترکِ رفع یدین ہی سنتِ صحیحہ مستمرہ (دائمی) ہے۔ نماز میں پہلے کئی جگہ رفع یدین تھا جو آہستہ آہستہ متروک ہوکر صرف نماز کے شروع میں باقی رہ گیا۔ ہم لوگ عدمِ رفع یدین کے قائل نہیں ہیں کہ نماز میں مطلقاً نفی کرتے ہیں تاکہ ہمیں یہ الزام دیا جاسکے کہ احادیث میں رفع یدین کا ثبوت ہے اور ثبوت کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے بلکہ احناف ایک وقت تک رفع یدین کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے متروک ہونے کے قائل ہیں کیونکہ ترک فعل کی فرع ہے۔ فعل پہلے ہوتا ہے اور ترک بعد میں ہوتا ہے۔ گویا رفع یدین اور ترکِ رفع یدین دونوں ان کے علم میں ہیں۔ لہٰذا علم کا زیادہ ہونا انہیں کے ساتھ ہے اور ترجیح ہمیشہ مثبت زیادت ہی کو ہوتی ہے۔ اس لیے انہی کی بات کو ترجیح ہے کہ پہلے نماز میں کئی جگہ رفع یدین تھا جو آہستہ آہستہ متروک ہوکر صرف نماز کے شروع میں باقی رہ گیا۔ لہٰذا احادیث رفع یدین اور ترکِ رفع یدین میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ احادیث رفع یدین پہلے کی ہیں اور احادیث ترکِ رفع یدین بعد کی ہیں۔ اس لیے انہی پر عمل کیا جائے گا۔ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں:

"لما أن رفع اليدين كان مشروعاً في اول الاسلام ، ثمّ نسخ شيئاً فشيئاً الا في الافتتاح"۔ (تقریر ترمذی ص ۳۹ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی)

ترجمہ:۔ رفع یدین اسلام کے شروع کے زمانہ میں مشروع تھا۔ پھر آہستہ آہستہ منسوخ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ صرف تکبیرِ تحریمہ والا رفع یدین باقی رہ گیا۔

دوامِ رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں ہے

رفع یدین کا دوام کسی حدیث سے ثابت نہیں ہے یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز میں

آخر عمر تک رفع یدین کیا ہو۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے، بلکہ بہت ممکن ہے کہ آپ ﷺ نے آمین بالجہر کی طرح کبھی کبھار رفع یدین کیا ہو۔ چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے ادلۂ کاملہ میں غیر مقلدین سے جواب میں دوامِ رفع یدین کی دلیل طلب کی ہے کیونکہ اس کے بغیر مدعیٰ ثابت نہیں ہو سکتا: ''آپ ہم سے رفع یدین نہ کرنے کی حدیثِ صحیح متفق علیہ مانگتے ہیں جو در بارۂ عدمِ رفع نصِّ صریح بھی ہو۔ ہم آپ سے دوامِ رفع یدین کی نصِ صریح، متفق علیہ، کے طالب ہیں۔ اگر ہو تو لائیے اور دس کے بدلے بیس لے جایئے ورنہ کچھ تو شرمایئے''۔ (ادلۂ کاملہ ص ۳۵)

رفع یدین کے آخری عمل ہونے کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے

اس بات کی بھی کوئی دلیل نہیں ہے کہ رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل تھا اور ترکِ رفع یدین پہلا عمل تھا۔ اگر ایسی دلیل ہوتی تو یہ کہا جا سکتا تھا کہ پہلے رفع یدین نہیں تھا، بعد میں بڑھایا گیا۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے ادلۂ کاملہ میں غیر مقلدین سے رفع یدین کے آخری عمل ہونے کی دلیل طلب فرمائی ہے، جسے آج تک کوئی پیش نہیں کر سکا، نہ قیامت تک کوئی پیش کر سکتا ہے۔ اور دلیل میں گنجائش رکھی ہے کہ نص صریح، حدیث متفق علیہ ہونا ہی ضروری نہیں ہے۔ قابلِ استدلال روایت سہی، اگرچہ وہ حسن لغیرہ کے درجہ کی ہو، یہ بات ثابت کی جائے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں:

''اور یہ بھی نہ ہو تو آپ آخری وقتِ نبوی ﷺ ہی میں کسی نص سے آپ ﷺ کا رفع یدین ثابت کیجیے۔ اور دس کی جگہ بیس لیجیے۔ اور نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجیے! زیادہ وسعت چاہیے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے، چہ جائے کہ متفق علیہ ہو''۔

(ادلۂ کاملہ ص ۳۵)

متبعِ حدیث کون ہے؟

جب رفع یدین کا نہ دوام ثابت ہے، نہ آخری عمل ہونا ثابت ہے اور نسخِ رفع یدین کے قرائن موجود ہیں تو بتایئے کہ منسوخ حدیثوں پر عمل کرنے والا حدیث کی پیروی کرنے والا کہلائے گا، یا ناسخ اور معمول بہا حدیثوں پر عمل کرنے والا متبعِ سنتِ نبوی ہوگا؟ چنانچہ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ نے ادلۂ کاملہ میں غیر مقلدین سے یہ سوال کیا ہے:

''اگر اس پر بھی آپ سے کچھ نہ بن آئے تو پھر آپ ہی فرمائیں کہ اب متبعِ حدیث وسنت

کون ہے؟ آپ یا ہم؟" (ادلۂ کاملہ ص ۳۵)۔

حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

حضرت امام طحاویؒ، شیخ ابن الہمامؒ اور علامہ عینیؒ جو رفع یدین کو منسوخ کہتے ہیں۔ اس کی وجہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حسنِ ظن ہے کیونکہ جن صحابہ رضی اللہ عنہم (مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علیؓ) نے رفع یدین کی احادیث روایت کی ہیں۔ وہ خود رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔ اب اگر رفع یدین سنتِ مؤکدہ یا واجب ہوتی تو یہ صحابہ رضی اللہ عنہم باوجود حدیث روایت کرنے کے تارکِ سنت کیوں تھے؟ اور تارکِ سنت کی تو روایت ہی مقبول نہیں۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ سوءِ ظن درست نہیں کہ وہ سنت کو روایت کر کے پھر اس پر عمل نہ کر کے لم تقولون مالا تفعلون کے مصداق بنے بلکہ ان سے حسنِ ظن رکھا جائے گا کہ ان کو جس طرح ثبوت رفع یدین کا علم تھا۔ اس کے نسخ کا بھی علم تھا اور ان کا عمل اس نسخ کا مؤید تھا۔ (التعلیق الممجد ص ۱۳۵، ۱۳۶ ملخصاً)

حضرت شیخ الہندؒ نے جو رفع یدین کے منسوخ اور ترکِ رفع یدین کے دوام کا فرمایا ہے۔ اس کے کئی دلائل ہیں۔ جن میں سے کچھ یہاں بیان کیے جاتے ہیں۔

نماز میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کی واضح دلیل

روایات کا جائزہ لینے سے یہ بات صراحت سے معلوم ہوتی ہے کہ پہلے نماز میں بہت سے امور جائز تھے، جو بعد میں ختم کر دیئے گئے۔ ابوداؤد (رقم ۵۰۶) میں حضرت معاذؓ کی روایت ہے، جس میں نماز میں تین تغیرات کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ پہلے مسبوق جب آتا تھا تو کسی نمازی سے پوچھ لیتا تھا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں؟ پھر وہ فوت شدہ رکعتوں کو پڑھ کر نماز میں شریک ہوتا تھا۔ اسی طرح پہلے نماز میں سلام کا جواب دینا جائز تھا۔ پھر جب آیت: حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ۔ (البقرۃ: ۲۳۸)، [(تمام) نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کا۔ اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو] نازل ہوئی تو نماز میں بولنے کی ممانعت کر دی گئی۔ اسی طرح پہلے دورانِ نماز سلام کا اشارہ سے جواب دینا جائز تھا۔ مسجدِ ضرار کے قصے میں جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا کی مسجد میں تشریف لے گئے تھے تو اہل قبا میں سے جو بھی آتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوئے اشارہ سے ان کو جواب دیتے تھے۔

اسی طرح نماز میں ایک تبدیلی یہ ہوئی کہ ایک وقت تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو سلام کے وقت دونوں ہاتھوں کے ساتھ دائیں بائیں اشارہ بھی کرتے۔ پھر جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے منع فرما دیا اور ہاتھوں سے اشارہ کیے بغیر صرف السلام علیکم ورحمة اللہ کہنے کا حکم فرمایا۔ جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث جو مسلم شریف (ج ا ص ۱۸۱) میں ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو ''السلام علیکم ورحمة اللہ'' کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو'' (مسلم رقم ۹۷۰)۔ دوسری حدیث کی دوسری روایت جس کے آخر میں الفاظ یہ ہیں: **اذا سلم أحدکم فلیلتفت الی صاحبه ولا یؤمی بیده**۔ (مسلم رقم ۹۷۱)۔ تم میں سے جب کوئی (نماز کے آخر میں) سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کرے۔ (اور صرف زبان سے السلام علیکم ورحمة اللہ کہے) اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

دیکھیے! اس حدیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز باجماعت میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے سلام کے وقت ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرنا اور پھر رسول اللہ ﷺ کا اس سے منع فرمانا مذکور ہے لیکن جب تک رسول اللہ ﷺ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ اس وقت تک انہیں آپ ﷺ کی خاموش تائید حاصل تھی کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا یہ معجزہ تھا کہ آپ ﷺ کو نماز میں اپنے پیچھے بھی دکھائی دیتا تھا۔ اس لیے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرے پیچھے نماز میں سکون کے ساتھ کھڑے ہوا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ لہٰذا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سلام کے وقت ہاتھوں کے ساتھ اشارہ کرنا ایک دن بھی مخفی نہیں رہا لیکن جب تک آپ ﷺ نے اس سے منع نہیں فرمایا تو اسے آپ ﷺ کی خاموش تائید حاصل رہی جس کی بنا پر اسے کم از کم مباح قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب اس سے منع فرمایا تو سرکش گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ دے کر اس سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں کیے جانے والے کسی مباح عمل سے روکنے کے لیے کسی قسم کی ناپسندیدہ تشبیہ دے کر اس سے روکنا اس کی توہین وتحقیر نہیں ہے۔ کیونکہ جب روکنا ہی طے پایا تو کسی لفظ سے بھی اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے آگے چل کر جب باقی مواقع میں رفع یدین سے روکنے کا ارادہ فرمایا تو اس کے لیے بھی یہی انداز اختیار فرمایا گیا جیسا کہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ہم مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس

تشریف لائے۔ ہمیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر استفہامِ انکاری کے پیرائے میں اس سے منع فرمایا اور نماز میں سکون کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔

عن جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی الله عنه قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ. فَقَالَ: "مَالِي أَرَاكُم رَافِعِيْ أَيْدِيْكم كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ؛ أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ"۔

(صحیح مسلم: الأمر بالسکون فی الصلاۃ رقم ۹۶۸ واللفظ لہ؛ سنن نسائی رقم ۱۱۶۵؛ ابو داؤد رقم ۱۰۰۰؛ طحاوی رقم ۲۵۶۹؛ مسند احمد رقم ۲۰۳۶۲، ۲۰۴۵۰، ۲۰۴۵۶، ۲۰۴۲۲، ۲۰۵۲۲؛ جزء رفع یدین بخاری رقم ۳۷)

ترجمہ:۔ حضرت جابر بن سمرۃ ؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: ''کیا بات ہے! میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔

اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے تین مختلف انداز سے نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے:

۱۔آپ ﷺ کا ارشادگرامی ''مالی أراکم'' جو استفہام انکاری کے لیے ہے۔جس کا مطلب سوال کے پیرائے میں کسی کام سے روکنا ہوتا ہے۔

۲۔آپ ﷺ کا ارشادگرامی ''كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ'' اس میں ہاتھوں کو گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ دے کر نماز میں رفع یدین کے ناپسندیدہ ہونے کی طرف اشارہ مقصود ہے۔

۳۔آپ ﷺ کا ارشادگرامی ''أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ'' اس میں صراحت کے ساتھ نماز میں سکون سے رہنے کا حکم ہے۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے: ''أُسْكُنُوْا فِي الصَّلَاةِ'' جو کہ نماز میں سکون کو واجب ہونے پر دلالت کرتا ہے۔نماز میں رفع یدین سکون کے منافی ہے (اعلاء السنن ج ۳ ص ۵۶)۔

جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تحریمها التکبیر و تحلیلها التسلیم'' یعنی تکبیر تحریمہ کے بعد سلام پھیرنے تک نماز کا اندرون ہے۔اس کو ''فی الصلوٰۃ'' کہتے ہیں۔نماز کے اندر کسی جگہ رفع یدین کرنا خواہ وہ دوسری، تیسری، چوتھی رکعت کے شروع میں ہو یا رکوع میں جاتے اور سر اٹھاتے یا سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت ہو۔اس رفع یدین پر رسول اللہ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا اور اس کو شریر گھوڑوں کے فعل سے تشبیہ بھی دی۔اس رفع یدین کو خلاف سکون بھی فرمایا۔اور پھر حکم دیا کہ نماز سکون سے یعنی بغیر رفع یدین کے پڑھا کرو۔مسلم شریف کی اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے رفع

یدین کرنے والوں کو سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم دیا چونکہ رفع یدین کرنا سکون کے منافی ہے لہٰذا ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق سکون کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے۔

مکہ مکرمہ کے مشہور محدث شارحِ مشکوٰۃ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ''رواه مسلم ويفيد النسخ'' (شرح نقایہ ج ۱ ص ۷۸)۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین چھوڑ چکے اور جناب رسول اللہ ﷺ کے حاضر باش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی چھوڑ چکے تھے۔ ہاں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم لاعلمی کی وجہ سے کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کو سختی سے ڈانٹ کر روک دیا۔ چنانچہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم رک گئے، جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت (ابوداؤد رقم ۷۲۸) میں آیا ہے کہ جب آپؐ دوبارہ تشریف لائے تو بلا استثناء سب صحابہ رضی اللہ عنہم کو صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے پایا اور جیسا کہ میمون مکی کی روایت (ابوداؤد رقم ۷۳۹) سے پتہ چلا کہ صحابہ، تابعینؒ اور تبع تابعین رفع یدین کے تارک تھے۔ اور جیسا کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نے نہ کسی صحابیؓ کو رفع یدین کرتے دیکھا، نہ سنا'' (مؤطا امام محمد رقم ۱۰۷) بلکہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے تو اس حدیث کے موافق ناراضگی کا اظہار فرمایا۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: تکبیرِ تحریمہ کے بعد انتقالات میں رفع یدین کئی حدیثوں میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ نے اسے ترک فرمایا۔ اس کے بعد بھی جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو اسے منسوخ کیا اور اس سے منع فرمایا۔ اس پر تمیم بن طرفه عن جابر بن سمره رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: رقم ۹۶۸) کی حدیث دلالت کرتی ہے'' (بَذلُ المجہود ج ۴ ص ۲۸۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس حدیث کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ بعض حضرات نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس حدیث میں سلام کے وقت اشارہ کرنے کی ممانعت فرمائی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم ہی میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی دوسری حدیث ہے: ہم جب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے، تو ''السلام علیکم ورحمة اللہ'' کہتے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم ہاتھوں سے اشارہ کس لیے کرتے ہو؟ جیسے وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دمیں ہوں۔ تمہارے لیے یہی کافی ہے کہ ہاتھ رانوں پر رکھے ہوئے دائیں بائیں اپنے بھائی کو سلام کیا کرو۔''

ان دونوں حدیثوں میں چونکہ ''كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمُسٍ'' فقرہ آ گیا ہے۔ غالباً اس سے

ان حضرات کا ذہن اس طرف منتقل ہو گیا ہے کہ یہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ سے متعلق ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں۔ جو شخص ان دونوں حدیثوں کے سیاق پر غور کرے گا۔ اسے یہ سمجھنے میں قطعاً دشواری نہیں ہوگی کہ یہ دونوں واقعے الگ الگ ہیں۔ ان دونوں کا مضمون ایک دوسری سے یکسر مختلف ہے۔

۱۔ پہلی حدیث میں ہے کہ ہم اپنی نماز میں مشغول تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ دوسری حدیث میں نماز باجماعت کا ذکر ہے۔

۲۔ پہلی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا اور اس پر نکیر فرمائی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سلام کے وقت دائیں بائیں اشارہ کرنے پر نکیر فرمائی۔

۳۔ پہلی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم فرمایا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے سلام پھیرنے کا طریقہ بتایا۔

۴۔ یہ دونوں حدیثیں الگ الگ سندوں سے مذکور ہیں۔ پہلی حدیث کے راوی دوسرے واقعے کی طرف کوئی اشارہ نہیں کرتے۔ دوسری حدیث کے راوی پہلے واقعے سے کوئی تعرض نہیں کرتے۔

اس لیے دونوں حدیثوں کو جن کا الگ الگ مخرج ہے، الگ الگ قصہ ہے، الگ الگ حکم ہے۔ ایک ہی واقعے سے متعلق کہہ کر دل کو تسلی دے لینا کسی طرح بھی صحیح نہیں (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص ۴۶۷)

اور اگر بطور تنزل تسلیم بھی کر لیا جائے کہ دونوں حدیثوں کی شانِ ورود ایک ہے تب بھی یہ مسلمہ اصول ہے کہ خاص واقعے کا اعتبار نہیں ہوتا، بلکہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین پر نکیر فرمائی ہے اور اس کے بجائے نماز میں سکون اختیار کرنے کا حکم دیا ہے تو اس سے ہر صاحبِ فہم سمجھے گا کہ رفع یدین سکون کے منافی ہے اور آپ ﷺ نے اسے ترک کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ مزید یہ کہ جب بوقتِ سلام رفع یدین کو سکون کے منافی سمجھا گیا، حالانکہ وہ نماز سے خروج کی حالت ہے، تو نماز کے عین وسط میں سکون کی ضرورت اس سے بدرجہا بڑھ کر ہوگی۔ اس لیے یہ روایت علاوہ دیگر قرائن کے نسخ کی واضح دلیل ہے (دیکھیے باب ۴، عنوان نمبر ۴.۵)۔

نماز میں بتدریج رفع یدین کا ختم ہونا

پہلے نماز میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کیا جاتا تھا۔ پھر تدریجاً اس کو ختم کیا گیا اور صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت باقی رہا۔ لہٰذا جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ترکِ رفع یدین ہے۔ اگر

احادیث کا جائزہ لیا جائے تو درجِ ذیل مقامات میں رفع یدین کا ذکر ملتا ہے۔

رفع یدین کے مقامات کا ذکر

۱۔ بعض روایات میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث ابنِ مسعود، نسائی رقم ۱۰۲۶، ۱۰۵۸؛ حدیث وائل بن حجر: ابوداؤد رقم ۷۲۵، "يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ التَّكْبِيْرَةِ" ای: تکبیرۃ الافتتاح، بذل المجھود ج ۴ ص ۲۹۰)

۲۔ بعض روایات میں رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث ابن عمر مؤطا مالک رقم ۲۰۰، ۲۰۵)

۳۔ بعض روایات میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے

(حدیث ابن عمرؓ بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۶)

۴۔ بعض روایات میں سجدے کو جاتے ہوئے بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث مالک بن الحویرثؓ نسائی ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۷۲، رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۱۴۳)

۵۔ بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث ابن عباس ابوداؤد ص ۱۰۸ رقم ۷۴۰؛ حدیث مالک بن الحویرثؓ نسائی ج ۱ ص ۱۷۲، رقم ۱۱۴۳)

۶۔ بعض روایات میں دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث وائل بن حجرؓ: "وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُوْدِ" ابوداؤد رقم ۷۲۳)

۷۔ بعض روایات میں تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

(حدیث ابن عمرؓ بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۹، "وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ"؛ حدیث ابو حمید الساعدیؓ ابوداؤد رقم ۷۳۰، ترمذی رقم ۳۰۴ "ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ"؛ حدیث ابوہریرہؓ ابوداؤد ص ۱۰۸ رقم ۷۳۸، حدیث ابن عمرؓ ابوداؤد ص ۱۰۹ رقم ۷۴۱، ۷۴۳؛ حدیث علیؓ ابوداؤد ص ۱۰۹، ۱۱۱، رقم ۷۴۴)

۸۔ بعض روایات میں ہر اونچ نیچ (عند کل خفض و رفع) کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً حدیث عمیر بن حبیبؓ: ابن ماجہ ص ۶۲ رقم ۸۶۱ "يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيْرٍ"؛

حدیث ابن عباس: ابن ماجہ رقم ۸۶۵)۔

حضرات غیر مقلدین میں سے مولانا ابوحفص عثمانی نے "فضل الودود فی تحقیق رفع الیدین للسجود" اور ابومحمد عبدالحق الہاشمی نے "فضل الودود فی تحقیق رفع الیدین للسجود" نے اس مسئلہ پر رسائل لکھے ہیں۔ اسی طرح غیر مقلدین کی مرکزی اور مسلمہ کتاب فتاوی علمائے حدیث

(ج ۴ ص ۳۰۶) میں ہے:

"سجدوں کے وقت رفع یدین کی حدیث بلاشک صحیح ہے" الخ۔

سجدوں کے وقت رفع الیدین کی کچھ مزید احادیث

۱۔ أخبرنا محمد بن المُثنّٰی، قال: حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عن قَتَادَةَ، عن نصر بن عاصمٍ، عن مالك بن الحويرثِ: أنّهٗ رَأَى النبيَّ ﷺ رفع يديه في صلوته، وإذا ركع، وإذا رفع رأسه من الركوع، وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجودِ حتّٰی يُحاذِيَ بهما فروعَ أُذُنَيهِ۔ (صحیح نسائی باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۵؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)۔

حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ: "انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز کے شروع میں، رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر، رفع یدین کرتے دیکھا"۔

۲۔ عن مالك بن الحويرثِ: أنّ نبيَّ اللهِ ﷺ كان إذا دخل في الصلاةِ رفع يديهِ، وإذا ركع فعل مثل ذٰلك، وإذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذٰلك، وإذا رفع رأسه من السجودِ فعل مثل ذٰلك، كُلَّه. يعني: رفع يديه (صحیح نسائی، رقم الحدیث ۱۱۴۳؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

اس حدیث میں "جب سجدہ کرتے" سے دونوں سجدے مراد ہیں۔ اور "جب سجدہ سے سر اُٹھاتے" سے دونوں سے سر اٹھانا مراد ہے۔ اس طرح دو سجدوں میں چار دفعہ رفع یدین ثابت ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: بہت زیادہ صحیح روایت جس پر میں مطلع ہوا ہوں وہ ہے جو نسائی نے روایت کی ہے جس میں رفع یدین فی السجود کا ذکر ہے۔ اور سعید بن ابی عروبہ اس کے روایت کرنے میں منفرد نہیں بلکہ ہمام عن قتادہ اس کے متابع ہیں۔ اس کو ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹ طبع دارالسلام، ریاض)۔

مشہور غیر مقلد علامہ البانی فرماتے ہیں: "وهي عند النسائي أيضاً (۱/۱۵۸) وزاد في رواية له (۱/۱۶۵): وإذا سجد، وإذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه. وسنده صحيح" (مشکوٰۃ بتحقیق البانی ج۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۷۹۵)۔ نسائی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ "اور جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے اور جب آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے"۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

علامہ البانیؒ دوسجدوں میں رفع یدین کی احادیث پر بحث کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:
''امام نسائی، امام احمد اور امام ابن حزم نے مسلم کی شرط پر صحیح سند کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور ابوعوانہ نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری میں ہے'' (تمام المنۃ ص ۱۷۲)۔

نیز فرماتے ہیں: رفع الیدین سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے اس میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث مروی ہیں۔ جن کی تخریج میں نے اپنی کتاب التعلیقات الجیاد میں کی ہے۔ ان میں سے حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث بھی ہے۔ (تمام المنۃ ص ۱۷۲)

۳۔ عن أنس أن النبی ﷺ کان یرفع یدیه فی الرکوع والسجود۔
(مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۰ رقم ۲۵۸۵، وقال رواہ ابویعلی ورجالہ رجال الصحیح)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجود میں رفع یدین کرتے تھے۔

۴۔ عن ابن عمر أن النبی ﷺ کان یرفع یدیه عند التکبیر للرکوع وعند التکبیر حین یهوی ساجداً۔ (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۲۲۱ رقم ۲۵۹۰ وقال رواہ الطبرانی فی الأوسط وهو فی الصحیح خلا التکبیر للسجود، واسنادہ صحیح)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع کے لیے تکبیر کہتے وقت اور سجدے کے لیے جھکتے وقت تکبیر کہتے ہوئے رفع یدین کرتے تھے''۔

۵۔ عن أبی هریرة قال رأیت رسول الله ﷺ یرفع یدیه فی الصلوٰة حذو منکبیه حین یفتتح الصلوٰة، وحین یرکع، وحین یسجد۔

(رواہ ابن ماجہ رقم ۸۶۰؛ ورواته کلهم ثقات الا اسماعیل بن عیاش، وهو صدوق، وفی روایته عن غیر الشامیین کلام: آثار السنن ص ۱۵۱ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں افتتاح صلوٰۃ، رکوع کے وقت اور سجدہ کے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے دیکھا۔

۶۔ عن وائل بن حجر، قال صلّیتُ مع رسول الله ﷺ فکان اذا کبّر رفع یدیه.... واذا اراد أن یرکع أخرج یدیه ثم رفعهما...... واذا رفع رأسه من السجود أیضاً رفع یدیه۔
(ابوداؤد رقم ۷۲۳؛ الجوہر النقی ج ۲ ص ۷۳ ۱۔ هذا سند صحیح، خزائن السنن ص ۳۵۸)۔

اس حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر موجود ہے۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں: ''وزاد ابوداؤد فی روایته: واذا رفع رأسه من السجود أیضاً رفع یدیه۔ وسنده صحیح علی شرط مسلم کما حققته فی ''صحیحه'' (۷۱۴)''

(تعلیقات الالبانی علی المشکوٰۃ ج۱ ص۲۴۹ حاشیہ حدیث نمبر ۷۹۷)

۷۔ مسندِ ابوعوانہ (ج۱ ص۳۳۶ رقم ۱۲۶۳ طبع بیروت) کی روایت میں ہے: "كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ"۔ "رکوع اور سجدے میں رفع یدین کرتے تھے"۔

بہت سے محدثین بھی عند السجدۃ رفع یدین کے قائل تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں: "وقال ابوبکر ابن المنذر وابو علی الطبری رحمہ اللہ من اصحابنا وبعض اهل الحديث يستحب ايضاً فی السجود" (نووی شرح مسلم ج۱ ص۱۶۸)۔

ابن رشد لکھتے ہیں: وذهب بعض اهل الحديث الى رفعهما عند السجود وعند الرفع منه (بدایۃ المجتہد ج۱ ص۱۲۹)۔

علامہ البانیؒ فرماتے ہیں: "وكان احياناً يرفع يديه اذا سجد" (صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ ص۱۲۱)۔ اور کبھی رفع یدین سجدہ کرتے وقت بھی کرتے تھے۔

اس پر حاشیہ نمبر ۵ لگا کر لکھتے ہیں: اس حدیث کی تخریج نسائی، دارقطنی اور المخلص فی الفوائد (۱/۲/۲) میں دو سندوں سے کی ہے۔ اور یہ رفع یدین دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا گیا ہے۔ اور اس کی مشروعیت کی طرف سلف میں سے حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حسن بصریؒ، طاؤس رحمہ اللہ اور اس کا بیٹا عبداللہؒ، نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ، سالمؒ بن عبداللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمدؒ، عبداللہ بن دینارؒ اور عطاءؒ اس کے قائل ہو گئے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا ہے کہ سنت میں سے ہے۔ اور اس پر امام احمد بن حنبل نے عمل کیا ہے اور ایک قول امام مالک اور شافعی کا بھی ہے (صفۃ صلوٰۃ النبی ﷺ ص۱۲۱)۔

شبہ:۔ امام ابوداؤدؒ نے کہا ہے: "ہمام نے عند السجدۃ رفع یدین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ عبدالوارث بن سعیدؒ نے کیا ہے"۔

جواب:۔ عبدالوارث بن سعیدؒ بھی تو ثقہ اور ثبت ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے: "الحافظ الثبت. وقال لم يتأخر عنه أحد لاتقانه ودينه" (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۲۳۷)

تہذیب التہذیب میں ہے۔ "كان يحيى بن سعيد رحمہ اللہ يُثَبِّتُهُ. فاذا خالفه احد من أصحابه قال ما قال عبد الوارث. وقال معاوية بن صالح رحمہ اللہ قلتُ ليحيى بن معين رحمہ اللہ من أثبت شيوخ البصريين. فقال: عبد الوارث. وقال ابوزرعة: ثقة. وقال أبوحاتم: هو أثبت من حماد بن سلمة رحمہ اللہ. وقال النسائي: ثقة، ثبت. وقال ابن سعد: ثقة، حجة. وقال ابن حبان: متقن في الحديث. ووثقه ابن النمير رحمہ اللہ والعجلي رحمہ اللہ وغير واحد"

(تہذیب التہذیب ج۶ ص۴۴۳) ٭قال البخاري: لان هذه زيادة في الفعل والزيادة مقبولة اذا

ثبتت (جزء رفع الیدین رقم ۸۳)، والزیادة الفعل وزیادة الثقة مقبولة (جزء رفع یدین رقم ۱۰۲)

سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ رفع یدین کے بعد سجدہ کی تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین ہے

ہر رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین کی احادیث میں اگر چہ پہلے سجدہ کی تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی ہے۔ مگر چونکہ عام طور پر علماء کرام اس کا ذکر نہیں کرتے اور ویسے بھی ایک حالت میں یعنی قومہ میں دو مرتبہ رفع یدین ہو جاتا ہے۔ اس لیے ذہن اس کی طرف جلدی سے منتقل نہیں ہوتا۔ علامہ البانیؒ نے بالقصد اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''سجدہ کی طرف جھکتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین تو اس میں دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے احادیث کثیرہ مروی ہیں جن کی تخریج میں نے اپنی کتاب التعلیقات الجیاد میں کی ہے۔ ان میں سے ایک حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث ہے'' (تمام المنۃ ص ۱۷۲)۔

علامہ البانیؒ نے اپنی کتاب ''اصل صفۃ صلاۃ النبی'' میں سجدوں میں چار مرتبہ رفع یدین کی باقاعدہ تصویر کشی کی ہے۔ چنانچہ پہلے سجدہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ''پھر جناب رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے اور سجدہ کے لیے جھکتے اور کبھی اس وقت رفع یدین بھی کرتے جیسا کہ دو صحیح سندوں کے ساتھ نسائی، دارقطنی اور المخلص فی الفوائد میں ہے''۔

(اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۷۰۶؛ صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۲۱ واللفظ لہ)

پھر علامہ البانیؒ اپنی کتاب صفۃ صلوٰۃ النبی کے حاشیہ میں اس موقع کے رفع یدین کے قائلین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ رفع یدین دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یعنی مرفوعاً۔ سلف کی ایک جماعت اس کی مشروعیت کی قائل ہے۔ ان میں سے ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ بھی ہیں۔ محدث عبد الرحمٰن بن مہدیؒ نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور امام احمد بن حنبلؒ کا بھی اس پر عمل ہے۔ حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا ایک قول یہی ہے (صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۲۱)۔

دو سجدوں کے درمیان یعنی جلسہ میں بھی دو مرتبہ رفع یدین ہے

قومہ کی طرح جلسہ میں بھی دو مرتبہ رفع یدین ہے۔ ایک مرتبہ پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر اور دوسری مرتبہ دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے۔ اور اسی طرح دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے ہوئے

بھی۔ سجدوں میں رفع یدین کی یہی تفصیل ہے اور ہر رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین اسی طرح بنتا ہے۔ علامہ البانیؒ رفع یدین بین السجدتین پر عمل کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دو سجدوں کے درمیان رفع یدین سلف کی ایک جماعت سے ثابت ہے۔ ان میں سے حضرت انسؓ بلکہ خود حضرت ابن عمرؓ بھی ہیں۔ چنانچہ علامہ ابن حزمؒ نے نافع کے طریق سے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ سجدہ کے وقت اور دو رکعتوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔ اس کی سند قوی ہے۔ امام بخاریؒ نے جزء رفع الیدین میں سالم کے طریق سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب سجدہ سے سر اٹھاتے اور جب کھڑے ہوتے تو رفع یدین کرتے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس سنت پر امام احمدؒ کا عمل ہے جیسا کہ الاثرمؒ نے روایت کیا ہے۔ امام شافعیؒ کا ایک قول بھی یہی ہے اور علامہ ابن حزمؒ کا مذہب ہے''۔ (تمام المنۃ ص ۱۷۲، ۱۷۳)

علامہ البانیؒ نے ''صفۃ صلوٰۃ النبی'' میں سجدوں میں رفع یدین کا تفصیلاً بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے سجدے سے سر اٹھانے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے۔ البخاری جزء رفع یدین؛ ابوداؤد بسند صحیح''۔ ابوعوانہ وابوداؤد بسند ین صحیحین۔ (اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۷۹۸؛ صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۲۳)

آگے دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے دوسرے سجدہ میں چلے جاتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے'' (اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۸۱۵؛ صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۳۵)۔

یہ اور اس کے اوپر کا رفع یدین جلسہ کی حالت میں ہے۔ پہلا پہلے سجدہ سے سر اٹھا کر اور دوسرا دوسرے سجدہ میں جاتے وقت۔ آگے دوسرے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ سے سر اٹھاتے اور کبھی رفع یدین بھی کرتے''۔ ابوعوانہ وابوداؤد بسند ین صحیحین۔ (اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۸۱۵؛ صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۳۶)

سجدوں میں رفع یدین کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ رکوع کے بعد سجدہ کی طرف جھکتے وقت تکبیر کے ساتھ جو **سمع اللہ لمن حمدہ** کے علاوہ ہے۔

۲۔ سجدہ سے سر اٹھا کر۔

۳۔ دوسرے سجدہ میں جاتے وقت۔

۴۔ دوسرے سجدہ سے سر اٹھا کر۔

دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین

پہلی رکعت کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ سب کے نزدیک رفع یدین ہے اور تیسری رکعت کے شروع میں بھی بعض کے نزدیک رفع یدین ہے۔ علامہ البانیؒ نے چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''پھر آپ ﷺ تکبیر کہتے ہوئے تیسری رکعت کی طرف اٹھتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے اور جب چوتھی رکعت کی طرف کھڑے ہونے کا ارادہ کرتے تو اللہ اکبر کہتے اور کبھی اس تکبیر کے ساتھ رفع یدین بھی کرتے''۔ **ابو عوانه والنسائی بسند صحیح** (اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۹۵۲؛ صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۱۵۸)۔

علامہ البانیؒ نے اس عبارت میں تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ اگرچہ علامہ البانیؒ کے کلام میں چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کی صراحت بڑی واضح ہے۔ عام محدثین نے اس کو صراحتاً بیان نہیں کیا۔ مگر الفاظ حدیث کا تقاضا یہی ہے اور بعض مصنفین کے کلام میں بھی اس کی طرف اشارہ ملتا ہے مگر اس کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین ہونا چاہیے۔ اگرچہ علامہ البانیؒ یا کسی اور نے اس کی تصریح نہیں کی۔

علامہ البانیؒ نے چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کے لیے حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے جو سنن نسائی اور صحیح ابوعوانہ میں ہے (وقال: **بسند صحیح**۔ اصل صفۃ صلوٰۃ النبی ص ۹۵۲)۔ مگر اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کے لیے صریح ہو مگر یہ کہ انہوں نے حدیث کے الفاظ **واذا رفع رأسه من السجودِ حتّٰی یُحاذیَ بهما فروعَ اُذُنَیه** سے چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین پر استدلال کیا ہو۔ لیکن اس لفظ کی جتنی دلالت چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین پر ہے خصوصاً چار رکعت والی نماز کی تین رکعات کے شروع میں تو رفع یدین ہو اور ایک کے بعد دوسری رکعت کے شروع میں نہ ہو۔ آخر کوئی وجہ فرق تو ضرور ہونی چاہیے۔ اسی لیے علامہ نوویؒ نے دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین کو حدیث مالک بن الحویرثؓ کا تقاضا قرار دیا ہے چنانچہ وہ بعض شوافع کا موقف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جب بھی دوسرے سجدہ سے اور تشہد سے کھڑا ہو تو رفع یدین مستحب ہے۔ سنن نسائی میں حضرت مالک بن الحویرثؓ کی مرفوع حدیث اس کا تقاضا کرتی ہے''

(المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۴۷)۔

دیکھیے! اس عبارت میں علامہ نوویؒ نے دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع

یدین کو حدیث مالک بن الحویرثؓ کا تقاضا قرار دیا ہے۔ مگر ان کے پیشِ نظر بھی حدیث کے یہی الفاظ ہیں: واذا رفع رأسه من السجودِ حتّٰی یُحاذیَ بهما فروعَ أُذُنَیه۔ لیکن اس مقصد کے لیے حدیث کے ان الفاظ کی نسبت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ زیادہ صریح ہیں۔ حضرت امام طحاویؒ شرح مشکل الآثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا اسحاق بن ابراهیم، حدثنا نصرُ بنُ علی الجهضمی، حدثنا عبد الأعلیٰ بن عبدِ الأعلیٰ، عن عبید الله، عن نافع، عن ابن عمر: أنه كان یَرْفَعُ یدیه فی كل خفضٍ، ورفعٍ، وركوعٍ، وسجودٍ، وقیامٍ، وقعودٍ بین السجدتین، ویزعمُ أن رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم كان یفعل ذٰلك (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۰ طبع ریاض)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خفض و رفع، رکوع و سجود، قیام وقعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے“۔

حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (ج ۲ ص ۲۸۹) میں فرماتے ہیں:

"روی الطحاوی حدیث الباب فی مشكله من طریق نصر بن علی عن عبد الأعلیٰ بلفظ: كان یرفع یدیه فی كل خفض ورفع، وركوع وسجود، وقیام وقعود، وبین السجدتین، ویذكر أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم كان یفعل ذٰلك. وهذه روایة شاذة.

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹)۔

یعنی امام طحاویؒ نے اپنی کتاب مشکل الآثار میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بیان کیا ہے: ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر خفض و رفع، رکوع و سجود، قیام وقعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے“۔

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس حدیث کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس میں سجدوں میں رفع یدین کا ذکر ہے۔ جبکہ ان سے سجدوں میں رفع یدین کی نفی بھی منقول ہے۔ شاید اسی لیے حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: وكان هذا الحدیث من روایة نافع شاذاً لما رواه عبیدُ الله۔ اور شاید اسی لیے حافظ ابن حجرؒ نے بھی فتح الباری (ج ۲ ص ۲۸۹) میں اسے شاذ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کے تمام رواۃ ثقات ہیں۔ اور امام ابن حزمؒ اور امام ابن القطانؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے (طرح التثریب ج ۲ ص ۲۶۲)۔ علامہ البانیؒ اسی حدیث کے بارے لکھتے ہیں: ”اس کی سند صحیح ہے اور حضرت انسؓ کی حدیث اس کے لیے شاہد ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین کرتے

تھے۔ ابن ابی شیبہ نے اس کو صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے''۔ (ارواء الغلیل ج ۲ ص ۶۷، ۶۸)

مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاکرؒ کی تحقیق

مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاکرؒ رفع یدین کی بحث میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''پھر نماز کی ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کی احادیث ثابت ہیں: (یعنی) سجدوں میں جاتے وقت، دونوں سجدوں کے درمیان اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت۔ بروایت احمد حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث میں ہے: **کلما کبر ورفع ووضع، وبین السجدتین۔** ''جب بھی آپ ﷺ تکبیر کہتے اور سر اٹھاتے اور سر جھکاتے اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے''۔ اور بروایت امام طحاویؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

کان یرفع یدیه فی کل خفض ورفع،ورکوع وسجود وقیام وقعود وبین السجدتین۔

''آپ ﷺ ہر خفض و رفع، رکوع و سجود، قیام و قعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے''(ترمذی مع حاشیہ احمد محمد شاکر ج ۲ ص ۴۱)۔

علامہ احمد محمد شاکرؒ نے اس عبارت میں چار رکعات کی نماز میں چھبیس یا اٹھائیس مرتبہ رفع یدین کے اثبات کے لیے دو حدیثیں پیش کی ہیں اور دونوں اپنے مدلول میں کامل و مکمل ہیں۔ پہلی حدیث حضرت وائل بن حجرؓ کی ہے۔ اس کے پہلے لفظ ''كُلَّمَا كَبَّرَ'' میں بائیس تکبیروں کے ساتھ بائیس مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور دوسرے لفظ: ''**ورفع ووضع**'' میں سر جھکانا اور سر اٹھانا مراد ہے جو ہر رکعت میں تین مرتبہ جھکتا اور اٹھتا ہے:

۱۔ رکوع میں جاتے ہوئے

۲۔ پہلے سجدہ میں جاتے وقت

۳۔ دوسرے سجدہ میں جاتے وقت

یہ تین مرتبہ تو جھکتا ہے اور پھر انہی تین مواقع میں تین مرتبہ اٹھتا ہے تو ان دو لفظوں میں ایک رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین کا اثبات ہے اور ''رفع'' کا لفظ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کی طرف قیام پر بھی صادق آتا ہے اس طرح چھبیس یا اٹھائیس مرتبہ رفع یدین ثابت ہوا اور اس حدیث میں ''**وبین السجدتین**'' ہے جو دو سجدوں میں رفع یدین کی مزید تاکید کے لیے ہے۔

اسی طرح حدیث ابن عمرؓ میں مزید توضیح کی گئی ہے: **فی کل خفض ورفع** یں چار رکعت کی نماز میں چھبیس یا اٹھائیس مرتبہ رفع یدین کا ذکر ہے جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گزر چکا

ہے۔ دوسری قسم کے الفاظ "ورکوع وسجود" میں رکوع کی طرح سجدوں میں بھی رفع یدین کی تصریح ہے اور تیسری قسم کے الفاظ: وقیام وقعود میں چاروں رکعتوں کے شروع میں، رکوع اور قومہ میں رفع یدین کا ذکر ہے جسے "قیام" کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ اور اسی طرح سجدوں اور جلسوں میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ جسے "وقعود" میں بیان کیا گیا ہے۔ اور "وبین السجدتین" میں مزید اسی کی تائید ہے۔ یہ چاروں رکعتوں کے شروع میں، سجدوں کے آگے، پیچھے اور درمیان میں رفع یدین کے لیے تمام احادیث سے زیادہ صریح ہے۔

چار رکعت نماز میں ۲۶ یا ۲۸ مرتبہ رفع یدین

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، جو صحیح السند، مقرون بالشواہد ہے، سے ہر رکعت میں چھ یا سات مرتبہ رفع یدین ثابت ہے۔ سجدوں میں بھی اور دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی۔ چھ یا سات مرتبہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں جو لوگ جلسۂ استراحت کے قائل ہیں وہ جلسۂ استراحت میں بھی رفع یدین کریں گے اور جلسۂ استراحت سے کھڑے ہو کر بھی، اور تیسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کریں گے۔ اس طرح ہر رکعت میں سات مرتبہ رفع یدین ہوگا۔ جو لوگ جلسۂ استراحت کے قائل نہیں ہیں اور ہر خفض اور رفع میں رفع یدین کے قائل ہیں۔ وہ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو کر رفع یدین کریں گے۔ اس طرح ہر رکعت میں چھ مرتبہ رفع یدین ہوگا۔ اس حدیث میں دونوں احتمال ہیں۔

حضرت مولانا فقیر اللہؒ اپنی کتاب "نماز میں بتدریج ترک رفع یدین" میں فرماتے ہیں:

"مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدرؒ اپنی تقریروں اور تحریروں میں چار رکعات کی نماز میں اٹھائیس مرتبہ رفع یدین کا ذکر کرتے تو مجھے تردد ہوتا کیونکہ میرے اعداد و شمار کے مطابق چار رکعات کی نماز میں چھبیس مرتبہ رفع یدین بنتا تھا۔ مگر علامہ البانیؒ کی تحقیق دیکھنے کے بعد مولانا کی بات صحیح معلوم ہوئی۔ خصوصاً جو لوگ ہر خفض و رفع میں رفع یدین کے قائل ہیں اور ساتھ ہی جلسۂ استراحت کے بھی قائل ہیں۔ انہیں ایک رفع یدین دوسرے سجدہ سے اٹھ کر جلسۂ استراحت میں کرنا چاہیے اور ایک اس کے بعد مکمل قیام کی حالت میں کرنا چاہیے"۔

(نماز میں بتدریج ترک رفع یدین ص ۲۷، ۲۸ طبع جمعیت اہل سنت، لاہور ۱۴۲۲ھ)

حافظ ابن حجرؒ نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں: "جب ہم جلسۂ استراحت کے استحباب کے قائل ہوں تو یہ لفظ "واذا قام من الرکعتین" جلسۂ استراحت سے دوسری اور چوتھی

رکعت کی طرف قیام کے وقت رفع یدین کی نفی پر دلالت نہیں کرتا''(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۶)۔ مطلب یہ ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت کی طرف قیام کے وقت رفع یدین کی دلیل کے مقابلہ میں ''واذا قام من الرکعتین'' کا لفظ وہاں رفع یدین کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ جب اس کی کوئی دلیل پائی جائے تو وہاں رفع یدین کیا جا سکتا ہے۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول: ولا یفعل ذٰلک فی السجودِ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول یا اس سے ملتے جلتے الفاظ بخاری (بخاری رقم ۷۳۶)، مسلم اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔ بعض علماء نے اس کے ساتھ سجدوں میں رفع یدین کی مطلقاً نفی پر استدلال کیا ہے جو درست نہیں ہے کیونکہ متعدد صحیح احادیث سے سجدوں میں رفع یدین ثابت ہے۔ لہٰذا اس قول سے اس کے متروک ہونے پر تو استدلال کر سکتے ہیں جیسا کہ امام نسائیؒ نے کیا ہے، مطلقاً نہ ہونے پر استدلال نہیں کر سکتے۔ اسی لیے علامہ ولی الدین عراقیؒ اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''حضرت ابن عمرؓ کا اپنا قول ان الفاظ کے معارض ہے جو بروایت طبرانی ابن عمرؓ ہی کی حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے الخ'' (طرح التثریب ج ۲ ص ۲۶۱)۔

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ''فکان ما فی ھٰذا الحدیث: وکان لا یفعل ذٰلک بین السجدتین۔ لا یُدرٰی من قولِ من ھو؟ وأنہ من ابن عمر، أو ممن ھو دُونَہ'' (مشکل الآثار ج ۲ ص ۷۱ تحت رقم الحدیث ۶۲۲، ۶۲۳)۔ یعنی حدیث میں ذکر کردہ الفاظ: ''وکان لا یفعل ذٰلک بین السجدتین'' معلوم نہیں کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں یا ان کے بعد کے راویوں کے بیان کردہ ہیں۔

نسخ رفع یدین کی بحث

رفع یدین کے یہ تمام مواقع احادیث کی کتابوں میں مروی ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ متعدد احادیث سے سجدوں میں رفع یدین ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو اس کی نفی منقول ہے۔ وہ اس کے متروک ہونے کے بعد ہے جیسا کہ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر ان سے اکثر روایات میں متروک ہے جو اس کے فی الواقع متروک ہونے کی دلیل ہے۔ اسی طرح ان سے بعض روایات میں رکوع سے پہلے رفع یدین کا ذکر متروک ہے جو اس کے فی

الواقع متروک ہونے کی دلیل ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح کہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنے والوں نے سجدوں میں عملاً ایسا متروک قرار دیا کہ گویا کسی حدیث میں اس کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اسی طرح ترک رفع یدین کے قائلین یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جن احادیث میں تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کے بعد نماز میں کسی جگہ بھی رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ یہ اس کے فی الواقع متروک ہونے کی دلیل ہے جس کی تائید اکثریت کے اتفاق کے ساتھ سجدوں میں رفع یدین کے متروک ہونے سے ہوتی ہے۔ اور بعض کے تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کو عملاً متروک قرار دینے سے ہوتی ہے۔ جس قانون سے ہر رکعت میں چھ یا سات مرتبہ رفع یدین کی بجائے صرف دو مرتبہ رفع یدین کرنے والے تارکِ سنت نہیں قرار پاتے۔ بالکل اسی قانون سے تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کے بعد ہر رکعت میں دو مرتبہ بھی رفع یدین نہ کرنے والے تارکِ سنت قرار نہیں پاتے بلکہ ہر رکعت میں دو مرتبہ رفع یدین کرنے والوں کا معاملہ مطلقاً ترکِ رفع یدین والوں کی نسبت زیادہ سنگین ہے کیونکہ دو مرتبہ رفع یدین کرنے والوں کے نزدیک جب اس سے نماز میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی تو ہر رکعت میں چار یا پانچ مرتبہ ترک رفع یدین کا ارتکاب کیوں کرتے ہیں؟ جبکہ وہ متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ بعض احادیث پر عمل کرنا اور بعض پر عمل نہ کرنا رفع یدین کی احادیث کے ساتھ یکساں سلوک نہیں ہے؟

رہا مطلقاً ترک رفع یدین والوں کا معاملہ تو وہ بالکل واضح ہے کہ جب خود رفع یدین کرنے والوں نے ہی ہر رکعت میں پانچ جگہ سے رفع یدین کو عملاً متروک قرار دے دیا۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ رفع یدین نماز میں شرعاً مطلوب نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو کئی جگہ سے کیوں متروک ہوتا۔ جب متروک ہونے کی گنجائش ہے تو باقی جگہوں سے کیوں متروک نہیں ہوسکتا جبکہ اس کے لیے دلائل بھی موجود ہیں اور اس میں قطعاً کوئی استبعاد نہیں ہے کیونکہ رفع یدین کے بعد ترکِ رفع یدین ان تغیرات اور تبدیلیوں میں سے ہے جو وقتاً فوقتاً نماز میں رونما ہوتی رہی ہیں۔

نسخ رفع یدین کی دوسری بحث

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ صرف تین مواقع پر رفع یدین کو سنت سمجھتے ہیں۔ باقی جگہوں میں منسوخ مانتے ہیں۔ لہٰذا فی الجملہ نسخ ان حضرات نے بھی تسلیم کرلیا، یعنی مذکورہ بالا سات جگہوں میں قائلین رفع یدین بھی نسخ تسلیم کرتے ہیں۔ اور ایک جگہ یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت سب کا اتفاق ہے کہ نسخ نہیں ہوا ہے۔

اب اختلاف صرف یہ ہے کہ دوسری صورت میں یعنی رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین معمول بہا ہے یا منسوخ؟ دو (۲) امام کہتے ہیں کہ ان دو جگہوں میں رفع یدین منسوخ نہیں ہوا ہے بلکہ معمول بہا ہے اور دو (۲) امام فرماتے ہیں کہ ان دو جگہوں میں بھی رفع یدین منسوخ ہو گیا ہے۔

صرف دو صورتیں ہی ممکن ہیں:

۱۔ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین مانا جائے۔ باقی روایتوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ سب روایتیں تو ہیں۔ مگر پہلے زمانے کی ہیں جو بعد میں منسوخ ہو گئی ہیں۔

۲۔ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین مانا جائے اور باقی روایتوں کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ پہلے زمانے کی ہیں، جس وقت صرف انہی مواقع میں رفع یدین تھا۔ درمیان کی کوئی روایت لینا کوئی معقول نقطۂ نظر نہیں ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ نے یہ سمجھا کہ رفع یدین تدریجاً ختم کیا گیا ہے اور آخر میں صرف ایک جگہ باقی رہ گیا ہے۔ ان کا یہ سمجھنا بایں وجہ قابلِ قبول ہے کہ دوسرے دو امام بھی فی الجملہ نسخ کو تسلیم کرتے ہیں۔

قائلین رفع یدین کا نقطۂ نظر اس وجہ سے قابلِ قبول نہیں ہے کہ وہ ایک طرف نسخ بھی تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف آخری روایت بھی نہیں لیتے، بلکہ درمیانی مرحلہ کی روایت لیتے ہیں۔ یہ بات کسی طرح بھی معقول نہیں ہو سکتی۔

نسخ رفع یدین کے واضح دلائل

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو جناب رسول اللہ ﷺ کے خادمِ خصوصی، بدری صحابی، نماز میں حضور ﷺ کے قریب صفِ اول کے لوگوں میں شامل اور سفر و حضر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے حالات کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔ انہوں نے ان مقامات کے رفع یدین کو دیکھا تھا مگر انہوں نے ان کو روایت نہیں کیا۔ روایت کیا تو اسی رفع یدین کو جو نسخ سے محفوظ رہا اور جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل ثابت ہوا۔

حضرت حصین بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ ہم حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو ان سے عمرو بن مرہؒ نے بیان کیا کہ ہم نے حضرموت کی مسجد میں نماز پڑھی تو مجھ سے حضرت علقمہ بن وائلؒ نے اپنے والد حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث بیان کی کہ حضرت وائل بن حجرؓ نے جناب

رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے تکبیرِ تحریمہ کے وقت، رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین کیا۔ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ نے کہا کہ علقمہ کے والد نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اسی ایک دن دیکھا اور رفع یدین یاد کرلیا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (جو حضور ﷺ کو وائلؓ سے زیادہ دیکھنے اور ساتھ رہنے والے تھے) وہ حضور ﷺ کا یہ عمل یاد نہ رکھ سکے؟ پھر حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ نے فرمایا: سن لو! رفع یدین صرف نماز شروع کرتے وقت ہی ہے۔

(رواہ الدارقطنی: کتاب الصلاۃ، باب ذکر التکبیر ورفع الیدین عند الافتتاح، رقم ۱۱۰۶؛ واسنادہ صحیح، آثار السنن ص ۱۵۱ رقم ۴۰۰، طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی ۱۴۳۲ھ)

علامہ بدرالدین عینیؒ نے رفع یدین کے منسوخ ہونے کی دلیل بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"والذی یحتج به الخصم الرفع محمول علی أنه كان فی ابتداء الاسلام، ثم نسخ. والدلیل علیه أن عبد الله بن الزبیر رأی رجلاً یرفع یدیه فی الصلوٰة عند الركوع وعند رفع رأسه من الركوع. فقال له: لا تفعل، فأن هذا شیء فعله رسول الله ﷺ ثم تركه. (عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۸، ۳۹۹، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ترجمہ:۔ جن احادیث سے قائلین رفع یدین نے دلیل پکڑی ہے۔ وہ زمانۂ ابتداء اسلام کی ہیں۔ پھر رفع یدین منسوخ ہوگیا۔ اس کی دلیل یہی حدیث عبداللہ بن زبیرؓ ہے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو آپؓ نے اس سے فرمایا: ایسا نہ کر۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز میں رفع یدین کیا۔ پھر چھوڑ دیا تھا"۔

اس حدیث میں واضح طور پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے رفع یدین سے ممانعت کردی۔ اور فرمایا: حضور ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا تھا پھر چھوڑ دیا تھا۔

نسخ رفع یدین کے سلسلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بڑی واضح ہے۔

حدثنی عثمان بن محمد قال: قال لی عبید الله بن یحیٰی: حدثنی عثمان بن سوادة بن عباد عن حفص بن میسرة عن زید بن أسلم عن عبد الله ابن عمر قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أیدینا فی بدء الصلاة وفی داخل الصلاة عند الركوع فلما هاجر النبی ﷺ الی المدینة ترك رفع الیدین فی داخل الصلاة عند الركوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلاة... توفی" (اخبار الفقهاء والمحدثین ص ۲۱۴. واسناده صحیح)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز

کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو (ایامِ اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین (کے عمل) پر ثابت رہے۔

فائدہ:۔

اس صحیح حدیث میں مکی و مدنی عمل کی تصریح ہے۔ یعنی رفع یدین کرنے والا عمل مکہ سے شروع ہو کر مدینہ میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، جاری رہا۔ پھر ایامِ اخیرہ میں متروک و منسوخ ہو گیا اور شروع نماز کی رفع یدین ہمیشہ کرتے رہے۔ یہ سنت ہے اور اسی پر اہل السنت والجماعت (احناف) وغیرہ عامل ہیں۔ (اس حدیث کی تحقیق اور اس پر کیے گئے اعتراضات کا جواب باب نمبر ۱۰ میں ۵□۱۰ کے تحت بیان کر دیا گیا ہے)۔

علامہ بدرالدین عینیؒ شرح سنن ابوداؤد میں فرماتے ہیں:

والجواب عن أحاديث الرفع أنها منسوخة بدليل ما روي عن ابن مسعود أنه قال: رفع رسول الله ﷺ فرفعنا وترك فتركنا" على أن ترك الرفع عند تعارض الأخبار أولى، لأنه لو ثبت الرفع لأنزلوا درجته على السنة؛ ولأن ترك الرفع مع ثبوته لا يوجب الفساد. أعني: فساد الصلاة والتحصيل مع عدم الثبوت يوجب فساد الصلاة لأنه اشتغال بعمل اليدين جميعاً، وهو تفسير العمل الكثير.

(شرح سنن ابی داؤد تالیف علامہ بدرالدین عینی ج ۲ ص ۳۹۰ طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ)

ترجمہ:۔ رفع یدین کی احادیث منسوخ ہیں اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کیا تھا تو ہم نے بھی رفع یدین کیا پھر آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تو ہم نے بھی چھوڑ دیا۔ اس لیے روایات کے تعارض کے وقت ترک رفع یدین ہی اولیٰ ہے۔ کیونکہ رفع یدین اگر ثابت ہو تو قائلین رفع یدین اس کو سنت (فعلی) کے درجہ میں ہی رکھتے ہیں اور اس لیے بھی کہ رفع یدین کا ثبوت ہونے کے باوجود ترک رفع یدین کرنا فسادِ صلوٰۃ کا باعث نہیں ہے جبکہ عدم ثبوت کے باوجود رفع یدین کرنا فسادِ صلوٰۃ کا سبب ہوگا کیونکہ ایسا کرنے سے دونوں ہاتھ اکٹھے مشغول ہو جاتے ہیں اور اسی کو عمل کثیر کہتے ہیں (جو کہ فاسد صلوٰۃ ہے)۔

امام برہان الدین ابوالحسن علی بن ابوبکر مرغینانیؒ (المتوفی ۵۹۳ھ) فرماتے ہیں:

ولا يرفعُ يدَيه الا فى التكبيرة الأُولىٰ..... والذى يُروىٰ من الرفع محمولٌ على

الابتداء، کذا نُقِلَ عن ابن الزبیر. (الہدایہ شرح بدایۃ المبتدی ج ا ص ۲۰۹ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)
یعنی ''اور سوائے تکبیر اولیٰ کے کسی تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہ کرے۔ اور جو رفع یدین کے متعلق بیان کیا جاتا ہے وہ اسلام کے ابتدائی دور کے متعلق ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے نقل کیا جاتا ہے''۔ مطلب یہ ہے کہ شروع میں جناب رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز میں رفع یدین کرتے رہے ہیں، بعد میں ترک کر دیا۔ آپ ﷺ کے آخری قول و عمل سے پہلا حکم منسوخ ہو گیا۔ علامہ ظفر احمد عثانی نے اعلاء السنن (ج ۳ ص ۸۳، ۸۴) میں اس کے بارے میں شافی بحث کی ہے۔

علامہ ابن الہمامؒ فرماتے ہیں: ''رفع یدین نہ کرنا سکون ہے، جو نماز میں مطلوب ہے کیونکہ اس میں خشوع ہے اور رفع یدین کرنا یہ حرکت ہے جو خشوع کے منافی ہے۔ اس لیے یہ منسوخ ہونا چاہیے'' (فتح القدیر ج ا ص ۲۱۹)

نواب صدیق حسنؒ کا نسخ رفع یدین کا اقرار

نسخ رفع یدین کے دلائل بہت مضبوط ہیں۔ قرآن پاک، احادیث مبارکہ (قولی، فعلی اور تقریری)، خلفائے راشدینؓ، جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے تعامل سے ترک یدین ہی ثابت ہے اور یہی سنت ہے۔ اسی لیے غیر مقلدین کے مجدد، محدث، مفسر نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ اپنی کتاب ''الروضۃ الندیہ'' میں رفع یدین کی بحث میں فرماتے ہیں:

۱ ''رفع یدین کی طرح ترک رفع یدین بھی سنت ہے'' (الروضۃ الندیہ ص ۹۴)۔

۲ ''ان آخر الأمرین ترك الرفع. ولا یدریٰ مدة الترك. فیحمل أنه ترکه فی أیام المرضیٰ''۔ آخر میں آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ اور یہ معلوم نہیں کہ آپ ﷺ نے رفع یدین کب چھوڑا تھا؟ ایک احتمال یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایام علالت میں رفع یدین چھوڑ دیا تھا (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

۳ حضرت ابن مسعودؓ نے جو ترکِ رفع روایت کیا ہے۔ اس سے آپؓ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا'' (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

نواب صدیق حسن خانؒ کی اس تحریر سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

ا:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو ترک رفع یدین کی روایت کی ہے۔ اس میں ترک رفع یدین سے آخر وقت کا ترک ہے۔ یعنی حضور ﷺ نے آخر میں رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

۲:۔ نواب صاحبؒ نے بھی یہی ایک احتمال پیش کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ایام علالت میں رفع یدین ترک کر دیا تھا۔

یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ حضور ﷺ سے ساری زندگی کا رفع یدین ثابت نہیں بلکہ حضور ﷺ نے رفع یدین ترک کر دیا تھا۔ حیات طیبہ کے کس حصہ میں رفع یدین کو ترک کیا تھا۔ سو نواب صاحبؒ نے اس کی نشاندہی کر دی ہے یعنی ایام علالت میں۔

امام بخاریؒ کا قانون ہے: "انما یؤخذ بالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ" (بخاری ج ۱ ص ۱۵۴ و مثلہ بخاری ج ۱ ص ۹۶)۔ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل ہوگا۔

غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان خود اقرار کر رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین ترک کر دیا تھا اور امام بخاریؒ کا قانون کہ عمل آخری فعل پر ہوگا۔ لہٰذا ترک یدین ہی سنت نبوی ہے۔

حضرت امام طحاویؒ کا نسخ رفع یدین کے بارے میں طرزِ استدلال

حضرت امام طحاویؒ بھی اکثر محدثین کی طرح ہر زمانہ کی احادیث لائے ہیں۔ پہلے زمانہ کی بھی اور بعد کے زمانہ کی بھی۔ لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ صرف آخری زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ اسی طرح سارے محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۵۶)۔

حضرت امام طحاویؒ پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں۔ اس میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت ابوحمید ساعدیؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت مالک بن حویرثؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث لائے ہیں۔ پھر اس کے بعد ترکِ رفع یدین کی احادیث میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی احادیث لا کر اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ رفع یدین کی احادیث منسوخ ہیں۔ (جیسا کہ اگلے عنوان میں اس کی مزید وضاحت دوسرے محدثین سے بھی کی گئی ہے)۔ پھر اس کے بعد حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت پر حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا تبصرہ بیان کیا ہے۔

۱۔ حضرت مغیرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے بیان کی تو آپؒ نے فرمایا: "حضرت وائلؓ نے ایک مرتبہ یہ کرتے دیکھا جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاسوں مرتبہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے"

(طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۸؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۱، ۱۲، رقم ۶۲۱ طبع دار بلنسیہ، ریاض ۱۴۲۰ھ)

۲۔ حضرت عمرو بن مرۃؒ کہتے ہیں کہ میں حضرمَوت کی مسجد میں داخل ہوا تو (وہاں) حضرت علقمہ بن وائلؒ، اپنے باپ کے واسطے سے حدیث بیان کررہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ جب میں نے رفع یدین کی یہ روایت بیان کی تو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سخت غضبناک ہوئے اور فرمایا: ''(عجیب بات ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ جو صرف ایک آدھ دن کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے)۔ انہوں نے تو رفع یدین دیکھی اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ساری عمر حضور ﷺ کے ساتھ رہے)، انہوں نے آپ ﷺ کو رفع یدین کرتے نہ دیکھا'' (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۹)

اسی طرح امام طحاوی نے فرمایا ہے:

فَلَمّا تضادَّت الآثار فی ذٰلك، وجب ان ننظرَ الی ما علیه عمل المسلمین، الذی قد جرت علیه عاداتھم، فیعمل علیٰ ذٰلك، ویکون ناسخاً لما خالفه۔

(شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۳۲۵ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان؛ شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۳۹، باب الطفل یموت، أیصلی علیه أم لا؟ تحت حدیث ۲۸۲۹ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ)

''جب آثار وروایات باہم متعارض نظر آئیں تو ہم پر لازم ہے کہ مسلمانوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے عمل کو دیکھیں، جن سے ان کی سنت قائم ہوئی ہے۔ عمل کی بنیاد اس پر رکھی جائے گی۔ اور جو روایات اس کے خلاف ہیں، وہ منسوخ سمجھی جائیں گی''۔

حضرت امام طحاویؒ نے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل آثار پیش فرمائے ہیں:

نسخ رفع یدین پر حضرت عمرؓ کے اثر سے استدلال

عن الأسود قال رأیتُ عمر بن الخطاب رضی الله عنه یرفع یدیه فی أول تکبیرة ثم لا یعود.

(طحاوی: رفع الیدین رقم الحدیث ۱۳۲۹؛ صححہ الزیلعی۔ نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۸؛ وھذا رجالہ ثقات، درایہ ج ۱ ص ۱۵۲؛ وھذا اسند صحیح علیٰ مسلم، الجوھر النقی ج ۲ ص ۷۵)

حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں۔

امام طحاویؒ اس اثر کی اہمیت بتاتے ہوئے فرماتے ہیں: ''یہ حضرت عمرؓ ہیں جو اس حدیث میں سوائے پہلی تکبیر کے رفع یدین نہیں کرتے۔ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ حسن بن عیاشؒ اگرچہ اس

حدیث کا مدار یہی ہے۔ یہ ثقہ اور حجت ہے۔ یہ بات امام یحییٰ بن معین وغیرہ نے کہی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے کہ حضرت عمرؓ پر یہ مخفی رہا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رکوع اور سجدہ میں رفع یدین کرتے تھے۔ اس کا آپؓ سے کم درجہ کے حضرات کو اور جوان کے ساتھ تھے، انہوں نے اس کے برعکس دیکھا، جس کو حضرت عمرؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے دیکھا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ پر کسی نے انکار بھی نہ کیا۔ یہ ہمارے نزدیک محال ہے۔ (اگر صرف اسی حدیث کو ہی بنیاد بنایا جائے کہ) حضرت عمرؓ ایسا کرتے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں ایسا ہی کرتے رہنے دیا تو یہ واضح دلیل ہے کہ یہی وہ صحیح بات ہے جس کی خلاف ورزی کسی اور کو بھی نہیں کرنی چاہیے"۔

(طحاوی ج۱ ص ۲۹۴ تحت حدیث رقم ۱۳۲۹)

نسخ رفع یدین پر حضرت علیؓ کے اثر سے استدلال

عن عاصم بن كليب عن أبيه أن علياً رضی الله عنه كان يرفع يديه فی أول تكبيرة من الصلوة. ثم لا يرفع بَعْدُ.

(طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۶،۷ رقم ۶۱۹؛ صححہ الزیلعی ۔نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۸۰؛ قال ابن حجر: رواتہ ثقات، درایہ ج ۱ ص ۱۵۲؛ قال العینی فی العمدۃ اسناد عاصم صحیح علیٰ شرط مسلم، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۴۰۰، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

حضرت عاصم بن کلیبؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: وہ حدیث جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے رفع یدین کے بارے میں مرفوعاً منقول ہے جس میں ایک راوی ابن ابی زناد ہیں۔ چونکہ حضرت علیؓ کا عمل اس کے خلاف ہے۔ لہٰذا یہ حدیث یا تو سقیم (ضعیف) ہے یا اس حدیث میں رفع یدین کا ذکر بالکل نہیں ہے جیسا کہ اس راوی ابن ابی زناد کے علاوہ دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے۔

فان ابن خزيمة حدثنا قال: ثنا عبد الله بن بن رجاء ح وحدثنا ابن أبي داؤد قال: ثنا عبد الله بن صالح والوهبي. قالوا: أخبرنا عبد العزيز بن أبي سلمة، عن عبد الله بن الفضل

پس ان راویوں نے ابن ابی الزنادؒ کے مثل ہی سنداً ومتناً حدیث بیان کی ہے۔ ان راویوں نے رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا یہ حدیث اگر محفوظ ہے، اور ابن ابی الزنادؒ کی حدیث خطا ہے، تو تمہارے لیے اس حدیث کا حجت ہونا خطا ہو گیا ہے۔

اور اگر وہ حدیث جو ابن ابی الزناد نے روایت کی ہے، وہ صحیح ہے کیونکہ اس میں دوسرے راویوں سے زیادہ روایت کیا گیا ہے۔ تو حضرت علیؓ کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا ہو۔ پھر انہوں نے آپ ﷺ کے بعد رفع یدین کو چھوڑ دیا ہو۔ اس کی وجہ سوائے اس کی اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا نسخ یقیناً ثابت ہو چکا ہے۔ پس حضرت علیؓ کی ترکِ رفع یدین کی حدیث جب صحیح ہے تو یہ ترکِ رفع یدین والوں کے لیے ایک پختہ دلیل اور حجت ہے۔

(طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۱، ۲۹۲ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ ومثلہ فی تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۵، ۶، ۷، ۸ طبع دار بلنسیہ، ریاض ۱۴۲۰ھ)

نسخ رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اثر سے استدلال

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِيْ شَيْءٍ مِنَ الصَّلٰوةِ اِلَّا فِي الْاِفْتِتَاحِ۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴، رقم ۱۳۲۸)۔

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نماز میں شروع کے علاوہ کسی حصے میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

حضرت امام طحاویؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کے اتصال کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: "حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مطالبہ کیا گیا کہ جب آپ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کریں تو سند سے بیان کریں۔ تو آپؒ نے فرمایا: جب میں سند سے بیان کرتا ہوں، تو مجھے ایک راوی معلوم ہوتا ہے۔ جب میں بغیر سند کے ان سے روایت کروں تو ایک جماعت نے مجھے وہ حدیث بتائی ہوتی ہے"۔

(ملخصاً طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: كان ابراهيم لا يرسل عن عبد الله الا ما صح عنده وتواترت به الرواية عنده۔ (طحاوی شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۹۳، رقم ۱۳۲۷ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۴، ۵۱ طبع دار بلنسیہ، ریاض ۱۴۲۰ھ)

نسخ رفع یدین پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے استدلال

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه الا في التكبيرة الاولى من الصلوة (طحاوی: باب رفع الیدین رقم الحدیث ۱۳۲۳)۔

ترجمہ:۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھی میں نے دیکھا وہ صرف نماز شروع کرتے وقت پہلی تکبیر کے موقع پر رفع یدین کرتے تھے۔

علامہ ماردینیؒ فرماتے ہیں: ''وھٰذا اسند صحیح'' ۔علامہ عینی فرماتے ہیں: ''باسناد صحیح''

(عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۹۹ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو، جس کو وہ بیان کر رہا ہے تو وہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے: ''راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یہ اس کا موجب ہوتا ہے کہ اس راویت پر عمل نہیں ہوگا: یہی احناف کا اصول ہے'' (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔ اور صحابیؓ کے بارے میں ہے: ''صحابہ یا کسی صحابی کا اپنی حدیث کے خلاف عمل کرنا اس حدیث کو مطعون بنا دیتا ہے'' (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔

اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع یدین پر تھا۔ اس اثر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔

امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ''یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترک کر دیا۔ انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔ آپؓ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہوگئی'' (طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)۔

وہ کام جو انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا منسوخ ہو چکا ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو رفع یدین کی روایات مروی ہیں وہ ابتدائے اسلام کے زمانے کی ہیں۔ جس کو آپ نے بعد میں ترک کر دیا تھا۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے۔

حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ: جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رفع یدین کی احادیث روایت کرنے والے ہیں۔ وہ خود بھی تارکِ رفع یدین ہیں۔ یہ ان احادیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے ابوداؤد کی اس روایت کا جواب یہ ہے کہ خود حضرت علیؓ اور ان کے اصحاب رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ جبکہ امام ابوداؤدؒ اس سے کچھ قبل یہ قاعدہ لکھ چکے ہیں کہ جب روایات ایک دوسرے سے متعارض ہوں تو اصحاب رسول کے عمل کو دیکھا جائے گا۔

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگرچہ مجاہدؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل ترکِ رفع یدین بیان کرتے ہیں لیکن طاؤسؒ نے مجاہد رحمۃ اللہ کے خلاف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل رفع الیدین

عند الرکوع وعند الرفع منه بھی روایت کیا ہے جو ان کی روایتِ مرفوعہ کے مطابق ہے۔ لیکن اس کے جواب میں امام طحاویؒ نے دونوں میں یہ تطبیق دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ شروع میں اپنی روایت مرفوعہ کے مطابق عمل کرتے ہوں گے لیکن بعد میں جب انہیں رفع یدین کے نسخ کا علم ہوا ہوگا تو انہوں نے رفع یدین چھوڑ دیا ہوگا (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۲ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)۔

مشکل الآثار میں حضرت امام طحاوی کا استدلال

حضرت امام طحاویؒ اپنی کتاب ''مشکل الآثار'' میں پہلے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کے تین مقامات (تکبیر تحریمہ، رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت)، پھر چار مقامات (تین مذکورہ بالا اور چوتھا دو رکعت سے اٹھتے وقت) کا ذکر کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں: ''فعرفنا بما ذکرنا أنه لا تُرْفَعُ الأيدي في الصلاةِ الا في التكبيرة الأولىٰ منها''۔ یعنی ''ان احادیث سے ہم پہچان گئے کہ نماز میں صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہی رفع یدین ہے''۔

شبہ:۔ اگر کوئی کہے کہ امام مالکؒ اور سفیانؒ بن عیینہ تو امام زہریؒ سے تین دفعہ رفع یدین روایت کرتے ہیں (مشکل الآثار رقم الحدیث ۶۲۲، ۶۲۳) جبکہ عبید اللہ بن عمرؒ امام زہریؒ سے چار دفعہ روایت کرتے ہیں (مشکل الآثار رقم الحدیث ۶۲۴)۔ اسی طرح عبید اللہ عن نافع عن ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ ہر خفض و رفع، رکوع و سجود، قیام و قعود اور دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے''۔

یہ حدیث اوپر مذکور حدیث کے خلاف ہے۔ اسی طرح ایوب عن نافع عن ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع میں جانے کا ارادہ کرتے تو بھی ایسا ہی کرتے تھے''۔

اس طرح ایوبؒ نے امام مالک اور سفیان کی تو موافقت کی مگر عبید اللہ کے مخالف روایت کیا ہے۔ اسی طرح ایوبؒ نے نافع اور طاؤس سے سجدوں کی رفع یدین بھی روایت کی ہے اور خود ایوب کا عمل بھی سجدوں میں رفع یدین کا تھا۔ اس کے بعد امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ''جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یعنی راویوں کی احادیث میں زیادتی کو قبول کرنا لازم ہے۔ اس لیے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے افعال کو بغیر کسی دلیل کے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا رفع یدین تو صرف تکبیرِ اولیٰ کے وقت ہی کرنا چاہیے کیونکہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بھی جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی شان ہرگز یہ نہ تھی کہ وہ نبی

پاک ﷺ نے ایک کام کیا ہو اور وہ بلا دلیل اس کو چھوڑ دیں جب تک اس کام کا منسوخ ہونا ان کے نزدیک اظہر من الشمس نہ ہو۔ اگر کوئی کہے کہ حضرت طاؤسؒ نے تو حضرت ابن عمرؓ سے رفع یدین بھی روایت کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ان کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا واضح ہو گیا تو انہوں نے رفع یدین چھوڑ دیا جیسا کہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ حضرت ابن عمرؓ کا عمل بیان کرتے ہیں۔ ان کے آثار میں یہی اولیٰ ہے خصوصاً جبکہ خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقؓ کا عمل بھی ترک رفع یدین ہی ہے۔ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے بعد میں نہیں (مشکل الآثار رقم الحدیث ۶۲۶)"۔ اسی طرح مشہور فقیہ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ (پیدائش ۱۰۰ھ، وفات ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں: "میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا"۔

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نماز کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ کے ہاں جو مقام و مرتبہ تھا۔ یہ حضرات نماز کے وقت پہلی صف میں کھڑے ہوتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مقام تو ان حضرات کے بعد ہی تھا۔ لہٰذا ان حضرات کی بیان کردہ روایت ہی زیادہ اولیٰ ہے (ملخصاً تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۱۶،۷ ۲، طبع دار بلنسیہ، ریاض)۔

نسخِ رفع یدین پر نظری استدلال

آخر میں حضرت امام طحاویؒ نے اپنی عادت کے مطابق یہاں وجہ نظر پیش فرمائی ہے۔ ان کی نظر کا حاصل یہ ہے کہ تکبیرِ افتتاح کے ساتھ رفع یدین سب کے نزدیک سنت ہے۔ اور تکبیرِ سجود کے ساتھ رفع یدین کا ترک سب کے ہاں سنت ہے۔ اختلاف دو جگہ ہے۔ تکبیر رکوع کے وقت اور تسمیع کے وقت۔ اس کا فیصلہ یوں کرنا چاہیے کہ اگر تکبیرِ رکوع کی مناسبت تکبیرِ افتتاح سے زیادہ ہے تو اس کے ساتھ ملا دیا جائے۔ اگر تکبیرِ رکوع کی مشابہت تکبیرِ سجود سے ہے تو اس کے ساتھ ملانا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ تکبیرِ رکوع کو تکبیرِ سجود سے مناسبت ہے کیونکہ دونوں سنت ہیں۔ تکبیرِ افتتاح سے اتنی مشابہت نہیں کہ وہ فرض ہے۔ اس لیے اس کو تکبیرِ سجود کے ساتھ ملحق کرنا چاہیے۔ جیسے تکبیر سجود کے ساتھ رفع یدین نہیں، تکبیرِ رکوع کے ساتھ بھی نہ ہونا چاہیے۔

(طحاوی ج ۱ ص ۲۹۵ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

نسخِ رفع یدین پر اجماعِ فقہاء سے استدلال

امام طحاویؒ نے اس باب کے آخر میں حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کے اس اثر کو بیان کرکے یہ

بات پایہ تکمیل تک پہنچا دی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ کے دور میں ترکِ رفع یدین ہی مروج تھا: عن ابی بکر بن عیاش، قال: ما رأیتُ فقیهاً قط یفعله یرفع یدیه فی غیر التکبیرة الأُولی. (طحاوی رقم ۱۳۳۲)۔

حضرت ابوبکر بن عیاشؒ (پیدائش ۱۰۰ھ، وفات ۱۹۳ھ) فرماتے ہیں: ''میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا''۔

محدثین کے ترجمۃ الباب سے استدلال

محدثین کے ترجمۃ الباب سے پتہ چلتا ہے کہ رفع یدین میں نسخ وترک کا سلسلہ مستقل چلتا رہا ہے۔ چنانچہ جہاں محدثین کرام رفع یدین کا باب لائے ہیں تو وہیں ترکِ رفع یدین کا باب بھی لاتے ہیں۔ رفع یدین کے باب میں رفع یدین کی حدیثیں اور ترکِ رفع یدین کے باب میں ترکِ رفع یدین کی حدیثیں۔

ناسخ منسوخ کا قاعدہ

علامہ نوویؒ نے جو قاعدہ مسلم شریف کی شرح میں بیان کیا ہے۔ اس پر غور کریں وہ یہ ہے کہ محدثین ہر زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ پہلے زمانہ کی بھی اور بعد کے زمانہ کی بھی۔ لیکن فقہاء کرام رحمہم اللہ صرف آخری زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ اس لیے کہ اگر عوام کو پہلے زمانہ کی روایات کا پتہ نہ بھی چلے تو ان کے دین میں کوئی نقص نہیں آتا۔ لیکن محدثینؒ ہر زمانہ کی احادیث لاتے ہیں۔ تو ان کا طریقہ یہ ہے۔ مثلاً امام مسلمؒ (ج ۱ ص ۱۵٦) باب لاتے ہیں۔ باب الوضوء مما مست النار اس میں تقریباً بارہ (۱۲) احادیث لائے ہیں۔ جن میں وضوء مما مست النار ہے۔ مطلب یہ ہے وہ چیز جو آگ پر پکی ہو اس کے کھانے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ دوبارہ وضو کرنا چاہیے۔ اس کے بعد حضرت جابرؓ سے روایت لائے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بھونی بکری کا گوشت کھایا۔ پھر نیا وضوء نہیں فرمایا۔ اسی وضوء سے نماز ادا فرمائی۔ اس پر امام نوویؒ لکھتے ہیں: باب الوضوء مما مست النار ذکر مسلم رحمه الله فی هذا الباب الأحادیث الواردة بالوضوء مما مست النار ثم عقبها بالأحادیث الواردة بترك الوضوء مما مست النار فكأنه یشیر الی أن الوضوء منسوخ. وهذه عادة مسلم وغیره من أئمة الحدیث یذكرون الأحادیث التی یرونها منسوخة ثم یعقبونها بالناسخ (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۱۵٦)۔

''امام مسلمؒ نے اس باب میں پہلے ان احادیث کو نقل کیا ہے جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز

کھانے سے وضوء کے ٹوٹ جانے کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ احادیث لائے ہیں جن میں یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ گویا وہ اشارہ فرمارہے ہیں کہ پہلی احادیث منسوخ ہیں۔ یہ صرف امام مسلمؒ کا ہی طریقہ نہیں ہے بلکہ سارے محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں''۔

پہلا قاعدہ:۔

علامہ نوویؒ نے یہاں ایک قاعدہ بتلادیا کہ محدثین حدیث لکھنے کے بعد یہ نہیں لکھتے۔ ھذا حدیث ناسخیا ھذا حدیث منسوخ۔ بلکہ وہ ترتیب ایسی قائم کرتے ہیں جس سے ان کا ناسخ منسوخ معلوم ہو جائے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے زمانہ کی حدیثیں پہلے لکھتے ہیں اور بعد والے زمانہ کی احادیث بعد میں لکھتے ہیں۔

دوسرا قاعدہ:۔

دوسرا قاعدہ یہ معلوم ہوا کہ اگر کسی حدیث کے بارے میں یہ معلوم کرنا ہو کہ یہ پہلے زمانہ کی حدیث ہے یا بعد والے زمانہ کی۔ تو یہ صرف اس کتاب سے پتہ چلے گا جس میں دونوں قسم کی احادیث موجود ہیں۔ اور جس کتاب میں ایک ہی قسم کی احادیث ہوں گی۔ اس سے قطعاً یہ پتہ نہیں چلے گا کہ یہ پہلے زمانہ کی ہے یا بعد کے زمانہ کی۔

بخاری شریف میں رفع یدین کی دو احادیث ہیں۔ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث لائے ہیں۔ امام مسلمؒ نے تیسری روایت حضرت وائل بن حجرؓ کی پیش کی۔ لیکن اس کے بعد ترکِ رفع یدین کی احادیث نہیں ہیں۔ جس سے یہ پتہ چل سکے کہ یہ پہلے زمانہ کی ہیں یا بعد کے زمانہ کی۔ اور یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ ان پر عمل جاری رہا یا نہیں رہا۔ امام نسائیؒ نے ترک ذلک کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس سے فیصلہ آسان ہو جاتا ہے۔

نسخ رفع یدین پر سنن نسائی کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین کے علاوہ باقی تمام مواقع میں رفع یدین کا متروک ہونا محدثین کرام خصوصاً امام نسائیؒ کے طرزِ عمل سے ماخوذ ہے۔ امام نسائیؒ ایک جلیل القدر، مستند اور مانے ہوئے محدث ہیں۔ ان کی کتاب ''سنن نسائی'' صحاح ستہ میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔ چنانچہ امام

نسائیؒ نے اپنی کتاب میں رفع یدین کے متعدد ابواب قائم کیے ہیں۔ اور ترکِ رفع یدین پر استدلال کرتے ہوئے اسے آخر الامرین (آخری عمل) کے طور پر پیش کیا ہے۔ جو رفع یدین اور ترکِ رفع یدین میں طبعی اور فطری ترتیب ہے۔ جلد بازی میں کوئی شخص یہ نہ کہے کہ ترکِ رفع یدین کے ابواب سے امام نسائیؒ کی مراد کبھی کبھی رفع یدین کا ترک کرنا ہے کیونکہ انہوں نے ایک باب سجدوں میں ترکِ رفع یدین کا باندھا ہے۔ رفع یدین کرنے والوں کی غالب اکثریت نے حتی کہ غیر مقلدین نے بھی اسے ہمیشہ کے لیے ترک کیا ہوا ہے۔ لہٰذا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد ترکِ رفع یدین کے ابواب کا یہی مطلب ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متروک ہے کیونکہ امام نسائیؒ نے دلیل کے طور پر ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ذکر کیا ہے جو مطلقاً ترکِ رفع یدین کے قائل ہیں۔ سنن نسائی سے رفع یدین اور ترکِ رفع یدین کے ابواب یہ ہیں۔

۱۔ امام نسائیؒ نے کتاب الافتتاح میں تکبیرِ تحریمہ کے لیے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔ باب: رفع اليدين قبل التكبير

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔

۲۔ باب: رفع اليدين حذو المنكبين

اس میں پھر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔ باب: رفع اليدين حيال الأذنين

اس میں حضرت وائلؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث لائے ہیں۔

ترکِ رفع یدین کی احادیث صرف انہیں مقامات کے رفع یدین کے لیے ہیں جو تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ مقامات میں وارد ہوا ہے۔ ورنہ تکبیرِ تحریمہ کے رفع یدین کے ترک کی ایک بھی روایت موجود نہیں۔ چنانچہ یہ رفع یدین ہر قسم کے نسخ و ترک سے محفوظ ہے۔ جبکہ دیگر مقامات کا رفع یدین بالکل محفوظ نہیں۔

۲۔ امام نسائیؒ نے کتاب الافتتاح میں رکوع کے لیے رفع یدین کے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔ باب: رفع اليدين للركوع حذاء فروع الأذنين

رکوع کے لیے رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں کا کانوں کی لو کے بالمقابل اٹھانا

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۲۔ باب: رفع اليدين للركوع حذو المنكبين

رکوع کے لیے رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں کا کندھوں کے برابر اٹھانا

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔

پھر ہر ایک کے ترک کا اکٹھا یہ باب قائم کیا۔

۳۔باب: ترك ذٰلك۔ اس رفع یدین کے ترک میں باب

اس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔امام نسائیؒ نے کتاب الافتتاح میں رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔باب: رفع اليدين عند الرفع من الركوع

اس میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۲۔باب: رفع اليدين حذو فروع الأذنين عند الرفع من الركوع

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔باب: رفع اليدين حذو المنكبين عند الرفع من الركوع

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔

پھر ہر ایک کے ترک کا اکٹھا یہ باب قائم کیا۔

۴۔باب: الرخصة في ترك ذٰلك۔ "اس رفع یدین کے ترک میں رخصت میں باب"

۴۔امام نسائیؒ نے کتاب الافتتاح میں سجدوں کے وقت رفع یدین کے یہ ابواب قائم کیے ہیں۔

۱۔باب: رفع اليدين للسجود سجدوں کے لیے رفع یدین کا باب

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی تین احادیث (رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷) لائے ہیں۔

۲۔باب: ترك رفع اليدين عند السجود "سجدوں کے وقت رفع یدین کا باب"

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔باب: رفع اليدين عند الرفع من السجدة الأولىٰ

پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا باب

اس میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں (رقم ۱۱۴۳)۔

پھر ہر ایک کے ترک کا اکٹھا یہ باب قائم کیا۔

۴۔باب: ترك ذٰلك بين السجدتين۔ "دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ترک"

اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔

اب ذرا تفصیل ملاحظہ فرمائیں! امام نسائیؒ آخری چار باب سجدوں کے وقت رفع یدین اور اس کے ترک کے متعلق لائے ہیں۔ کتاب کی ترتیب کے مطابق ان کا ذکر بعد میں ہے لیکن متروک

اور منسوخ ہونے کے اعتبار سے سجدوں کا رفع یدین پہلے ہے اور اس کے منسوخ ہونے پر قائلین رفع یدین کی اکثریت کا اتفاق ہے۔ اس لیے اس کا ذکر پہلے کیا جاتا ہے۔

پہلے اور تیسرے ابواب میں امام نسائیؒ حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ پہلے باب کی حدیث کا متن مع سند یہ ہے۔

أخبرنا محمد بن المثنّٰى، قال: حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عَدِيٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عن قَتَادَةَ، عن نصر بن عاصم، عن مالك بن الحويرثِ: أنّهُ رَأَى النبيَّ ﷺ رفع يديه في صلوته، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع، واذا سجد، واذا رفع رأسه من السجودِ حتى يُحاذيَ بهما فروعَ أُذُنَيْهِ.

(صحیح نسائی باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۵؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ: ''انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز کے شروع میں، رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر، رفع یدین کرتے دیکھا''۔

تیسرے باب کی حدیث کا متن یہ ہے۔

عن مالك بن الحويرثِ: أنّ نبيَّ اللهِ ﷺ كان اذا دخل في الصلاةِ رفع يديهِ، واذا ركع فعل مثل ذٰلكَ، واذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذٰلك، واذا رفع رأسه من السجودِ فعل مثل ذٰلك، كُلّه. يعني: رفع يديه.

(صحیح نسائی، رقم الحدیث ۱۱۴۳؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

اوپر والی حدیث میں سجدہ کو جاتے وقت رفع یدین ثابت کرنا مقصود ہے اور اس حدیث کا متن بھی لفظ و اذا سجد کے علاوہ یہی ہے۔ جس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین ثابت کرنا مقصود ہے۔

دوسرے اور چوتھے باب میں امام نسائیؒ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔ باب نمبر ۲ کی حدیث کے ''وکان لا یفعل ذٰلک فی السجود'' کہ آپ ﷺ سجدہ میں جاتے ہوئے رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یعنی نہ پہلے سجدہ میں جاتے وقت اور نہ دوسرے سجدہ میں جاتے ہوئے۔ اور باب نمبر ۴ کی حدیث کے آخر میں ہے: ''ولا یرفع بین السجدتین'' کہ آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ یعنی پہلے سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ حدیث کے ان دونوں قسم کے الفاظ سے سجدوں میں رفع یدین کی مطلقاً نفی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ وہاں سے رفع یدین کے متروک ہونے کو بیان کرنا مقصود ہے جیسا کہ امام نسائیؒ کے استدلال کا تقاضا ہے یعنی پہلے

سجدوں میں رفع یدین ہوا کرتا تھا جیسا کہ حدیث نمبر ۱۰۸۵، ۱۱۴۳ میں ہے۔ بعد میں متروک ہوگیا۔ یہ نہیں کہ کبھی کرلیا اور کبھی چھوڑ دیا۔ رفع یدین کرنے والوں کے عمل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ ان کی غالب اکثریت نے سجدوں کے وقت رفع یدین کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دیا ہے۔

امام نسائیؒ نے رکوع سے پہلے کے رفع یدین کے دو ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلے باب میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع کو جاتے وقت کانوں کی لو کے برابر رفع یدین کا ذکر ہے۔ دوسرے باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع کو جاتے وقت کندھوں کے بالمقابل رفع یدین کا ذکر ہے۔ یعنی دونوں حدیثوں میں رکوع کو جاتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ پہلی میں کانوں کی لَو کے برابر اور دوسری میں کندھوں کے برابر۔

تیسرے باب میں امام نسائیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رفع یدین کی نفی کرتے ہوئے صرف پہلی مرتبہ رفع یدین یعنی تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: عن علقمة عن عبد الله قال: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ؟ قَالَ: فَقَامَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ ثُمَّ لَمْ يُعِدْ (نسائی رقم ۱۰۲۶)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپؐ کھڑے ہوئے۔ پس پہلی مرتبہ رفع یدین کیا۔ پھر دوبارہ نہیں کیا''۔

غور فرمائیں! اس حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کے بغیر اپنی نماز کو رسول اللہ ﷺ کی نماز کہہ کر رسول اللہ ﷺ کی نماز کا نقشہ پیش کیا ہے۔ جس کے بعد مضمونِ حدیث کے مرفوع ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ کوئی آدمی رفع یدین کے بغیر پڑھی ہوئی نماز سے رسول اللہ ﷺ کی نماز ہونے کی نفی نہیں کرسکتا۔ امام نسائیؒ نے اس حدیث پر ''ترک ذلک'' (اس رفع یدین کے ترک میں باب) کا عنوان قائم کر کے رکوع جاتے وقت رفع یدین کے متروک ہونے پر استدلال کیا ہے۔ جس طرح سجدوں میں رفع یدین کے متروک ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کبھی کرلیا اور کبھی چھوڑ دیا بلکہ ہمیشہ کے لیے متروک ہونا مراد ہے جیسا کہ قائلین رفع یدین کی اکثریت کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ اسی طرح رکوع جاتے وقت رفع یدین کے متروک ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہمیشہ کے لیے متروک ہوگیا کیونکہ اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا عمل بھی ترکِ رفع یدین ہی تھا۔

امام نسائیؒ نے رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کے چار ابواب قائم کیے ہیں۔ پہلے باب میں حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر

ہے۔ اگرچہ اس میں بھی دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانے کا ذکر ہے مگر حضرت مالک بن الحویرث ؓ کی حدیث اس بارے میں زیادہ صریح ہے۔ لہٰذا اسے مستقل باب میں لائے ہیں۔ اس باب میں حضرت مالک بن حویرث ؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ کانوں کے سروں کے برابر اٹھانے کی تصریح ہے۔ اگلے باب میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی حدیث لائے ہیں۔ جس میں رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھانے کا ذکر ہے۔ حضرت مالک بن الحویرث ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کی ان دونوں حدیثوں کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ ان دونوں میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔ ایک میں کانوں کے سروں کے برابر اور دوسری میں کندھوں کے برابر۔ پھر امام نسائی ؒ اگلے باب ''الرخصة فی ترک ذٰلک''۔ (اس رفع یدین کے ترک میں رخصت کے بارے میں باب) میں حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی حدیث دوسری سند سے لائے ہیں۔ جس میں ترکِ رفع یدین کا صریح ذکر ہے۔ حدیث کا متن یہ ہے:

عن علقمة عن عبداللہ: أَنَّهُ قال: أَلا أُصَلِّي بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا مَرَّةً واحدةً. (نسائی رقم ۱۰۵۸)

''حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے فرمایا کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی مسنون نماز کا طریقہ نہ بتاؤں؟ پس آپ ؓ کھڑے ہوئے۔ پس صرف پہلی مرتبہ رفع یدین کیا''۔

امام نسائی ؒ اسی حدیث کو رکوع جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کے متروک ہونے کی دلیل کے طور پر لائے ہیں۔ البتہ دو مختلف سندوں اور متنوں کے ساتھ ذکر کرنے میں حکمت یہ ہے کہ پتہ چل جائے کہ دونوں سندیں اور متن صحیح اور مستقل حجت ہیں۔

نسخ رفع یدین پر سنن ابوداؤد کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام ابوداؤد نے پہلے باب: رفع الیدین فی الصلوٰة (نماز میں رفع یدین کا باب) قائم کیا۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ اور حضرت وائل بن حجر ؓ کی احادیث لائے ہیں۔ پھر اس کے بعد ترکِ رفع یدین والی حضرت وائل بن حجر ؓ کی حدیث لائے ہیں۔ حضرت وائل بن حجر ؓ دو مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو رکوع اور سجدہ کی رفع یدین کا ذکر کیا، لیکن جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا مشاہدہ صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کے بارے میں فرمایا اور بس۔

عن وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قال: رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ قال: ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُوْنَ أَيْدِيَهُمْ إِلٰى صُدُوْرِهِمْ فِيْ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب نبی اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ افتتاح نماز کے وقت اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھاتے تھے۔فرمایا: پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اوران پر بڑے کوٹ اوراونی چادریں تھیں۔

اگراس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؓ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفع یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔حضرت وائل بن حجرؓ نے کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عندالرکوع رفع یدین منسوخ ہوگیا تھا۔لہٰذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہوگئی۔

اس کے بعد باب: من لم یذکر الرفع عند الرکوع (باب اس کا کہ جس نے رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں کیا) لائے۔اس باب میں حدیث ابن مسعودؓ (رقم ۷۴۸) کو ذکر کیا۔پھر حضرت براء بن عازبؓ سے حدیث (رقم ۷۴۹، ۷۵۰ ترقیم دار المعرفۃ، بیروت) بطریق یزید بن ابی زیادؒ روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ شروع نماز میں رفع یدین کرتے تھے۔پھر نہیں کرتے تھے۔پھر تیسری حدیث (رقم ۷۵۱) اپنے شیخ حسن بن علیؒ کے واسطہ سے نقل کی کہ نماز میں ایک ہی بار شروع میں رفع یدین کیا ہے۔پھر بطریق عیسیٰ اور حکمؒ کے حدیث براء بن عازبؓ بطور تائید لائے ہیں (رقم ۷۵۲)۔اور آخر میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی حدیث (رقم ۷۵۳) روایت کی کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ دراز کرکے اٹھاتے تھے۔اس طرح ترکِ رفع یدین کی احادیث تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیان فرمائیں۔

نسخ رفع یدین پر سنن ترمذی کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام ترمذیؒ نے بھی رفع یدین کے باب میں پہلے حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے۔اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث روایت کی ہے۔امام ترمذیؒ بھی دوسرے محدثین کرام رحمہم اللہ کی طرح اس طرف اشارہ فرمارہے ہیں کہ رفع یدین منسوخ ہے۔

نوٹ:۔ترمذی شریف کے پاک و ہند کے مروجہ نسخوں میں ترکِ رفع یدین کا باب سہوِ کتابت سے رہ گیا ہے۔ورنہ عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث امام ترمذیؒ نے بھی ذکر کی ہے اور اسے حدیثِ حسن قرار دیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ وفی الباب عن البراء بن عازب (اس باب میں حضرت براء بن عازبؓ سے بھی حدیث مروی ہے) (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸ طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی)۔ فی الباب کا لفظ بتاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے پہلے اس حدیث کا ترجمۃ الباب (یعنی باب کا عنوان) ضرور تھا۔ظاہر ہے کہ جب حدیث ترکِ رفع یدین کی ہے تو باب بھی ترکِ رفع یدین کا ہی ہوگا۔ چنانچہ ترمذی کے صحیح ترین نسخوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے پہلے یہ باب موجود ہے۔باب من لم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ (باب اس کا کہ جس نے صرف پہلی مرتبہ ہی رفع یدین کیا)۔مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاکرؒ نے شرح ترمذی (ج ۲ ص ۴۰ طبع قاہرہ) میں بھی باب قائم کیا ہے۔اسی طرح زمانہ حال کے غیر مقلد الشیخ خلیل مأمون شیحا نے ترمذی کا نسخہ جو اپنی تحقیق سے شائع کیا ہے۔اس میں انہوں نے باب باندھا ہے :''باب: ما جاء أَنَّ النبِيّ ﷺ لم یرفع الا فی اولِ مرَّۃٍ''۔''باب اس کا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے صرف پہلی مرتبہ ہی رفع یدین کیا ہے''(سنن ترمذی:ص ۱۳۱،رقم ۲۵۷،تحقیق الشیخ خلیل مأمون شیحا،طبع دار المعرفۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۳ھ)۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں نور الصباح ج ا ص ۱۰۱ تا ۱۰۶؛اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۴۱۱، ۴۱۲)۔

ایک چیلنج

جس طرح ہم نے صحاح ستہ کی کتابوں سے دکھا دیا کہ رفع یدین کی حدیث پہلے ہے اور ترکِ رفع یدین کی بعد میں ہیں۔(حالانکہ یہ سب شافعیوں کی کتابیں ہیں کیونکہ اکثر مصنفین شافعی ہیں)۔اب ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ غیر مقلدین صحاح ستہ میں سے کوئی کتاب لائیں جس میں ترکِ رفع یدین کا باب یا حدیث پہلے ہو اور رفع یدین کی حدیث یا باب بعد میں ہوتا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ترکِ رفع یدین والی روایات منسوخ اور رفع یدین والی ناسخ ہیں۔

نسخ رفع یدین پر مصنف ابن ابی شیبہ کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

اسی طرح امام بخاریؒ کے استاذ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے بھی یہی طرز اختیار کیا ہے۔محدث ابن ابی شیبہؒ نے ایک باب''باب من کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ'' قائم کر کے رفع یدین کی

روایات (رقم ۲۴۴۰ تا ۲۴۵۴) جمع فرمائیں۔اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت مالک بن الحویرثؓ، حضرت انسؓ اور حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی احادیث لائے ہیں۔تو دوسرا باب ''باب من کان یرفع یدیه في اول تکبیرة ثم لا یعود'' قائم کیا جس میں ترکِ رفع یدین کی احادیث (۲۴۵۵ تا ۲۴۶۹) ذکر فرمائیں۔اس میں حضرت براء بن عازبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی مرفوع احادیث لائے ہیں۔پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور تابعین میں حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حضرت شعبیؒ، حضرات اصحاب علیؓ اور اصحاب ابن مسعودؓ، حضرت خیثمہؒ، حضرت قیسؒ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، حضرت اسودؒ، حضرت علقمہؒ کے آثار ذکر کیے ہیں۔امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اس بات کی وضاحت کردی کہ رفع یدین والی احادیث منسوخ ہیں۔کیونکہ خیر القرون کا تعامل ترک رفع یدین ہی تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۴ تا ۲۳۷ طبع اول؛ ج ۲ ص ۴۰۹ تا ۴۱۸ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی طبع ثانی ۱۴۲۸ھ)۔

نسخ رفع یدین پر مصنف عبدالرزاق کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی (المتوفی ۲۱۱ھ) نے اپنی کتاب مصنف عبدالرزاق میں باب قائم کیا ہے: باب: تکبیرۃ الافتتاح ورفع الیدین۔اس میں پہلے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت وائل بن حجرؓ سے رفع یدین والی روایات اور پھر کچھ آثار ذکر کیے ہیں۔پھر اس کے بعد ترکِ رفع یدین کی مرفوع حدیث حضرت براء بن عازبؓ کی دو سندوں (رقم ۲۵۳۳، ۲۵۳۴) سے، پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی دو روایات (۲۵۳۶، ۲۵۳۷) اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا اثر (رقم ۲۵۳۸) لائے ہیں۔اور باقی محدثین کی طرح اس بات کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ رفع یدین کی احادیث منسوخ ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳ تا ۴۶ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۱۰ء)

نسخ رفع یدین پر مؤطا امام محمد کے ابواب کی ترتیب سے استدلال

امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام محمد بن حسن شیبانیؒ نے بھی یہی طرز اختیار کیا ہے۔وہ بھی اپنے مؤطا میں پہلے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی مرفوع اور موقوف حدیث رفع یدین کی لائے ہیں۔پھر ترک رفع یدین کی حضرت ابوہریرہؓ کی مرفوع حدیث کو لائے ہیں۔پھر صحابہ میں سے حضرت علیؓ

،حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابرؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور تابعین کرام رحمہم اللہ میں حضرت علی بن حسینؒ المعروف زین العابدینؒ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے آثار کو ذکر کیا ہے جس سے یہ بات واضح کردی ہے کہ خیر القرون میں ترکِ رفع یدین کا تعامل ہی جاری تھا۔ رفع یدین روایات پر عمل نہیں تھا۔ حضرت امام محمدؒ نے حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ترک رفع یدین کی ترجیح بھی ثابت کردی۔ اجماع خیر القرون بھی بیان کردیا۔ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''میں نے عبد اللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب میں سے کسی ایک سے بھی نہ پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنے کا مسئلہ سنا، (اور نہ ہی کسی کو پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرتے دیکھا)۔ وہ صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے'' (مؤطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔ اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا، صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔

بہر حال ان اکابر محدثینؒ کے ابواب خود بتاتے ہیں کہ رفع یدین میں ترک و نسخ کا عمل جاری رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں رفع یدین کی حدیث ہے تو وہیں ترکِ رفع یدین کی بھی۔

قولی اور فعلی سنت میں فرق

شبہ:۔ غیر مقلدین ماضی استمراری سے دوام پر استدلال کرتے ہیں۔

جواب:۔ عقود دو قسم کے ہوتے ہیں: قولی اور فعلی۔ عقودِ قولیہ میں دوام ہوتا ہے جیسے اسلام اور نکاح۔ انسان زبان سے اسلام قبول کرتا ہے۔ اس کا اسلام دائمی ہوتا ہے جب تک کلمۂ کفر نہ کہے۔ اسی طرح نکاح زبانی وعدہ ہے۔ وہ نکاح دائمی ہوتا ہے جب تک طلاق نہ ہو۔ اسی طرح اگر رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ کے قول سے ثابت ہوتا تو دوام ثابت ہو جاتا۔ چونکہ غیر مقلدین کے پاس قولی حدیث نہیں اس لیے دوام ثابت نہیں کر سکتے۔ ترک رفع یدین کی احادیث قولی، فعلی اور تقریری تینوں قسم کی موجود ہیں۔ لہٰذا اس کا دوام ثابت ہے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر ۴)

قول کے مقابلہ فعل ذاتی طور پر دوام پر دلالت نہیں کرتا۔ مثلاً:

۱:۔ مسلم (ج ۱ ص ۲۵۴) میں وتر کے بعد دو رکعت پڑھنے کا بیان ہے اور کان یصلی کے الفاظ کے ساتھ ہے جو ماضی استمراری ہے۔ حدیث اس طرح ہے۔ عن أبي سلمة قال: سألتُ عائشةَ عن صلوة رسول الله ﷺ. فقالت (عائشة) كان يصلي ثلاث عشرة ركعة يصلي

ثمان رکعاتٍ ثُمَّ یوترُ ثم یصلی رکعتین وھو جالس الحدیث۔

ترجمہ:۔ حضرت ابوسلمہؓ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے بارے میں سوال کیا۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا: نبی ﷺ تیرہ (۱۳) رکعتیں پڑھتے تھے۔ (پہلے) آپ آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپؐ (تین) وتر پڑھتے۔ پھر آپؐ دو رکعتیں بیٹھ کر ادا فرماتے الحدیث۔

اس پر امام نوویؒ فرماتے ہیں: قلتُ: الصواب أن ھاتین الرکعتین فعلھما ﷺ بعد الوتر جالساً لبیان جواز الصلوۃ بعد الوتر وبیان جواز النفل جالساً ولم یواظب علی ذٰلک بل فعلہ مرۃ او مرتین او مراتٍ قلیلۃٍ۔ ولا تغتر بقولھا کان یصلی۔ فان المختار الذی علیہ الاکثرون والمحققون من الأصولیین ان لفظۃ "کان" لا یلزم منھا الدوام ولا التکرار۔ وانما ھی فعل ماضٍ یدل علی وقوعہ مرۃً فان دلّ دلیل علی التکرار عمل بہ والا فلا تقتضیہ بوضعھا (مسلم ج۱ ص ۲۵۴)۔

ترجمہ:۔ حضرت امام نوویؒ فرماتے ہیں: یہاں جو ماضی استمراری کے ساتھ وتروں کے بعد نفل پڑھنے کا ذکر ہے۔ یہ اس لیے ہے تاکہ ایک تو یہ پتہ چل جائے کہ وتروں کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے۔ دوسرا یہ پتہ چل جائے کہ نفل بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے۔ حضور ﷺ نے ان نوافل پر ہمیشگی نہیں فرمائی بلکہ ایک مرتبہ یا دو مرتبہ یا چند مرتبہ آپ ﷺ نے یہ نوافل ادا کیے ہیں۔ اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ یہاں کان یصلی ماضی استمراری کا لفظ ہے۔ اس لیے کہ اکثر اصولیین اور محققین کے نزدیک کان دوام اور تکرار کے لیے نہیں آتا بلکہ ایک دفعہ فعل کے لیے وضع کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی خارجی قرینہ اس کے علاوہ مل جائے جو دوام پر دلالت کرتا ہو تو علیحدہ بات ہے ورنہ صرف ایک ہی دفعہ فعل کے لیے وضع کیا گیا ہے۔

ماضی استمراری کی اصل وضع ایک دفعہ کے فعل کے لیے ہے (نووی ج۱ص۲۵۴؛ مجمع البحار ج۳ص۲۲۵، مسک الختام ج۱ص۵۶۷)۔ اس سے مواظبت (دوام) بطور نص ثابت نہیں ہوتی۔ ہاں قرائن اجتہادیہ سے کہیں مجتہد دوام مراد لیتا ہے۔ کہیں دوام مراد نہیں لیتا۔ احناف کے ہاں سب قرائن سے بڑا قرینہ تعامل خلفائے راشدینؓ یا تعامل خیر القرون بلا نکیر ہے۔ اگرچہ فعل رسول اللہ ﷺ ماضی استمراری سے بھی ثابت ہو۔ ان کے بعد اگر تعامل جاری ہوا تو وہ قرینہ عمل پر مواظبت (دوام) کا ہوگا۔ اگر تعامل جاری نہ رہا تو وہ قرینہ ترک مواظبت پر ہوگا۔

مناطقہ کی زبان میں کان یُصَلِّی ماضی استمراری قضیہ مہملہ ہے جس میں جزیہ تو یقینی ہوتا ہے لیکن

کلیہ کے لیے کسی خارجی قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے۔اس سے یہ بھی پتہ چل گیا کہ اگر مجتہد نے کسی حدیث میں ماضی استمراری کو دوام کے معنیٰ میں لیا ہے تو اس نے اجتہادی قرائن سے لیا ہے نہ کہ بطورِ نص۔اگر کسی نے جو یہ مراد لیا ہے تو اس کو اپنے اصل پر قائم رکھا ہے۔

۲:۔ حدیث میں ہے: ''کان یطوف علی نسائه بغسل واحد'' ۔جناب رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس جاتے اور آخر میں صرف ایک دفعہ غسل فرماتے۔لیکن حسبِ تحقیقِ محدثین یہ واقعہ صرف ایک دفعہ ہوا۔لہٰذا یہ نہ سنت ہے نہ مستحب۔

۳:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنا۔(بخاری ج ا ص ۳۵،۳۶، ۳۳۵، ۳۳۶)

۴:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا حالت جنابت میں سونا(بخاری ج ا ص ۴۴)۔

۵:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا روزے کی حالت میں ازواج مطہرات سے بوس و کنار کرنا (بخاری ج ا ص ۲۵۸)

۶:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا قبلہ کی طرف منہ کر کے قضائے حاجت کرنا۔

۷:۔ جنَاب رسول اللہ ﷺ کا نماز میں کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھنا۔

۸:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا وضو کے بعد بیویوں کا بوسہ لینا۔(مشکوۃ.کان یقبل)

۹:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا۔

۱۰:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا بچی کو اٹھا کر نماز پڑھنا(بخاری ج ا ص ۷۴)۔

۱۱:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا جوتے پہن کر نماز پڑھنا(بخاری ج ا ص ۵۶)۔

۱۲:۔ حائضہ بیوی کی گود میں سہارا لگا کر قرآن پڑھا کرتے (ماضی استمراری) (بخاری ج ا ص ۴۴)

۱۳:۔ حائضہ بیوی سے مباشرت کیا کرتے (ماضی استمراری)(بخاری ج ا ص ۴۴)۔

اس طرح کے بہت سے افعال جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں مگر نہ ان کو کوئی سنت سمجھتا ہے نہ مستحب۔نہ ہی کوئی ان کے دوام کا قائل ہے۔ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اگر کوئی شخص یہ کام نہ کرے تو کوئی اس کو خلافِ سنت کا طعنہ نہ دے گا۔

ان افعال کا ایک آدھ دفعہ کرنا تو جناب رسول اللہ ﷺ سے یقیناً ثابت ہے لیکن ان کا سنت یا مستحب ہونا بھی یقیناً غلط ہے۔بالکل یہی حال رفع یدین کا ہے۔بعض فعلی روایات سے اس کا ایک آدھ مرتبہ کرنا ثابت تو ہے لیکن نہ اس کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے اور نہ مستحب ہونا۔یہی بات حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمائی ہے کہ حضرت وائل رضی اللہ عنہ نے صرف ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ

کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ جس سے سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ سنت وہی ہے جو باقی حاضر باش صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے روایت کی اور اس پر عمل فرمایا یعنی رفع یدین نہ کرنا۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حدیثوں کو پرکھنے میں صرّاف اور نقّاد تھے اور بلند پایہ علماء اور محدثین میں سے تھے'' (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۶۹)۔ اسی لیے تو اس صرّافِ حدیث نے ترکِ رفع یدین کی روایات کو پرکھنے کے بعد مضبوط اور صحیح سمجھ کر ان پر عمل کیا اور رفع یدین کی روایات کو غیر معمول بہا اور مؤول ہونے کے باعث چھوڑ دیا۔

اگر بالفرض غیر مقلدین کی بیان کردہ تمام روایات کو صحیح بھی مان لیا جائے، تو بھی ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے رفع یدین پر مواظبت ودوام ثابت ہوتا ہو۔ آخری وقت نبوی ﷺ میں ہی رفع یدین کا ثبوت ہو تو ان میں سے ایک حدیث میں بھی مکمل دعویٰ موجود نہیں ہے۔ ان تمام روایات سے زیادہ سے زیادہ ایک آدھ مرتبہ رفع یدین کرنے کی صراحت ملتی ہے۔ جیسے پہلی رات کا چاند طلوع ہو تو کروڑہا لوگ بھی اس کے طلوع کی خبر دیں تو چاند تو ایک ہی طلوع ہوا، اور ایک ہی بار طلوع ہوا، نہ کہ کئی مرتبہ۔ پس ان تمام روایات واحادیث سے ایک آدھ مرتبہ رفع یدین کا ثبوت تو صراحتاً ہوگا۔ ہاں یہ رفع یدین باقی رہی یا باقی نہ رہی۔ اس سے یہ احادیث بالکل خاموش ہیں۔

ترکِ رفع یدین کا متواتر ہونا

ترکِ رفع یدین کی روایات کا کثیر ہونا

گذشتہ ابواب میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرنے کے بارے میں قرآنی آیات، قولی احادیث، فعلی احادیث اور تقریری احادیث ہر قسم کے دلائل موجود ہیں اور غیر مقلدین کے پاس صرف فعلی احادیث ہیں اور وہ ہمارے پاس بھی ہیں۔ جتنی مرضی روایات وہ پیش کریں مگر ہیں وہ سب ہی فعلی حدیثیں۔ نہ وہ اس موضوع پر کوئی قرآنی آیت لا سکے ہیں نہ قولی حدیث، نہ تقریری حدیث۔ اس حقیقت کو سمجھنے کے باوجود یہ کہنا کہ رفع یدین کی روایات زیادہ ہیں اور متواتر ہیں۔ یہ تو کسی مجنون کا کام ہوگا۔

حضرت مولانا محمد حسن سنبھلیؒ فرماتے ہیں: ''ليس في جانب الرفع الا عدة أحاديث فعلية'' (تنسیق النظام فی مسند الامام ص۱۶۹ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔ ''رفع یدین کی روایات چند ہیں، وہ بھی صرف فعلی''۔ اور فرماتے ہیں: ''اعلم أنّ الاحاديث المرفوعة والموقوفة في جانب ترك

الرفع ایضاً کثیرة. عامتها صحیحة أو حسنة "(تنسیق النظام ص۱۵۹)۔ "جان لے! بے شک ترکِ رفع یدین کی احادیث مرفوعہ اور موقوفہ بھی بکثرت ہیں اور اکثر صحیح یا حسن ہیں"۔

پھر ترکِ رفع یدین کی قولی اور فعلی احادیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: "فهذا كله من انموذج احادیث عدم رفع الیدین عامتها فعلیة. وما قبل الأخیر قولی اوردناها لرغم أنف من یختلق أن لا حدیث فی جانب ترك الرفع و عدمه و نفیه. و انما الأحادیث قد تظافرت وتمالأت علی الرفع صحاحاً وحساناً وضعافاً. ومع ذلك كله قد تركنا كثیراً من الأخبار مخافة التطویل "(تنسیق النظام ص۱۷۱)۔

ترجمہ:۔ یہ ترکِ رفع یدین کی احادیث کا ایک نمونہ ہے جس میں اکثر احادیث فعلی ہیں اور جو آخری سے پہلی والی حدیث ہے وہ قولی ہے۔ ہم نے یہ سب احادیث اس لیے بیان کی ہیں اس شخص کے علی الرغم جس نے یہ بات بنا ڈالی ہے کہ ترکِ رفع یدین کی جانب ایک بھی حدیث نہیں ہے۔ بیشک اس ترکِ رفع یدین میں مرفوع حدیثیں موجود ہیں جن میں صحیح، حسن اور ضعیف ہر قسم کی ہیں۔

حضرت جابر بن سمرہ کی صحیح مسلم والی قولی حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

"فهذا حدیث قولی راجح علی الفعلی، فما بال أقوامٍ یرفعون بأیدیهم کیف یرفعونه بألسنتهم مع أنه لیس فی أیدیهم الا عدة أخبار فعلیة"۔

(تنسیق النظام فی مسند الامام الأعظم ص ۱۷۰ طبع مکتبۃ البشریٰ. کراچی)

"ترکِ رفع یدین کی یہ قولی حدیث فعلی احادیث پر راجح ہے۔ پس ان اقوام کا کیسا حال ہے جو ہاتھوں کو تو اٹھاتے ہیں مگر اپنی زبانوں کو بھی بلند کرتے رہتے ہیں (یعنی طعنہ زنی کرتے ہیں)۔ حالانکہ ان کے پاس صرف چند فعلی احادیث ہیں اور بس"۔

ترکِ رفع یدین کی احادیث کا متواتر ہونا

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: "واما المرفوعات ففی بعضها ذکر الرفع، وفی بعضها ذکر الترك، وبعضها ساکتة. فاذا تمسکنا بما فیه ذکر الترك، فیقل عدد أحادیثنا، ویکثر عدد أحادیثهم واذا تمسکنا بالساکتات ایضاً، فانهم یذکرون جمیع صفة الصلاة مع المستحبات ولا یذکرون رفع الیدین الا فی الاستفتاح فتبادر تلك الأحادیث لنا فیکثر عدد أحادیثنا من عدد أحادیثهم. وا کثر الناس

عن هذا غافلون"۔ (العرف الشذی ص ۱۳۶، طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی)

"احادیث مرفوعہ میں سے بعض میں تو رفع یدین کا ذکر ہے اور بعض میں ترکِ رفع یدین کی صراحت ہے۔ اور بعض اس بارے میں ساکت ہیں۔ جب ہم نے ان حدیثوں کو شمار کیا جن میں ترکِ رفع یدین کی صراحت ہے تو ہماری احادیث کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔ اور رفع یدین کی احادیث کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ جب ہم نے ان حدیثوں کو بھی ساتھ ملایا جو ساکت ہیں۔ چونکہ ان احادیث میں مستحبات سمیت صفتِ صلوٰۃ کو بیان کیا گیا ہے۔ اور سوائے تکبیرِ تحریمہ کے رفع یدین کے اور کسی قسم کے رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے۔ تو ہماری احادیث میں ان کا شمار ہوگا۔ اس طرح ہماری احادیث کی تعداد ان کی احادیث سے بہت بڑھ جاتی ہے۔ اکثر لوگ اس بات سے غافل ہیں"۔

نبی کریم ﷺ کا زیادہ تر عمل ترک رفع کا تھا۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے نقل فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ کا اکثر عمل ترکِ رفع یدین تھا۔ حضرت مغیرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جب حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے سامنے بیان کی تو آپؒ نے فرمایا: "حضرت وائلؓ نے ایک مرتبہ یہ کرتے دیکھا جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پچاس مرتبہ دیکھا کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین نہیں کرتے تھے"

(طحاوی رقم الحدیث ۱۳۱۸)۔

حضرت عمرو بن مرہؒ نے حضرت وائل بن حجرؓ کی رفع یدین والی روایت بیان کی تو حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا کہ شاید حضرت وائل بن حجرؓ نے صرف ایک اسی دن جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا اور اس رفع یدین کو یاد رکھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جو ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے والے تھے) ان میں سے کسی ایک نے بھی اس مسئلہ کو یاد نہ رکھا۔ میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے" (مؤطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔

(نیل الفرقدین ص ۱۶۶ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

اس میں امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے صاف واضح فرمادیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اکثری عمل ترکِ رفع یدین تھا۔ اسی بات کو علامہ موصوف نے برقرار رکھا۔ خیر القرون میں کسی نے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی تردید نہیں کی۔ دوسری بات امام نخعی رحمہ اللہ کے ارشاد سے یہ ثابت ہوئی کہ رفع یدین کی

حدیث نہ سنداً متواتر ہے اور نہ عملاً۔ تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ ترکِ رفع یدین ہی امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے نزدیک عملاً متواتر تھی اور امام ابراہیم نخعیؒ ترکِ رفع یدین کو سنداً بھی متواتر فرماتے ہیں:

وقد حدثني من لا أحصي عن عبد الله بن مسعود رضی اللہ عنہ أنه رفع يديه في بدء الصلوة فقط. وحكاه عن النبي ﷺ. وعبد الله عالم بشرائع الاسلام وحدوده. متفقد لأحوال النبي ﷺ، ملازم له في اقامته وفي اسفاره. وقد صلى مع النبي ﷺ ما لا يحصى

(مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)۔

"مجھے ان گنت لوگوں نے حدیث سنائی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور نماز کا یہی طریق جناب رسول اللہ ﷺ سے حکایت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اسلامی شرائع اور حدود کے پورے عالم تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے احوال کی جستجو فرمانے والے تھے۔ آپؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمیشہ ساتھ رہنے والے تھے۔ سفر وحضر میں حضور ﷺ کے ساتھی تھے۔ آپؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بے شمار نمازیں ادا فرمائیں" (مسند الامام الاعظم رقم ۹۶)

تواترِ اسنادی

رفع یدین کے رواۃ کا زیادہ ہونا اس کی دلیل نہیں کہ نبی ﷺ کا اکثر عمل رفع یدین تھا بلکہ ہوسکتا ہے کہ کم ہونے کے باوجود اس کے راوی زیادہ ہوں کیونکہ رفع یدین وجودی فعل ہے اور علامہ انور شاہؒ یہ قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ کثرتِ روایت ہمیشہ وجودی فعل کی ہوتی ہے۔ اور راوی اکثر عدمی کی روایت نہیں کرتے۔ (نیل الفرقدین ص ۲۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی) اور ترک کی نقل بہت کم ہوتی ہے کیونکہ وہ تروک میں سے ہے اگرچہ فی نفسہٖ وہ کثیر ہو۔ (نیل الفرقدین ص ۲۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ کثرت سے کسی بات کا نقل ہونا اس پر دلیل نہیں کہ یہ فعل جناب رسول اللہ ﷺ نے زیادہ دفعہ کیا ہوگا۔ کیونکہ وجودی فعل کو اکثر نقل کرتے ہیں بخلاف عدمی کے کہ اس کو بغیر کسی داعیہ کے بیان ہی نہیں کرتے۔ حالانکہ ترک فی نفسہٖ زیادہ ہوتا ہے۔ (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۰؛ نیل الفرقدین ص ۹۹ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔

مثال اول:۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک آدھ دفعہ جوتا پہن کر نماز ادا فرمائی۔ اس کی روایت سنداً متواتر ہے۔ (طحاوی)۔ حالانکہ امت میں جوتے اتار کر نماز پڑھنا عملاً متواتر ہے۔

مثال دوم:۔شق قمر ایک رات ہوا۔ جس کو کتنے صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے۔ مگر باقی عمر مبارک کے ۶۳ سال کسی رات شق قمر نہ ہوا۔ اس کو راویوں نے سرے سے روایت ہی نہیں کیا۔

پھر اس قول میں یہ بھی وضاحت نہیں کہ کتنی جگہ رفع یدین سنداً متواتر ہے۔ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ ۱۲ صحابہ رضی اللہ عنہم سے رفع یدین کی حدیث مروی ہے (نیل الفرقدین ص ۶۵ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی) اور پھر جو مزید تحقیق فرمائی تو پانچ یا چھ صحابہ سے رفع یدین کا ثبوت مانا (حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۹)۔ نیز علامہ انور شاہؒ مطلقات کو بھی اپنے دلائل میں شمار فرماتے ہیں۔ (نیل الفرقدین ص ۱۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی؛ حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۰)

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

''اگر ہم ان احادیث کو بھی ساتھ ملالیں جن میں صفتِ صلوٰۃ بیان ہوئی ہے۔ اور پھر بھی ان میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے تو ترکِ رفع کی تعداد بڑھ جاتی ہے کیونکہ ضرورتِ بیان کے وقت سکوت کرنے کو ترک کی دلیل کہا جائے گا۔ ظاہر ہے صفت صلوٰۃ کی جن احادیث میں سارے افعالِ صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ ارکان، واجبات، سنن وآداب سب ذکر ہوئے اور صرف رفع یدین کا ذکر ان میں نہیں ہوا۔ اور ہوا تو صرف تکبیر تحریمہ والے رفع کا۔ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ تو ایسی صورت میں وہ احادیث حنفیہ اور مالکیہ کی موافقت میں شمار ہوسکتی ہیں۔ اس طرح ان کی احادیث تصریح ترک رفع یدین والی احادیث کے ساتھ مل کے رفع یدین والی احادیث سے کہیں زیادہ ہوجائیں گی۔

(انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۴)

پھر تواتر ہو بھی تو ثبوت کا ہوگا نہ کہ دوام کا۔ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نبی ہونا قرآنِ پاک کی متواتر آیات سے ثابت ہے۔ اس سے ثبوت نبوت ہے۔ اس کو یوں کہنا کہ قرآن پاک کی متواتر آیات سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی تھے، یقیناً جھوٹ ہے۔ اسی طرح یہ کہنا کہ حضور ﷺ نماز میں دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے۔ یہ سنداً متواتر ہے۔ بالکل جھوٹ ہے، بلکہ یہ تو کسی خبر واحد سے بھی ثابت نہیں۔

تواتر عملی

علامہ انور شاہ فرماتے ہیں:

''اور سب شہروں میں تارکین رفع یدین بھی تھے۔ جن کا نام روایت نہیں کیا گیا۔ کیونکہ

جب تعامل اور توارث جاری ہو جائے تو سند کے بیان سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اب سند کی اہمیت نہیں رہتی۔ پھر کچھ ناخلف آ کر سندوں کا مطالبہ کرتے ہیں۔ اور جب سند نہیں پاتے تو تواترِ عملی کا انکار کر دیتے ہیں۔ یہ عادت اکثر محلّٰی میں ابن حزم کی ہے۔ گویا اس کے نزدیک دنیا میں کوئی واقعہ ایسا ہوا ہی نہیں جس کی سند مذکور نہ ہو، حالانکہ یہ بات یقیناً غلط ہے۔ اس طرح وہ کئی اجماعیات کا انکار کر دیتے ہیں جو عملاً تو متواتر ہوں مگر سنداً احاد ہوں۔ اس طرح تخریب زیادہ ہوتی ہے تعمیر کم۔ اور یہ ضررِ عظیم ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ یہ قرآن کس طرح تلاوتاً پوری دنیا میں متواتر ہے۔ لیکن اگر ہم قرآن پاک کی ہر ہر آیت کا اسنادی تواتر تلاش کرنے لگیں تو یقیناً عاجز آ جائیں گے

(حاشیہ فیض الباری ج ۲ ص ۲۵۹ طبع قدیم: ج ۲ ص ۳۲۵ طبع جدید مع بخاری؛ نیل الفرقدین ص ۱۰۳، ۱۰۴ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

حضرت مولانا احمد رضا بجنوری لکھتے ہیں: ''ترک رفع یدین کا تعامل تواتر کے ساتھ رہا ہے۔ اہلِ کوفہ تو تقریباً سارے ہی اس پر عامل تھے۔ امام مالکؒ کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں بکثرت ترکِ رفع یدین والے تھے۔ جن کی وجہ سے امام مالکؒ نے اسی کو اختیار کیا۔ اور اسی طرح دوسرے بلادِ اسلامیہ میں رافعین کے ساتھ تارکین بھی رہے ہوں گے'' (انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۱۴)۔

رفع یدین متواتر نہیں

غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ رفع یدین کی احادیث متواتر ہیں۔ اگر اس سے مراد تکبیر افتتاح کی رفع یدین ہے تو یہ بات مُسلّم ہے۔ اور اگر اس سے مراد صلوٰۃ وتر کی رفع یدین مراد ہے تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ (ج ۱ ص ۳۹۱) میں فرماتے ہیں: ''قد تواترت الأخبار برفع اليدين في الوتر''۔ ''وتر کی نماز میں رفع یدین کی احادیث متواتر ہیں''۔ تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہے (خزائن السنن ص ۳۵۶)۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: ''تواتر رفع یدین کا دعویٰ کیسے قابل قبول ہو سکتا ہے جب خلفائے راشدینؓ اور دوسرے اکابر اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ترکِ رفع یدین کا عمل (بسند صحیح) ثابت ہے۔ اسی طرح فقہائے تابعینؒ خصوصاً حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب اور شاگردوں سے ترک رفع یدین ثابت ہے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر بن عیاشؒ کا فرمان ہے: ''میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک بھی فقیہ کو کبھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا''۔ اگر تواتر کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ آیت

منسوخہ کی طرح ہے، اس کا تواتر اس کو منسوخ ہونے سے نہیں روک سکتا۔ اس لیے کہ تواتر رفع یدین تو نماز میں مطلق رفع یدین کو ہی ہم تسلیم کرتے ہیں (اور وہ صرف تکبیر تحریمہ ہے)۔ اور خصوصاً رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کے تواتر کا دعویٰ تو یہ غیر مسلّم ہے۔ ودون اثباته خرط القتاد، واللہ اعلم (اعلاء السنن ج ۳ ص ۸۰)

حضرت مولانا محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ فرماتے ہیں: "وادعاء التواتر عند اختلاف الروايات واختلاف الصحابة واختلاف التابعين واختلاف الأئمة المجتهدين من المضحكات"۔
(کشف المغطّٰی عن وجہ الموطا ج ۱ ص ۱۸۴ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

ترجمہ:۔ احادیث وروایات، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف کے باوجود تواتر کا دعویٰ کرنا مضحکہ خیز ہے۔

روایات رفع یدین کی تعداد

جہاں تک رفع یدین کی روایات کا تعلق ہے تو وہ ہر آدمی کے سامنے ہیں جو اصطلاحی تواتر تک نہیں پہنچتیں۔ شاید اسی لیے سنجیدگی کے ساتھ یہ دعویٰ رفع یدین کے قائلین اولین میں سے بھی کسی نے نہیں کیا۔ اگرچہ اس سلسلے میں ان کے دعوے بہت کچھ ہیں۔ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چارسو احادیث وآثار کا دعویٰ بھی کیا گیا ہے۔ امام بخاریؒ نے جزء رفع یدین میں صرف سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مرفوع روایت کے مروی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر چودہ نام لکھے ہیں۔ اور نام بھی محض بے سند لکھے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب جزء رفع یدین میں سند کے ساتھ نصف کے قریب ہی نام شمار کیے ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس سے رفع یدین کا دوام بطور نص ثابت ہو۔ امام ترمذیؒ نے بھی پندرہ (۱۵) صحابہؓ کا نام لیا ہے۔ ان ۱۵ میں سے متفق علیہ صرف دو حدیثیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی ہیں۔ ان دونوں میں نہ کوئی بدری ہے، نہ خلیفہ راشد اور نہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے۔ ان دونوں سے بھی صرف فعلی احادیث ہیں۔

امام ترمذیؒ نے جو نام بیان کیے ہیں۔ ان میں ایک نام حضرت عمیر لیثیؓ کا بھی ہے۔ علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: "امام ترمذیؒ کو حضرت عمیر لیثیؓ کی روایت کی طرف اشارہ نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ وہ تو قریب ہے کہ موضوع ہو"۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۷۲)

امام بیہقیؒ نے اگرچہ بیس نام شمار کیے ہیں لیکن سند کے ساتھ ان میں سے پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات موجود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جبکہ السنن الکبریٰ میں سند کے ساتھ صرف سات مرفوع

روایات کا ذکر ہے۔حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکیؒ نے التمہید اور الاستذکار میں صرف تیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرفوع روایات کا حوالہ دیا ہے۔غیر مقلد علامہ شوکانیؒ نے نیل الاوطار (ج ۲ ص ۱۹۵) میں چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مرفوع روایات کا ذکر کرتے ہوئے آخر میں لکھا ہی: ''پس یہ چودہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جن کے ساتھ حضرت ابوحمید ساعدیؓ بھی ہیں، جنہوں نے دس صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھ کر دکھائی اور اسے رسول اللہ ﷺ کی نماز قرار دیا''۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

وأما تعداد الصحابة فههنا العدد. وفي "الفتح" نحو خمسين، فقد سقط منه نصف من كلام الشوكاني، وقدمر. وهو كذلك في عبارة "الاستذكار" نحو ثلاثة وعشرين رجلاً، وفيهم نقد ايضاً. وخلص من كلام البيهقي آخر الميزان. وقد مر في النصف الباقي أيضاً أشياء. وقد أسقطنا في حديث أبي حميد أربعة من عشرة. ونقل في "التخريج" من كلام البيهقي خمسة عشر بأسانيد صحيحة يحتج بها. وقد مر الكلام في الحديث عن أبي بكر وعمر مرفوعاً. وأن الصواب أنه موقوف في حديث أنس أيضاً. وكذلك الظاهر في حديث أبي موسى. فبقي نحو اثني عشر لا أزيد. فذهب في المبالغات نحو ثلاثة أرباع. وبقي نحو ربع والربع كثير. وحصلنا من الخمسين على نحو اثني عشر. وان أخذنا بلفظ: كل خفض و رفع. فعدد الرفع أزيد منهم. وخلص من عدد الأحاديث نحو خمسة او ستة: حديث علي مع اختلاف في ذكر الرفع والساكتون أثبت. وحديث ابن عمر رضي الله عنه ومالك بن الحويرث رضي الله عنه على وجوههما. وحديث وائل على اختلاف في ألفاظه. وحديث أبي حميد على اختلاف في الذكر وعدمه. وحديث جابر. ونحو هذا العدد من الجانب الآخر أيضاً. كما سيظهر. ان شاء الله. (لعدد أحاديثها فهي نحو سبعة) نعم طرقها قليلة (نیل الفرقدین ص ۶۵،۶۶)۔

ترجمہ:۔اور (رفع یدین کے مسئلہ) میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد یہ ہے۔فتح الباری میں تعداد تقریباً پچاس ہے۔قاضی شوکانیؒ کے کلام سے نصف تعداد گھٹ گئی۔علامہ ابن عبد البرؒ نے رواۃ رفع کی تعداد تئیس (۲۳) لکھی۔اوران میں بھی نقد وکلام ہے۔اور امام بیہقیؒ کے کلام سے نقد و میزان سے کچھ اور چھانٹ دیئے گئے۔اور باقی جو آدھے بچے ان میں سے بھی کچھ کی بحث اوپر گزر چکی ہے۔اور حضرت ابوحمیدؓ کی حدیث سے دس میں سے چار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر کو ہم نے ساقط کر دیا۔اور ''التخریج'' میں امام بیہقیؒ کے کلام سے پندرہ

احادیث صحیحہ سے احتجاج کیا گیا ہے۔اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مرفوع احادیث پر کلام گزر چکا ہے۔ اور حق وصواب یہ ہے کہ حدیث انسؓ موقوف ہے۔ اور اسی طرح حدیث ابوموسیٰؓ بھی موقوف ہی ہے۔تو اس طرح تعداد بارہ سے زیادہ نہیں ہے۔لہٰذا تین چوتھائی تو مبالغہ کی نذر ہو گئے اور باقی ایک چوتھائی رہ گئے۔(اور چوتھائی بھی بہت زیادہ ہیں)۔اس طرح تعداد پچاس سے بارہ رہ گئی۔اور اگر ہم وہ روایات جن میں کل خفض ورفع کے الفاظ ہیں ان کو الگ کرلیں تو تعداد صرف پانچ یا چھ رہ جاتی ہے۔حدیث حضرت علیؓ ،جس میں رفع یدین کے ذکر میں اختلاف بھی ہے، اور رفع یدین کے ذکر کو نہ بیان کرنے والی احادیث کے راوی زیادہ ثقہ وثبت ہیں۔اور حدیث ابن عمرؓ اور حدیث مالک بن الحویرثؓ دونوں طرح سے مروی ہیں۔اور حدیث وائلؓ میں الفاظ کا بہت زیادہ اختلاف ہے۔اور حدیث ابوحمید ساعدیؓ میں رفع یدین کے ذکر اور عدم ذکر دونوں ہیں۔ اور اسی طرح حضرت جابرؓ کی حدیث ہے۔اور اتنی تعداد تو دوسری جانب بھی ہے(یعنی ان احادیث کی تعداد سات ہے)۔ہاں!ان کے طرق قلیل ہیں''۔

حضرت مولانا انورشاہ کشمیریؒ مزید فرماتے ہیں:

"وفي كل من حديث ابن عمر ﷺ من طريق نافع وحديث أبي هريرةﷺ ، وحديث وائلﷺ وحديث جابرﷺ جاء في كل خفض ورفع، وفي حديث مالك بن الحويرثﷺ بعضه، وانما يخلص من ذلك حديث أبي حميد فقط. وقد عمل به احمد مراراً، فكيف بالاعلال، بل هو تردد، وعندنا هو جنس واحد خفف شيئاً وميز شيئاً". (حاشیہ نیل الفرقدین ص ٦٦)

ترجمہ:۔ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث کے طرق میں سے خصوصاً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے نافع کے طریق میں، حدیث ابوہریرہؓ ، حدیث وائلؓ اور حدیث جابرؓ کے طرق میں فی کل خفض ورفع (یعنی ہر اونچ نیچ میں رفع یدین) کے الفاظ منقول ہیں۔اور اسی طرح حدیث مالک بن الحویرثؓ میں اس کا بعض منقول ہے۔صرف حدیث ابوحمید ہی باقی رہ گئی۔امام احمد نے اس پر کبھی کبھار عمل کیا ہے۔پس ایک معلول حدیث کے ساتھ کیسے عمل ہو سکتا ہے؟ بلکہ وہ تو اس بارے میں متردد ہیں۔اور ہمارے نزدیک وہ ایک ہی جنس سے ہے جس میں کچھ کی تخفیف کی گئی ہے اور بعض کی چھانٹی کی گئی''۔

حضرت مولانا سید احمد رضا بجنوریؒ نے اسی مضمون کو ایک دوسرے انداز میں یوں بیان کیا ہے

''حضرت (مولانا انور شاہ کشمیریؒ) نے محدثین کے مبالغات پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ مختصر یہ کہ امام بخاریؒ نے لکھا کہ سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رفع کی احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن عبد البرؒ نے رواۃ رفع کی تعداد تئیس (۲۳) لکھی۔ بیہقیؒ نے تیس (۳۰) لکھی۔ عراقیؒ نے پچاس تک عدد پہنچا دیا۔ حالانکہ ان میں صرف تحریمہ والی بھی ہیں، جن میں مواضع ثلاثہ کا کچھ ذکر نہیں۔ پھر بیہقیؒ نے خود اقرار کرلیا کہ ۳۰ میں سے پندرہ (۱۵) کی اسناد صحیح ہیں، حالانکہ ان میں بھی متکلم فیہ احادیث ہیں۔ غرض عدد گھٹتے گھٹتے پانچ یا چھ کا رہ گیا۔ یہ محدثین کے مبالغات کا حال ہے۔ اور دوسری جانب بھی ترک رفع کی بھی چھ سات احادیث ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت براءؓ، حضرت کعب بن عجرہؓ۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر ان کے ساتھ وہ احادیث بھی شامل کرلیں کہ جن میں نماز کی ساری کیفیت بیان ہوئی ہے اور اول تکبیرِ تحریمہ کا ذکر بھی ہے مگر ان میں رفع یدین عند الرکوع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو ہماری احادیث کی تعداد رفع والی احادیث سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً دارقطنی باب ذکر الرکوع والسجود وما یجزی فیهما (ج ا ص ۳۴۵، طبع السید عبد اللہ ہاشم یمانی بالمدینۃ المنورہ) میں حدیث انسؓ میں نماز کی پوری تفصیل اور صرف اول تکبیر پر رفع یدین ہے پھر نہیں ہے۔ اسی طرح التاج الجامع للاصول (ج ا ص ۱۶۹) باب الرکوع والتسبیح فیہ میں ابو حمید الساعدیؓ سے بھی اسی طرح مروی ہے''

(انوار الباری ج ۱۵ ص ۳۳۳)۔

اگر تمام روایات پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے تو شائد پچاس صحابہؓ میں سے پانچ کی روایات بھی ایسی نہ ہوں جس سے رفع یدین کے قائلین کے مکمل مؤقف کی تائید ہوسکے۔ اسی لیے علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: ''وقد اعترف البیهقی بأن ما یحتج به قدر خمسة عشر ولکن بعد النخل والسبر تبقی عندهم ستة احادیث فقط'' (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۷)۔

''حضرت امام بیہقیؒ نے اعتراف کیا ہے کہ اختلافی رفع یدین پر جن احادیث کے ساتھ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ پندرہ ہیں لیکن چھان بین کے بعد ان کے پاس صرف چھ احادیث باقی رہ جائیں گی''۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے جن چھ احادیث کے باقی رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض میں سجدوں میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور بعض میں صرف رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ غیر مقلدین کے

نزدیک تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین ہے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے پاس چھ میں سے صرف تین حدیثیں باقی بچیں گی۔ پورے ذخیرۂ حدیث میں ان کے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے ان تین حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی نے بھی اپنی کتاب ''نورالعینین'' میں اگرچہ تیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام شمار کیے ہیں مگر صرف آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم سے احادیث بیان فرمائی ہیں: حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت مالک بن الحویرثؓ، حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت ابوحمید ساعدیؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ (ان روایات پر تفصیلی بحث اگلے باب میں بیان کی گئی ہے)۔ ان میں سے صرف دو حدیثیں ان کے مؤقف پر دلالت کرتی ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی حدیث کے مرفوع وموقوف ہونے میں اختلاف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل بھی ترکِ رفع یدین کا ہے۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی ابوداؤد وغیرہ والی حدیث ضعیف ہے۔ بخاری میں ان سے مروی حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ باقی احادیث ان کے مؤقف کے مطابق نہیں ہیں۔ اوران تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے صحیح روایات ترکِ رفع یدین کی ہیں۔

غیر مقلدین کے دعوے کی حقیقت

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ غیر مقلدین کے پاس ان کے مسلک کے مطابق صرف دو یا تین احادیث ہی ہیں۔ لیکن چار سو احادیث وآثار کا شور سب سے زیادہ یہی لوگ مچاتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ سب انہی کے خلاف ہیں۔ محدثین کرامؒ جنہوں نے اپنی عمریں حدیث کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی ہیں انہیں پندرہ سے زیادہ احادیث نہ مل سکیں اور غیر مقلدین جن کے پاس حدیث کا صرف نام ہی نام ہے۔ وہ شور مچا رہے ہیں کہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے چار سو احادیث وآثار ہیں۔ چنانچہ دورِ حاضر میں عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے اس پر دو رسالے بھی لکھے جا چکے ہیں۔ ایک ''اثباتِ رفع یدین'' اور دوسرا ''الرسائل''۔ حالانکہ ان دونوں میں تیرہ یا چودہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احادیث سے زیادہ نہیں ہیں۔ جنہیں تیرہ یا چودہ احادیث کہا جاسکتا ہے مگر حدیث کی جتنی کتابیں انہیں مل سکی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک سے انہی چودہ، پندرہ احادیث کو بار بار الگ نمبر شمار کرکے ذکر کیا گیا ہے۔ جہاں یہ علمی دنیا میں بہت بڑا جھوٹ ہے، وہیں عوام کے ساتھ زبردست خیانت ہے۔ اللہ رب العزت ہر مسلمان کو جھوٹ اور خیانت سے محفوظ فرمائے۔

شیخ مجدالدین فیروزآبادیؒ کا دعویٰ

شیخ مجدالدین فیروزآبادیؒ فرماتے ہیں: ''ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے۔ اس کے

علاوہ نہیں۔ اور راویوں کی کثرت کی وجہ سے متواتر کے مشابہ ہے۔ چنانچہ اس مسئلے میں چار سو صحیح حدیثیں مرفوع و موقوف ثابت ہیں۔ اس کو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی کیفیت پر رہے ہیں، یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرما گئے۔ اور رفع یدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں" (شرح سفر السعادۃ ص ۶۲ فارسی)۔ اسی بات کو حکیم صادق سیالکوٹی نے "صلوٰۃ رسول" میں بڑی شد و مد سے عنوان: "رفع یدین کے متعلق چار سو روایتیں" باندھ کر بیان کیا ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۷؛ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور، اگست ۲۰۰۲ء)۔

فنِ مبالغہ آرائی کا کمال دیکھیے کہ شیخ فیروز آبادی نے ایک ہی سانس میں کتنی باتیں کہہ ڈالیں:

۱۔ "ان تین مواضع میں رفع یدین ثابت ہے"۔ حالانکہ پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک روایت بھی ایسی نہیں جو صحیح بھی ہو اور سالم عن المعارضہ بھی ہو۔

۲۔ "رفع یدین کے مسئلے میں چار سو صحیح حدیثیں مرفوع و موقوف ثابت ہیں"۔ حالانکہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو ان کی شرائط کے مطابق صرف دو حدیثیں مل سکیں، وہ بھی شدید الاضطراب ہیں اور محدثین کی اصطلاح میں ایسی مضطرب روایات کو صحیح نہیں کہا جا سکتا۔

۳۔ چار سو حدیثوں کے باوجود یہ مسئلہ شیخ فیروز آبادی کے نزدیک پھر بھی متواتر نہیں بلکہ "متواتر کے مشابہ" ہے۔ خدا جانے کہ ان کے نزدیک کسی مسئلے کے تواتر ہونے کے لیے کتنے "چار سو" کی ضرورت ہوگی؟

۴۔ "رفع یدین کو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے"۔ حالانکہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں۔ اس کے مقابلے میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے، جو عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں، ترکِ رفع یدین صحیح اَسانید سے ثابت ہے۔ افسوس ہے! کہ شیخ فیروز آبادیؒ کی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات کا سراغ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو نہ ملا، ورنہ یہ روایتیں صحیحین کی زینت ضرور بنتیں۔

۵۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اسی کیفیت پر رہے ہیں، یہاں تک کہ اس عالم سے رحلت فرما گئے"۔ غالباً شیخ فیروز آبادیؒ کے پیشِ نظر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب کردہ وہ روایت ہے جس کو امام بیہقیؒ نے ذکر کیا ہے:

"پس ہمیشہ رہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے جا ملے"۔

مگر یہ روایت موضوع ہے۔ اس کے دو راوی کذاب ہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ عجیب بات ہے کہ امام بیہقیؒ اور حافظ ابن حجرؒ ایسے اکابر بھی نہ صرف اس روایت پر خاموشی سے گزر

گئے، بلکہ اس کو رفع یدین کے دلائل میں ذکر کر جاتے ہیں۔ اس سے ان حضرات کی اس مسئلے میں بے بسی واضح ہے۔

۶۔ ''رفع یدین کے خلاف کوئی روایت بھی ثابت نہیں''۔ حالانکہ اکابر محدثین سے صحیح روایات پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں تو اور کیا ہے؟

عبدالرشید انصاری اور زبیر علی زئی کے دعوے

اس عبارت کی تخریج میں جناب زبیر علی زئی صاحب نے ایک فہرست تو جناب عبدالرشید انصاری صاحب کی کتاب ''الرسائل'' سے دی ہے۔ اس میں بائیس (۲۲) کتابوں کے حوالے تھے۔ جناب عبدالرشید انصاری نے عوام کو جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے دھوکا دینے کے لیے چوالیس (۴۴) صحابہؓ کے نام درج کیے ہیں۔

(الرسائل فی تحقیق المسائل طبع سوم ص ۳۷۷، ۳۷۸)

جن میں سے حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت سلمانؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت ابومسعود انصاریؓ، حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ، حضرت عبداللہ بن جابر البیاضیؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، حضرت عمران بن حصینؓ سے ان کا مکمل دعویٰ کسی ضعیف سند سے بھی ثابت نہیں۔ ایک ہی سانس میں انیس (۱۹) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام لے کر صریح دھوکا۔

الاصابہ (ج۱ ص ۱۴۴) میں حضرت بریدہؓ، الاصابہ (ج ۲ ص ۴۷۰) میں حضرت عدی بن عجلانؓ، اور الاصابہ (ج۱ ص ۵۸۰) میں حضرت زیاد بن حارثؓ کے بارہ میں ہے کہ یہ صحابیؓ نہیں تھے۔ مگر ان لوگوں نے ان کو صحابیؓ بنا دیا ہے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ، حضرت ابواسیدؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت ابوقتادہؓ کا ذکر حدیث ابوحمید ساعدیؓ میں ہے۔ یہ حدیث نہ صحیح ہے، نہ دوام رفع یدین پر نصِ صریح۔ بلکہ اس سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ ایک ایسی مجلس جس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ موجود تھے۔ کسی کو بھی رفع یدین کا علم بھی نہ تھا عمل کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے متروک عمل کو سنت قرار دینا غیر مقلدین ہی کا کارنامہ ہے۔ کاش یہ لوگ سنت کی تعریف ہی جان لیتے (تجلیات صفدر ج ۴ ص ۳۶۷)۔

باقی آٹھ یا نو صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایات کو ان غیر مقلدین نے خود ہی نقل نہیں کیا کیونکہ وہ ان کے نزدیک

بھی نہ صحیح ہیں نہ ان میں مکمل دعویٰ، نہ دوام پر نص صریح۔ پھر ان کا نام لکھ کر عوام کو دھوکا دیا ہے۔

اگر چہ نمبر ۲۳۹ ہیں مگر روایات صرف آٹھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہیں۔ ۹۵ نمبر صرف ایک حدیث ابن عمرؓ کو دیے ہیں۔ ۲۷ نمبر صرف حضرت مالک بن الحویرثؓ کی روایت کو دیے ہیں جو حضور ﷺ کی خدمت میں صرف بیس دن رہے (بخاری ج ۱ ص ۸۸)۔ ۴۳ نمبر حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کو دیئے ہیں۔ یہ بھی مسافر صحابیؓ ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہے۔ تین احادیث کو ۱۲۴ نمبر دیئے۔ عوام کو ایسا فریب کسی نے بھی نہ دیا۔ ان میں بھی کسی حدیث میں مکمل دعویٰ، نہ ان میں سے کوئی ایک حدیث بھی دوام پر نص صریح۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی حدیث بیہقی سے نقل کی ہے۔ وہیں ''الجوہر النقی'' میں دونوں کا ضعف درج تھا۔ ان غیر مقلدین نے بالکل آنکھیں بند کرلیں۔ نہ ہی یہ صحیح، نہ ان میں مکمل دعویٰ، نہ ہی دوام پر نص صریح۔ ہاں ان سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ رفع یدین ایسا متروک عمل تھا کہ خیر القرون میں کوئی اس کو جانتا بھی نہ تھا (تجلیاتِ صفدر ج ۴ ص ۳۶۸)۔

حکیم محمود بن مولانا محمد اسماعیل سلفی کا دعویٰ

حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ، غیر مقلدین کی طرف سے رفع یدین عند الرکوع کا دعویٰ کہ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کو روایت کرتے ہیں، کے متعلق ''شمس العلی فی جواب شمس الضحیٰ'' میں فرماتے ہیں: ''بات کو مختصر کرنے کے لیے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے غیر مقلدین حضرات رفع یدین عند الرکوع ذکر کرتے ہیں حالانکہ ان سے کسی صحیح سند سے تو کجا، کسی ضعیف سند سے بھی رفع یدین کا ذکر مروی نہیں ہوا: حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت زیاد بن حارثؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت حسن بن علیؓ، حضرت حسین بن علیؓ، حضرت بریدہؓ، حضرت عبداللہ بن جابر البیاضیؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت حکم بن عمیرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ام درداءؓ صحابیہ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت قتادہؓ صحابی، حضرت ابوعبیدہؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابومسعود انصاریؓ، حضرت عقبہ بن عامرؓ۔

ان ۲۶ حضرات سے رفع یدین عند الرکوع کی کوئی بھی سند موجود نہیں ہے۔ بغیر سند کے ان حضرات کا ویسے نام ہی ذکر کردیا گیا ہے۔ پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے نصف سے زائد حضرات کی

طرف رفع یدین عندالرکوع کی بغیر سند نسبت کردی گئی ہے (نورالصباح ج ۲ ص ۱۲۱، ۱۲۲)۔

باقی نصف روایات کا حال بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۲۷) **حضرت معاذؓ** کی روایت (طبرانی ج ۲۰ ص ۷۴) جھوٹی اور من گھڑت ہے۔اس کی سند میں خصیب بن جحدرؒ راوی بہت بڑا جھوٹا ہے (نورالصباح ج ۲ ص ۱۱۶، ۱۲۲)۔

(۲۸) **حضرت فلتانؓ** کی روایت میں رفع یدین عندالرکوع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔نیز سند کے لحاظ سے من گھڑت نظر آتی ہے (نورالصباح ج ۲ ص ۱۲۲)۔

(۲۹) **حضرت ابانؓ** کی روایت بھی تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کے متعلق ہے اور سند بھی مذکور نہیں۔

(نورالصباح ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

(۳۰) **حضرت اعرابیؓ** کی روایت کی سند میں مجہول راوی ہے اور سند بھی ضعیف ہے۔علامہ نورالدین ہیثمیؒ فرماتے ہیں: ''رواہ احمد فیہ رجل لم یسمّ '' (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۱)۔

(۳۱) **حضرت براء بن عازبؓ**: حضرت براءؓ سے کئی سندوں سے رفع یدین صرف عندالافتتاح مروی ہے اور بعض روایتوں میں افتتاح کے بعد والے رفع یدین کا ترک بھی مذکور ہے جو سندوں کے لحاظ سے بعض صحیح ہیں اور بعض حسن درجہ کی ہیں (تفصیل ملاحظہ فرمائیں ۴.۴۔۸)۔ان سے رفع یدین کی روایت اب سب روایتوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ اور سخت قسم کی ضعیف ہے جو کہ قابل التفات نہیں کیونکہ اس کی سند میں ابراہیم بن بشار الرمادی ہے جو سخت قسم کا مجروح ہے

(نورالصباح ج ۲ ص ۱۲۵)۔

(۳۲) **حضرت عمیر لیثیؓ**: ان کی روایت میں ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے جو غیر مقلدین کے مذہب کے خلاف ہے۔نیز اس کی سند میں رفدہ بن قضاعہ ضعیف راوی ہے۔یہ روایت منقطع بھی ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں عبداللہ بن عبید بن عمیرؒ نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔

(نورالصباح ج ۲ ص ۱۲۸)

(۳۳) **حضرت ابوسعید خدریؓ**: آپؓ نبی کریم ﷺ سے رفع یدین عندالرکوع ہرگز روایت نہیں کرتے۔ان سے ترک رفع یدین مرفوعاً مروی ہے (۵.۱.۴؛ ۴.۹.۴)۔ان کے اپنے عمل کے طور پر ایک سخت ضعیف سند کے ساتھ رفع یدین عندالرکوع کا ذکر ملتا ہے جس کی سند میں ایک ضعیف راوی لیث بن ابی سلیمؒ ہے (نورالصباح ج ۲ ص ۱۳۰)۔

(۳۴) **حضرت جابر بن عبداللہؓ**: آپؓ مرفوعاً صرف تکبیرات ہی بیان کرتے ہیں (۴.۹.۳) اور

حضرت جابرؓ جب اپنے ساتھیوں کو نماز میں تو صرف تکبیر کی تعلیم دیتے تھے (۴.۴.۵)۔ ان سے رفع یدین کی روایت کا ایک راوی ابوحذیفہ ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ضعفه الترمذي: امام ترمذیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے (میزان الاعتدال ج ۴ ص ۲۲۱)۔

محدث سلیمانیؒ فرماتے ہیں: اس نے جو حدیث ابوالزبیرؒ کے واسطہ سے حضرت جابرؓ سے رفع یدین کی روایت کی ہے۔ محدثینؒ اس کا انکار کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۳۰)۔ تیسرا راوی ابوالزبیرؒ ہے جو پرلے درجے کا مدلس ہے اور یہاں وہ عن سے روایت کرتا ہے۔ اس لیے حدیث صحیح نہیں۔

(۳۵) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ: آپؓ مرفوعاً اور موقوفاً ترک رفع یدین روایت کرتے ہیں (۴.۱.۳؛ ۴.۲.۴؛ ۴.۲.۶؛ ۴.۲.۹؛ ۵.۲.۴)۔ ان سے رفع یدین کی روایت جھوٹی اور من گھڑت ہے اس کی سند میں عمر بن ریاح واقع ہے جو دجال ہے جو جھوٹی اور باطل روایتیں بیان کر دیتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: متروك الحديث و كذبه بعضهم (تقریب) "متروک الحدیث ہے اور بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس کو جھوٹا قرار دیا ہے"۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: "مجھے میرے استاذ عمرو بن علی الفلاسؒ نے بتایا کہ عمر بن ریاح راوی جو ابن طاؤسؒ سے روایت کرتا ہے، دجال ہے" (التاریخ الصغیر ص ۲۰۲)۔ پھر عمر بن ریاح کی بیان کردہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ جبکہ غیر مقلدین حضرات اس کے منکر ہیں۔

(۳۶) حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ: ان کی مرفوع حدیثوں میں رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی ثابت ہے (۴.۸.۵)۔ ان کا اپنا عمل (۵.۴.۶) اور ان کی اولاد کا عمل بھی یہی ہے (۶.۲.۲)۔ ان سے رفع یدین عند الرکوع کی کوئی حدیث صحیح سند سے ثابت نہیں۔ ان کی ابوداؤد والی روایت میں ایک راوی عبد اللہ بن لہیعہؒ ہے جو کہ باتفاق اکثر محدثین اور غیر مقلدین ضعیف ہے۔ دوسرا راوی میمون مکی مجہول ہے۔ اس میں سجود کے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے جو کہ غیر مقلدین کے خلاف ہے (نور الصباح ج ۱ ص ۲۱۰، ۲۱۱؛ ج ۲ ص ۱۳۴، ۱۳۵)۔ اس حدیث سے تو رفع یدین کا متروک ہونا معلوم ہوتا ہے (۶.۲.۱)

(۳۷) حضرت علیؓ: آپؓ سے ترک رفع یدین کی روایت مرفوعاً اور موقوفاً صحیح ہے (۴.۴.۱؛ ۴.۸.۱؛ ۵.۱.۳)۔ رفع یدین والی روایت میں عبد الرحمٰن بن ابی الزنادؒ ضعیف اور مختلط الحدیث ہے (یعنی آخری عمر میں اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا)۔ اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے رفع یدین کا ذکر آ گیا ہے ورنہ جب ثقہ راوی اس حدیث کو بیان کرتے ہیں تو رفع یدین کا ذکر نہیں کرتے (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۵)۔

(۳۸) حضرت عمرؓ: ان سے ترک رفع یدین ہی بسند صحیح مروی ہے (۵.۱.۲)۔ سنن بیہقی (ج ۲ ص ۴۷) میں جو روایت ہے۔ یہ روایت مجہول ہے کیونکہ اس میں ایک راوی رجلاً من أصحابه مجہول ہے۔ اس میں حضرت عمرؓ کا ذکر کرنا وہم ہے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور امام دارقطنیؒ کا فیصلہ بھی یہی ہے (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۱۵؛ نورالصباح ج ۱ ص ۱۷۲ تا ۱۷۴؛ ج ۲ ص ۱۴۰، ۱۴۱)۔

(۳۹) حضرت ابوقتادہؓ: ان کا ذکر ابوداؤد (رقم ۷۳۰) کی روایت میں راوی عبدالحمید بن جعفرؒ کی غلطی اور وہم ہے۔ (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)

(۴۰) حضرت ابوحمید ساعدیؓ: اس روایت میں رفع یدین کا ذکر عبدالحمید کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے آگیا ہے۔ صحیح روایت بخاری (ج ۱ ص ۱۱۴؛ بخاری رقم ۸۲۸) میں ہے۔ اس میں رفع یدین صرف عندالافتتاح ہے (۴.۴.۲) (ملاحظہ فرمائیں: ۱.۶؛ ۴.۸)۔

(۴۱) حضرت ابواسید ساعدیؓ: ان کا ذکر بھی حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں ہے۔ لیکن یہ طرق صحیح نہیں ہیں (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)۔

(۴۲) حضرت محمد بن مسلمہؓ: ان کا ذکر بھی حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں ہے۔ لیکن یہ طرق صحیح نہیں ہیں (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)۔

(۴۳) حضرت سہل بن ساعد ساعدیؓ: ان کا ذکر بھی حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں ہے۔ لیکن یہ طرق صحیح نہیں ہیں (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۴)۔

(۴۴) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ: ان سے مروی روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے لیکن یہ روایت نہ تو مرفوعاً صحیح ہے نہ موقوفاً۔ (ملاحظہ فرمائیں ۸.۶)۔

(۴۵) حضرت ابوہریرہؓ: حضرت ابوہریرہؓ سے ترک رفع یدین ہی مرفوعاً اور موقوفاً بسند صحیح ثابت ہے (۴.۱.۱؛ ۴.۳.۴؛ ۴.۳.۸؛ ۵.۳.۴)۔ ان سے رفع یدین کی روایات کا جواب باب ۸ میں دے دیا گیا ہے (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۷)۔ جناب خالد گرجاکھیؒ غیر مقلد نے حضرت ابوہریرہؓ سے رفع یدین عندالافتتاح کی روایتیں بھی نقل کی ہیں چنانچہ وہ خود اقرار کرتے ہیں: تیسری حدیث کہ لوگ رفع یدین چھوڑ گئے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ پہلی رفع یدین بھی چھوڑ گئے تھے جو کہ متنازعہ فیہ نہیں سمجھی جاتی (جزء خالد ص ۱۸۹)۔ جب لوگ پہلی رفع یدین چھوڑ گئے تھے تو رکوع کے وقت تو یقیناً چھوڑ گئے تھے۔ تو حضرت ابوہریرہؓ کا پہلی رفع یدین کے چھوڑنے پر ملامت کرنا اور کرنے کو سنت بنانا مگر رکوع کی رفع یدین کے چھوڑنے پر اعتراض نہ کرنا یہ دلیل ہے اس بات کی کہ رکوع کے وقت رفع یدین یقیناً منسوخ ہو چکا تھا

(نورالصباح ج ۲ ص ۱۶۸)۔

(۴۶) حضرت انسؓ: آپؓ سے تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین مرفوعاً (۴.۷.۲) اور موقوفاً (۵.۴.۵) مروی ہے۔ان سے رکوع کے وقت رفع یدین کا مرفوعاً مروی ہونا درست نہیں کیونکہ محدثین کرامؒ اس کو مرفوع تسلیم نہیں کرتے (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۴ طبع بیروت؛ سنن دارقطنی رقم ۱۱۰۴)۔اس روایت کی سند میں حمید راوی مدلس ہے اور وہ روایت عَنْ سے روایت کرتا ہے۔مدلس راوی کا عَنْعَنہ سے روایت بیان کرنا محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں قبول نہیں (طبقات المدلسین ص ۱۲)۔دارقطنی (رقم ۱۱۰۴) اور ابن ابی شیبہ (رقم ۲۴۴۹) میں سجدہ کے وقت بھی رفع یدین مروی ہے۔اس میں بھی راوی یہی حمید ہے۔امام دارقطنیؒ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں: 'حُمَیدؒ سے اس کو مرفوع صرف عبدالوہابؒ ہی بیان کرتے ہیں۔حق اور صواب یہی ہے کہ یہ حضرت انسؓ کا اپنا عمل ہی ہے''۔عبدالوہاب بن عبدالمجید الثقفیؒ اگر چہ ثقہ ہے مگر وفات سے تین سال پہلے حافظہ متغیر ہو گیا تھا (التقریب: ۴۲۶۱)۔سجدہ کے وقت رفع یدین کے غیر مقلدین قائل ہی نہیں ہیں۔

(۴۷) حضرت ابوبکر صدیقؓ: حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ترک رفع یدین ہی بسند صحیح اور حسن ثابت ہے (۷.۴؛ ۱.۱.۵)۔آپؓ سے رفع یدین کی روایت کے پہلے راوی امام حاکم شیعہ ہیں یہ روایت منقطع اور ضعیف ہے۔جس سے استدلال درست نہیں ہے (ملاحظہ فرمائیں: ۸.۸)۔اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خیر القرون میں پوری تین صدیوں میں صرف چار پانچ آدمی رکوع کی رفع یدین کرنے والے تھے اور تین صدیوں تک یہ رفع یدین ایک ایسی منکر بات تھی کہ جب کوئی کر بیٹھتا تو فوراً لوگ پکڑ کر پوچھتے کہ یہ کیا ہے؟

(۴۸) حضرت مالک بن حویرثؓ: حضرت مالک بن حویرثؓ کی تعلیمِ صلوٰۃ والی حدیث میں رفع یدین نہیں (۴.۴.۵)۔ان سے رفع یدین والی حدیث میں سخت اضطراب ہے۔ان سے رکوع کے علاوہ سجدہ کرتے ہوئے اور سجدہ سے سر اُٹھاتے ہوئے بھی موجود ہے۔(جس کے غیر مقلدین منکر ہیں) (ملاحظہ فرمائیں: ۲.۲.۷؛ ۲.۸)۔

(۴۹) حضرت وائل بن حجرؓ: ان سے مرفوعاً ترک رفع یدین ہی مروی ہے (۸.۱.۴؛ ۴.۶.۸)۔ان سے مروی رفع یدین کی روایت کو تعامل خیر القرون حاصل نہیں ہے (۴.۳.۶)۔مزید بحث کے لیے ملاحظہ فرمائیں باب نمبر ۸ کا حصہ ۸.۳۔

(۵۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ترک رفع یدین مرفوعاً (۴.۱.۴؛ ۱.۶.۴؛ ۴.۸.۷) اور موقوفاً (۱.۴.۵) مروی ہے۔اگر چہ ان سے رفع یدین بھی مرفوعاً مروی ہے مگر وہ راویت

مضطرب اور خیر القرون کے تعامل کے خلاف اور منسوخ ہے (ملاحظہ فرمائیں ۸.۱.۱:۱.۶)۔

محمود بن اسحٰق اور امام بیہقی کے دعوے

جزء رفع یدین (تحت رقم ۱) اور سنن بیہقی (ج ۲ ص ۴۷) میں محمود بن اسحٰق حضرت امام بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے سترہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ وہ رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہیں اور وہ یہ ہیں:

(۱) حضرت ابوقتادہ انصاریؓ، (۲) حضرت ابواسید الساعدی بدریؓ، (۳) حضرت محمد بن مسلمہ بدریؓ، (۴) حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ، (۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ، (۶) حضرت عبداللہ بن عباسؓ، (۷) حضرت انس بن مالکؓ، (۸) حضرت ابوہریرہؓ، (۹) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ، (۱۰) حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوامؓ، (۱۱) حضرت وائل بن حجر حضرمیؓ، (۱۲) حضرت مالک بن حویرثؓ، (۱۳) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، (۱۴) حضرت ابوحمید ساعدیؓ۔

جزء رفع یدین میں امام بخاریؒ نے فرمایا ہے کہ ۱۷ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حدیث رفع یدین روایت کی ہے۔ مگر بعد میں ۱۴ نام لکھے ہیں۔ حضرت علیؓ کا نام ملا کر پندرہ ہو جائیں گے۔ یہاں نام محض بے سند لکھے ہیں۔ حضرت امام بخاریؒ کو چاہیے تھا کہ صحیح سندوں کے ساتھ ان ۱۷ صحابہ کرامؓ کی احادیث نقل فرما دیتے مگر سارے رسالے میں سند کے ساتھ نصف کے قریب پیش کی ہیں۔ ان میں سے ایک بھی ایسی حدیث نہیں جس سے رفع یدین کا دوام بطور نص ثابت ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آج کل جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس رفع یدین کی چار سو سے زائد احادیث ہیں، وہ امام بخاریؒ کو نہایت قلیل الحدیث سمجھتے ہیں۔ اوپر ان سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا حال بیان کر دیا گیا ہے۔

جزء رفع یدین محمود بن اسحٰقؒ کی کتاب ہے جو امام بخاری سے روایت کرتا ہے۔ محمود بن اسحٰقؒ مجہول ہے۔ اس کی کسی محدث نے توثیق نہیں کی اور یہ محمود بن اسحٰق الخزاعیؒ جھوٹ بھی بولتا ہے۔ یہاں بھی محمود بن اسحٰق یہ بات یزوی مجہول کے صیغے سے روایت کرتا ہے جو کہ ان روایات کے ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں نام حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ کا بھی شامل کر دیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے یہ رفع یدین کسی کتاب میں جو حدیث کی ہو اس میں مروی نہیں ہے۔ یہ محمود بن اسحٰق کا خالص جھوٹ ہے۔ حضرت مولانا بدیع الدین الراشدی السندھی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''وأما عبداللہ بن عمرو بن العاص فلم أقف علی روایته عنه'' (جلاء العینین ص ۲۱) ''حضرت عبد

اللہ بن عمرو بن عاصؓ کی روایت سے میں واقف نہیں ہوا"۔اسی طرح جناب زبیر علی زئی غیر مقلد بھی فرماتے ہیں: "ان صحابہ میں سے اکثر کی روایات اسی کتاب یا دوسری کتب حدیث میں موجود ہیں سوائے ابن العاصؓ کے (جزء رفع یدین مترجم ص ۳۳)۔

مولانا بدیع الدین الراشدی السندھی غیر مقلد اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے سترہ کی گنتی پوری کرنے کے لیے تین اور نام شامل کیے ہیں: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ام درداءؓ۔ حضرت ام درداءؓ کبریٰ صحابیہ ہیں جن کی وفات ۳۰ھ میں ہوئی ہے۔وہ رفع یدین کی راویہ نہیں ہیں۔گویا ان دونوں نے یہاں بھی حضرت ام درداءؓ کو صحابیہ بنا کر جہالت کا ثبوت دیا ہے۔جیسا کہ حضرت ام درداءؓ کو صحابیہ بنانا بھی محمود بن اسحٰق کا جھوٹ ہے۔یہ ام درداءؓ تابعیہ ہیں۔محمود بن اسحٰق الخزاعیؒ حضرت ام درداء کبریٰؓ کو اگر رفع یدین کے راویوں میں شمار کرتے ہیں تو کسی سند سے بھی ان سے رفع یدین مروی نہیں ہے۔اگر ام درداءؒ صُغریٰ کو صحابیہ بنانا چاہتے ہیں۔تو یہ محمود بن اسحٰق کی جہالت ہے۔ بالاتفاق حضرت ام درداء صغریٰ صحابیہ نہیں ہیں۔محمود بن اسحٰق نے جزء رفع یدین (رقم ۲۴، ۲۵) منسوب امام بخاریؒ میں جس سند سے رفع یدین حضرت ام درداءؒ سے بیان کیا ہے: اسماعیل بن عیاش عن عبد ربہ بن سلیمان ہے۔دونوں سندوں میں "عبد ربہ" جو مجہول ہے اور دوسرا راوی اسماعیل بن عیاش ہے جس کی روایت اہل حجاز سے ضعیف ہے۔ پس نہ تو یہ روایات صحیح ہیں اور نہ دعویٰ کے مطابق ہیں کیونکہ کسی ایک میں بھی پوری دس جگہ کی رفع یدین مذکور نہیں۔غیر مقلدین نے دونوں سندوں میں بھی تحریف کی ہے۔

(جزء رفع الیدین مترجم مولانا محمد امین اوکاڑوی ص ۲۸۲)

اسی طرح امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر (ص ۸۷ ق ۲ ج ۳ المجلد السادس نمبر ۱۷۶۵) میں "عبد ربہ" کے ترجمہ میں دو سندوں سے ام درداءؒ سے رفع یدین بیان کیا ہے۔ دونوں سندوں کا دارومدار "اسماعیل بن عیاش عن عبد ربہ بن سلیمان" پر ہے۔حضرت امام بخاریؒ نے اس مقام پر ہرگز نہیں فرمایا کہ اس ام درداءؓ سے مراد کبریٰ ہے۔ بلکہ امام بخاریؒ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ اس ام درداءؒ سے مراد صغریٰ ہی ہے چنانچہ التاریخ الصغیر (ص ۹۰) میں ہے: "حدثنی احمد بن محمد قال: أخبرنا عبد الله قال: أخبرنا اسماعیل بن عیاش قال: حدثنی عبد ربہ بن سلیمان قال: حَجَجْتُ مع أم درداء سنة احدیٰ و ثمانین"۔ "اسماعیل بن عیاشؒ نے کہا کہ مجھے عبد ربہ بن سلیمانؒ نے بتایا کہ مجھے حضرت ام درداءؒ کے ساتھ ۸۱ھ میں حج کی سعادت نصیب ہوئی"۔اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ عبد ربہ بن سلیمانؒ حضرت ام درداءؒ صغریٰ کا شاگرد ہے اور

اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عبد ربہ بن سلیمانؒ نابالغ تھا کہ حضرت ام درداءؓ ساتھ لے گئیں۔ ورنہ بالغ ہونے کی صورت میں وہ نامحرم کو ساتھ نہ لے جاتیں۔ نیز اس کلام سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ عبد ربہ بن سلیمانؒ حضرت ام درداء کبریٰ ؓ کے دورِ حیات میں پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ حضرت امام بخاریؒ اس جھوٹ سے مبرا ہیں۔ نیز علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت عبد ربہ بن سلیمانؒ جس حضرت ام درداءؓ سے روایت کرتے ہیں۔ وھی أُمّ الدرداء الصُغریٰ (سیر اعلام النبلاء ج ۴ ص ۲۷۹)۔

''اور یہ ام درداء صغریٰ ہیں'' یعنی صحابیہ نہیں ہیں (ملخصاً نور الصباح ج ا مقدمہ ص ۲۲ تا ۲۴ بتر قیمی؛ ج ۲ ص ۱۱۷، ۳۶۰)۔

زبیر علی زئی کے دعویٰ کی حقیقت

پہلے تو جناب زبیر علی زئی صاحب نے ''الرسائل'' کے حوالے سے چار سو احادیث کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد خود زبیر صاحب نے پچاس (۵۰) کتابوں کی فہرست پوری کرنے کے بعد لکھا ہے: ''یہ چار سو سے زیادہ روایات ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری بہت سی کتب ہیں جنہیں عجلت میں دیکھا نہیں گیا۔ اور مذکورہ بالا کتب میں دیگر بہت سی روایات ہیں جن کے تتبع کا ہمارے پاس وقت نہیں'' (تسهیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۱۹۷، ۱۹۸، ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۰ء)۔

اب زبیر صاحب اور دیگر غیر مقلدین حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ان چار سو سے زائد روایات میں سے صرف اور صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں غیر مقلدین کی رفع یدین کا مکمل مسئلہ ہو کہ دو سجدوں سے اُٹھ کر (دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں) رفع یدین ممنوع ہے۔ اور دو رکعتوں سے اُٹھ کر (تیسری رکعت کے شروع میں) رفع یدین کندھوں تک سنّت مؤکد متواترہ ہے۔ اور دو سجدوں سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ممنوع ہے۔ اور ہر رکوع سے پہلے اور بعد کندھوں تک رفع یدین سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ اس میں ایک جگہ جہاں رفع یدین کرنا ہے، رفع یدین چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور جہاں آپ ﷺ نے رفع یدین نہیں کی وہاں ایک جگہ بھی رفع یدین کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ طریقہ آپ ﷺ کا وفات تک رہا۔

بقول غیر مقلدین کے ''ان چار سو احادیث میں عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے بھی ان کی مکمل رفع یدین کے بارہ میں احادیث ہیں جن میں صراحت ہے کہ حضور ﷺ اس دنیا سے رحلت فرمانے تک یہ رفع یدین کرتے رہے''۔ یہ بھی نبی پاک ﷺ اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔ نامعلوم یہاں زبیر صاحب کو شاید سانپ سونگھ گیا کہ نہ تو اس کی تخریج کی اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حقیقت

یہی ہے کہ زبیر صاحب پچاس سے زیادہ کتب کی ورق گردانی کرنے کے بعد بھی اس سے عاجز رہے ہیں کہ ان عشرہ مبشرہ ؓ میں سے کسی ایک سے بھی ایسی حدیث پیش کرتے کہ آپ ﷺ آخر عمر تک یہ مکمل اختلافی رفع یدین کرتے رہے۔ مگر گونگے ہو گئے ہیں، حق بات نہیں کہہ سکے۔

اگر "الرسائل فی تحقیق المسائل"، "اثباتِ رفع یدین" اور جناب زبیر صاحب کی "تسهیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوٰۃ الرسول" میں بیان کردہ تمام روایات کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں ہے جس سے رفع یدین پر مواظبت و دوام ثابت ہوتا ہو۔ آخری وقت نبوی ﷺ میں ہی رفع یدین کا ثبوت ہو۔ تو ان میں سے ایک حدیث میں بھی مکمل دعویٰ موجود نہیں ہے۔

ان تمام روایات سے زیادہ سے زیادہ ایک آدھ مرتبہ رفع یدین کرنے کی صراحت ملتی ہے۔ جیسے پہلی رات کا چاند طلوع ہو تو کروڑ ہا لوگ بھی اس کے طلوع کی خبر دیں تو چاند ایک ہی طلوع ہوا، اور ایک ہی بار طلوع ہوا، نہ کہ کئی مرتبہ۔ پس ان تمام روایات و احادیث سے ایک آدھ مرتبہ رفع یدین کا ثبوت صراحتاً ہوگا۔ ہاں رفع یدین باقی رہی یا باقی نہ رہی۔ اس سے یہ احادیث بالکل خاموش ہیں۔

اختلافی رفع یدین کے دوام کارد

البتہ پہلی تکبیر کی رفع یدین کا باقی رہنا اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کے بعد نماز کے اندر رفع یدین کا باقی رہنا زیادہ سے زیادہ استصحاب حال یا قیاس جلی سے ہوگا۔ اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جو قیاس حدیث سے ٹکرائے، وہ مردود ہے۔ ان کے اس قیاس کو کہ جب حضور ﷺ نے رفع یدین کی ہے تو کرتے ہی رہے ہوں گے۔ ان احادیث نے ٹھکرایا جن سے جناب رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین ؓ، جمہور صحابہ ؓ اور امت کی اکثریت کا ترکِ رفع یدین کرنا تواترِ عملی کے ساتھ واضح ہے۔ پھر یاد رہے کہ ہماری پیش کردہ احادیث غیر مقلدین کی پیش کردہ احادیث سے ہرگز معارض نہیں۔ کیونکہ وہ بقائے رفع یدین سے ساکت ہیں اور یہ ترکِ رفع یدین پر نص ناطق۔ اور ظاہر ہے کہ ساکت اور ناطق میں کوئی معارضہ نہیں ہوتا (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۹۸)

تکبیر تحریمہ کا رفع یدین

اور پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنا جمہور کے نزدیک فرض ہے اور تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''اجمعت الأمة علی استحباب رفع الیدین عند تکبیرة الاحرام واختلفوا فیما سواھا'' (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

''اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ اور تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرنے میں امت میں اختلاف ہے''۔

تو تکبیر تحریمہ کے ساتھ رفع یدین کرنا عبادت ہے۔ الحمد للہ! ہم لوگ اسی اتفاقی اور اجماعی رفع یدین پر قائم ہیں اور اختلافی رفع یدین سے بچتے ہیں تا کہ جہاں تک ہو سکے ہماری نماز اختلاف سے محفوظ رہے۔ یاد رہے کہ حضرت امام مالکؒ کا مشہور قول بھی یہی ہے کہ رکوع کے ساتھ رفع یدین مستحب نہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

چونکہ محدثین کرام رحمہم اللہ کو سند کے ساتھ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلافی رفع یدین کی روایات نہ مل سکیں۔ اس لیے انہوں نے اس قول کو اختلافی رفع یدین کی بجائے نماز کے شروع میں متفقہ رفع یدین پر محمول کیا ہے لیکن شاید اس کے لیے بھی پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم کی احادیث سند کے ساتھ نہ مل سکیں۔ چونکہ یہ قول علامہ عراقیؒ سے منقول ہے۔ اس لیے علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: ''علامہ زین الدین عراقیؒ نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ رفع یدین کے راوی پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ صرف شروع نماز میں رفع یدین کے بارے میں صحیح ہے'' (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۷)۔

مشہور غیر مقلد علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں: ''وجمع العراقی عدد من روی رفع الیدین فی ابتداء الصلوٰة فبلغوا خمسین صحابیاً، منھم العشرة المشھود لھم بالجنة''

(نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۸۴)

ترجمہ: ''علامہ عراقیؒ نے ان حضرات کا شمار کیا ہے جن سے ابتداء نماز میں رفع یدین کی احادیث مروی ہیں۔ چنانچہ ان کی تعداد پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچی ہے۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہؓ بھی شامل ہیں''۔

یہی بات محدث یمن علامہ امیر صنعانیؒ نے فرمائی ہے: ''حافظ ابن حجرؒ نے شیخ الاسلام بلقینیؒ کے

مشائخ کے ذکر میں کہا ہے کہ علامہ زین الدین عراقیؒ نے نماز کے شروع میں رفع یدین کے راویوں کی تعداد جمع کی ہے جو پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تک پہنچتی ہے" (العدۃ حاشیہ شرح عمدہ ج ۲ ص ۲۹۴)

علامہ امیر یمانی غیر مقلد لکھتے ہیں: "ابتداء نماز میں رفع یدین کی روایت کرنے والے پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جن میں حضرات عشرہ مبشرہ رحمہم اللہ بھی ہیں۔ امام بیہقی نے امام حاکم سے روایت کی ہے کہ ہم ایسی کوئی سنت نہیں جانتے جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے پر حضرات خلفاء راشدینؓ، پھر عشرہ مبشرہ رحمہم اللہ، پھر ان کے بعد والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (باوجود دور دراز شہروں میں پھیل جانے کے) متفق ہوں، سوائے تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی سنت کے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: "یہ بات ایسے ہی ہے جیسے کہ ہمارے استاذ ابو عبد اللہ حاکم نے فرمائی ہے۔ جو لوگ اس رفع یدین کو واجب کہتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جب تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا اتنا مضبوط ثبوت ہے تو پھر یہ اس مقام میں واجب ہونا چاہئے، لیکن جمہور اس کے خلاف ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ نماز کی سنتوں میں سے ہے" (سبل السلام ج ۱ ص ۱۰۱ طبع فاروقی دہلی؛ ج ۱ ص ۲۵۰ طبع مصر)۔

غیر مقلدین حضرات کے مذہب کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں: "تکبیرِ تحریمہ کے وقت بیشک پچاس (۵۰) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع یدین روایت کیا ہے۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عشرہ مبشرہ رحمہم اللہ بھی ہیں اور بہت سے ائمہ کرام رحمہم اللہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغیر کسی استثناء کے اس رفع یدین کو روایت کیا ہے" (الروضۃ الندیہ فی شرح الدرر البھیۃ ص ۴۳)۔

ان عبارات سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

۱۔ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو رفع یدین منقول ہے وہ صرف تکبیرِ تحریمہ والی رفع یدین ہے۔ کوئی اور نہیں۔

۲۔ امام حاکمؒ اور امام بیہقیؒ جس رفع یدین کے بارے میں حضرات عشرہ مبشرہ رحمہم اللہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق بیان کرتے ہیں۔ وہ یہی نماز کی تکبیرِ تحریمہ والا رفع یدین ہے نہ کہ کوئی اور۔

۳۔ رفع یدین کے وجوب اور عدمِ وجوب کا اختلاف بھی اسی رفع یدین کے بارے میں ہے جو نماز کے افتتاح کے وقت ہے۔

پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم والی روایت کو علامہ عراقی کی بیان کردہ اس روایت کے بارے میں امام ابن دقیق العیدؒ کو شرح صدر نہیں ہے کہ نماز کے شروع میں رفع یدین پر ہی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کا جزم و یقین ہی کیا جائے۔ علامہ ولی الدین عراقیؒ کو جب شیخ کے اس خیال پر اطلاع ہوئی تو وہ اپنے والد کی بتائی ہوئی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد سے متزلزل ہو گئے۔ یہ

ساری صورتِ حال خود انہی کے قلم سے ملاحظہ کیجیے۔ وہ فرماتے ہیں:

"قال الشيخ تقي الدين في الالمام جزمه ليس بجيد. فانما الجزم انما يكون مع الصحة. ولعله لا يصح عن جملة العشرة. قلت: ولذلك أتى والدي رحمه الله بصيغة التمريض. فقال: ورُوِيَ اه"

(طرح التثریب فی شرح التقریب ج ۲ ص ۲۳۰ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ)۔

"شیخ تقی الدینؒ اپنی کتاب المام میں فرماتے ہیں کہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی طرف جزم ویقین کے ساتھ رفع یدین کی نسبت درست نہیں ہے کیونکہ جزم ویقین کے ساتھ نسبت تو صحت ثابت ہو جانے کے بعد ہی درست ہوتی ہے اور شاید تمام عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے رفع یدین کی صحت ثابت نہ ہو سکے۔ اس پر ولی الدین عراقیؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لیے صیغہ تمریض یعنی رُوِیَ (روایت کیا گیا ہے) مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے"۔

حقیقت یہی ہے کہ انہوں نے رُوِیَ (روایت کیا گیا ہے) مجہول کا صیغہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سمیت پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات کے بارے میں ہی استعمال کیا ہے۔ لہٰذا جب نماز کے شروع میں اتفاقی رفع یدین کے راوی پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عدد ہی یقینی نہ رہا، تو اختلافی رفع یدین کے بارے میں فنِ حدیث کے یتیموں کی طرف سے پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چار سو احادیث وآثار جمع کرنے کا تاثر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سچی پیش گوئی کا مصداق معلوم ہوتا ہے: "يكون في آخر الزمان، دجّالون، كذّابون، يأتونكم من الأحاديث بما لم تسمعوا أنتم ولا آباؤكم فاياكم واياهم! لا يُضِلُّونَكم، ولا يَفْتِنُونَكم" (مسلم رقم ۱۶) "آخری زمانے میں ایسے دجال وکذاب ہوں گے جو ایسی حدیثوں کو پیش کریں گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں سنی ہوں گی۔ پس تم ان سے بچو! کہیں تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں"۔

غیر مقلدین کے علاوہ آج کل کون ہے جس نے اس آخری زمانہ میں احادیث کے نام پر ہی لوگوں کو گمراہ کرنے کا دھندا شروع کر رکھا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب روایت "فما زالت تلك صلوته حتّٰى لقي الله تعالىٰ" اور حضرت ابوہریرہؓ کی طرف منسوب روایت "أقسم بالله ان كانت لهي صلوته حتّٰى فارق الدنيا۔" جیسی موضوع روایات کو جاننے کے باوجود رفع یدین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل ثابت کرنے کے لیے بطور ہتھیار استعمال شروع کر رکھا ہے۔

نسخ رفع یدین اور جناب زبیر علی زئی کے شبہات

مشہور غیر مقلد جناب زبیر علی زئی نے اپنی کتاب ''نور العینین (ص۱۵۶، ۱۵۷)'' میں نسخ رفع یدین کا انکار کرتے ہوئے درج ذیل شبہات کا ذکر کیا ہے۔ اگر چہ ان کے جوابات متفرق جگہوں پر دیئے گئے ہیں۔ تاہم تکمیل فائدہ کے لیے یہاں بعض اشارات بیان کر دیئے جاتے ہیں۔

شبہ ۱:۔ اس کا صریح ناسخ موجود نہیں ہے۔

جواب:۔ ا:۔ ایک تو نسخ حقیقی ہوتا ہے کہ خود جناب رسول اللہ ﷺ فرمادیں جیسا کہ جناب رسول اللہ کا فرمانا کہ میں نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب اجازت دیتا ہوں۔ تو قبروں کی زیارت سے منع کی حدیث منسوخ ہوگئی اور اجازت کی حدیث ناسخ قرار پائی۔ دوسرا نسخ اجتہادی ہوتا ہے کہ اجتہادی قرائن سے کسی حدیث کا مقدم یا مؤخر ہونا معلوم ہو جائے۔ اس بارے میں امام مسلمؒ نے صحیح مسلم (ج۱ ص۱۵۶) میں آگ پر پکی ہوئی چیز کے استعمال سے وضو ٹوٹنے اور وضو نہ ٹوٹنے کی احادیث ذکر کی ہیں۔ حضرت امام نوویؒ شرح مسلم (ج۱ ص۱۵۶) میں فرماتے ہیں: ''امام مسلمؒ نے اس باب میں پہلے ان احادیث کو نقل کیا ہے جن میں آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء کے ٹوٹ جانے کا ذکر ہے۔ پھر اس کے بعد وہ احادیث لائے ہیں جن میں یہ ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضوء نہیں ٹوٹتا۔ گویا وہ اشارہ فرمارہے ہیں کہ پہلی احادیث منسوخ ہیں۔ یہ صرف امام مسلمؒ کا ہی طریقہ نہیں ہے بلکہ سارے محدثین کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے وہ احادیث لاتے ہیں جن کو وہ منسوخ سمجھتے ہیں۔ پھر ان کے بعد وہ احادیث لاتے ہیں جو ناسخ ہوتی ہیں''۔ امام نوویؒ نے محدثین کا قاعدہ بیان فرمادیا کہ وہ احادیث کے ساتھ ناسخ یا منسوخ کا لفظ نہیں لکھتے۔ البتہ ان کا اصول یہ ہے کہ پہلے پہلے زمانہ کی احادیث لاتے ہیں اور بعد میں بعد والے زمانہ کی یعنی ناسخ احادیث لاتے ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ وضاحت حدیث کی ان کتابوں سے ہوگی جن میں دونوں طرف کی احادیث ہوں۔ اگر کسی کتاب میں صرف ایک پہلو کی احادیث ہوں تو یہ پتہ نہیں چل سکے گا کہ یہ حدیث پہلے زمانے کی ہے یا بعد کے زمانے کی۔

امام بخاریؒ نے بھی صحیح بخاری (ج۱ ص۹۶) میں یہ اصول تحریر فرمایا ہے: ''انما یؤخذ بالآخر فالآخر من فعل النبی ﷺ'' کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کو اختیار کیا جائے گا۔ پھر امام بخاریؒ، بخاری شریف (ج۱ ص۱۰۲) میں رفع یدین کی دو احادیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ

اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث لائے ہیں۔مگر ایک پہلو کی احادیث لائے ہیں۔اس لیے پتہ نہیں چل سکتا کہ یہ پہلے زمانہ کی ہیں یا بعد کے زمانہ کی۔اور یہ بھی پتہ نہ چل سکا کہ ان پر عمل جاری رہا یا نہیں رہا۔ہاں امام بخاریؒ کے دادا استاذ امام عبدالرزاقؒ اپنی کتاب مصنف میں پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور بعد میں ترکِ رفع یدین کی۔امام بخاریؒ کے استاذ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ بھی پہلے رفع یدین کی احادیث لائے ہیں اور پھر ترکِ رفع یدین کی۔اس طرح امام بخاریؒ کے جلیل القدر شاگرد امام نسائیؒ اپنی سنن (ج ۱ ص ۱۵۸) میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی رفع یدین والی وہ دونوں احادیث لائے ہیں جو امام بخاریؒ لائے ہیں اور بعد میں ترک ذٰلک کا باب باندھ کر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) والی دونوں احادیث کو متروک قرار دیا ہے۔اسی طرح امام مسلمؒ رفع یدین کی تین احادیث لائے ہیں۔ دو بخاری شریف والی یعنی حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ کی احادیث (ج ۱ ص ۱۶۸) اور تیسری روایت حضرت وائل بن حجرؓ کی (ج ۱ ص ۱۷۳) کی۔ان کے بعد امام نسائیؒ (ج ۱ ص ۱۶۱) مسلم والی تینوں احادیث لائے ہیں۔ ان کے بعد الرخصة في ترك ذٰلك کا باب باندھ کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث لائے ہیں۔جس سے فیصلہ آسان ہو جاتا ہے۔اسی طرح امام بخاریؒ کے چہیتے شاگرد امام ترمذی نے بھی رفع یدین کے باب میں پہلے حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کی ہے۔اس کے بعد ترک رفع یدین والی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث روایت کی ہے۔امام ابوداؤدؒ بھی رفع یدین کی احادیث ذکر کر کے بعد میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت براء بن عازبؓ کی ترک رفع یدین کی احادیث لائے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے اساتذہ اور تلامذہ بھی اس بات پر اتفاق کر رہے ہیں کہ رفع یدین کرنے کی احادیث پہلے زمانہ کی ہیں اور منسوخ ہیں اور ترکِ رفع یدین کی احادیث آخری زمانہ کی ہیں اور ناسخ ہیں۔خود امام بخاریؒ اگرچہ صحیح بخاریؒ میں رفع یدین کی احادیث لکھ کر ان کے بقاء یا نسخ سے خاموش گزر گئے ہیں مگر جزء رفع یدین میں امام اوزاعیؒ سے نقل فرما گئے ہیں کہ نماز کے اندر کھڑے ہو کر جن تکبیرات کے ساتھ رفع یدین کا ذکر ہے۔ ذٰلك الأمر الأول: یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہے (جزء رفع یدین رقم ۱۰۸)۔اب ظاہر ہے کہ تکبیر تحریمہ تو شرطِ نماز ہے اور خارج ہے۔رکوع سے پہلے کھڑے ہو کر رفع یدین، رکوع سے اُٹھنے کے بعد کھڑے ہو کر رفع یدین اور تیسری رکعت میں کھڑے ہو کر رفع یدین کو ہی امام اوزاعیؒ امرِ اول

فرمارہے ہیں۔ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں کہ پہلے ترک کی حدیث ہو، پھر رفع کی (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۱۲۱)۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں اس باب کا حصہ ۴۔ ۷ (محدثین کے ترجمۃ الباب سے استدلال)۔

۲:۔ حضور ﷺ کی آخری نماز جس کی روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ کررہی ہیں، اس میں بھی صرف تکبیرات کا ذکر ہے۔(ملاحظہ ہو باب نمبر ۴ کا حصہ ۱۰۔ ۴)۔ آپ کی آخری نماز بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تمام محدثین اپنی کتابوں میں ذکر کررہے ہیں مگر کسی نے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا ہے۔ امام طحاویؒ نے خصوصاً نسخ رفع یدین کو خلفائے راشدینؓ خصوصاً حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ترکِ رفع یدین کے عمل سے جو ان کے زمانہ خلافت کا ہے۔ رفع یدین کو منسوخ ثابت کیا ہے (ملاحظہ فرمائیں اس باب کا حصہ ۳۔ ۷)۔

۳:۔ منسوخ کا معنی ہے: چھوڑ دینا، ترک کردینا۔ ترک رفع یدین کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔ صرف ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے

(مسندِ حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، حدیث نمبر ۶۱۴ مطبوعہ بیروت، لبنان)

سند اس کی نہایت صحیح ہے۔ امام حمیدیؒ اور سفیان بن عیینہؒ دونوں مکہ مکرمہ کے ممتاز محدثین میں سے ہیں اور زہریؒ، سالمؒ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ کے ممتاز محدثین میں سے ہیں۔ سند کے راوی مکہ اور مدینہ کے محدثین ہیں اور بس۔ ترک رفع یدین کی احادیث حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ (نسائی)، حضرت براء بن عازبؓ (ابوداؤد)، حضرت ابو ہریرہؓ (الاستذکار)، حضرت ابو مالک اشعریؓ (مسند احمد)، حضرت علی المرتضیٰؓ (علل دارقطنی) اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: اس کتاب کا باب نمبر ۴ جس میں ۱۳۵ روایات سے ثابت کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا عمل ترک رفع یدین ہی تھا۔

۴:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو (ایامِ اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین

(کے عمل) پر ثابت رہے۔(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ رقم ۳۷۸، واسنادہ صحیح)

فائدہ:۔ اس صحیح حدیث میں مکی و مدنی عمل کی تصریح ہے۔ یعنی رفع یدین کرنے والا عمل مکہ سے شروع ہو کر مدینہ میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، جاری رہا۔ پھر ایام اخیرہ میں متروک و منسوخ ہو گیا اور شروع نماز کی رفع یدین ہمیشہ کرتے رہے۔ یہ سنت ہے اور اسی پر اہل السنت والجماعت (احناف) وغیرہ عامل ہیں۔ اس حدیث کی تفصیل باب نمبر ۱۰ میں حصہ ۵۔۱۰ میں رفع یدین کے منسوخ ہونے کے متعلق حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر شبہات کے جوابات میں ملاحظہ فرمائیں۔

شبہ ۲:۔ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کے مبارک دور میں رفع یدین پر عمل ہوتا رہا ہے اور رفع الیدین کا ترک کسی صحابیؓ سے بھی باسند صحیح ثابت نہیں ہے۔

جواب:۔ جناب زبیر علی زئی کا یہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ حضرات خلفائے راشدین: حضرت ابو بکر صدیقؓ، (دارقطنی رقم ۱۱۲۰؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱) حضرت عمر فاروقؓ (طحاوی رقم ۱۳۲۹؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۹) اور حضرت علی المرتضیٰؓ (طحاوی رقم ۱۳۲۰؛ ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷) نمازوں میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ سے اس مسئلہ میں بسند کچھ منقول نہیں۔ البتہ قیاس یہی ہے کہ اپنے پیش رو حضرات کی موافقت میں آپؓ کا معمول بھی صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رہا ہوگا۔ جلیل القدر تابعی و محدث ابو اسحاق سبیعیؒ کا بیان ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب و متبعین تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے (ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۱)۔ ظاہر ہے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب صحابہ و تابعین ہی تھے۔ خیر القرون میں مشہور اسلامی مراکز، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ اور کوفہ ان تینوں مقامات میں عام معمول صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا تھا۔ اس کے علاوہ نماز کے کسی حصہ میں رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا۔ تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین وانصارؓ سے پہلی تکبیر کے بعد کسی جگہ رفع یدین کرنا ثابت نہیں۔ مکہ مکرمہ میں دورِ صحابہؓ و تابعینؒ میں ترک رفع یدین ہی عملاً متواتر تھی جیسا کہ میمون مکیؒ تابعی کے قول سے ظاہر ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۹)۔ مدینہ منورہ میں بھی خیر القرون میں عملی تواتر ترکِ رفع یدین ہی متواتر تھا جیسا کہ امام مالکؒ فرماتے ہیں: ”تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کا مجھے علم نہیں“ (المدونۃ الکبریٰ ج۱ ص۷۱)۔ کوفہ میں بھی صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ میں سنداً و عملاً ترک رفع یدین ہی متواتر تھا جیسا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے ارشاد سے واضح ہے (مسند امام اعظم رقم ۹۶؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۷)۔ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین میں رفع یدین کو اوپرا اور اجنبی فعل سمجھا جاتا تھا جیسا کہ میمون مکی (ابوداؤد رقم ۷۳۹؛ مسند احمد رقم ۲۶۲۲) نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بارہ میں اور

وہیب بن خالدؒ نے عبداللہ بن طاؤس تیمیؒ کے بارہ میں فرمایا (ابوداؤد رقم ۷۴۰؛ نسائی رقم ۱۱۴۷) اور قاضی محارب بن دثارؒ (مسند احمد رقم ۶۹۹۲) اور ان کے بیٹے حضرت سالمؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کا ترک رفع یدین اس کتاب کے باب نمبر ۵ اور ۶ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔

شبہ ۳:۔ ترکِ رفع یدین ہی ثابت نہیں۔ لہٰذا دعویٰ نسخ کیسا؟

جواب:۔ ترکِ رفع یدین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدینؓ، اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظامؒ اور تبع تابعینؒ سے باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ ان سب حضرات سے ترکِ رفع یدین اس کتاب کے باب نمبر ۴، ۵ اور ۶ میں باسانید صحیحہ ثابت ہے۔ ان کا انکار منکرِ حدیث ہی کر سکتا ہے۔

خود غیر مقلدین کے اکابرین بھی اس کا اقرار کر رہے ہیں: ''رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہیں اور دونوں سنت ہیں۔ دونوں عمل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں''۔

۱:۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل دہلوی کی طرف منسوب کتاب میں ہے: ''ولا یلام تارکہ وان ترک مدۃ عمرہ'' (تنویر العینین ص ۵)۔ ''اس کے ترک کرنے والوں کو ملامت نہیں کرنی چاہیے اگر چہ وہ ساری عمر رفع یدین نہ کرے''۔

۲:۔ مولانا سیّد نذیر حسین صاحب کے مکتوبہ و مصدقہ فتوؤں کا مجموعہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱ پر ہے:

''درصورت مرقومہ بر علمائے حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سر از رکوع منازعت ومخاصمت ومشاتمت ومغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی وجہالت نخواہد بود زیرا کہ رفع وعدم رفع در ہر دو مقام باوقات مختلفہ از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت است۔ چہ دلائل طرفین دریں باب موجود''

(فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱ بحوالہ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۴۰)۔

یعنی (سوال میں) درج صورت میں علمائے حقانی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا، جھگڑنا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا مذہبی تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں اور دونوں طرف دلائل موجود ہیں''۔

۳:۔ مولوی عبداللہ غزنویؒ لکھتے ہیں: ''سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح متین! اس مسئلہ کے بارے میں کہ رفع یدین قبل الرکوع و بعد الرکوع اور تیسری رکعت کے قیام کے لیے اُٹھتے وقت سنت مؤکدہ ہے کہ اس کے تارک کو بُرا بھلا کہا جائے یا یہ سنت غیر مؤکدہ ہے کہ اس کا کرنے والا

ثواب کا مستحق ہوگا اور نہ کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا اگر چہ تمام عمر میں ایک دفعہ بھی رفع یدین نہ کرے جیسا کہ مولانا اسماعیل دہلویؒ نے تنویر العینین میں لکھا ہے۔

جواب:۔حافظ ابن قیمؒ زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ یہ اختلاف مباح ہے کہ وہ قنوت (فجر میں) پڑھے یا نہ پڑھے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ نماز میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا الخ

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ اپنے رسالہ سنّت الجمعہ میں لکھتے ہیں: ''بیشک علمائے سلف کبھی یہ کرتے تھے اور کبھی نہیں۔اور یہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ دو کام مشہور ہوں کہ کبھی تو نماز جنازہ میں سورت فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی نہیں اور کبھی بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور کبھی سرّاً۔اور کبھی اس کے ساتھ نماز شروع فرماتے تھے اور کبھی اس کے بغیر۔اور کبھی رفع یدین کرتے تھے اور کبھی رفع یدین نہیں کرتے تھے'' (فتاویٰ غزنویہ ص ۳۴ بحوالہ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۱، ۱۵۲)۔

۴:۔مولانا زبیر علی زئی کے استاذ محترم حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ لکھتے ہیں: ''ویجوز السنتان الأمرین جمیعاً'' (تعلیقات السّلفیہ علیٰ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۰۲)۔''یعنی رفع یدین اور ترکِ رفع یدین دونوں کا سنّت ہونا جائز ہے''۔

۵:۔مسائل ثلاثہ میں علماء اہل حدیث کا اصل مسلک

مشہور غیر مقلد محقق عالم ربانی حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ سے مسائل ثلاثہ کے بارے میں استفسار کیا گیا۔آپؒ نے جو فتویٰ زیب رقم فرمایا۔وہ مع سوال اور ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

ایک سوال:۔آمین بالجہر و بالسر، قراءت خلف الامام اور منع قراءت خلف الامام اور رفع یدین اور عدم رفع یدین کی معتبر حدیثیں کتب صحاح میں موجود ہیں۔اور مندرجہ بالا موقعوں میں ایک ایک طریقہ پر عمل کرنے سے بہر نوع دوسری حدیث کا ترک لازم آئے گا۔اگر ایک وقت میں ایک حدیث پر، دوسرے وقت میں دوسری حدیث کے موافق عمل کیا جائے تو اس کی ہدایت نہ ہونے سے کسی حدیث پر عمل نہ رہا۔ بلکہ اپنی خواہش پر چلنا ہوا۔ پھر تقلید ائمہ سے نکلنے کے بعد کوئی شخص عامل بالحدیث کیسے ہوسکتا ہے؟

خلاصۃ الجواب:۔اتباع اسوہ اور اطاعت جیسا کہ کرنے مین ہوتی ہے ویسا ہی نہ کرنے میں ہوتی ہے۔پس بعض اوقات میں اس کا کرنا اس لیے سنت ہے کہ نبی ﷺ نے بعض اوقات میں ایسا کیا ہے۔اسی طرح گا ہے اس کا نہ کرنا سنت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے بعض اوقات اس کا کرنا چھوڑ دیا ہے۔جیسا کہ حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں مسئلہ جہر بسملہ اور قنوتِ فجر کی بحث میں لکھا ہے۔اور وہ

انصاف کہ جس کو ایک منصف عالم پسند کرتا ہے یہ ہے کہ آپؐ نے (نماز فجر میں) قنوت پڑھی بھی ہے اور پڑھنا ترک بھی کر دیا ہے اور آپؐ بسم اللہ کو اکثر پوشیدہ پڑھتے تھے اور کبھی جہر سے پڑھتے تھے اور قنوت کو اکثر چھوڑتے تھے اور کبھی پڑھتے تھے (زاد المعاد ص ۶۹)۔ پس اہل حدیث کرنے اور نہ کرنے دونوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں اور اس کے چھوڑ دینے کو بدعت نہیں کہتے اور نہ ہی چھوڑ دینے والے کو سنت کا مخالف کہتے ہیں۔ پس اس صورت میں اپنی خواہش کی پیروی کرنا کہاں ہے۔ یہ تو ''بہٖ یَفْعَلُ'' اور ''بہٖ یَتْرُکُ'' کا مصداق ہے (مجموعہ فتاویٰ عبد الجبار ص ۱۶۴)

یعنی کرنے والا آپؐ ہی کی پیروی کرنے کے لیے ایسا کرتا ہے اور چھوڑنے والا بھی آپؐ کی اطاعت کے پیش نظر ایسا کرتا ہے۔ مقصود دونوں کا اتباع سنت ہے جو دونوں صورتوں میں حاصل ہے۔

حضرت مولانا عبد الجبار غزنویؒ کے اس تفصیلی جواب سے مسائل ثلاثہ (مسئلہ آمین، فاتحہ خلف الامام، رفع یدین) پر جو روشنی پڑتی ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل نکات مستنبط ہوتے ہیں:

ا:۔ آمین اونچی کہنا یا آہستہ کہنا، امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا یا نہ پڑھنا، نماز میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا، ان مسائل کے دونوں پہلو (فعل اور ترک) بلا ریب کتب صحاح کی معتبر روایتوں سے ثابت ہیں۔

۲:۔ فعل اور ترک (کرنے اور نہ کرنے) کے لحاظ سے جس پہلو کو بھی اختیار کیا جائے۔ عین اتباع سنت نبوی ہے۔

۳:۔ ایک وقت میں ایک جہت کو اختیار کر کے اس پر عمل کرنے سے اگرچہ بظاہر جانب مخالف کا ترک لازم آتا ہے مگر حقیقت میں ترک نہیں۔ اور نہ ہی اپنی خواہش کی پیروی ہے۔ بلکہ وہ بھی اتباع سنت ہی ہے۔

۴:۔ مسائل مذکورہ میں علماء اہل حدیث کا اصل مسلک یہ ہے کہ وہ کرنے اور نہ کرنے دونوں کو سنت سمجھتے ہیں اور فعل و ترک دونوں جہتوں سے آپؐ کی اقتداء کرتے ہیں اور نہ کرنے کو بدعت نہیں سمجھتے اور نہ تارک کو مخالفت سنت کہتے ہیں۔

۶:۔ غیر مقلدین کے مذہب کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خانؒ بھی نماز میں رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چنانچہ مولانا عبد الحیؒ حسنی تلمیذ شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ لکھتے ہیں: ''تعجب کی بات یہ ہے کہ نواب صدیق حسن خان احناف کے طریقہ پر نماز پڑھتے تھے۔ پس رفع یدین تکبیر تحریمہ کے سوا نہ کرتے تھے اور آمین بالجہر سورت فاتحہ کے بعد بھی نہ کہتے تھے اور اپنے ہاتھ سینے پر نہ رکھتے تھے'' (نزھۃ الخواطر ج ۸ ص ۱۹۱، ۱۹۲)۔

اس لیے زبیر علی زئی کا ترک رفع یدین کا انکار در اصل احادیث نبویہ کا انکار ہے۔

شبہ ۴:۔ ناسخ ومنسوخ کی کتابوں میں رفع یدین کا ذکر ہی نہیں۔

جواب:۔ جب احادیث کی کتابوں میں ابواب کی ترتیب سے یہ بات ثابت ہے کہ رفع یدین منسوخ ہے۔اور امت کی اکثریت اس بات کی قائل ہے کہ سجدوں کی رفع یدین منسوخ ہے۔جس کو اسی باب ۷ میں تفصیلاً ثابت کر دیا ہے۔صرف ایک حوالہ پیش خدمت ہے۔ جزء رفع یدین میں حضرت امام بخاری فرماتے ہیں۔

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسىٰ قال: يا ابا عمرو ما تقول في رفع الايدى مع كل تكبيرةٍ وهو قائم في الصلوة قال: ذٰلك الامر الاول. (جزء رفع الیدین رقم ۱۰۶)۔

ترجمہ:۔ حضرت فدیک بن سلیمان ابو عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: "اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟" امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ "یہ پہلے دور کی بات ہے"۔

اس روایت میں نماز کے اندر قیام کی ہر رفع یدین کو امرِ اول یعنی منسوخ قرار دے دیا ہے۔ یاد رہے کہ تکبیرِ تحریمہ تو شرطِ نماز ہے اور نماز سے خارج ہے۔ رکوع سے پہلے قیام میں رفع یدین کرنا، رکوع کے بعد قومہ میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا اور تیسری رکعت کے شروع میں کھڑے ہو کر رفع یدین کرنا، یہ سب نماز کے اندر حالتِ قیام کی رفع یدین نہیں ہے؟ امام بخاری نے امام اوزاعیؒ سے نقل فرما دیا: "ذٰلك الامر الاول"۔ جب رفع یدین دورِ اول کی بات ثابت ہو گئی تو ترکِ رفع یدین کی احادیث یقیناً آخری دور سے متعلق ہیں۔اس سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ بخاری، مسلم یا باقی صحاح ستہ میں جس قدر احادیث رفع یدین کی ہیں۔ وہ دورِ اول سے متعلق اور منسوخ ہیں۔ ہمارے امام اعظم ابو حنیفہؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ رفع یدین پر عمل جاری نہیں رہا بلکہ ترکِ رفع یدین پر عمل جاری رہا۔

شبہ ۵:۔ نبی کریم ۹ھ اور ۱۰ھ میں رفع یدین کرتے رہے ہیں۔ کس سن ہجری میں رفع یدین منسوخ یا ترک کر دیا گیا تھا؟

جواب:۔ اس کا مفصل جواب اس باب کے حصہ ۸.۵.۷ بعنوان "غیر مقلد زبیر علی زئی کا دوسرا دعویٰ اور اس کا جواب" اور اس کے مابعد مفصل دے دیا گیا۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے دوسری آمد کے ترک رفع یدین ہی دیکھا تھا (ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے بھی بخاری (رقم ۸۱۸) رفع یدین کے بغیر ہی پڑھ کر دکھائی۔مشہور غیر مقلد نواب صدیق حسن خان فرماتے ہیں: آخر میں آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ مزید فرماتے ہیں: حضرت ابن مسعودؓ نے جو

ترک رفع یدین روایت کیا ہے۔اس سے آپؒ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا۔

(الروضۃ الندیہ ص ۹۵)

شبہ ۶:۔ اگر رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا تو پھر تکبیر تحریمہ، قنوت اور عیدین والا کس طرح اس نسخ سے بچ گیا؟

جواب:۔نمازِ وتر اور نماز عید میں رفع یدین کی بحث

ہم لوگ صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع یدین اس لیے کرتے ہیں کہ رفع یدین کا ان دو مقاموں میں ترک یا منع کی کوئی صریح اور صحیح روایت نہیں ہے۔جبکہ نماز میں رکوع اور سجود وغیرہ مقامات میں ترکِ رفع یدین کی صحیح اور صریح روایات موجود ہیں۔ملاحظہ فرمائیں باب نمبر ۴، ۵، ۶۔ان تین ابواب میں ترکِ رفع یدین رکوع وغیرہ کے وقت صریح روایات مرفوعاً، موقوفاً اور تعامل خیر القرون بیان کیا گیا ہے۔صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں ایک بھی صحیح حدیث ایسی نہیں، جس میں صراحۃً ترکِ رفع یدین بیان کیا گیا ہو۔

۲۔نماز وتر اور نماز عید کا طریقہ دیگر نمازوں سے مختلف ہے۔نماز وتر میں دعائے قنوت ہوتی ہے اور نماز عیدین میں عام نمازوں کی نسبت زائد تکبیریں کہی جاتی ہیں۔پھر ان میں رفع یدین بغیر ذکر کے نہیں ہوتا بلکہ رفع یدین کے ساتھ تکبیر ہوتی ہے۔ابن رشدؒ نے **بدایۃ المجتہد** (ج ۱ ص ۲۱۸) میں لکھا ہے کہ نماز عید کے طریقہ میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کچھ مروی نہیں ہے۔اس لیے تمام علماء نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استدلال کیا ہے۔حافظ ابن قیمؒ نے زاد المعاد میں اور شیخ عبد الوہاب نجدیؒ نے مختصر زاد المعاد میں نماز عید کے بیان میں لکھتے ہیں: ''**وکان ابن عمر رضی اللہ عنہ مع تحریہ للأتباع یرفع یدیہ مع کل تکبیرۃ**۔ (مختصر زاد المعاد ص ۳۳؛ زاد المعاد ص ۱۴۶ طبع مؤسس الرسالۃ ناشرون، بیروت ۱۴۲۷ھ واللفظ لہ)۔'' حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اتباع سنت کی تحری میں نماز عید میں تکبیر کے ساتھ رفع یدین کیا کرتے تھے''۔

ابن رشدؒ نے **بدایۃ المجتہد** کے ایک صفحے میں عیدین کی تکبیراتِ زوائد کے ساتھ رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔اس کے اگلے صفحے میں لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اسی طریقے سے عیدین کی نماز سکھایا کرتے تھے (دیکھئے بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۲۱۷، ۲۱۸)

حضرت امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ''**عن عبد اللہ أنہ کان یقرأ فی آخر رکعۃ من الوتر ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ'' ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعۃ**۔ (جزء رفع الیدین رقم ۹۶)۔

''حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ وتروں کی آخری رکعت میں ''**قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ**'' پڑھتے تھے۔پھر رفع یدین کرتے تھے۔پھر رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھتے تھے''۔(مزید دیکھئے ۸.۹)۔

شبہ ۷:۔ نبی ﷺ کی ساری زندگی میں صرف ایک نماز کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے رفع یدین نہ کیا ہو۔ جب ترک ہی ثابت نہیں ہے تو نسخ کس طرح ثابت ہوگا؟

جواب:۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے ترکِ رفع یدین قولاً، عملاً اور تقریراً ثابت ہے۔ حضور ﷺ رفع یدین کرنے والوں پر ناراض بھی ہوئے اور ان کو شریر گھوڑوں کی دموں کے ساتھ تشبیہ بھی دی ہے۔ آپ ﷺ نے صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کا حکم دیا ہے جیسا کہ باب نمبر ۴ میں ۱۳۸ احادیث سے ثابت کیا ہے۔

شبہ ۸:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔ کسی صحابی نے کسی کو بھی رفع یدین کرنے پر نہیں مارا۔ لہٰذا دعویٰ نسخ باطل ہے۔

جواب:۔

ا:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ موقوف روایت سند کے لحاظ سے صحیح نہیں ہے۔ اس روایت کا دارومدار ایک شامی راوی ولید بن مسلم پر ہے۔ جو کہ منفرد ہے اور مختلط الحدیث ہے۔ اور اس کی روایتیں ضعیف ہیں۔

۱۔ خود ولید بن مسلم کے شاگرد امام احمدؒ فرماتے ہیں: ”اختلطت علیه احادیث ما سمع و مالم یسمع و کانت له منکرات“ (تہذیب التہذیب ج ۱۱ ص ۱۵۴)۔ ولید بن مسلم پر وہ احادیث جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے سنی تھی اور وہ احادیث جو نہ سنی تھی۔ رل مل گئی ہیں اور اس کی روایات منکر (اوپری) ہیں۔

۲۔ نیز امام احمد فرماتے ہیں: ”ولید بن مسلم کثیر الخطاء ہے“ (تہذیب)۔

۳۔ حضرت امام ابوداؤدؒ کتاب الدیات میں فرماتے ہیں: أن الولید بن مسلم أخبرهم عن ابن جریج....... قال أبو داؤد: هٰذا لم یَرْوِهِ إِلَّا الْوَلِیدُ، لا ندری هو صحیح أم لا؟ (ابوداؤد رقم ۴۵۸۶، باب فِيْ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَا یُعْلَمُ مِنْهُ طِبٌّ فَأَعْنَتَ ج ۲ ص ۲۸۵ مکتبہ رحمانیہ لاہور)۔ ولید بن مسلمؒ نے اگرچہ تصریح سماع أخبرهم کے کی صیغہ سے روایت کی ہے۔ امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ہم نہیں جانتے کہ ولید بن مسلمؒ کی یہ روایت صحیح ہے یا نہیں۔

۴۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ثقة لکنه کثیر التدلیس والتسویة (تقریب ص ۳۷۱)۔

۵۔ ولید بن مسلم کی ایک روایت باجود تحدیث اور صحیح مسلم میں ہونے کے اس کے متعلق امام نوویؒ فرماتے ہیں: ”ضعیف بل باطل“ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۹۰)۔ ”ضعیف بلکہ باطل (حق کے مخالف) ہے“

۶۔ ترمذی ”باب فی المسح علی الخفین اعلاہ واسفله“ میں حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت

ہے کہ بیشک جناب رسول اللہ ﷺ نے موزے کے اعلیٰ اور اسفل حصہ کا مسح کیا ہے (ترمذی رقم ۹۷)۔ جس کی سند یوں ہے: حدثنا أبو الوليد الدمشقي، قال: حدثنا الوليد بن مسلم، قال: أخبرني ثور بن يزيد الخ۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''وهذا حديث معلول، لم يسنده عن ثور بن يزيد غير الوليد بن مسلم. قال أبو عيسىٰ: سألت أبا زرعة و محمد بن اسماعيل، عن هذا الحديث، فقالا: ليس بصحيح الخ''۔

''اور یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو صیغہ سماع سے ولید بن مسلمؒ کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: میں نے امام ابوزرعہؒ اور امام بخاریؒ سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا۔ تو دونوں نے فرمایا: یہ حدیث صحیح نہیں ہے''۔

امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتمؒ نے اپنے باپ حضرت ابوحاتمؒ اور ابوزرعہؒ سے روایت کیا ہے کہ ولید بن مسلمؒ کی حدیث غیر محفوظ ہے۔ علامہ ابن حزمؒ نے فرمایا: ولید بن مسلمؒ نے دو جگہ پر خطا کی ہے۔ امام اثرمؒ نے فرمایا: امام احمدؒ نے ولید بن مسلمؒ کو ضعیف قرار دیا ہے (دیکھیے تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۹۹)۔ حالانکہ اپنے استاد سے اخبرنی کے جملہ سے روایت کیا ہے۔

۷۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۶۸۸) میں هشام بن عمار حدثنا الوليد حدثنا الأوزاعي الخ۔ اس سند کے بارے میں علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''رواته ثقات لكنه منكر''۔ ''اس کے راوی ثقہ ہیں مگر منکر (ضعیف) ہے''۔ اس کے حاشیہ میں علامہ معلّمی غیر مقلد لکھتے ہیں: ''علته أن الوليد يدلّس التسوية و كذا هشام فيما يظهر'' کہ اس کی سند کی علت یہ ہے کہ ولید بن مسلم تدلیس التسویہ کرتا ہے اور اسی طرح ہشام جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے''۔ تحدیث کے باوجود معلّمی غیر مقلد تدلیس التسویہ کا الزام ولید بن مسلمؒ پر لگا رہا ہے۔

۸۔ عن مكحول عن محمود عن أبي نعيم أنه سمع عبادة بن الصامت الخ کی حدیث قراءة خلف الامام کی سند میں ابونعیم کا اضافہ ولید بن مسلم کی غلطی ہے چنانچہ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: ''وقد غلط الوليد بن مسلم في اسناده'' (کتاب القراءۃ)۔ ''اور ولید بن مسلم نے اس کی سند میں غلطی کی ہے''۔

۹۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: ''وروي من وجه آخر ضعيف عن أبي الدرداء''۔ ''اور ایک ضعیف سند سے حضرت ابودرداءؓ سے مروی ہے''۔ پھر امام بیہقیؒ نے باب من كره أخذ الأجرة عليه کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے جو بواسطہ ''وليد بن مسلم حدثنا سعيد بن عبد العزيز عن اسماعيل بن عبيد الله، عن أم الدرداء عن أبي الدرداء رضي الله عنه، أن رسول الله قال: من أخذ

قوساً علی تعلیم القرآن، قلّد الله قوساً من نار ''۔ پھر امام دحیمؒ سے نقل کیا ہے: ''لیس له أصل'' کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۱۲۶ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان)۔ اب ولید بن مسلمؒ صیغہ سماع حَدَّثَنَا سے روایت کر رہا ہے۔ مگر امام بیہقیؒ ضعیف قرار دے رہے ہیں۔ محدث شام امام دحیمؒ اس حدیث کو بے اصل کہتے ہیں۔ علامہ ماردینی حنفیؒ کا یہ کہنا کہ ''سند اس کی جید ہے اور اس کے بے اصل ہونے کی وجہ معلوم نہیں ہو سکی''۔ ان سے اس بارے ذہول ہو گیا ہے۔ کیونکہ امام دحیمؒ محدث شام ہیں اور ولید بن مسلمؒ بھی شامی ہیں۔ شام کی حدیثوں کے پرکھنے میں امام دحیمؒ زیادہ ماہر ہیں اور اس روایت کے بے اصل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کے راوی ولید بن مسلمؒ ہیں۔ نیز سعید بن عبدالعزیز اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

۱۰۔ اس لیے علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے ابن عمرؓ کی کنکریوں والی روایت بیان کر کے اس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے ابن عمرؓ سے اس فعل کے صدور کا انکار کیا ہے (محلّی)۔ صحیح روایتوں کے مقابلہ میں خلط ملط روایتوں کا پیش کرنا غیر مقلدین حضرات کا مقام ہے۔ (خدا ہدایت دے)

۲:۔ اس کے کئی شاگرد ہیں۔ وہ مختلف الفاظ میں ان سے روایت کرتے ہیں:

۱۔ عبداللہ بن زبیر الحمیدیؒ۔ ان کے الفاظ عن ولید بن مسلم سمعت زید بن واقد سمعت نافعا سے یہ ہیں:

(الف)۔ أن ابن عمر اذا رأیٰ رجلاً لا یرفع یدیه کلما خفض ورفع حصبهٗ حتّٰی یرفع یدیه (مسند الحمیدی ج ۲ ص ۲۷۷ رقم ۶۱۵)۔ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی کو ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرتے نہ دیکھتے تو اس کو کنکریاں مارتے''۔ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کی جائے تو چار رکعت میں ۲۸ جگہ بنتی ہے۔ جبکہ غیر مقلدین چار رکعت میں دس جگہ رفع یدین کرتے ہیں۔ گویا ہر چار رکعت میں اٹھارہ پتھروں کے حق دار ہیں۔ یہ تو ان کی کتاب میں ہے۔

(ب)۔ حدثنی الحمیدی انبانا الولید بن مسلم قال سمعت زید بن واقد یحدث عن نافع أن ابن عمر کان اذا رأیٰ رجلاً لا یرفع یدیه اذا رکع واذا رفع رماه بالحصیٰ (جزء رفع الیدین عن الحمیدی رقم الحدیث ۱۵)۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے الفاظ حدیث میں بہت تصرف فرمایا ہے۔ اسی روایت کے بھروسے پر جناب زبیر علی زئی صحیح روایات کا انکار کر رہے ہیں۔

۲۔ عیسیٰ بنُ أبی عمران۔ کَانَ ابنُ عُمَرَ اِذَا رَأیٰ رَجُلاً یُصَلِّیْ لَا یَرْفَعُ کُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ، حَصَبَهٗ حَتّٰی یَرْفَعَ

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲ رقم ۱۱۰۵ طبع نشر السنۃ، ملتان؛ مترجم جزء سوم ص ۴۴۳ رقم ۱۱۰۳ طبع شبیر برادرز، لاہور)

۳۔أحمد بن حنبل۔ کان ابن عمر اذا رأی مصلیاً لا یرفع یدیه فی الصلوٰة حصبه وأمرہ أن یرفع یدیه(مسائل الامام احمد بن حنبل روایة ابنه عبد الله بن احمد ص ۷۰؛التمهید لابن عبد البر ج۹ص ۲۲۴؛معرفۃ علوم الحدیث حاکم ص۲۱۸؛مناقب احمد،ابن الجوزی ص۸۸)۔

جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے۔

۴۔ اسحاق بن ابراهیم۔ أن ابن عمر کان اذا رأی رجلاً لا یرفع یدیه فی الصلوٰة عند الرکوع ورفع رأسه حصبهٗ(معرفۃ السنن والآثار ج۱ ص ۵۶۲)۔

۵۔کان ابن عمر اذا رأی رجلاً لا یرفع یدیه حصبهٗ وأمرہ أن یرفع یدیه

(التمهید لابن عبد البر ج ۵ ص ۶۵ بحوالہ جلاء العینین ص ۵۳)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شخص کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے اور رفع یدین کرنے کا حکم فرماتے۔

یہ مختلف الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔اس تمہید کی روایت میں نماز کا کوئی ذکر نہیں ہے جبکہ امام احمدؒ صرف رفع یدین کا لفظ روایت کرتے ہیں،لیکن محل رفع یدین سے خاموش ہیں۔ان سے ابتداء نماز میں رفع یدین کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔امام حمیدیؒ اور عیسیٰ بن عمرانؒ محل رفع یدین ہر اونچ نیچ بیان کرتے ہیں۔اسحاق بن ابراہیم تو متن کو اپنے مذہب کے مطابق ڈھال لیا کرتے تھے،جیسے اوپر والی روایت میں انہوں نے کیا۔جزء بخاری میں یہاں تدلیس کی گئی کہ سند تو حمیدی کی لگادی گئی اور متن اسحاق کا لگادیا گیا،یعنی رکوع کی رفع یدین۔امام احمدؒ کی روایت جس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے، محل رفع یدین کا ذکر نہیں۔اگر محل رفع یدین کی تعیین اجماع سے کرنی ہے تو یہاں تکبیر تحریمہ کی رفع یدین مراد لی جائے گی۔لہٰذا ولید بن مسلمؒ کی بیان کردہ یہ روایت باوجود تحدیث کے قابل قبول نہیں کیونکہ وہ اس میں منفرد ہے اور کسی راوی نے یہ روایت بیان نہیں کی۔جس سے اس کی متابعت ہوتی ہو۔اور بغیر متابعت کے اس راوی کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

۳:۔علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے معارف السنن (ج ۲ ص ۴۶۶) میں یہ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ وہ رکوع کے وقت ہی رفع یدین نہ کرنے پر کنکریوں سے مارتے تھے۔لہٰذا اس اثر کو اس اختلافی رفع یدین کا عنوان نہیں بنایا جا سکتا۔پس اس سے استدلال بھی صحیح نہ ہوگا۔اس اثر کے الفاظ اس طرح ہیں:أنه اذا رأی مصلیاً لا یرفع یدیه فی الصلوٰة حصبه یعنی جب وہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کر رہا ہے تو اسے کنکریوں سے

مارتے۔ تو ممکن ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نکیر تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نہ کرنے پر ہو، نہ کہ مطلق ترکِ رفع یدین پر۔ اور تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھانے کی تاکید ظاہر ہے۔

۴:۔ حضرت ابن عمرؓ کا عمل سنن کبری (ج ۲ ص ۹۱) اور ابن قدامہ (المغنی ج ۱ ص ۵۴۴) میں ہے جب امام رکوع میں ہوتا تھا تو اس سے رکوع میں ملنے کیلئے صرف ایک مرتبہ تکبیر کہتے تھے اور دوسری مرتبہ تکبیر کہے بغیر رکوع میں چلے جاتے تھے تو جس سے ثابت ہوا کہ وہ اس وقت یقیناً رفع یدین نہ کرتے تھے تو جب وہ خود رفع یدین کے تارک تھے تو دوسروں کو اس موقع پر کنکریاں مارنے کی نسبت ان کی طرف درست کیسے ہو سکتی ہے؟

شبہ ۹:۔ رفع یدین کی احادیث میں ''کان'' کا لفظ آیا ہے۔ جو دوام کا مقتضی ہے۔ لہٰذا دعویٰ نسخ مردود ہے۔

جواب:۔ احادیث میں ''کان'' کا لفظ دوام کو مقتضی نہیں ہے۔ جیسا کہ امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں: ''اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیے کہ یہاں کان یصلی ماضی استمراری کا لفظ ہے۔ اس لیے کہ اکثر اصولیین اور محققین کے نزدیک کان دوام اور تکرار کے لیے نہیں آتا بلکہ ایک دفعہ فعل کے لیے وضع کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی خارجی قرینہ اس کے علاوہ مل جائے جو دوام پر دلالت کرتا ہو تو علیحدہ بات ہے ورنہ صرف ایک ہی دفعہ فعل کے لیے وضع کیا گیا ہے''۔ (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۲۵۴)۔ اس کی مفصل بحث اس باب کے حصہ ۷.۵ (قولی اور فعلی سنت میں فرق) اور بقدر ضرورت باب نمبر ۸ میں ۸.۱.۳ میں موجود ہے۔

شبہ ۱۰:۔ حافظ زبیر علی زئی صاحب نے المنار المنیف (ص ۱۳۷) کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے: نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرنے کی ممانعت کی ساری احادیث باطل ہیں۔ ان میں کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کہ انہوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع الیدین کیا۔ اس کے بعد حافظ زبیر صاحب فرماتے ہیں: نسخ کے دعوے داروں کا فرض ہے کہ پہلے ترک تو ثابت کریں۔

جواب:۔ رفع یدین کے ثبوت کا جواب شبہ نمبر ۳ میں دیا جا چکا ہے۔ حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کی مکمل بحث باب ۸.۲.۴ میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں صرف چند اشارات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔
حضرت ملا علی القاریؒ اپنی کتاب ''الموضوعات الکبیر'' میں جناب زبیر علی زئی کے پیش کردہ شبہ کا جواب دیتے ہیں: ''قلتُ: حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ رواہ أبوداؤد والترمذی.....قال

الترمذی حدیث حسن وأخرجه النسائی عن ابن المبارك بسندهما الخ" (الموضوعات الکبیر لملاعلی القاری ص ۱۱۰ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۵ھ)۔ یعنی" میں کہتا ہوں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو امام ابوداؤدؒ اور امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ امام نسائیؒ نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے دو سندوں سے روایت کیا ہے"۔ ملا علی قاریؒ نے اس قول کی پرزور تردید فرمائی ہے۔ اور پوری چوبیس سطروں میں ترکِ رفع یدین کی احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ بلکہ رفع یدین کو منسوخ ثابت کیا ہے (تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۷۸)۔ ملا علی القاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں بھی امام ترمذیؒ کے کلام کو نقل کیا ہے (مرقاۃ ج ۲ ص ۴۸۶)۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی اس حدیث پر "تہذیب السنن" میں بحث کی ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں: "هذا الحدیث روی بأربعة الفاظ۔ أحدها قوله: "فرفع یدیه فی أول مرة ثم لم یعد"۔ والثانیة: "فلم یدفع یدیه الا مرة"۔ والثالثة: "فرفع یدیه فی أول مرة"۔ والرابعة: "فرفع یدیه مرة واحدة"۔ والادراج ممکن فی قوله "ثم لم یعد"۔ وأما باقیها فاما ان یکون قد روی بالمعنی، واما یکون صحیحاً"

(مختصر سنن ابی داؤد للحافظ منذری مع تہذیب الامام ابن قیم الجوزیہ۔ مطبع المکتبۃ الاثریہ، سانگلہ ہل۔ طبع ثانیہ ۱۳۹۹ھ)۔ یعنی" یہ حدیث چار الفاظ سے مروی ہے:

۱۔ فرفع یدیه فی أول مرة ثم لم یعد۔ ۲۔ فلم یرفع یدیه الا مرة۔

۳۔ فرفع یدیه فی أول مرة۔ ۴۔ فرفع یدیه مرة واحدة

ممکن ہے کہ ادراج اس قول "ثم لم یعد"۔ میں ہو۔ جبکہ دوسرے الفاظ روایت بالمعنی کے طور پر ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ وہ الفاظ صحیح ہوں"۔

حافظ ابن قیمؒ اپنی مشہور کتاب "زاد المعاد" میں فرماتے ہیں: پس جب امام مقتدیوں کی تعلیم کے لیے (دعائے قنوت) کو بھی جہر سے پڑھے۔ تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمرؓ ثناء کے الفاظ مقتدیوں کی خاطر کبھی جہر سے پڑھتے تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورت فاتحہ جہر سے پڑھی تھی تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس کا پڑھنا سنت ہے (حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس مسئلہ میں منفرد ہیں کیونکہ اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سورت فاتحہ کو جنازہ میں پڑھنے کے قائل نہیں تھے)۔ اور اس سلسلہ میں امام کا آمین کو بالجہر پڑھنا بھی (یعنی تعلیم کی غرض سے) مباح اختلاف کے قبیل سے ہے۔" وهذا من الاختلاف المباح الذی لا یُعَنَّفُ فیه من فعله. ولا من ترکه. وهذا کرفع الیدین فی

الصلاۃ و ترکه''۔یعنی''ان چیزوں میں اختلاف مباح ہے جن میں کسی طرف بھی سختی کرنی درست نہیں۔جو کرتا ہے اس کے لیے بھی اور جو نہیں کرتا اس کے لیے بھی گنجائش ہے۔اور یہ ایسا ہی ہے جیسا نماز میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح درست ہے۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد ص ۸۸ طبع مؤسسۃ الرسالۃ ناشرون، بیروت، ۱۴۲۷ھ)

اسی طرح حافظ ابن قیمؒ کے استاذِ محترم علامہ ابن تیمیہؒ (المتوفی ۷۲۸ھ) بھی رفع یدین کے اختلاف کو افضل اور غیر افضل پر محمول کرتے ہیں (فتاویٰ ج ۲ ص ۳۷۶)۔

مشہور غیر مقلد علامہ ابن حزم ظاہریؒ فرماتے ہیں:''پس جب صحیح طور پر یہ بات ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت کبھی رفع یدین کرتے تھے اور یہ بھی اسی طرح ثابت ہے کہ کبھی رفع یدین نہیں کرتے تھے اور یہ سب مباح ہے، فرض نہیں۔اور ہمارے لیے گنجائش ہے کہ ہم اسی طرح نماز پڑھیں۔پس اگر ہم رفع یدین کریں گے تو ہم نے نماز اسی طرح پڑھی جس طرح جناب رسول اللہ ﷺ پڑھتے تھے۔اور اگر ہم رفع یدین نہ کریں پھر بھی ہم نے اسی طرح نماز پڑھی جس طرح حضور ﷺ پڑھتے تھے'' (محلّی ج ۲ ص ۱۷۲)۔پس معلوم ہوا کہ ترکِ رفع یدین ان حضرات کے نزدیک ثابت ہے۔غیر مقلدین کے علماء کے کچھ مزید حوالے ۷.۱۱.۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث عبداللہ بن مسعودؓ کو ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ بہت سے محدثین کرامؒ نے روایت کیا ہے۔یہ نماز آپؓ نے کوفہ میں پڑھ کر دکھائی اور کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہزاروں تابعینؒ تھے۔کسی نے اس حدیث کا انکار نہ فرمایا بلکہ ان سب کا متواتر عمل اسی حدیث کے مطابق رہا۔لیکن چونکہ یہ حدیث غیر مقلدین کی حدیث نفس کے خلاف تھی۔اس لیے اس کے انکار کے لیے یہ بہانہ بنایا کہ ابوداؤد کے کسی پرانے نسخے میں اس حدیث کے بعد ابوداؤد کا یہ قول ہے کہ حدیث صحیح نہیں ہے۔اگر چہ محدثین کی اصطلاح میں صحت کی نفی سے اس حدیث کے حسن ہونے کی بھی نفی نہیں ہوتی مگر بعض غیر مقلدین نے اس کا ترجمہ''من گھڑت'' تک کر دیا۔جب اس نسخے کا ثبوت مانگا گیا تو نسخہ ابن الاعرابی کا نام لے دیا۔جب نسخہ ابن الاعرابی کو دیکھا گیا تو اس میں یہ عبارت (بریکٹ) میں ملی۔جس سے معلوم ہوا کہ اس نسخے میں بھی اس کا ہونا وہمی ہے نہ کہ یقینی۔اگر ہوتی بھی تو ابن الاعرابی کا نسخہ ناقص بھی ہے اور پہلے کا بھی۔لولوی کا نسخہ سب سے آخری نسخہ ہے۔جب اس میں نہیں تو صاف ظاہر ہو گیا کہ اگر امام ابوداؤدؒ کی رائے تھی بھی تو آخر میں انہوں نے رجوع فرمالیا۔اسی لیے اس آخری نسخہ سے اس کو نکال دیا (تجلیات صفدر ج ۱ ص ۴۳۱، ۴۳۲)۔اس حدیث کو بہت سارے غیر

مقلدین نے بھی صحیح کہا ہے مثلاً علامہ ابن حزمؒ، علامہ ناصر الدین البانیؒ، علامہ احمد شاکرؒ، شعیب ارناؤط، زہیر الشاویش وغیرہ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ۱.۲.۸.۴)

حافظ ابن قیمؒ نے اپنی کتاب ''المنار المنیف'' میں توصحیح حدیثوں کو موضوع تک کہا ہے۔ مثلاً ایک حدیث ہے: ''العجوة والصخرة من الجنة'' (مسند احمد ج ۵ ص ۳۱، ۶۵) ''عجوہ اور صخرہ (پتھر) جنت سے ہیں''۔ اس روایت کی علامہ ذہبیؒ اور امام حاکمؒ نے تصحیح کی ہے (مستدرک حاکم مع التلخیص ج ۴ ص ۱۲۰، ۲۰۳) لیکن حافظ ابن قیمؒ نے المنار المنیف (ص ۸۷) میں اس کو بے اصل کہا ہے حالانکہ ''العجوة من الجنة'' بخاری میں بھی موجود ہے المنار المنیف (ص ۶۰) میں ہے: ''وكل حديث فيه يا حميراء أو ذكر الحميراء فهو كذب مختلق'' ''ہر وہ حدیث جس میں یا حمیراء ہے یا حمیراء کا ذکر ہے۔ وہ جھوٹ ہے، گھڑی ہوئی ہے'' حالانکہ کئی سندوں سے صحیح ہے: دیکھیے مستدرک حاکم (ج ۳ ص ۱۱۹، ج ۴ ص ۱۷۴)۔ سنن کبریٰ نسائی میں دو حدیثیں ہیں دونوں صحیح ہیں (فتح الملہم ج ۲ ص ۴۳۹ طبع قدیم)۔ مشکل الآثار طحاوی (ج ۱ ص ۱۱۷) میں یا حمیراء ہے اور طبرانی اوسط (ج ۲ ص ۹۱) میں یا حمیراء ہے۔ اور الترغیب والترہیب منذری (ج ۴ ص ۲۴۱) میں یا حمیراء ہے وقال أیضاً هٰذا مرسل جید وغیرہ وغیرہ۔

تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا شرعی حکم

نماز کے شروع میں تکبیر تحریمہ کہنا جمہور کے نزدیک فرض ہے۔ نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین جو رسول اللہ ﷺ کے عمل سے دوام واستمرار کے ساتھ ثابت ہے اور جس کے ثبوت میں کسی کو قابلِ ذکر اختلاف نہیں ہے۔ وہ بھی مستحب یا زیادہ سے زیادہ سنت ہے۔ جس کے ترک سے نماز میں ایسی خرابی لازم نہیں آتی، جس کی وجہ سے نماز کا اعادہ لازم آتا ہو۔ البتہ اس کا عادۃً ترک کرنا موجب گناہ ہے۔ نماز کا اعادہ پھر بھی ضروری نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو جناب رسول اللہ ﷺ مسیء الصلوٰۃ (یعنی نماز کو خراب کر کے پڑھنے والے) کو نماز کی تعلیم دیتے وقت تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم بھی فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ عمل معمول بہ تو بے شک ہے مگر مامور بہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں اسے زیادہ سے زیادہ سنت ہی کہا جا سکتا ہے اور مستحب کہنے کی صورت میں تو اس کی شرعی حیثیت اور بھی نرم ہو جاتی ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنے کے بارے میں امام نوویؒ فرماتے ہیں: ''اجمعت الأمة على استحباب رفع اليدين عند تكبيرة الاحرام واختلفوا فيما سواها'' (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔ ''اس بات پر امت

کا اجماع ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا مستحب ہے۔ اور تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کرنے میں امت میں اختلاف ہے"۔

حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد اس سے اختلاف نہیں کیا بلکہ اس سے بھی نرم تعبیر اختیار کرنے کی تجویز پیش کی ہے کہ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نماز کے شروع میں رفع یدین کے جواز پر علماء کا اجماع ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۳، ۲۸۴ طبع دار السلام، ریاض)۔

جب متفق علیہ رفع یدین کا یہ حکم ہے تو اختلافی رفع یدین کا حکم جو ہوسکتا ہے، وہ ظاہر ہے۔ جو لوگ اس رفع یدین کے مسئلے پر دن رات نمازیوں سے الجھتے ہیں اور امت مسلمہ میں انتشار پھیلانے سے گریز نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح وہ سنت کی خدمت کر رہے ہیں۔ انہیں پہلے رفع یدین پر امت کے اجماعی مؤقف سے سبق سیکھنا چاہیے۔

رفع یدین کہاں تک؟

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کہاں تک اُٹھائے جائیں؟ کانوں تک یا سینوں تک یا سینے اور کندھوں تک؟ اگر انصاف کے ساتھ دیکھا جائے تو صرف یہی ایک قول ہے جسے امت کی اجماعی حیثیت حاصل ہے۔ "دونوں ہاتھ کانوں تک اس طرح اٹھائے جائیں کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے بالائی حصہ کے برابر ہوں اور انگوٹھوں کے سرے کانوں کے نرم حصوں کے برابر ہوں اور ہاتھوں کی پشت کندھوں کے برابر ہو"۔ کہنے والا اسے کانوں کے برابر سے بھی تعبیر کر سکتا ہے اور کندھوں کے برابر کے ساتھ بھی تعبیر کرسکتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے تکبیرِ تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانے کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔

۱۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ بیان فرماتے ہیں: "جناب رسول اللہ ﷺ جب تکبیر کہتے۔ رفع يديه حتى يحاذي بهما أذنيه۔ تو کانوں تک دونوں ہاتھ اٹھاتے"۔ (مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)

۲۔ سیدنا وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: 'أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلوٰة كبر وصف همام حيال أذنيه۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ہاتھ بلند کیے۔ ہمام راوی نے کہا: "کانوں تک آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اٹھائے" (مسلم ج ۱ ص ۱۷۳)

۳۔ عن عبد الجبار بن وائل، عن أبيه، قال: "صليتُ خلف رسول الله ﷺ، فلمّا افتتح

الصلاة کَبَّرَ ورفع یدیہ حتّٰی حاذتا أُذُنَیہِ۔ الحدیث"

(نسائی رقم ۸۷۹؛ قال الالبانی: حدیث صحیح؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں: "میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اس قدر اٹھایا کہ دونوں ہاتھ کانوں کے برابر ہو گئے"۔

۴۔ عن عامر بن عبداللہ بن الزبیر عن أبیہ قال: رأیتُ رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوٰۃ فرفع یدیہ حتّٰی جاوز بھما أُذُنَیہِ۔ (مسند احمد رقم ۱۵۶۶۷)۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے صاحبزادے اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ: "میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے جب نماز شروع کی۔ تو رفع یدین کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھ کانوں سے تجاوز کر گئے"۔

۵۔ حضرت براء بن عازبؓ کی مرفوع حدیث میں ہے: "رفع یدیہ حتّٰی تکون ابھاماہ حذاء أُذُنَیہِ"۔ "آپ ﷺ دونوں ہاتھ اُٹھاتے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر یعنی نرم حصوں کے برابر ہوتے" (مسند احمد رقم ۱۸۱۹۹)

اس حدیث کو امام دارِقطنیؒ نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے۔ اور بعض اسانید میں یہ روایت ہے کہ آپ ﷺ صرف پہلی بار رفع یدین کرتے تھے (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

۶۔ چنانچہ حضرت وائل بن حجرؓ آنکھوں دیکھی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "حین قام الی الصلوٰۃ رفع یدیہ حتّٰی کانتا بحیال منکبیہ وحاذیٰ بابھامیہ أُذنیہ ثم کبر"۔

(ابوداؤد رقم ۷۲۴)

"جب آپ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اس طرح اُٹھائے کہ آپ ﷺ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر تھے۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی"۔

نماز کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے دونوں ہاتھ اٹھانے کی یہی کیفیت ہوا کرتی تھی۔ صرف تعبیرات کا فرق ہے۔ کوئی "یحاذی بھما منکبیہ" کہ "آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے" کہہ دیتا ہے۔ اور کوئی "یحاذی بھما أُذُنیہ" کہ "آپ ﷺ اپنے

دونوں ہاتھ کانوں کے برابر اٹھاتے'' کہہ دیتا ہے۔جس کی تفصیل یہ ہے:''رفع يديه حتّٰى كانتا بحيال منكبيه وحاذى بابهاميه أُذنيه''۔''آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اس طرح اُٹھاتے کہ دونوں انگوٹھے کانوں کے (نرم حصوں کے) برابر ہوتے''۔

حضرت امام شافعیؒ نے بھی رفع یدین کی مختلف تعبیرات کو اسی طرح جمع فرمایا ہے۔چنانچہ علامہ نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں:''لیکن رفع یدین کا طریقہ پس ہمارا اور جمہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اس طرح اُٹھائے کہ انگلیوں کے سرے کانوں کے سروں کے برابر ہوں اور دونوں انگوٹھے دونوں کانوں کے نرم حصوں کے برابر ہوں اور دونوں ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر ہوں۔پس ان کے قول کندھوں کے برابر کا یہی معنیٰ ہے۔امام شافعیؒ نے حدیث کی مختلف روایات کو اسی طرح جمع فرمایا ہے جسے اہل علم نے پسند کیا ہے''(نووی شرح مسلم ج۱ ص۱۶۸)۔

غور فرمایئے!اس عبارت میں علامہ نوویؒ نے حدیث کے لفظ حذو منكبيه کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے، جو اوپر ترجمہ میں بیان ہوئی ہے۔اگر کوئی یہ سمجھتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے کندھوں کے برابر ہوں۔تو وہ حضرت وائل بن حجرؓ کی مفصل حدیث اور اس کی ہم معنی متعدد احادیث کی مخالفت کرتا ہے۔جبکہ حضرت وائل بن حجرؓ کی مفصل حدیث کے مطابق عمل کرنے والا کندھوں کے برابر تمام احادیث پر عمل کرتا ہے۔

مسئلہ رفع یدین کا حکم

رفع یدین ابتداء نماز میں سنت ہے۔اس کے بعد رکوع کو جاتے ہوئے، رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے، سجدتین کے درمیان اور پہلے تشہد سے فارغ ہونے کے بعد تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہونے کے وقت ترکِ رفع یدین سنت ہے۔چونکہ قرآن کریم، حدیث شریف، حضرات صحابہ کرامؓ کا تعامل اور بہت سے اسلاف کا یہی عمل رہا ہے۔لہٰذا یہی اَولیٰ اور بہتر ہے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

ومغزى الكلام أن اليدين مشغولتان بوظائف عند الترك أيضاً، وانما قلّ النقل في الترك لكونه من التروك مع كونه كثيراً في نفسه كاخفاء بسم الله، واخفاء آمين، وترك جلسة الاستراحة۔ (نیل الفرقدین ص ۷۵ طبع مجلس علمی کراچی ۱۳۴۲ھ)

ترجمہ: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ترکِ رفع یدین میں بھی نمازی کے دونوں ہاتھ (نماز کے)

وظائف میں مشغول ہوتے ہیں۔ترکِ رفع یدین کے نقل کی روایات کم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تروک فی نفسہ زیادہ ہونے کے باوجود کم منقول ہوتا ہے جیسا کہ بسم اللہ کا نماز میں آہستہ پڑھنا، آمین کا آہستہ کہنا اور جلسۂ استراحت کا ترک کرنا۔

حضرت مولانا محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ فرماتے ہیں: ''احادیث مرفوعہ اس مسئلہ میں متعارض ہیں۔کسی سے رفع اور کسی سے ترک ثابت ہے اور کسی حدیث قولی میں رفع یدین کا امر موجود نہیں اور نہ کوئی حدیث فعلی دوام رفع پر دال ہے۔ اور حدیث قولی ممانعت کی بظاہر اور بالاطلاق اس رفع یدین کی ممانعت کو بھی شامل ہے۔اور عمل صحابہ رضی اللہ عنہم بعد وفات حضور ﷺ خصوصاً عمل کوفہ و مدینہ و مکہ تو ترک رفع یدین ہی پر معلوم ہوتا ہے اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے حضور ﷺ کی وفات کے بعد روایتاً عمل رفع یدین ثابت ہوتا ہے، درایتاً اُن سے ہی ترک رفع یدین ثابت ہوتا ہے۔اور خلفائے راشدین کا بھی عمل ترک رفع یدین پر معلوم ہوتا ہے اور رفع یدین نماز کے بہت مواقع میں مشروع ہو کر منسوخ بھی ہو چکا۔اس جماعت حقہ نے اصل ترک رفع یدین کو کہا اور رفع یدین کو منسوخ کہا۔پھر اس جماعت میں دو فریق ہو گئے:

فریق اول نسخ اباحت کا قائل ہوا اور ترک رفع یدین کو مامور بہ اور رفع یدین کو منہیات میں شمار کر کے کراہت کا قائل ہوا۔

فریق دوم نسخ استحباب کا قائل ہوا یعنی اباحت علیٰ حالہ باقی ہے جیسا کہ شرح سفر السعادہ میں شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے کلام سے مترشح ہوتا ہے اور شیخ ابن الہمام کی تقریر سے نکلتا ہے۔ یہ راقم الحروف (محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ) بھی ادلہ پر نظر کر کے اسی فریق کے قول کو تحقیقاً اور فریق اول کے قول کو تقلیداً اَحق سمجھتا ہے'' (نور العینین ص ۸۴، ۸۵)

حضرات فقہائے احنافؒ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رفع یدین رکوع وغیرہ کے وقت سنت نہیں بلکہ ترک رفع یدین سنت ہے۔احناف کے اس میں دو مسلک مشہور ہیں:

۱۔بعض حضرات نسخ رفع یدین کے قائل ہیں۔امام طحاویؒ، ملا علی قاریؒ، حافظ ابن ہمامؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کا ثبوت تھا مگر بعد کو منسوخ ہوا کیونکہ جن حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین کی روایات مروی ہیں۔انہی سے پھر ترکِ رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں۔اور عمل بھی ترکِ رفع یدین کا ہے۔مثلاً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ وغیرہ۔بعض حدیثوں کو غیر مقلدین خود بھی منسوخ مانتے ہیں جیسے سجدوں کے وقت رفع یدین۔

۲۔بعض حضرات راجح اور مرجوح کا قول کرتے ہیں کہ چونکہ رفع یدین اور ترک رفع یدین دونوں مروی ہیں مگر ترکِ رفع یدین خشوعِ نماز کے زیادہ مناسب ہے۔اس لیے ترکِ رفع یدین راجح اور افضل ہے۔
چونکہ رفع یدین تکبیرِ تحریمہ کے وقت قوی دلائل سے ثابت ہے۔لہٰذا وہ محلِ نزاع سے خارج ہے۔
حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیرویؒ فرماتے ہیں:''مؤلف کتاب ہٰذا کے ہاں راجح اور مرجوح کا مسلک پسندیدہ ہے اور اسی کے مطابق دلائل قائم کیے جائیں گے''(نور الصباح ج ۱ ص ۳۰) مگر جلد ثانی (ص ۲۲۸) میں فرماتے ہیں:''راقم الحروف اپنے اس نظریہ سے کہ''راجح اور مرجوح کا مسلک پسندیدہ ہے'' سے رجوع کرتے ہوئے ناسخ ومنسوخ کا مسلک پسند کرتا ہے اور اسی کو ترجیح دیتا ہے''۔

غیر مقلدین کے ہاں رفع یدین کرنے،نہ کرنے کا حکم

اختلافی مقامات میں رفع یدین کے بارے میں عملی طور پر تو غیر مقلد اتنے متعصب ہیں کہ اس کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں گویا یہی ان کے ہاں کامل دین وایمان ہے اور ان کی تحریریں اس کے بارے میں مختلف ہیں کہیں مستحب لکھ دیا کہیں ضروری کہہ دیا چنانچہ:
۱۔غیر مقلدین کے جماعتی فتاویٰ علمائے حدیث میں اس کو مستحب لکھا ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۳،۱۵۶)

۲۔میاں نذیر حسین صاحب فرماتے ہیں:''علمائے حقانی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا، جھگڑنا وغیرہ تعصب سے خالی نہیں، کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۶۱)

۳۔مولانا عبد الجبار غزنوی کے والد مولانا محمد داؤد غزنوی فرماتے ہیں کہ رفع یدین نہ کرنے والے پر کوئی ملامت نہیں (اگر چہ عمر بھر نہ کرے)(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۱، ۱۵۲)
۴۔مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:اس کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک آدمی پہلے ہی سے باوضو ہو، لیکن زیادہ ثواب حاصل کرنے کے لیے پھر وضو کرلے۔اسی لیے رفع یدین کا ترک،ترکِ ثواب ہے نہ ترکِ فعل سنت۔فافہم''(فتاویٰ ثنائیہ ج ۱ ص ۶۰۸، ۶۰۹)۔
دوسری جگہ فرماتے ہیں:رفع یدین نہ کرنے سے نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۳ ص ۱۵۴)

نوٹ:۔رفع یدین پر وضو جتنا ثواب ہمیں حدیث میں نہیں ملا۔

۵۔حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے پہلے تو رفع یدین کو چہرے کے غازے (سرخی پاؤڈر) سے تشبیہ دی، پھر مسواک سے ملا کر کہا کہ جیسے مسواک کرنے سے ستر گنا ثواب بڑھ جاتا ہے، اتنا ہی رفع یدین کا ثواب ہے (صلوٰۃ الرسول ص۱۹۹،۲۰۰)۔

نوٹ:۔مسواک کے ستر گنا ثواب کی تو ایک ضعیف حدیث ہے۔(صلوٰۃ الرسول ص۱۹۹،۲۰۰) مگر اس رفع یدین کے ثواب کے ستر گنا کی کوئی ضعیف حدیث بھی ہمیں نہیں ملی۔

۶۔علامہ وحید الزمان صاحب نے اس رفع یدین کو جوتا پہن کر نماز پڑھنے جیسی سنت قرار دیا ہے (تیسیر الباری ج۱ ص۱۵۶)۔یعنی جو یہ رفع یدین کرتا ہے وہ جوتا پہن کر نماز پڑھنے والے جیسا ہے اور جو رفع یدین نہیں کرتا وہ جوتا اُتار کر نماز پڑھنے والے کی طرح ہے۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: رفع یدین و آمین بالجہر سے روکنے والے کو ایسا ہی گناہ ہوگا جیسا کہ گانے بجانے سے روکنے والے اور محفل میلاد اور رسمی فاتحہ سے روکنے والے کو ہوتا ہے۔

(ہدیۃ المہدی ج۱ ص۱۱۸)

۷۔حافظ زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب نور العینین میں پانچواں باب قائم کیا ہے: ''رفع الیدین کرنا ضروری ہے'' (نور العینین ص۱۸۱)۔

اور جن جگہوں میں یہ رفع یدین نہیں کرتے وہاں رفع یدین حرام ہے یا مکروہ، نماز باطل ہوگی یا ناقص؟ یہ حکم ان کی کسی مسلمہ کتاب میں نہیں ملا۔

آخر میں ہم علامہ ابنِ تیمیہؒ کا قول نقل کرتے ہیں: ''نمازی خواہ رفع یدین کریں یا نہ کریں۔ اس سے ان کی نماز میں نہ کوئی خرابی واقع ہوگی اور نہ ہی ان کی نماز باطل ہوگی۔امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کسی کے نزدیک بھی اس سے کوئی خرابی واقع نہیں ہوگی۔اور اگر امام نے رفع یدین کیا اور مقتدیوں نے نہ کیا یا مقتدیوں نے رفع یدین کیا اور امام نے نہ کیا۔اس صورت میں بھی کسی کی نماز میں کوئی خرابی اور فتور نہیں آئے گا''۔(فتاویٰ ابن تیمیہ ج۲۲ ص۲۵۳)

غیر مقلدین کی بے بسی

حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: آپ حیران ہوں گے یہ مسئلہ (رفع یدین) جناب رسول اللہ ﷺ کے پورے تئیس (۲۳) سالہ دورِ نبوت میں ایک منٹ کے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔جناب رسول اللہ ﷺ نے زبان سے جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرو اور نماز کے اندر کسی جگہ بھی رفع

یدین نہ کرو۔ لیکن آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔ رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع و آخر میں رفع یدین نہ کرو۔

اگر غیر مقلد ہمت اور جرأت کر کے صرف ایک، صرف ایک اور صرف ایک ہی قولی حدیث پیش کردے جس میں ان کا مدعیٰ بطورِ نص موجود ہو یعنی:

۱۔ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا حکم ہو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین سے منع ہو۔

۲۔ رکوع کے شروع اور آخر میں رفع یدین کا حکم ہو اور سجدہ کے شروع اور آخر میں رفع یدین سے منع فرمایا ہو۔

اگر کوئی غیر مقلد رفع یدین کی قولی حدیث سے سنت ثابت نہ کر سکے اور قیامت تک نہ کر سکے گا تو کم از کم جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ سے زیرِ بحث رفع یدین کا اتنا ہی ثواب ثابت کردے جتنا اشراق کی نماز، تحیۃ الوضو اور مسواک کا ثواب ہے۔

(تحقیق مسئلہ رفع یدین، تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۶۴، ۳۶۵)

حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی غیر مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں:

۱:۔ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے دکھا دیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا ہو کہ رفع یدین کیا کرو۔

۲:۔ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے دکھا دیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع یدین کی فضیلت اور ثواب کا بیان کیا ہو۔

۳:۔ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے (بشرطیکہ موضوع نہ ہو) دکھا دیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آخری عمر تک رفع یدین کیا ہو (نور الصباح مقدمہ طبع دوم)

ترکِ رفع یدین کے بائیس (۲۲) وجوہِ ترجیح

۱۔ مذہب احناف سے واقفیت رکھنے والے اشخاص اس سے بخوبی واقف ہیں کہ مسلکِ احناف کا اصول ہے کہ جب روایات کسی مسئلہ میں مختلف ہوں تو احناف (کثر اللہ سوادھم) ان روایات کو لیتے ہیں یعنی معمول بہا قرار دیتے ہیں جو قرآنِ کریم کے ساتھ مطابقت رکھیں۔ مسئلہ رفع یدین میں بھی وہ روایات جو ترکِ رفع یدین کو بیان کرتی ہیں وہ قرآن کریم کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ. الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المؤمنون:۱، ۲)۔

ترجمہ:۔ ان ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے۔ جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (البقرۃ:۲۳۸)

ترجمہ:۔ تمام نمازوں کا پورا پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) درمیان والی نماز کا۔ اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو۔

۲۔ رفع یدین یدین کی تمام روایات فعلی ہیں۔ پورے ذخیرۂ احادیث میں ایک روایت بھی ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کا امر کیا گیا ہو جبکہ ترک رفع یدین کی روایات فعلی بھی ہیں اور قولی بھی۔ اور قولی روایات معارضہ سے محفوظ ہیں، جیسے مسلم شریف میں حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث بطریق تمیم بن طرفہ۔ آپ ﷺ کا فرمان: ''کیا بات ہے! میں تمہیں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، گویا وہ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں، نماز میں سکون اختیار کرو''۔ اس حدیث کو امام بخاریؒ کا مختصر کہنا مخدوش ہے۔

وجہ اول:۔ دونوں حدیثوں کا کتبِ متداولہ میں تغائرِ طرق

وجہ ثانی:۔ دونوں کے الفاظ کی کمی بیشی

وجہ ثالث:۔ دونوں ارشادوں کا وقت اور محلِ ارشاد جدا ہونا۔

اور اگر دونوں کو ایک ہی مان لیا جائے تب بھی صرف یہ حاصل ہوگا کہ حضور ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا وقت اور محل سلام کے وقت کا رفع یدین تھا۔ لیکن ممانعت عام الفاظ ''أُسکنوا فی الصلوٰۃ'' سے فرمائی۔ جس کے معنیٰ ہیں: نماز میں رفع یدین نہ کرو۔ پس ممانعت کا وقت اور سبب گو خاص ہے لیکن ممانعت عام الفاظ سے فرمائی گئی ہے۔ اس لیے خصوص مورد کا لحاظ نہ ہوگا بلکہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوگا۔ نیز اگر اس کو سلام سے متعلق بھی مان لیا جائے تو اثناءِ صلوٰۃ میں رفع یدین کی ممانعت اسی روایت سے دلالۃ النص کے طور پر بدرجۂ اولیٰ ہوتی ہے۔ اس لیے ترک رفع یدین راجح ہے۔

۳۔ خلفاء راشدینؓ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں ترکِ رفع یدین عمل کے باعث بالخصوص امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ، جو مستحبات کے خلاف عمل کرنے پر بھی نکیر فرمایا کرتے تھے۔ اور بالخصوص امیر المؤمنین حضرت علیؓ کے عمل بلکہ مذہب ترک رفع یدین ہونے کے باعث، جیسا کہ ان کے اصحاب کے عمل سے ظاہر ہے۔ اس کو کون نہیں جانتا کہ جس صحابیؓ کو

حضور ﷺ سے زائد شرف حضور حاصل ہوگا۔ اسی قدر اس کو علم شریعت زیادہ حاصل ہوگا۔ پس حضرت علیؓ دس سال کی عمر میں حضور ﷺ پر ایمان لائے۔ آپ ﷺ ہی کی آغوش صحبت میں تربیت پاتے رہے۔ اس وجہ سے ان کو حضور ﷺ کے افعال مشاہدہ کرنے کا اور اقوال سماعت کرنے کا جس قدر موقعہ ملا اتنا کسی کو نہ ملا ہوگا۔ پس خلفاء راشدین کا عمل دو متعارض میں ایک کو ترجیح دیتا ہے۔ اور اگر وہ دونوں نصوص دوام اور افضلیت سے ساکت ہوں تو جس نصوص (نص کی جمع یعنی قرآن وسنت رسولؐ کے دلائل) پر خلفاء راشدین کا عمل ہوگا۔ اس عمل سے یہ سمجھا جائے گا کہ حضور ﷺ کا دوام اس پر تھا۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے باوجود ملازمِ صحبت ہونے کے رفع یدین ایک مرتبہ بھی منقول نہیں ہے۔ اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم سے رفع یدین منقول ہے۔ ان میں سے ملازمین صحبت سے ترکِ رفع یدین بھی منقول ہے۔ اس لیے یقیناً یہ رفع یدین کی حکایت و بیان منسوخ ہونے سے پہلے کی ہے یا احیاناً و اتفاقی عمل کا بیان ہے۔ ورنہ ایسا واقعہ جو روزانہ پانچ وقت کی نمازوں میں پیش آتا ہو، کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟ اور پیش بھی آیا ہو مدت العمر! اور مخفی بھی رہے سفر و حضر کے ملازمِ صحبت سے! پس یقیناً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا دوامی عمل ترکِ رفع یدین کا، یہ یقینی پتہ دیتا ہے کہ حضور ﷺ نے رفع یدین ابتداء میں اختیار فرمایا۔ مدارِ صلوٰۃ اس پر نہیں رہا۔ ورنہ ایک ملازمِ صحبت سے مخفی رہنا ناممکن ہے۔ اور ملازمِ صحبت بھی ایسے! خلوت و جلوت میں ہمراہ رہنے کی وجہ سے نام صاحب سرّ رسول اللہ ﷺ ہو گیا تھا۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ ہم یمن سے آئے اور کچھ دنوں تک مدینہ میں رہے۔ ہم نے عبداللہ بن مسعودؓ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس اس قدر آتے جاتے دیکھا کہ ہم انہیں حضور ﷺ کے اہل بیت سے گمان کرتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا دعویٰ تھا کہ قرآن مجید میں کوئی ایسی آیت نہیں جس کی نسبت مجھے علم نہ ہو کہ کس امر میں اتری ہے۔ یہ بھی انہی کا قول ہے کہ قرآن مجید کا مجھ سے اگر کسی کو زیادہ علم ہوتا تو میں سفر کر کے اس کے پاس جاتا۔ پس ایسے اعلم (زیادہ علم والے) اور ملازمت صحبت کا عمل ایک نص کی ترجیح کے لیے کافی بے زائد قاضی شوکانیؒ کی رائے سے بدر جہا بہتر ہے۔

۵۔ رفع یدین کے رواۃ، عہدِ رسالت میں یا تو جوان صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں یا وہ لوگ ہیں جنہوں نے بارگاہِ رسالت میں چند ہی روز قیام کیا ہے۔ یہ لوگ نماز کے بارے میں نازل ہونے والے تدریجی احکام کے عینی شاہد نہیں ہیں، جبکہ ترک رفع یدین کے راوی وہ صحابۂ کرامؓ ہیں جو ان احکام کے تجربے اور مشاہدے سے گذرے ہیں اور انہیں اول سے آخر تک نماز کے بارے میں نازل ہونے والے

تدریجی احکام کا پوری بصیرت کے ساتھ علم ہے۔اس لیے ترک رفع یدین راجح ہے۔

۶۔ ترکِ رفع یدین کی روایت کو فقاہتِ رواۃ (راویوں) کے باعث رفع یدین کی روایت پر ترجیح ہے۔ چنانچہ خود امام ابوحنیفہؒ نے اسی مسئلہ رفع یدین میں امام اوزاعیؒ کو، جن کی رکاب پکڑ کر امام مالکؒ چلتے تھے، مناظرہ میں ساکت کیا۔اور ترکِ رفع یدین کے راویوں کا رفع یدین والی روایت کے رواۃ سے فقیہ ہونا ثابت کیا۔

(مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۹۷؛ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حضرت امام اوزاعیؒ کے ساتھ مناظرہ کی تفصیل دیکھیے ۱۲.۴)

اس مناظرہ میں امام صاحبؒ نے ابن مسعودؓ کی حدیث کو تفقہ رواۃ سے ترجیح دی۔اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب احادیث بالمعنیٰ بھی روایت کی جاتی تھیں۔تو بلاشبہ بلحاظ تفقہ رواۃ کو ترجیح ہونی چاہیے۔اس کو کون نہیں جانتا کہ ایک حقیقت شناس اور دقیقہ فہم ایک مضمون کو جس قدر احتیاط سے ادا کرے گا۔دوسرا شخص ادا نہیں کر سکتا۔

اس مناظرہ میں امام اوزاعیؒ نے محدثین کے ایک اصول کو مدِ نظر رکھا کہ سندِ عالی کو ترجیح ہوتی ہے۔اس اصول کی بنیاد محدثین کی رائے ہے۔مگر امام ابوحنیفہؒ نے کتاب وسنت کے اصول کو مدِ نظر رکھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی فقہاء کی طرف رجوع کا حکم دیا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے بھی فقہ کو ہی خیر اور فقہاء کو خیار فرمایا۔

حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: ”**واذا کان عمرؓ، و علیؓ، وابن مسعودؓ موضعھم من الصلاۃ مع رسول اللہ ﷺ موضعھم علی ذٰلك، ثم عمر بعدھم علی مثله لم یکن شیء مما روی فی القبول أولیٰ ما رویٰ عنه**“ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۶۸ طبع مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ) ”جب حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہونے کا جو مقام و مرتبہ تھا۔پھر آپ ﷺ کے بعد حضرت عمرؓ اس مقام پر فائز ہو گئے۔جو نماز کا طریقہ ان حضرات سے منقول ہوگا وہ اولیٰ ہے“۔

حضرت ملا علی قاریؒ نے حضرت امام اعظمؒ اور امام اوزاعیؒ کے مناظرہ کی روایت کو بیان کر کے اس سے ترکِ رفع یدین کی دلیل پکڑی ہے (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ج ۲ ص ۴۶۷ طبع مکتبہ عثمانیہ، کوئٹہ)۔امام اوزاعیؒ لاجواب ہوئے بلکہ جیسا کہ جزء رفع یدین میں ہے کہ وہ نسخ رفع یدین کے قائل ہو گئے۔”حضرت فدیک بن سلیمان ابو عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام

اوزاعیؒ سے پوچھا: ''اے ابوعمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟'' امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے''۔ ذٰلک الامر الاول۔ (جزء رفع الیدین بخاری رقم ۱۰۶)۔ یہی وہ مناظرہ ہے جس میں امام اعظمؒ نے پوری جرأت سے فرمایا: ''کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے (بلا معارض) کچھ صحیح ثابت نہیں''۔ یعنی سنیتِ رفع یدین کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی روایت بھی صحیح نہیں۔ بالکل یہی موقف حضرت امام مالکؒ کا ہے۔ ابن القاسمؒ فرماتے ہیں: امام مالکؒ کے نزدیک تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین (کی احادیث) ضعیف ہیں (الْمُدَوَّنَةُ الْكُبْرٰى ج۱ ص ۱۶۵، طبع بیروت)۔ امام مالکؒ کا وصال ۱۷۹ھ میں مدینہ منورہ میں ہی ہوا اور کسی ایک عالم نے بھی اس خیر القرون میں امام مالکؒ کے اس قول کی تردید نہ فرمائی۔ اس حدیث پر مفصل بحث بیان کر دی گئی ہے۔

۷۔ رفع یدین کے راوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل ہمیشہ رفع یدین کا نہیں رہا۔ ان سے ترک رفع یدین کی روایات بھی بہ سند صحیح منقول ہیں۔ جبکہ ترک رفع یدین کے راوی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا عمل ہمیشہ ترک رفع یدین کا رہا۔ ان سے رفع یدین کا کہیں بھی ثبوت نہیں ہے۔ اس لیے ترکِ رفع یدین راجح ہے۔

۸۔ رفع یدین کی بعض قسمیں وہ ہیں جو بالاتفاق متروک ہیں جیسے دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کرنا۔ یہ اس بات پر قرینہ ہے کہ اس میں نسخ واقع ہو چکا ہے۔ لہٰذا متفق علیہ کو لینا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

۹۔ نماز میں حرکات سے سکون کی طرف انتقال واقع ہوتا رہا ہے جیسا کہ ابتداء اسلام میں نماز میں چلنا پھرنا، بات چیت کرنا اور سلام کا جواب دینا جائز تھا۔ جب اس بارہ میں روایتوں میں تعارض ہوا تو احناف نے ان روایات کو لیا جو سکون پر دلالت کرتی ہیں۔

۱۰۔ روایات رفع یدین کو روایات ترکِ رفع یدین سے تعارض ہی نہیں۔ اس لیے کہ اول الذکر صرف ثبوت وجود پر دلالت کرتی ہیں۔ اور اس سے زائد کسی امر کی مثبت نہیں۔ اور ثانی الذکر اول کے وجود کے بعد ترک کو بیان کرتی ہیں۔ اس لیے تعارض ہی نہیں۔

۱۱۔ عہد رسالت میں ترکِ رفع یدین پر عمل کی کثرت رہی اور رفع یدین پر کم عمل ہوا جیسا کہ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت پر، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے تبصرہ سے واضح ہے کہ دونوں عمل میں ایک اور پچاس کی نسبت رہی۔ اس لیے ترکِ رفع یدین راجح ہے۔

۱۲۔ خلافتِ راشدہ میں ترکِ رفع یدین کا تعامل رہا۔اس لیے ترکِ رفع یدین ہی راجح ہے۔

۱۳۔ کبار تابعینؒ کا باوجود رفع یدین کی حدیث پیش ہونے کے اس کو مسترد کر دینا اور ترک کر دینا اور رفع یدین کی روایت کو ترجیح دینا بتلاتا ہے کہ ترک رفع یدین کی احادیث راجح اور اثبت ہیں۔جیسے امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور امام مالکؒ۔علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

والتابعی اذا أفتی بما رواه دلّ علی ثبوته عنده (اقتضاء الصراط المستقیم ص ۲۱۷)

ترجمہ:۔جب تابعی اپنی روایت کے مطابق (عمل کرے اور) فتویٰ دے تو وہ روایت اس کے نزدیک ثابت ہے۔پس وہ محدثین جو ان کے بہت بعد کے ہیں ان کا رفع یدین کو ترجیح دینا یقینی اور حتمی طور پر ان قدماء سے مرجوح ہوگا۔جو ان سے علم اور قرب نبوت ہر دو صورت سے فائق ہیں۔

نیز یہی وجہ ہے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نسائی نے جو حدیث حضرت مالک بن الحویرثؓ کی تخریج کی ہے اور باقرار حافظ ابن حجرؒ وہ اصح بھی ہے۔اس میں سجدوں کی رفع یدین بھی مذکور ہے۔حالانکہ تمام اہل سنت اس رفع یدین کے نسخ کے قائل ہیں۔یہی روایات ہیں جن کو احناف اختلافی رفع یدین کے نسخ میں بیان کرتے ہیں۔پس اس کا نسخ ماننا مستلزم ہے تسلیم نسخ متنازع فیہ کو۔فافہم!

۱۴۔ کبار ائمہ اور مجتہدین کا ترکِ رفع یدین کو صحیح سمجھنا حتی کہ خود بھی اس پر عمل کرنا ترجیح روایات ترکِ رفع یدین کے لیے کافی ہے۔جیسے وکیعؒ، سفیان ثوریؒ، شعبیؒ، ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، ابواسحٰق وغیرہ۔

۱۵۔ جب قولی اور فعلی روایات میں تعارض ہو جائے تو قولی روایت کو ترجیح دی جاتی ہے۔احناف کی روایات قولی ہیں اور غیر مقلدین کی فعلی۔لہٰذا احناف کی تائید کرنے والی روایات راجح قرار پائیں گی۔

۱۶۔ فعلی روایات متعارض ہیں اور قولی روایات تعارض سے خالی ہیں۔لہٰذا فعلی روایات کی حجیت تعارض کی وجہ سے باقی نہ رہے گی۔اور قولی روایات حجت رہیں گی۔

۱۷۔ ترکِ رفع کی روایات کے راوی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جو معمر اور فقیہ تھے اور پہلی صف میں کھڑے ہوا کرتے تھے۔بخلاف رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے کہ وہ بچے تھے جو نو عمری کی وجہ سے غزوۂ احد میں شرکت سے محروم رہے۔سب سے پہلی جنگ جس میں یہ شریک ہوئے وہ غزوۂ خندق ہے۔

۱۸۔ تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ دوسرے مواضع میں رفع یدین کرنا تعارضِ روایات کی وجہ سے سنیت اور نسخِ سنیت میں دائر ہے۔جب کوئی چیز سنیت اور بدعت میں دائر ہو یعنی اس کے سنت یا بدعت ہونے میں شبہ ہو، تو اس کے بدعت ہونے کے پہلو کو راجح قرار دیا جاتا ہے۔اس لیے ہمیشہ مُحَرِّم کو مُبیح پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

۱۹۔ احادیث رفع یدین کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علیؓ وغیرہ سے اپنی روایات کے خلاف اقوال وافعال ثابت ہیں۔اسی طرح ان کے تلامذہ مجاہدؒ، عبد العزیز بن حکیمؒ اور محارب بن دثارؒ سے اور اسی طرح تلمیذ التلمیذ امام مالکؒ، امام محمدؒ، وکیعؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ اساتذہ امام بخاریؒ سے۔اور یہ سب رفع یدین کی روایت کے راوی ہیں۔ اور راوی جب اپنی روایت کے خلاف عمل کرے تو اس کی روایت نسخ پر محمول ہوتی ہے۔اور رفع یدین کی روایت میں قریب قریب ہر طبقہ میں یہ امر موجود ہے۔

۲۰۔ رفع یدین نہ کرنے کی احادیث پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کا متواتر عمل ہے۔ اس لیے وہی راجح ہیں۔

۲۱۔ اساتذہ کے درجہ کے دو بڑے امام (حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ)، ترک رفع یدین کے قائل ہیں۔تلامذہ کے درجہ کے دو امام (حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) رفع یدین کے قائل ہیں۔اس لیے ترک رفع یدین راجح ہے۔

۲۲۔ مشہور اسلامی مراکز یعنی مدینہ طیبہ میں امام مالکؒ کے دور تک ترک رفع یدین پر تعامل رہا۔ اسی طرح مکہ مکرمہ میں بھی ترک رفع یدین پر تعامل رہا۔کوفہ میں ابتداء سے کئی صدیوں تک صرف ترک رفع یدین ہی پر عمل رہا۔اس لیے ترک رفع یدین ہی راجح ہے۔

دوامِ رفع یدین کی کوئی دلیل نہیں

رفع یدین کے آخری عمل ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔غیر مقلدین اپنی تحریر وتقریر میں اس بات پر بڑا زور دیتے ہیں کہ حنفی لوگ رفع یدین نہیں کرتے جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے وفات تک رفع یدین کیا ہے۔غیر مقلدین نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں پورے وثوق سے بیان کیا ہے۔

غیر مقلدین درج ذیل دو روایات اور ایک دلیل اس سلسلے میں پیش کرتے ہیں۔

۱۔حدیث عبداللہ بن عمرؓ خلافیاتِ بیہقی والی۔یہ حدیث موضوع ہے۔

۲۔حدیث ابوہریرہؓ کتاب المعجم والی۔یہ حدیث بھی باطل ہے۔

۳۔رفع یدین کی ہمیشگی کا مدار حدیث پر نہیں

خلافیاتِ بیہقی والی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ موضوع ہے

یہ حدیث موضوع ہے۔اس کی مفصل بحث بابِ ۶ . ۱۰ میں کردی گئی ہے۔خود زبیر علی زئی صاحب غیر مقلد نے بھی اس کا موضوع ہونا تسلیم کیا ہے (نور العینین ۳۲۷)۔اسی طرح کا اقرار

دوسرے غیر مقلدین نے بھی کیا ہے (ملاحظہ کیجیے باب ۱۰.۶)۔اس اقرار کے باوجود جھوٹ کو سچ بنانے کی جو جسارت اس فرقہ میں جناب زبیر صاحب کو نصیب ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی نے اس حدیث کی تسہیل الوصول میں پوری حمایت کی ہے۔وہ اس حدیث کی تحقیق وتخریج میں لکھتے ہیں:''التلخیص الحبیر والی اس روایت میں دوراوی: عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمٰن بن قریش سخت مجروح ہیں۔لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔اصولِ حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جوروایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہوجائے۔اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے''۔بلفظہ(تسہیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول ﷺ ص ۱۹۵،۱۹۶۔ناشر نعمانی کتب خانہ،لاہور۔اگست ۲۰۰۴ء)

یہاں زبیر علی زئی صاحب نے اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔اللہ رے یہ جسارت! یہ حدیث موضوع ہے جس کا بیان کرنا جائز نہیں۔اس حدیث میں دوراوی وضاع اور کذاب ہیں۔جن کے نام عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمٰن بن قریش ہیں۔غیر مقلدین حضرات کے ہاں ایسی جھوٹی روایات کا بیان کرنا کوئی حرج نہ ہوتو الگ بات ہے مگر اہل سنت والجماعت کے ہاں تو ایسی روایات کا پیش کرنا دوزخ میں ٹھکانا تیار کرنا ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:''من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار''(مسلم)۔یہ حدیث متواتر ہے۔

اب زبیر صاحب کا اصول حدیث کا متفقہ لفظ استعمال کر کے رعب ڈالنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ اصول حدیث تو امتیوں کی آراء کا مجموعہ ہے۔آپ کب سے اہلِ حدیث سے اہل الرائے بن گئے ہیں۔پھر یہ ان بے چاروں پر بھی جھوٹ بولا ہے۔کسی نے نہیں کہا کہ جھوٹ شواہد سے سچ ہوجاتا ہے۔

خود یہ جھوٹی حدیث بھی غیر مقلدین کے دعویٰ کے مطابق نہیں ہے۔ان کا دعویٰ ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔زبیر صاحب اس جھوٹی حدیث سے ہی دس جگہ اثباتِ رفع یدین اور اٹھارہ جگہ ترکِ رفع یدین کی گنتی پوری کردیں۔

خلافیاتِ بیہقی والی حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے شواہد کا حال

غیر مقلدین کے شواہد کا حال ملاحظہ فرمایئے۔پہلے ذہن نشین کرلیں کہ شاہد سے شہادت کیا لینی ہے کہ''چار رکعت نماز میں دس جگہ اثبات رفع یدین (کندھوں تک کی صراحت)،اٹھارہ جگہ ترکِ رفع یدین کی صراحت اور وفات تک کی بھی صراحت ہو''۔جب یہ تینوں باتیں ہوں گی تو اس کو شاہد مان لیا جائے گا۔اب زبیر شواہد کا حال ملاحظہ فرمایئے۔

شاہد نمبر ا:۔المعجم لابن الاعرابی میں ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر بتائی جس میں رکوع سے پہلے کا رفع یدین مذکور ہے اور آخر میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ (کتاب المعجم ج۱ ص۲۲۶ رقم ۱۴۲ ؛تسهیل الوصول الی تخریج و تعلیق صلوٰۃ الرسول ﷺ ص ۱۹۵،۱۹۶۔ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔اگست ۲۰۰۴ء)۔

حضور ﷺ نے تحریمہ میں ایک ہاتھ اٹھایا۔ یہ معلوم نہیں کہاں تک۔ رکوع کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے۔ معلوم نہیں کہاں تک۔یعنی دس جگہ رفع یدین کی بجائے دو جگہ رفع یدین کا اثبات ہے۔اور اٹھارہ جگہ رفع یدین کے ترک کی بھی صراحت نہیں۔ ہاں فارق الدنیا کا لفظ ہے۔یعنی حضور اکرم ﷺ غیر مقلدین کے اعتقاد کے مطابق وفات تک نماز میں آٹھ جگہ اثباتی سنتوں کے تارک رہے اور اٹھارہ جگہ ترک والی سنتوں کے تارک رہے۔یہ حدیث بھی باطل ہے۔اس کی پوری بحث باب ۷.۱۰ میں کر دی گئی ہے۔

شاہد نمبر ۲:۔زبیر صاحب کہتے ہیں:''حضرت ابو ہریرہؓ سے رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے''۔ حالانکہ سند میں زہریؒ اور ابن جریجؒ کی تدلیس ہے اور اس دو وجہ سے خود زبیر صاحب کے ہاں یہ ضعیف ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر کرنے والا راوی یحیٰ بن ایوب بھی متکلم فیہ ہے۔اور فارق الدنیا والا جملہ رفع یدین والی حدیث میں نہیں، رفع یدین کے بغیر تکبیر والی حدیث میں ہے۔ایسا استدلال جناب زبیر صاحب کی خصوصیات میں سے ہے۔یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک جگہ لکھا ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور دوسری جگہ لکھا ہو کہ حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں۔اب زبیر صاحب دونوں فقروں کو ملا کر خلاصہ نکال لیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔اسی طرح زبیر صاحب ہمت کر کے قرآن کی آیت غلام حلیم سے ''غلام'' اٹھا لیں اور بر سولٍ یأتی من بعدی اسمه احمد سے احمد اور رسول کا لفظ اٹھا کر جوڑ لیں: غلام احمد رسول۔تو یقیناً قادیانی اسے اپنا امام مان لیں گے۔

شاہد نمبر ۳:۔زبیر صاحب لکھتے ہیں:''حضرت مالک بن الحویرثؓ غزوۂ تبوک (اوائل جولائی ۶۳۰ء بمطابق ۹ھ کما وقع فی فتح الباری) کے موقع پر حضور ﷺ کے پاس آئے (بحوالہ ابن سعد)۔اب انہوں نے کیا دیکھا: رکوع اور سجدوں کی رفع یدین۔ ۲۵ جگہ کا اثبات، نفی کسی جگہ کی نہیں۔البتہ تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین بھی انہوں نے ذکر نہ کی۔نہ دس جگہ کا اثبات، نہ اٹھارہ جگہ کی نفی۔نہ وفات تک کا ذکر۔ ۹ھ کا ذکر جو فتح الباری اور طبقات ابن سعد کے حوالہ سے کیا

ہے۔طبقات ابن سعد میں کسی ضعیف سند سے بھی حضرت مالک بن الحویرث ؓ کا ۹ھ میں تشریف
لانا مذکور نہیں ۔ ۹ھ کے بعد سجدوں کی رفع یدین کا ترک ثابت کریں۔تیسری رکعت کے شروع کی
رفع یدین کا ثبوت ۹ھ کے بعد دیں۔ہاں بخاری (ج۱ ص ۱۱۳) میں حضرت مالک بن الحویرث ؓ
کا اپنے گھر والوں کو نماز سکھانے کا ذکر ہے۔وہاں کسی رفع یدین کا بھی ذکر نہیں۔جبکہ اصول ہے:
السکوت فی معرض البیان بیان۔اس کی مزید تفصیل ۵.۸.۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔
شاہد نمبر ۴:۔حضرت وائل بن حجر ؓ کو پیش کیا ہے کہ ان کی پہلی آمد ۹ھ میں بتائی ہے حوالہ عمدۃ
القاری کا دیا ہے لیکن یہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں (تجلیاتِ صفدر ج ۴ ص ۳۴۹)۔اور دوسری آمد
۱۰ھ میں ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے۔یہ بھی جھوٹ ہے۔ابوداؤد میں ۱۰ھ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ابوداؤد
میں پہلی روایت میں تکبیر تحریمہ، رکوع اور سجود کی رفع یدین کا ذکر ہے اور اس پر امام حسن بصری ؒ کا
تبصرہ بھی ہے۔پھر دوسری روایت میں صرف تحریمہ اور رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے اور دوسری آمد
کے وقت صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔تو اس حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ آخر
میں صرف تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین رہ گئی تھی۔اس کی مزید تفصیل ۵.۸.۷ میں ملاحظہ فرمائیں۔
شاہد نمبر ۵:۔خود زبیر صاحب دعویٰ کرتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ سے ساری زندگی میں ایک دن بھی
کسی نماز یا کسی ایک رکعت میں ترکِ رفع یدین ثابت نہیں''۔جناب زبیر صاحب کی اس بڑ کی کوئی
حیثیت نہیں۔حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ؒ فرماتے ہیں کہ ترکِ رفع یدین عملاً متواتر ہے۔حضرت
امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۰ھ)، حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کرنے کے بعد
فرماتے ہیں: ''میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔وہ تو
صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے'' (مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷)۔اس سے معلوم
ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا، صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین ؒ نے کبھی یہ مسئلہ
سنا نہ تھا۔یعنی خیر القرون میں رفع یدین روایۃً بھی شاذ تھی اور عملاً بھی شاذ تھی۔اور ترکِ رفع یدین
سنداً بھی متواتر تھی جیسا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تابعی بھی فرماتے ہیں: ''**حدثنی من لا أحصی**''۔
مجھے اتنے لوگوں نے (ترکِ رفع یدین کی) حدیث بیان کی کہ میں ان کو گن نہیں سکتا (مسند الامام
الاعظم رقم ۹۶)۔اور ترک رفع یدین عملاً بھی متواتر تھی۔ان متواترات کا انکار کر کے آج غیر
مقلدین اپنا ایمان خراب کر رہے ہیں۔

غیر مقلدین کا اقرار کہ رفع یدین کے دوام کا مدار حدیث پر نہیں

غیر مقلدین یہ اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہمارا مذہب صرف قرآن و حدیث ہے۔ یہ ان کا صرف دعویٰ ہی ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ رفع یدین کے دوام پر ان کے پاس کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ہے۔

ا:۔ غیر مقلدین کے محقق مولانا عطاء اللہ حنیفؒ نے اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے۔ وہ مسئلہ رفع یدین کے استمرار پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وحديث البيهقي: ما زالت الخ. ضعيف جداً. لكن مدار استمرار الرفع ودوامه وعدم نسخه ليس على هذا الحديث كما زعمه بعضهم. بل بالصيغة المشعرة بالمواظبة"۔ (التعليقات السلفية ج ۲ ص ۱۴۱ طبع المكتبة السلفية، لاہور ۱۴۲۲ھ)

''بیہقی کی حدیث: فما زالت تلك صلوته حتّٰی لقی الله تعالٰی سخت قسم کی ضعیف ہے لیکن رفع یدین کی ہمیشگی، مداومت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا مدار اس حدیث پر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ اس کا مدار صیغہ پر ہے جو ہمیشگی کی طرف اشارہ کرتا ہے''۔

گویا زبیر علی زئی صاحب کے استاذ علامہ عطاء اللہ حنیف صاحب نے واضح اعتراف کر لیا ہے کہ مسئلہ رفع یدین پر غیر مقلدین کے پاس ایک بھی ایسی حدیث نہیں ہے جس میں صراحت ہو کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ آخر وقت تک رفع یدین کیا ہے۔ اگر اس مسئلہ کا ثبوت دیا جاتا ہے تو وہ بھی صیغہ اور لفظ کی کھینچا تانی سے۔

۲:۔ جناب زبیر علی زئی صاحب نے بھی اپنے استاد گرامی کی طرح اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''اس مضمون کے آخر میں انوار خورشید صاحب نے فما زالت الخ والی موضوع روایت پیش کر کے اہل حدیث کا مذاق اڑایا ہے کہ ان کے دعویٰ رفع الیدین کی بنیاد غالباً یہی روایت ہے۔ جس میں عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمٰن بن قریش دونوں وضاع و کذاب راوی ہیں ---------- تاہم ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے نبی ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت ملتا ہے'' (نور العینین ص ۳۲۷)۔ پھر ایک ضعیف اور مجہول روایت پیش کی ہے۔ (اس کا ضعف باب ۷، ۱۰ میں مفصل بیان کر دیا گیا ہے۔)

غیر مقلد زبیر علی زئی کے دعوے کی حقیقت

جناب زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب ''نور العینین'' میں صفحہ ۳۲۶ تک بڑی محنت و

تحقیق اور جستجو سے رفع یدین ثابت کرنے کی کوشش کی، لیکن صفحہ ۳۲۸ پر یاد آ گیا کہ اتنی کوشش کے باوجود اصل مسئلہ تو اپنی جگہ پر ہے۔ کیونکہ ان کا دعویٰ ہے کہ ''رفع یدین آپ ﷺ کی آخری نماز اور وفات تک ثابت ہے'' جبکہ ان روایات سے غیر مقلدین کا مؤقف پایۂ ثبوت تک نہیں پہنچتا۔ انہوں نے اس حقیقت کو تسلیم کر کے صفحہ ۳۲۸ پر عنوان قائم کیا: ''رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین کا ثبوت''۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے حضرت ابو ہریرہؓ کی مختلف روایات کے مختلف راویوں کے متضاد بیانات کو جمع کر کے استدلال کرنا شروع کر دیا۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ اہل سنت احناف کا مؤقف بالکل سچا ہے کہ غیر مقلدین کے پاس ان کے مؤقف پر ایک بھی صحیح، صریح اور مرفوع روایت نہیں ہے۔ جناب زبیر علی زئی کے دعوے یہ ہیں:

۱۔ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع یدین کرنا رسول اللہ ﷺ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ رفع یدین کا مسئلہ اسنادی دلائل کا محتاج نہیں ہے۔

(نور العینین ص ۳۲۸)

اس جگہ زبیر صاحب نے تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ تو پھر تیسری رکعت والا رفع یدین غیر متواتر ہوا، جسے غیر مقلدین متواتر کہہ کر جھوٹ اور جناب رسول اللہ ﷺ پر بہتان باندھتے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد علماء نے سجدوں والے رفع یدین کو بھی متواتر کہا ہے (**التعلیق الممجد** ص ۹۱ طبع ایچ ایم سعید، کراچی)۔ لہٰذا اس سے روگردانی کیوں؟

۲۔ جناب زبیر علی زئی صاحب نے حضرت ابو ہریرہؓ کی امام زہریؒ سے مختلف راویوں کی روایات پیش کر کے انہیں صحیح ثابت کرنے میں بھی پورا زور صرف کیا۔ پھر صفحہ ۳۳۴ پر نقشہ بنا کر تسلیم کر لیا کہ ان روایات میں نماز کی تکبیرات کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ تکبیرات آپ ﷺ کے وصال تک ہوتی رہیں۔ جبکہ رفع یدین کے متعلق کسی راوی نے یہ جملہ نہیں کہا۔ نماز میں تکبیرات تو بالاتفاق حضور ﷺ نے آخر حیات مبارکہ تک ادا فرمائیں۔ اختلافی رفع یدین پر دوام نہیں ہے۔

۳۔ جناب زبیر علی زئی صاحب نے صفحہ ۳۳۵ پر واضح طور پر تسلیم کر لیا کہ: ''صالح بن ابی الاخضر (ضعیف) وغیرہ نے بعض ٹکڑوں کو ایک حدیث میں جمع روایت کیا ہے''۔ اس راوی کو خود ہی ضعیف بھی کہا ہے اور اسی ضعیف راوی کی بنیاد پر صحیح روایات کا بھی رد کر رہے ہیں!

۴۔ جناب زبیر علی زئی صاحب نے صفحہ ۳۳۶ پر ابن الاعرابی کی کتاب **المعجم** (ج ۱ ص ۲۲۶ ح ۱۴۲) سے ''**حتی فارق الدنیا**'' کے عنوان سے روایت بیان کی۔ جس میں صرف آغاز اور رکوع سے پہلے کا ذکر ہے۔ پھر خود ہی مان لیا کہ اس کتاب میں غلطیاں بھی ہیں۔ اس حدیث کے راوی

ابوعبداللہ محمد بن احمد الرملی القاضی الاطروش کے متعلق کہا: ''مجھے اس کے حالات نہیں ملے'' (نور العینین ص ۳۳۸)۔لہٰذا جناب زبیر علی زئی صاحب نے اپنے مذہب کی حمایت میں مجہول راویوں کی حدیث کو بنیاد فرمایا ہے۔

۵۔پھر جناب زبیر علی زئی صاحب نے مسند الشامیین (ج ۲ ص ۳۵) کی روایت لکھی۔اس روایت میں بھی رکوع سے پہلے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔اور خود ہی اقرار بھی کیا: اس حدیث کے راوی یعقوب بن سفیان الفارسی کی توثیق نہیں ملی۔اور حصین بن وہب کے متعلق بھی خود ہی لکھا کہ ''مجھے حالات نہیں ملے'' (نور العینین ص ۳۳۹)۔

حدیث ابوہریرہؓ اور جناب زبیر علی زئی کی تحریفات

جناب زبیر علی زئی نے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث نور العینین کے صفحہ ۳۳۹ میں ذکر کرنے کے باوجود پھر نور العینین کے صفحہ ۳۲۹ میں بھی ابوداؤد کے حوالہ سے ذکر کی ہے۔ابوداؤد کے الفاظ ''واذا رفع للسجود فعل مثل ذٰلك'' کا معنیٰ کرتے ہیں: جب (رکوع کے بعد) سجدوں کے لیے کھڑے ہوتے (نور العینین ص ۳۲۹)۔

اسی طرح ابن خزیمہ کی روایت کے الفاظ ''واذا رکع فعل مثل ذلك واذا سجد فعل مثل ذلك'' ہیں جس کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ''اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے۔اور جب سجدہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے''۔

جس کا معنیٰ حافظ زبیر علی زئی نے یوں کیا ہے: جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے (نور العینین ص ۱۱۸)۔جناب زبیر صاحب نے کیسی تحریف کی ہے۔ اذا سجد کا معنیٰ رکوع سے کھڑے ہونے کا کر رہے ہیں۔سبحان اللہ! کیسی عقل ہے! اور کیسی تحریف ہے!

پھر خود ہی زبیر علی زئی کہتے ہیں: اس روایت کی سند امام زہریؒ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے (نور العینین ص ۳۲۹)۔علاوہ ازیں اس کی سند میں یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری ہے۔اس راوی کے متعلق بحث ۸۔۷۔۴ میں بیان کر دی گئی ہے۔پھر زبیر علی زئی فرماتے ہیں: آپ روایت میں منفرد نہیں ہیں بلکہ عثمان بن الحکم الجذامیؒ نے بھی یہ روایت امام ابن جریج سے بیان کی ہے (نور العینین ص ۳۳۰)۔اول تو اس میں سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔جس کے معنی میں زبیر علی زئی تحریف کرتے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔دوسرے متابعت کے بارے میں علامہ

جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف بن محمد الزیلعی الحنفیؒ (التوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں:

وقد تابع يحيىٰ بنُ أيوب علىٰ هٰذا المتنِ عثمان بن الحكم الجذامي عن ابن جريج، ذكره الدارقطني في "عِلله"، وكذٰلك تابعه صالح بن أبي الأخضر عن ابن جريج، رواه ابنُ أبي حاتم في "عِلله" أيضاً. لكن ضعف الدارقطني الأول، وأبوحاتم الثاني، قال الدارقطني: وقد خالفه عبد الرزاق، فرواه عن ابن جريج بلفظ التكبير دون الرفع، وهو الصحيح. فقال ابنُ أبي حاتم: سألتُ أبي عن حديث رواه صالح بن أبي الأخضر عن أبي بكر بن الحارث، قال: صَلّٰى بنا أبوهريرة، فكان يرفع يديه اذا سجد، واذا نهض من الركعتين، وقال: اني أشبهكم صلاة برسول الله ﷺ. فقال أبي: هٰذا خَطَأٌ، انما هو كان يكبر فقط. ليس فيه رفع اليدين، انتهىٰ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۸۷)۔

ترجمہ:۔ عثمان بن الحکم الجذامیؒ نے ابن جریجؒ سے اس متن پر یحییٰ بن ایوب کی موافقت کی ہے۔ اس کا ذکر دارقطنیؒ نے اپنی کتاب ''العلل'' میں کیا ہے۔ اور اسی طرح صالح بن ابی الاخضرؒ نے ابن جریجؒ سے بھی متابعت کی ہے۔ اس کو ابن ابی حاتمؒ نے اپنی کتاب ''العلل'' میں روایت کیا ہے۔ لیکن امام دارقطنیؒ نے پہلی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (کیونکہ اس کی سند میں عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف راوی موجود ہے)۔ امام ابوحاتمؒ نے دوسری روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (کیونکہ اس میں صالح بن ابی الاخضرؒ ضعیف راوی موجود ہے)۔ امام دارقطنیؒ نے فرمایا: محدث عبدالرزاقؒ نے جو ثقہ ہے، اس نے عثمان بن الحکم الجذامیؒ کی مخالفت کی ہے۔ اس نے ابن جریجؒ سے تکبیر کے لفظ سے روایت کیا ہے۔ رفع یدین کا ذکر اس میں موجود نہیں ہے اور یہی صحیح بات ہے''۔ حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح احادیث میں صرف تکبیرات کا ذکر مرفوعاً اور موقوفاً ہی مروی ہے، رفع یدین کا ذکر ہرگز نہیں ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۰۸؛ نسائی رقم ۱۱۵۵، ۱۱۵۶؛ صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۲۹۰، ۲۹۱؛ صحیح ابوعوانہ ج ۱ ص ۹۵؛ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۱۸ رقم ۲۴۹۶ طبع اول۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: ۴.۱.۱، ۴. ۴. ۳، ۵. ۴. ۳)۔ لہٰذا یحییٰ بن ایوبؒ اور عثمان بن الحکم الجذامیؒ کی روایت ضعیف ہونے کے ساتھ شاذ بھی ہے۔ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: عثمان بن الحکم پر امام ابوحاتمؒ نے معمولی جرح کی ہے (نور العینین ص ۳۳۰)۔ امام ابوحاتمؒ نے معمولی جرح نہیں کی بلکہ وہ فرماتے ہیں: لیس بالمتقن (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲)۔ ''مضبوط نہیں ہے''۔ اور وقال أبوعمر لیس بالقوی (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۲)۔ ''محدث ابوعمر ابن عبدالبرؒ نے فرمایا کہ قوی نہیں ہے''۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ امام دارقطنیؒ نے بھی اس کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر زبیر علی زئی لکھتے ہیں: جناب انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں: اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے (نور العینین ص ۳۴۴)۔ جب اس میں محدثین کرام رحمہم اللہ رفع یدین کو صحیح نہیں مانتے تو احادیث کو ٹکڑوں میں ماننے کا کیا فائدہ؟ زبیر علی زئی لکھتے ہیں ''حافظ ابن حجر (بتصحیح حدیثه) وغیرہم نے اس کی توثیق کی ہے'' (نور العینین ص ۳۴۴)۔ یہ خالص جھوٹ ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے عثمان بن الحکمؒ کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ حالانکہ وہ التلخیص الحبیر (ج ۱ ص ۲۱۹) میں فرماتے ہیں: رواہ ابو داؤد و رجاله رجال الصحیح کہ ابوداؤد کی روایت کے رجال صحیح کے رجال ہیں اور ابوداؤد میں عثمان بن الحکم الجذامیؒ نہیں ہے اور نہ صحیح کے رجال میں سے ہے۔

غیر مقلد زبیر علی زئی کا دوسرا دعویٰ اور اس کا جواب

غیر مقلدین کی مشہور کتاب ''نماز نبوی'' میں ہے: ''حضرت وائل بن حجر ۹ھ اور ۱۰ھ میں (دو مرتبہ) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ھ تک رفع یدین کرتے تھے۔ ۱۱ھ میں نبی اکرم ﷺ نے وفات پائی۔ لہٰذا آخر عمر تک رفع یدین ثابت ہوا (نماز نبوی ص ۲۰۷)۔

جناب زبیر علی زئی لکھتے ہیں: سیدنا مالک بن الحویرثؓ بنولیث کے وفد میں غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت نبی ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے۔ غزوۂ تبوک ۹ ہجری میں ہوا تھا۔ غیر مقلدین کہا کرتے ہیں: حضرت وائلؓ ۹ھ میں اسلام لائے پھر دوبارہ ۱۰ھ میں آئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ کہتے ہیں: اب ہم نے ۱۰ھ تک رفع یدین ثابت کردی ہے۔ ۱۱ھ میں آپ ﷺ صرف دو ماہ گیارہ دن حیات رہے۔ ان دو ماہ گیارہ دن میں اس کا منسوخ ہونا ثابت کریں۔

جواب:۔

۱۔ امام نسائیؒ محدث ہیں۔ جنہوں نے حضرت وائلؓ اور حضرت مالک بن حویرثؓ دونوں کی روایات کو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث سے منسوخ قرار دیا۔ امام ترمذیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے بھی ان رفع یدین کی روایات کے بعد ترکِ رفع یدین کا باب باندھا ہے یا بعد میں ترکِ رفع یدین کی روایات لائے ہیں۔ اسی طرح کا انداز امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے بھی اختیار کیا ہے۔

۲۔ غیر مقلدین ابوداؤد شریف کی ساری احادیث نہیں پڑھتے۔ ۱۰ھ میں جب حضرت وائلؓ حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور ﷺ کو پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کرتے نہیں

دیکھا۔فرماتے ہیں : ثُمَّ ... أتَيْتُهُمْ فرأيتهم يرفعون أيديهم الى صدورهم فى افتتاح الصلوة وعليهم برانس واكسية (ابوداؤد ج۱ ص۱۱۲ رقم ۷۲۸)۔ پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اوران پر بڑے کوٹ اوراونی چادریں تھیں۔

اگراس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؓ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفع یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔حضرت وائل بن حجرؓ نے کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عندالرکوع رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا۔لہٰذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہو گئی۔اگر غیر مقلدین کہیں اس میں رکوع کی نفی تو نہیں ہے۔ہم کہیں گے۔یہاں سجدوں کی بھی نفی نہیں ہے۔

اسی طرح ترک رفع یدین حضرت مالک بن الحویرثؓ سے بھی مروی ہے۔یہ وہ صحابی ہیں جو آپ ﷺ کے پاس پوری زندگی میں صرف بیس راتیں رہے۔(بخاری ج۱ ص ۸۸، ۹۵)۔پھر جب حضرت مالک بن الحویرثؓ کے گھر جانے کا وقت آیا تو آپ ﷺ سے حضرت مالک بن الحویرثؓ اوران کے ساتھیوں نے کہا:''آپ کچھ ارشاد فرمائیں تا کہ ہم پچھلے لوگوں کو جا کر بتائیں۔(بخاری ج۱ ص۸۸)۔تو آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ''صلوا کما رأيتمونی اصلی''(بخاری ج۱ ص ۸۸) کہ نماز پڑھو جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ واپس لوٹے تو بخاری شریف (ج۱ ص ۱۱۳) میں ہے کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:''کیا میں تم کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (پڑھ کر) نہ بتلاؤں؟''چنانچہ جب نماز پڑھ کر دکھادی تو اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔صرف تکبیر کہی۔

عن أبي قِلابَةَ :أنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيْرِثِ قال لأصحابه: ألا أُنَبِّئُكُمْ صَلوةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قال: وذاك فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلوةٍ، فقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ هُنَيَّةً۔ (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸)

حضرت ابوقلابہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا:''کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتلاؤں؟''ابوقلابہؒ کہتے ہیں:''وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔لہٰذا وہ کھڑے ہو گئے۔پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر

کہی۔اس کے بعد اپنا سر اٹھایا،اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔اس کے بعد سجدہ کیا۔پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔اس کے بعد سجدہ کیا۔پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔الحدیث

۳۔اگر زبیر علی زئی اس سے حضرت مالک بن حویرثؓ کا متأخر الاسلام ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کا تاحیات رفع یدین کرنا ثابت کرنا چاہتے ہیں تو زبیر صاحب کا یہ استدلال مردود ہے۔اہل حدیث کے مایہ ناز محدث عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ لکھتے ہیں:

''متأخر الاسلام ہونے سے دلیل لانا اسی کا کام ہے جو اصول حدیث اور اصول فقہ سے ناواقف ہے''(تحقیق الکلام ص ۷۵)مزید لکھتے ہیں:'' راوی کا آخری ایام میں مسلمان ہونے سے روایت کے آخری ہونے پر دلیل نہیں ہے''(تحقیق الکلام ص۷۶)

۴۔اس سے دوام رفع یدین پر استدلال درست نہیں، کیونکہ حضرت مالک بن الحویرثؓ کل بیس روز تک جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہے(بخاری ج۱ ص۸۸)حافظ ابن حجرؒ نے بھی اصابۃ (ج۳ص ۳۲۲) میں بیان کیا ہے۔ان کی روایت سے دوام کیسے ثابت ہو گیا؟اسی طرح حضرت ابوحمیدؓ بھی زیادہ عرصہ آپ ﷺ کی خدمت میں نہیں رہے۔چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا:تم ہم سے زیادہ نہ تابع رہے اور نہ صحبت میں رہے۔

۵۔ حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی بیان کردہ دونوں روایتوں میں تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔جبکہ غیر مقلدین اس مقام پر بھی رفع یدین کرتے ہیں۔معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا یہ عمل رسول اللہ ﷺ کے آخری زمانہ کے عمل کے خلاف ہے۔اس طرح غیر مقلدین کے بیان کردہ قانون کے مطابق ثابت ہوا کہ تیسری رکعت میں رفع یدین نہیں ہے۔

۶۔ اسی طرح حضرت وائل بن حجرؓ (ابوداؤد ج۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۳)اور حضرت مالک بن الحویرثؓ (نسائی: باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۶؛نسائی ج۱ ص ۱۶۵، ۱۷۲؛مسند احمد ج۳ ص ۴۳۶، ۴۳۷؛صحیح ابوعوانہ ج۲ ص ۹۵) دونوں سے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین منقول ہے۔حالانکہ غیر مقلدین سجدوں کی رفع یدین کا انکار کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت (ابوداؤد ج۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۴، ۷۲۵) میں کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کا ذکر ہے جبکہ غیر مقلدین سینے تک ہاتھ اُٹھاتے ہیں۔تو معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری زمانہ کا عمل کانوں تک ہاتھ اٹھانا ہے۔جس پر احناف کا عمل ہے۔

۸۔ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت (ابوداؤد ج۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۷) میں ہے کہ نماز میں

دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی، گٹ اور کلائی پر ہونا چاہیے۔ یہ طریقہ بھی اہل سنت کا ہے۔ غیر مقلدین کا عمل اس حدیث کے برعکس ہے۔

جب غیر مقلدین حضرت وائل بن حجرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی بیان کردہ روایتوں کو ہی مدار بناتے ہیں تو پھر تیسری رکعت کا رفع یدین کیوں نہیں چھوڑتے؟ اپنے ہاتھوں کو کانوں تک کیوں نہیں اُٹھاتے؟ اور اپنے ہاتھوں کو درست طریقہ سے کیوں نہیں باندھتے؟ جب غیر مقلدین کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہیں اور ان میں جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری زمانے کا عمل بیان کیا گیا ہے اور اس کے بعد کسی حدیث سے اس کی مخالفت ثابت نہیں تو ان پر خود عمل کیوں نہیں کرتے؟ خیالی پلاؤ کیوں پکاتے ہو؟ احناف کے نزدیک جناب رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ترکِ رفع یدین ثابت ہے۔ اس لیے ہم ان پر عمل کرتے ہیں۔

غیر مقلد زبیر علی زئی کا دعویٰ نسخ اور اس کا جواب

اسی طرح غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق جناب زبیر علی زئی نے ایک اور جگہ بھی دعویٰ کیا ہے۔ فرماتے ہیں: چونکہ سیدنا ابو ہریرہؓ نبی ﷺ کے پاس آخری دور میں رہے ہیں۔ لہٰذا سیدنا ابو ہریرہؓ نماز وغیرہ کے جو مسائل نبی ﷺ سے نقل کرتے ہیں۔ وہ آخری اور ناسخ ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ نماز کا کوئی مسئلہ راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے جو کہ منسوخ ہو (نور العینین ص ۳۲۸، ۳۲۹)۔

جواب :۔ حضرت ابو ہریرؓ سے صحیح احادیث میں ترک رفع یدین ہی ثابت ہے۔ اور اسی کو ہی وہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اخری عمل ارشاد فرماتے ہیں۔ صرف دو احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱:۔ حضرت ابو ہریرہؓ تمام نمازوں میں تکبیر کہا کرتے تھے، خواہ فرض ہوں یا نہ ہوں، رمضان کا مہینہ ہو یا کوئی اور مہینہ ہو۔ چنانچہ آپؓ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر (رکوع سے سر اٹھاتے وقت) سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتے اور اس کے بعد سجدہ سے پہلے رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔ ہر رکعت میں نماز سے فارغ ہونے تک آپؓ کا یہی معمول تھا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرماتے: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں۔ وصال مبارک تک آپ ﷺ کی نماز اسی طرح تھی۔''

(بخاری رقم ۸۰۳؛ مسند احمد رقم ۸۲۷۳)

اس صحیح حدیث میں تکبیرِ تحریمہ اور رکوع و سجود کے مواقع پر صرف تکبیرات کا ذکر کیا گیا ہے۔ رفع یدین کا ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ نے آپ ﷺ کی نماز کی ترتیب عملی طور پر بتائی۔ آپ ﷺ کی زندگی کی آخری نمازوں کا حوالہ بھی دیا ہے کہ دنیا سے جدا ہونے تک آپ ﷺ کی نماز یہی تھی۔ اس میں حضرت ابوہریرہؓ سے رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے کہ رکوع سے اٹھتے یا رکوع میں جاتے وقت آپ ﷺ نے رفع یدین کیا ہو۔ یہ بات متفقہ ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی کے آخری اعمال کو ہی سنت قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بعد منسوخ ہونے کا امکان نہیں ہوتا۔

۲: حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے، رکوع میں جاتے تو تکبیر کہتے، پھر رکوع سے سر اٹھاتے وقت سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے اور پھر اس حال میں کہ آپ ﷺ کھڑے ہوتے تو رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہتے۔ پھر جب سجدہ کے لیے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اسی طرح سجدہ سے سر مبارک اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر جب (دوبارہ) سجدہ کے لیے جاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے۔ پھر پوری نماز میں فارغ ہونے تک آپ ﷺ کا یہی معمول تھا۔ پھر جب دو رکعتوں میں تشہد کے بعد کھڑے ہوتے، تب بھی تکبیر کہتے۔ پھر حضرت ابوہریرہؓ فرماتے: ''میں تم میں سب سے زیادہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے مشابہ ہوں'' (مسلم رقم ۸۶۸)۔

اس صحیح حدیث میں بھی رکوع کے ساتھ تکبیر کا ذکر ہے رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔

رفع یدین ہمیشہ کرنے کی کوئی دلیل نہیں

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ نے بہت عرصہ پہلے غیر مقلدین کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''اور یہ بھی نہ ہو تو آپ آخری وقتِ نبوی ﷺ ہی میں کسی نص سے آپ ﷺ کا رفع یدین ثابت کیجیے۔ اور دس کی جگہ بیس لیجیے۔ اور نہ ہو سکے تو پھر کسی کے سامنے منہ نہ کیجیے! زیادہ وسعت چاہیے تو ہم صحیح کی بھی قید نہیں لگاتے، چہ جائے کہ متفق علیہ ہو''۔ (ادلہ کاملہ ص ۳۵)

غیر مقلدین نے جو کچھ اس سلسلے میں پیش کیا ہے۔ وہ اوپر بیان کر دیا ہے۔ غیر مقلدین اپنے مذہب کو بچانے کے لیے ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارتے رہے ہیں۔ آج تک ایسی روایت بھی پیش نہیں کر سکے جس کے متن کے یہ لفظ ہوں: ''رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی تھی'' جبکہ ہمارے مؤقف کے مطابق غیر مقلدین علماء کے اقوال موجود ہیں:

۱۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیفؒ فرماتے ہیں:

''بیہقی کی حدیث: فمازالت تلک صلٰوته حتّٰی لقی اللّٰہ تعالٰی سخت قسم کی ضعیف ہے لیکن رفع یدین کی ہیشگی، مدوامت اور اس کے منسوخ نہ ہونے کا مدار اس حدیث پر نہیں جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے بلکہ اس کا مدار صیغہ پر ہے جو ہیشگی کی طرف اشارہ کرتا ہے''۔ (التعلیقات السلفیۃ ج ۲ ص ۱۴ طبع المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱۴۲۲ھ)

ظاہر ہے، ہمارا مطالبہ قیاس کا نہیں، حدیث کا ہے۔

۲۔ انہی کے شاگرد مولانا زبیر علی زئی فرماتے ہیں:

☆ ''اگر اسے اہل حدیث علماء نے سنت مؤکدہ اور سنت متواترہ لکھا ہے تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟'' (نور العینین ص ۳۲۴)

☆ ''اگر کسی اہل حدیث نے رفع الیدین کو واجب، فرض اور اس کے ترک کو نقصان صلٰوۃ وغیرہ لکھ دیا ہے تو ناراض ہونے کی کیا بات ہے؟'' (نور العینین ص ۳۲۵)

ان دونوں عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ غیر مقلدین کا ذاتی فیصلہ ہے۔ حدیث کے الفاظ نہیں۔

۳۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ فرماتے ہیں: ''رفع یدین کرنے میں جھگڑنا تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے کیونکہ مختلف اوقات میں رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں ثابت ہیں اور دونوں طرح کے دلائل موجود ہیں۔ (فتاوٰی نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱)

اگر رفع یدین ہمیشہ کرنا ثابت ہوتا تو دہلوی صاحب کا یہ ارشاد وارد ہوتا؟ یہ بھی واضح رہے کہ رفع یدین کرنے کے بارے میں جھگڑنے والا جاہل اور متعصب ہے اور رفع یدین نہ کرنے والا عالم اور انصاف پسند ہے۔

۴۔ نواب صدیق حسن فرماتے ہیں:

☆ ''ترک رفع یدین بھی سنت ہے''۔ (الروضۃ الندیہ ص ۹۴)

☆ آخر میں آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دیا تھا۔ (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)

☆ حضرت ابن مسعودؓ نے جو ترکِ رفع روایت کیا ہے۔ اس سے آپ ؐ نے آخر کا ترک مراد لیا ہے نہ کہ ہمیشہ کا'' (الروضۃ الندیہ ص ۹۵)۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے آخر میں رفع یدین ترک فرما دیا تھا۔ امام بخاریؒ کا قانون ہے:

''انما یؤخذ بالآخر من فعل رسول اللہ ﷺ'' (بخاری ج ۱ ص ۲۱۵)۔ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری فعل پر عمل ہوگا۔

غیر مقلدین کے مجدد نواب صدیق حسن خان خود اقرار کر رہے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رفع

یدین ترک کردیا تھااور امام بخاریؒ کا قانون کہ عمل آخری فعل پر ہوگا۔امام بخاری کی بیان کردہ دو حدیثوں میں بھی اس کا بیان ہے۔

ترکِ رفع یدین پر امام بخاری کی بیان کردہ دو احادیث

۱۔ حضرت امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں دوسندوں کے ساتھ حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کی تفصیل بیان کی ہے:

عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ السَّاعِدِیِّ قَالَ فِیْ نَفَرٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَنَا اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَاَیْتُہٗ اِذَا کَبَّرَ جَعَلَ یَدَیْہِ حِذَاءَ مَنْکِبَیْہِ وَاِذَا رَکَعَ اَمْکَنَ یَدَیْہِ مِنْ رُکْبَتَیْہِ ثُمَّ ھَصَرَ ظَھْرَہٗ فَاِذَا رَفَعَ رَاْسَہٗ اسْتَوٰی حَتّٰی یَعُوْدَ کُلُّ فَقَارٍ مَکَانَہٗ۔ الحدیث۔

(بخاری رقم ۸۲۸؛ مشکوٰۃ رقم ۷۹۲)

ترجمہ: حضرت ابوحُمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کے سامنے فرمایا کہ: مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز (یعنی اس کی تفصیلات) آپ سب لوگوں سے زیادہ یاد ہے۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) میں نے آپ کو دیکھا نماز شروع کرتے ہوئے جب آپ تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا کندھوں تک لے جاتے۔ اور جب رکوع میں جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو مضبوطی سے پکڑ لیتے، پھر اپنی کمر کو پوری طرح موڑ دیتے (اور بالکل سیدھی برابر کردیتے) پھر رکوع سے سر مبارک اُٹھاتے تو بالکل سیدھے اِس طرح کھڑے ہوجاتے کہ ریڑھ کی ہڈی کا ہر منکا (یعنی ہر جوڑ) ٹھیک اپنی جگہ پر آجاتا (جہاں سیدھے کھڑے ہونے کی حالت میں وہ رہتا ہے)۔ الحدیث

اس حدیث میں صحابیٔ رسول سیدنا ابوحمید الساعدیؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف ایک ہی دفعہ رفع یدین بیان کیا ہے۔ رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا۔ یہاں حضرت ابوحمید ساعدیؓ نے فرمایا ہے: اَنَا اَحْفَظُکُمْ لِصَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ رَاَیْتُہٗ۔ انہوں نے اَحْفَظُ کا لفظ استعمال فرمایا ہے کہ حضور ﷺ کی جو نماز محفوظ رہی ہے، وہ یہ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین تو محفوظ رہی ہے اس کے علاوہ کوئی رفع یدین محفوظ نہیں رہی۔ اس مجلس میں کتنے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ موجود تھے لیکن کسی نے اعتراض نہیں کیا کہ آپؓ نے رکوع کی رفع یدین چھوڑ کر خلافِ سنت نماز پڑھی ہے۔

۲۔ حضرت امام بخاریؒ جزء رفع یدین میں فرماتے ہیں:

''بیشک عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے نماز سکھلائی ہے۔ پس وہ کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر رکوع کیا تو اپنے دونوں ہاتھوں کو تطبیق کرتے ہوئے اپنے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ پھر سعد بن ابی وقاصؓ کو یہ بات پہنچی تو انہوں نے فرمایا: میرے بھائی نے سچ کہا ہے۔ ہم

اسلام کے ابتدائی دور میں اسی طرح کرتے تھے۔ پھر ہمیں اس کا حکم دیا گیا (کہ اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھیں)۔ امام بخاریؒ نے کہا: محقق علماء کے نزدیک عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث میں سے یہی روایت محفوظ ہے (جزء رفع یدین مترجم ص ۵۸۔ ترجمہ زبیر علی زئی)۔

معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی یہ حدیث صحیح اور محفوظ ہے۔ اس روایت میں صرف ابتدائی رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔ حضرت سعدؓ نے بھی اس بات کی تائید کی ہے اور تطبیق (رکوع کے وقت اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھنے) کی تردید کی ہے۔ اور نماز میں صرف ایک بار رفع یدین کرنے کی تصدیق ہے۔ امام بخاریؒ اس روایت (صرف ایک بار رفع یدین کرنے) کو بڑے فخر سے پیش کر رہے ہیں۔

اس کے حاشیے میں زبیر علی زئی نے لکھا ہے: اس کی سند صحیح ہے۔ اسے ابن خزیمہ (۱۹۶)، دار قطنی (۱/۳۳۹) اور ابن جارود (۱۹۶) نے صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم (۳۵۴) میں اس کا ایک شاہد بھی ہے (جزء رفع یدین مترجم ص ۵۸۔ ترجمہ زبیر علی زئی)۔

❁❁❁❁❁

باب ۸

قائلین رفع یدین کے دلائل اور ان کا جائزہ

غیر مقلدین سے اہلِ سنت والجماعت کا بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔ ان میں سے ایک مشہور مسئلہ رفع یدین کا بھی ہے۔ اس مسئلہ پر دونوں اطراف سے کافی کتابیں لکھی جا چکی ہیں، لکھی جا رہی ہیں اور لکھی جاتی رہیں گی۔ رفع یدین کے مسئلے میں حنفیہ کا مؤقف ٹھیک سنتِ نبوی ﷺ کے عین مطابق ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے پورے تئیس (۲۳) سالہ دورِ نبوت میں ایک منٹ کے لیے بھی رفع یدین کرنے کا مسئلہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک پر نہیں آیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے زبان سے جب بھی ارشاد فرمایا تو یہی فرمایا کہ نماز کی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرو اور نماز کے اندر کسی جگہ بھی رفع یدین نہ کرو۔ لیکن آپ ﷺ نے ایک دفعہ بھی یہ نہ فرمایا کہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرو اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین نہ کرو۔ رکوع کے شروع و آخر میں رفع یدین کرو اور سجدہ کے شروع و آخر میں رفع یدین نہ کرو (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۶۴)۔

مسئلہ رفع یدین میں غیر مقلدین کا مسلک اور عمل

غیر مقلدین کے دعوے کا پہلا حصہ

غیر مقلدین کے مسلک کا پہلا حصہ یہ ہے کہ نماز میں جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس بارے میں وہ چار روایات پیش کرتے ہیں۔

ا:۔ روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲، رقم ۷۳۹) (ملاحظہ فرمائیں ۱۰۸)

۱۔ حضرت امام ابوداؤدؒ نے اس حدیث کے متعلق فرمایا: "لیس بمرفوع": یعنی یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہی نہیں ہے (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

۲۔ خود روایت ابن عمرؓ کا مواقعِ رفع یدین میں مختلف ہونا۔ نیز اسی سند میں سجدہ کے وقت رفع یدین کا ذکر بھی ہے (جزء رفع یدین رقم ۱۳، ۱۴؛ حاشیہ مشکوٰۃ تحقیق البانی ج ۱ ص ۲۴۸ رقم الحدیث ۷۹۴)۔

۳۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ہمیشگی کا کوئی لفظ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ترکِ رفع یدین کی روایت کا موجود ہونا (مسند ابوعوانہ ج۱ ص ۳۳۴ رقم ۱۲۵۱ دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ مسند حمیدی ج۲ ص ۲۷۷، رقم ۶۱۴؛ مدونہ کبریٰ ج۱ ص ۷۱)۔

۵۔ اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع یدین پر تھا۔

(طحاوی: رقم الحدیث ۱۳۲۳؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷؛ موطا امام محمد رقم ۱۰۸)

۲:۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی روایت (ملاحظہ فرمائیں ۸۔۴)

۱۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی صحیح روایت جو بخاری (ج۱ ص ۱۱۴، رقم ۸۲۸؛ مشکوٰۃ رقم ۷۹۲) میں ہے۔ اس میں رکوع اور تیسری رکعت کے رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔

۲۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۰) کی سند میں عبدالحمید بن جعفر بدعتی، تقدیر کا منکر اور ضعیف راوی ہے۔ اس نے رفع یدین کا اضافہ کیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں عبدالحمید بن جعفر جو محمد بن عمرو سے روایت کرتا ہے، وہ متکلم فیہ ہے۔ ائمہ جرح و تعدیل نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ امام طحاویؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ حدیث منقطع بھی ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں: ''یہ حدیث نہ محمد بن عمرو بن عطاء نے براہِ راست حضرت ابوحمیدؓ سے سنی اور نہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جن کا ذکر اس حدیث میں ہے''۔ (طحاوی ج۱ ص ۲۹۴ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹)

۳۔ غیر مقلدین بخاری کی صحیح حدیث چھوڑ کر اس جھوٹی روایت پر فریفتہ ہیں۔

۴۔ اس حدیث میں بھی دوامِ رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ صرف ایک دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔

۳:۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث (ملاحظہ فرمائیں ۸۔۷)

۱۔ ان کی صحیح حدیث بخاری (ج۱ ص ۱۱۰، رقم ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳) اور مسلم (رقم ۸۶۷) میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے۔

۲۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۸) کی سند میں رفع یدین کا ذکر ہے، لیکن راوی ابن جریج ہے جس نے ۹۰ عورتوں سے متعہ کیا (میزان الاعتدال ج۱ ص ۱۵۱)۔ دوسرا راوی یحیٰ بن ایوب ہے جو ضعیف ہے۔

۳۔ اس حدیث میں سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔

۴۔ خود حضرت ابوہریرہؓ جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد جو نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس میں رفع یدین

نہیں کرتے تھے (مؤطا محمد رقم ۱۰۳؛ مؤطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۳؛ بخاری رقم الحدیث ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳؛ مسلم رقم الحدیث ۸۶۷؛ ابوداؤد رقم ۸۳۶؛ ترمذی رقم ۲۵۴ مختصراً؛ نسائی رقم ۱۱۵۵،۱۱۵۶؛ مسند احمد رقم الحدیث ۷۲۱۹؛ دارمی رقم ۱۲۴۸؛ مصنف عبد الرزاق رقم ۲۴۹۲، ۲۴۹۴؛ مؤطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لأبی یوسف رقم ۱۰۸)۔ پس معلوم ہوا کہ پہلی تکبیر کے علاوہ کوئی رفع یدین باقی نہیں رہی۔

۴:۔ حضرت علیؓ کی روایت (ملاحظہ فرمائیں ۸۔۵)

۱۔ ان کی صحیح روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ (مسلم رقم ۱۸۱۱؛ مشکوۃ رقم ۸۱۳)

۲۔ خود حضرت علیؓ اور آپؓ کے ہزاروں ساتھی اور شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۰؛ مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۹؛ مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۲۴۵۷)۔

۳۔ ایک ضعیف روایت (ابوداؤد رقم ۷۴۴) جس کا راوی ابن ابی الزناد ہے۔ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے۔

خلاصہ:۔ ان چاروں میں سے ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ ان چاروں ضعیف روایتوں میں بھی ہمیشہ رفع یدین کا ذکر نہیں۔ ان چاروں صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک بھی ہمیشہ رفع یدین نہ کرتا تھا۔ ان میں سے دو روایتوں میں سجدہ کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ جس پر غیر مقلدین عمل نہیں کرتے۔

دعویٰ کا دوسرا حصہ

دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں آپ ﷺ نے کبھی رفع یدین نہیں کیا۔ اس بارے میں غیر مقلدین کے پاس ایک بھی صریح حدیث نہیں ہے۔

دعویٰ کا تیسرا حصہ

رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ رفع یدین کرتے تھے اور سجدوں کے وقت کبھی رفع یدین نہ کی۔ اس حصہ کے متعلق غیر مقلد حضرت مالک بن حویرثؓ اور حضرت وائل بن حجرؓ کی روایات پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم آخر عمر میں اسلام لائے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ آخری عمر تک رفع یدین کرتے رہے۔ مگر اس بارے میں وہ کئی باتیں چھپاتے ہیں۔

۱:۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث (ملاحظہ فرمائیں ۸۔۲)

۱۔ اس حدیث کی ایک سند میں ابوقلابہ ہے، جو ناصبی مذہب کا تھا اور اس کا شاگرد خالد ہے جس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔

۲۔ دوسری سند میں نصر بن عاصم ہے جو خارجی مذہب کا تھا۔
۳۔ نسائی نے اس (نصر بن عاصم) سے سجدہ کی رفع یدین بھی روایت کی ہے (نسائی رقم ۱۰۸۵، ۱۱۴۳)۔ تو اب غیر مقلدین کا آدھی حدیث کو ماننا اور آدھی کو چھوڑنا ''أفتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض'' کا مصداق ہے۔

۲:۔ حضرت وائل بن حجرؓ کی روایت (ملاحظہ فرمائیں ۸۔۳)

اس روایت کے دو طریق ہیں۔
۱۔ ایک طریق میں سجدہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (ابوداؤد رقم ۷۲۳؛ حاشیہ مشکوٰۃ بتحقیق البانی ج ۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۷۹۷)۔ جس کو غیر مقلد چھپاتے ہیں۔ اس پر عمل نہیں کرتے۔
۲۔ دوسرے طریق میں خود حضرت وائلؓ نے وضاحت فرمادی کہ جب دوسری دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے، بعد کی کسی رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا (ابوداؤد رقم ۷۲۸) اور کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہ فرمایا۔ گویا تمام صحابہ رضی اللہ عنہم آخر عہد نبوی میں رفع یدین کے تارک تھے۔ لیکن غیر مقلدین عوام کے سامنے اس کو بیان نہیں کرتے۔ (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰)

غیر مقلدین سے ہمارا مطالبہ کیا ہے؟

غیر مقلدین چار رکعت میں دس جگہ ہمیشہ کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے ہیں اور اٹھارہ جگہ کبھی ہاتھ نہیں اٹھاتے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ آخری نماز تک آپ ﷺ کا عمل یہی رہا۔ جو اس طرح رفع یدین نہ کرے، اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس لیے غیر مقلدین کی دلیل ایسی آیت یا حدیث ہوگی جن میں مندرجہ ذیل پانچ باتیں صراحتاً ثابت ہوں:

۱:۔ اٹھارہ (۱۸) جگہ کا نفی یا ترک، کیونکہ کلمہ شریف میں نفی پہلے ہے اثبات بعد میں۔
۲:۔ دس جگہ کندھوں تک تکبیر کے ساتھ ہاتھ اٹھانا اور ان کا حکم۔
۳:۔ ہمیشہ یا آخر عمر کی صراحت ہو۔
۴:۔ اختلافی رفع یدین کے تارک کی نماز نہیں ہوتی۔
۵:۔ اس حدیث کو اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو۔ کیونکہ غیر مقلدین کے ہاں دلیل شرعی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے یا نبی ﷺ کا ارشاد ہے (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۴۴۳)

غیر مقلدین کی اختیار کردہ رفع یدین کا شاذ ہونا

جس طرح قرآن پاک دس (سات متواتر اور تین مشہور) قاریوں کی قراءت سے امت کو ملا ہے۔ جو قراءت دس قاریوں میں سے کسی سے ثابت نہ ہو وہ شاذ اور مردود ہے۔ قرآن ہرگز نہیں۔ اسی طرح جس روایت پر ائمہ اربعہؒ میں سے کسی نے بھی عمل نہ کیا ہو۔ وہ قطعاً اور یقیناً شاذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑویؒ فرماتے ہیں: ''یہ یاد رہے کہ جتنی جگہ رفع یدین غیر مقلدین کرتے ہیں یہ نفیاً و اثباتاً و سنداً بھی بالکل شاذ ہے اور عملاً بھی بالکل شاذ ہے۔ نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے، نہ تابعین سے، نہ تبع تابعین سے، نہ ائمہ اربعہ سے۔ ان کے جو لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ غیر مقلدین والی رفع یدین خلفائے راشدینؓ اور عشرہ مبشرہؓ کرتے تھے۔ یہ بالکل بے ثبوت ہے۔ کبھی لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ یہ سنداً اور عملاً متواتر ہے۔ یہ بھی بالکل غلط ہے۔ یہ سنداً اور عملاً دونوں طرح شاذ ہے'' (تجلیاتِ صفدر ج ا ص ۱۶۶)

غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق کوئی بھی دلیل نہیں ہے

غیر مقلدین اگرچہ رفع یدین کے مسئلے میں بے شمار احایث موجود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کے مسلک کے مطابق ایک بھی مرفوع حدیث صحیح اور صریح نہیں ہے۔ ان کے ''محقق دوراں'' جناب زبیر علی زئی صاحب نے اپنی کتاب ''نور العینین'' میں صرف آٹھ (۸) حدیثیں بیان کی ہیں اور ان کی صحت کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا یہاں صرف انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور اس کا جواب

غیر مقلدین مسئلہ رفع یدین میں سب سے زیادہ جس صحابیؓ کی حدیث کو پیش کرتے ہیں وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس حدیث پر عمل کرنے میں کچھ علمی موانع اور مشکلات ہیں جن پر نظر کر لینا مناسب ہے۔

متن حدیث

حضرت امام بخاریؒ نے حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو چار مختلف سندوں سے پیش کیا ہے اور اس حدیث پر چار ہی باب باندھے ہیں۔

ا۔ بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ فِي التَّكْبِيرَةِ الْأُولَى مَعَ الْافْتِتَاحِ سَوَاءً

تکبیر تحریمہ میں نماز شروع کرتے ہی برابر دونوں ہاتھ اٹھانا۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيهِ اذا افتتح الصلوٰةَ واذا كَبَّرَ للركوع واذا رفع رَأْسَهٗ من الركوع رفعهما كذٰلكَ أيضاً. وقال سمع الله لمن حمدهٗ. ربنا ولك الحمدُ. وكان لا يفعل ذٰلك في السجودِ. (بخاری رقم ۷۳۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ شانوں کے برابر اٹھاتے، اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے، اور جب اپنا سر رکوع سے اٹھاتے، تب بھی دونوں ہاتھ اسی طرح اٹھاتے، اور سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ. رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ (دونوں) کہتے (لیکن) سجدے میں یہ (عمل) نہ کرتے تھے''۔

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے عمل سے نماز کے شروع میں، رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت تین مقامات پر رفع یدین کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اس روایت میں تیسری رکعت کے لیے اٹھنے پر رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ جو غیر مقلدین کا معمول ہے۔

۲- بَابُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ إِذَا كَبَّرَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ

تکبیر اور رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا۔

حَدَّثَنَا محمدُ بنُ مُقَاتِلٍ قال أخبرنا عَبْدُ اللهِ بنُ الْمُبَارَكِ قال أخبرنا يونسُ عن الزهريِّ قال أخبرني سَالِمُ بنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ عبدِ اللهِ بنِ عُمَرَ قال: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اذا قَامَ في الصلوٰةِ رفع يديه حتّٰى تكونا حذْوَ منكبيهِ وكان يفعل ذٰلك حين يُكَبِّرُ للركوع ويفعل ذٰلك اذا رفع رَأْسَهٗ من الركوع. يقولُ سمع الله لمن حمدهٗ. ولا يفعل ذٰلك في السجودِ. (بخاری رقم ۷۳۶)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ''میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ آپ ﷺ نماز میں اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں شانوں کے برابر تک اٹھاتے، اور جب آپ ﷺ رکوع کے لیے تکبیر کہتے، یہی (اس وقت بھی) کرتے، اور یہی جب آپ ﷺ (رکوع سے) اپنا سر اٹھاتے (اس وقت بھی) کرتے۔ اور سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے (لیکن) سجدہ میں آپ ﷺ یہ (عمل) نہ کرتے تھے''۔

اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھنے کا ذکر ہے جو کہ پہلی روایت میں نہیں تھا۔ اس روایت میں بھی تیسری رکعت کے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔

۳۔بَاب: اِلٰی أَیْنَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ۔ ’’ہاتھوں کو کہاں تک اٹھانا چاہیے؟‘‘

حدَّثَنَا أبو الیمانِ قال أخبرنا شعیب عن الزھریّ قال أخبرنی سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عبدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ قال: رَأَیْتُ النبیَّ ﷺ افتتح التکبیرَ فی الصلوٰۃ فرفع یدیہِ حینَ یکبرُ حتّٰی یَجْعَلَھُمَا حَذْوَ منکبیہِ وَإِذَا کَبَّرَ للرکوع فعلہ مثلہٗ۔ واذا رفع قَالَ سمع اللہ لمن حمدہٗ فعلہ مثلہٗ۔ وقال: ربنا ولک الحمدُ۔ ولا یفعل ذٰلک حین یسجدُ ولا یرفع رأسہ من السجودِ۔ (بخاری رقم ۷۳۸)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ’’میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز میں تکبیر شروع کی تو تکبیر کہتے وقت آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اتنے اٹھائے کہ ان کو اپنے دونوں شانوں کے برابر کرلیا۔ اور جب آپ ﷺ نے رکوع کے لیے تکبیر کہی، تب بھی اسی طرح کیا۔ اور جب سمع اللّٰہ لمن حمدہ کہا تب بھی اسی طرح کیا۔ اور ربنا ولک الحمد (بھی) کہا اور یہ (بات) آپ ﷺ سجدہ کرتے وقت نہ کرتے تھے، اور نہ اس وقت جب سجدے سے اپنا سر اٹھاتے تھے‘‘۔

پہلی دونوں روایتوں میں سجدوں میں رفع یدین کی نفی تھی کہ آپ ﷺ نماز کے شروع اور رکوع جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے، اور سجدوں میں نہیں کرتے تھے، جبکہ اس روایت میں وہ نفی نہیں ہے۔ اس روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ سجدہ میں جاتے اور سر اٹھاتے وقت نہیں کرتے تھے۔ دونوں میں جو فرق ہے وہ کسی بھی صاحبِ شعور سے مخفی نہیں۔

۴۔بَابُ رَفْعِ الْیَدَیْنِ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّکْعَتَیْنِ۔
’’جب دو رکعت پڑھ کر اٹھے تو دونوں ہاتھ اٹھائے‘‘۔

حَدَّثَنَا عَیَّاشُ بْنُ وَلِیْدٍ قال حدثنا عبد الأعلٰی قال حدَّثنا عبید اللّٰہ عن نافعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ اذا دخل فی الصلٰوۃِ کَبَّرَ وَرَفَعَ یَدَیْہِ و اذا رکع رفع یدیہ و اذا قال سمع اللّٰہ لمن حمدہٗ رفع یدیہ و اذا قام من الرکعتین رفع یدیہ۔ و رفع ذٰلک ابن عمرَ الی النبی ﷺ۔ رواہ حمّاد بنُ سلمۃ عن ایوب عن نافعٍ عن ابن عمر عن النبی ﷺ۔ رواہ ابن طھمان عن ایوب و موسیٰ بنِ عُقْبَۃَ مُختَصَرًا (بخاری رقم ۷۳۹)۔

ترجمہ:۔ حضرت نافع سے روایت ہے کہ ’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز میں داخل ہوئے۔ اور اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر رفع یدین کیا۔ اور جب رکوع کیا تو رفع یدین کیا اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہا تو رفع یدین کیا اور جب دو رکعت سے کھڑے ہوئے تو رفع یدین

کیا''۔اس کو جناب نبی اکرم ﷺ کی طرف مرفوع کیا۔اس کو حماد بن سلمہ نے ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر (یعنی موقوف) روایت کیا ہے۔

غور فرمائیں! اس روایت میں تیسری رکعت کا رفع یدین ہے، جو کہ پہلی تینوں روایتوں میں بالکل نہیں۔پہلی دو روایتوں میں سجدوں میں رفع یدین نہ کرنے کا ذکر ہے۔تیسری روایت میں سجدہ میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا انکار ہے جبکہ اس چوتھی روایت میں سجدوں کا ذکر تک نہیں ہے۔پہلی روایتوں میں کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کا ذکر ہے لیکن اس روایت میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔غیر مقلدین اسی چوتھی روایت پر اعتماد کرتے ہیں۔

اس حدیث میں نہ تو اٹھارہ (۱۸) جگہ رفع یدین کی نفی ہے، نہ ہی یہ مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے ہاتھ کہاں تک اٹھائے، نہ ہی ہمیشہ رفع یدین کا ذکر ہے۔جیسے ''بَالَ قَائِماً'' کا ترجمہ ہے: ''آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا''۔اس کا یہ ترجمہ بالکل غلط ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔اس حدیث میں ''رَفَعَ'' ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔جس کا معنیٰ ہے: ''آپ ﷺ نے رفع یدین کیا''۔اس کا ترجمہ ماضی استمراری والا کرنا غلط ہے۔

ان احادیث میں رفع یدین کے متعلق چار باتیں بیان ہوئی ہیں:

۱۔نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔(کانوں تک ہاتھ اُٹھانے کی احادیث کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کی ہیں۔جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے۔)

۲۔جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو پھر بھی رفع یدین کرتے۔

۳۔سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔(سجدوں میں رفع یدین کی احادیث کتنے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کی ہیں۔جن کا ذکر پچھلے باب میں ہو چکا ہے)۔

۴۔چوتھی روایت میں تیسری رکعت کا رفع یدین ہے، جو کہ پہلی تینوں روایتوں میں بالکل نہیں۔(یہ روایت موقوف ہے)

حضرت امام بخاریؒ کے نزدیک سنہری سند مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ ہے۔یہ روایت اسی سنہری سند سے مؤطا امام مالک اور مؤطا امام محمد میں موجود ہے۔ان دونوں کتابوں میں روایت کے الفاظ مختلف ہیں۔

مالك عن نافع أَنَّ عَبدَ الله بنَ عُمَرَ كان اذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه واذا رفع رأسه من الركوع رفعهما دون ذٰلك۔

(موطا امام مالک رقم ۲۰۵؛ موطا امام محمد رقم ۱۰۰؛ جزء رفع یدین رقم ۴۳)

''حضرت امام مالک حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی تو کندھوں کے برابر تک رفع یدین کی۔ اور جب رکوع سے سر اٹھایا تو اس سے کم ہاتھ اٹھائے''۔

ان دونوں کتابوں میں رفع یدین پانچ جگہ تھی۔ مگر بخاری کی اس روایت میں دس جگہ کا ذکر ہے۔ موطا امام مالک اور موطا امام محمد میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فعل تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع نہ تھی۔ بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع کر دیا گیا۔ اسی لیے حضرت امام ابوداؤدؒ نے امام بخاریؒ کی زندگی میں ہی اس غلطی کی نشان دہی فرمادی۔ ''قال ابوداؤد: الصحیح قول ابن عمر لیس بمرفوع'' (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ ''صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مرفوع نہیں''۔

موطا امام مالک اور موطا امام محمد میں جو وضاحت تھی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر تحریمہ کے وقت تو ہاتھ کندھوں تک اٹھائے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اس سے کم ہاتھ اٹھائے۔ یہ بات صحیح بخاری سے بھی حذف کر دی گئی اور جزء رفع یدین سے بھی۔ امام ابوداؤدؒ نے فرمایا: ''قال ابوداؤد: رواہ اللیث بن سعد و مالک و ایوب و ابن جریج موقوفاً'' (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ چنانچہ اس غلطی کو تسلیم کر لیا گیا۔ قال البخاری: ''والمحفوظ ما روی عبید اللہ و ایوب و مالک و ابن جریج واللیث وعدۃ من اہل الحجاز واہل العراق عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ''۔ (جزء رفع یدین رقم ۸۱)

یعنی امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ سب اس کو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف بیان کرتے ہیں۔

امام بخاریؒ نے جو رواہ حمّاد بنُ سلمة عن ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تعلیق بیان کی ہے یہ جزء رفع یدین (رقم الحدیث ۵۲، ۵۳) پر مکمل موجود ہے۔ اس میں اذا قام من الرکعتین کی رفع یدین نہیں ہے۔ تو گویا امام بخاریؒ نے اس دسویں رفع یدین کے غیر محفوظ ہونے کا اشارہ فرمادیا۔ اس کی وضاحت بھی امام ابوداؤد نے بھی فرمادی تھی۔ واسندہ حماد بن سلمة وحدہ عن ایوب و مالک ''الرفع اذا قام من السجدتین'' (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

آخری عبارت ابن طہمانؒ اور موسیٰ بن عقبہؒ والی تعلیق جو آخر میں امام بخاریؒ لائے ہیں۔ وہ بیہقی (ج ۲ ص ۷۱) میں ہے اس میں نہ اذا قام من الرکعتین ہے اور نہ مرفوع ہے۔ یہ تھا آخری اشارہ امام بخاریؒ کا کہ نہ مرفوع ہے نہ دسویں رفع یدین ثابت۔

سند کا حال

اس حدیث میں ایک راوی عبد الاعلیٰ ؒ ہے یہ متکلم فیہ ہے، قدری ہے۔ بندارؒ فرماتے ہیں: واللہ لا یدری أی رجلیہ اطول (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۳۱)۔ باوجود متکلم فیہ ہونے کے محدث عبدالوہاب ثقفی کی مخالفت کرتا ہے کیونکہ عبدالاعلیٰ اس کو مرفوع بیان کرتا ہے جیسا کی بخاری (رقم ۷۳۹) میں ہے۔ اور عبدالوہاب اس کو موقوف بیان کرتا ہے جیسا کہ جزء رفع یدین بخاری (رقم ۷۹) میں ہے۔

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف

یہ بات بھی اہل علم سے مخفی نہیں کہ اس چوتھی حدیث کے بارے میں محدثین کا یہ اختلاف بھی مشہور ہے کہ آیا وہ موقوف ہے یا مرفوع؟ اس کے مرفوع ہونے میں محدثین کا اتفاق نہیں ہے۔

۱۔ حضرت امام بخاریؒ اس روایت کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: رواہ حمّاد بنُ سلمة عن ایوب عن نافعٍ عن ابن عمر عن النبی ﷺ۔ رواہ ابن طھمان عن ایوب و موسیٰ بنِ عُقْبَةَ مُخْتَصَراً (بخاری رقم ۷۳۹)۔

ترجمہ:۔ اس کو حماد بن سلمہ نے ایوب عن نافع عن ابن عمر عن النبی ﷺ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن طہمان نے ایوب اور موسیٰ بن عقبہ سے مختصر طور پر (یعنی موقوف) روایت کیا ہے

اس عبارت سے حضرت امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع اور موقوف دونوں طرح روایت کی گئی ہے۔ موقوف کا مطلب یہ ہے کہ یہ صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کا طریقہ (قول و فعل) نہیں ہے۔ صحیح بات ہے بھی یہی جیسا کہ امام بخاریؒ کے شاگرد حضرت امام ابوداؤدؒ نے سننِ ابوداؤد (رقم الحدیث ۷۴۱) میں نقل کیا ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث کے مرفوع اور موقوف ہونے میں بہت اختلاف ہے۔ حضرت سالمؒ اس کو مرفوع بیان کرتے ہیں جبکہ حضرت نافعؒ اس کو موقوف بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ زرقانی مالکیؒ شرح مؤطا مالک میں لکھتے ہیں:

''امام اصیلیؒ نے کہا ہے کہ امام مالکؒ نے اس روایت پر عمل اس لیے نہیں کیا کہ حضرت نافعؒ نے اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف بیان کیا ہے۔ اور یہ روایت ان چار روایتوں میں سے ایک ہے جہاں حضرت سالمؒ اور حضرت نافعؒ کا اختلاف ہے۔ (الیٰ) اس لیے جب سالمؒ اور نافعؒ نے اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف کیا ہے تو امام مالکؒ نے اپنے مشہور قول

میں رفع یدین کے استحباب کو ترک کر دیا ہے کیونکہ اصل بات یہ ہے کہ نماز کو (بندوں) کے افعال سے بچایا جائے۔ (زرقانی شرح مؤطا مالک ج ۱ ص ۱۵۷، ۱۵۸)

۳۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''امام اسماعیلیؒ نے اپنے بعض مشائخ سے حکایت کیا ہے کہ انہوں نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ عبد الاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں غلطی کی ہے۔ امام اسماعیلیؒ نے مزید کہا ہے کہ عبد اللہ بن ادریس، عبد الوہاب ثقفیؒ اور معتمر بن سلیمانؒ سب کے سب عبد الاعلیٰ کی مخالفت کرتے ہوئے عبید اللہ سے روایت کرتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس روایت کو موقوف بیان کرتے ہیں''

(فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۸ طبع دار السلام ریاض)۔

۴۔ امام بیہقیؒ لکھتے ہیں: وعبد الأعلى ينفرد برفعه الى النبى ﷺ (سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۳۷)۔ ''یعنی صرف عبد الاعلیٰ نے اس روایت کو مرفوع بیان کیا ہے (باقی راوی اسے مرفوع بیان نہیں کرتے)۔

۵۔ حضرت امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: ''قال ابوداؤد: الصحيح قول ابن عمر ليس بمرفوع'' (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ ''صحیح بات یہی ہے کہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف مرفوع نہیں''

۶۔ امام ولی الدین عراقیؒ نے بھی امام ابوداؤدؒ کا یہ قول نقل کیا ہے (طرح التثریب ص ۲۶۲)

۷۔ مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ نے بھی امام ابوداؤدؒ کے اس قول کی تائید کی ہے۔ (ضعیف سنن ابی داؤد ص ۲۷ رقم ۱۵۲)

۸۔ قاضی شوکانیؒ نے بھی امام ابوداؤد کا قول نقل کیا ہے (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۴)۔ مزید لکھتے ہیں: ''امام دارقطنیؒ نے کتاب العلل میں اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے کے متعلق اختلاف بیان کیا ہے'' (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۰۴)۔

۹۔ امام عقیلیؒ بھی حدیث ابن عمرؓ عن نافع نقل کر کے کھلے لفظوں میں لکھتے ہیں: هذا اولىٰ (ضعفاء الكبير ج ۲ ص ۶۸)۔ اس روایت کا موقوف ہونا ہی زیادہ بہتر ہے۔

۱۰۔ حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام محمدؒ نے اسے نافع سے موقوف ہی بیان کیا ہے

(مؤطا امام مالک رقم ۲۰۵؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۰)۔

ان سب کے بعد عجیب بات تو یہ ہے کہ جزء رفع یدین (رقم ۸۱) میں ہے: ''وزاد وكيع عن العمرى عن نافع عن ابن عمر عن النبى ﷺ أنه كان يرفع يديه اذا ركع واذا سجد''۔ ترجمہ:

''وکیع نے العمری سے، انہوں نے نافع سے، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ زیادت نقل کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ رفع یدین کرتے تھے جب رکوع کرتے اور جب سجدہ کرتے''۔ اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ زیادت مقبول ہے۔ اب تو رفع یدین کی تعداد دس کی بجائے چھبیس رفع یدین بن گئیں۔

علامہ ناصر الدین البانیؒ حاشیہ مشکوٰۃ میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''قد صح عنه ﷺ الرفع فی السجود. ومع کل تکبیرة عن جماعة من الصحابة''۔ (مشکوٰۃ بتحقیق البانی رقم ۷۹۴)۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے سجدوں میں بھی رفع یدین صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت سے اسی طرح ہر تکبیر کے ساتھ بھی رفع یدین ثابت ہے۔

حدیث کا معنی

ان احادیث میں ''رَفَعَ یَدَیْهِ'' کہ آپ ﷺ نے رفع یدین کیا۔ تو اتنا ثبوت تو بخاری میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا بھی ہے (بخاری ج ۱ ص ۳۵، ۳۶)۔ تو کیا وجہ ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو سنت مؤکدہ متواترہ نہ کہا جائے اور رفع یدین کو کہا جائے، جیسے ''بَالَ قَائِماً'' ماضی مطلق ہے۔ جس سے صرف ایک دفعہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہوا۔ اس لیے ''رَفَعَ یَدَیْهِ'' سے بھی ایک ہی دفعہ رفع یدین ثابت ہوگی۔

۲۔ اگر کوئی ماضی استمراری ''یَرْفَعُ یَدَیْهِ'' سے استدلال کرے جو بخاری میں پہلی جگہ ہے أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ کان یرفع یدیه حذو منکبیه اذا افتتح الصلوٰة۔ ''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ شانوں کے برابر اٹھاتے''۔

امام بخاریؒ نے بھی یہ لفظ صرف تکبیرِ افتتاح کے وقت ہی کہا ہے۔ یعنی تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین کے باب میں تو کان یرفع یدیه تھا۔ چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے تکبیرِ افتتاح والے رفع یدین میں مواظبت پائی گئی ہے۔ شاید امام بخاریؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہو۔ اسی حدیث میں رکوع والے رفع یدین میں اور باقی تین ابواب میں رفع یدیه ہی ہے۔ اسی مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد اور مسلم شریف میں تو ہر جگہ رفع یدیه ہے۔ اسی طرح بخاری میں دوسرے صحابی حضرت مالک بن حویرثؓ (بخاری رقم ۷۳۷) کی روایت میں صرف رَفَعَ یَدَیْهِ ہے۔

اسی طرح ماضی استمراری کا صیغہ بخاری شریف میں اور جگہ بھی ہے:

۱۔ کان یصلی فی نعلیه۔ (بخاری ج ۱ ص ۵۶)۔ ''آپ ﷺ جوتے پہن کر نماز پڑھتے تھے''

۲۔ کان یصلی وھو حامل امامة بنت العاص۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۷)۔
"آپ ﷺ اپنی نواسی امامہ بنت ابو العاص کو اٹھا کر نماز پڑھا کرتے تھے"۔
۳۔ کان یباشر وھو صائم۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۵۸)۔
"آپ ﷺ روزہ میں بیوی سے مباشرت یعنی بوس و کنار فرمایا کرتے تھے۔
۳۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس میں ہیشگی کا کوئی لفظ نہیں۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۱۰) میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے تکبیرات انتقال کے ساتھ نماز پڑھائی اور آخر میں فرمایا: "یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری نماز کا طریقہ ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ خالقِ حقیقی سے جا ملے"۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

یہ ہے اس حدیث کا حال جس کو غیر مقلدین سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، سب تابعین عظامؒ اور سب ائمہ کرام رحمہم اللہ کے خلاف اپنا معمول بنا رہے ہیں۔

تعامل خیر القرون اور حدیث عبداللہ بن عمرؓ

۱:۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ربیع (بصری)، لیث (کوفی)، طاؤس (یمنی)، سالم (مدنی)، ابوزبیر (مکی)، محارب بن دثار (کوفی) اور نافع (مدنی) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو رفع یدین کرتے دیکھا (جزء رفع الیدین رقم الحدیث ۲۸)۔ ظاہر ہے کہ یہ واقعہ حج کے موقع کا ہو سکتا ہے۔ جہاں مکی، مدنی، کوفی، یمنی، اور بصری سب اکٹھے ہوتے ہیں۔
۲:۔ بہر حال حج کے موقع پر ان سات شخصوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ تو ان میں سے حضرت سالم مدنیؒ (مسند احمد رقم الحدیث ۵۰۳۴) اور حضرت محارب بن دثار قاضیؒ کوفہ (مسند احمد رقم الحدیث ۶۹۹۲) نے سوال کر دیا: ماھذا؟ ظاہر ہے کہ ساری نماز میں رفع یدین بوقت رکوع اور بوقت قیام رکعت سوم ہی انوکھی بات دیکھی۔ اسی لیے اس کا سوال کیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس وقت رفع یدین کا بالکل رواج نہ تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی ہی تھی جیسے کوئی متواتر قراءت کی تلاوت کرتا تو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ اگر کوئی متواتر قراءت کے خلاف کوئی شاذ قراءت پڑھتا تو فوراً سننے والا پوچھتا: "ماھذا؟" یہ کیا ہے؟ الغرض رفع یدین نہ کرنا تعاملاً متواتر تھی اور رفع یدین عملاً شاذ۔
۳:۔ حضرت قاضی محارب بن دثارؒ کوفی تھے۔ انہوں نے کبھی کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مگر حضرت سالمؒ تو مدنی تھے اور خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے۔ ان کا سوال اس بات کی واضح

دلیل ہے کہ مدینہ میں کوئی رفع یدین نہیں کرتا تھا، بلکہ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی بھی یہ عادت نہ تھی، ورنہ بیٹا تو اعتراض نہ کرتا، کبھی ایک مرتبہ کی ہوگی اور ان سب نے دیکھ لیا، ورنہ عادت نہ تھی۔

۴:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ رفع یدین کی۔ جب اعتراض ہوا تو حدیث سنادی۔ اصولِ محدثین پر تو یہ حدیث موقوف ہے، کیونکہ اس کو مرفوع کرنے میں سالم منفرد ہے اور باقی چھ موقوفاً ہی روایت کرتے ہیں۔ جماعت کے خلاف سالم کا تفرد قابلِ حجت کیسے ہوسکتا ہے؟ اسی لیے امام ابوداؤد نے فرمایا ہے: ''لیس بمرفوع'' یہ مرفوع نہیں (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

۵:۔ حضرت سالمؒ بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے ورنہ ''ما ھٰذا؟'' کیوں فرماتے؟ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حدیث سنادی تو ایک آدھ بار انہوں نے بھی کی تو حضرت جابرؒ نے سوال کیا۔ فرماتے ہیں: ''فَسَألْتُ سَالِماً عن ذٰلك''۔ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ سے اس بارے سوال کیا۔ (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۰۶)۔ اس سے معلوم ہوا کہ عہدِ تابعین میں رفع یدین کی پوزیشن یہی تھی، جو متواتر قراءت کے خلاف کسی شاذ قراءت کی ہوتی ہے۔ ساری نماز میں اگر کوئی قابلِ اعتراض بات تھی تو یہی تھی۔

بیان رفع یدین کا ایک خاص داعیہ

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

ونفس نقل ابن عمر رفع اليدين يدل علىٰ أنه قد كان وقع الترك كثيراً. فاعتنى به كأنه يحيى سُنَّة. والا فمن يروى أنه ﷺ كان يركع ويسجد مثلاً فى الصلاة الا اذا دعا الحال فذقه ينفّس عنك كرباً ضاق بها الصدر. وليس فى حديثه الا ذكر الرفع لا غيره من صفة الصلاة. كما فى حديث غيره فلا يخلو من هٰذا الاشعار. فان فى مضٍ لمطمعاً (نیل الفرقدین مع بسط الیدین حاشیہ ص ۳۱)۔

حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (شاگرد حضرت کشمیریؒ) نے اس کو یوں فرماتے ہیں:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں قابلِ غور پہلو یہ ہے کہ اگر وہ نماز کی پوری تفصیلی کیفیت بیان فرماتے اور اس تفصیل میں ایک جزء رفع یدین بھی ہوتا تو اس کی نوعیت دوسری ہوتی اور سمجھا جاسکتا تھا کہ یہ بھی قابلِ ذکر بات ہے لیکن اس روایت میں یہ صورت نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عمرؓ تمام تفصیلات کو ترک کر کے صرف ایک جزء رفع یدین کو نقل کر رہے ہیں اور دونوں کے درمیان اس کی نفی بھی فرما رہے ہیں۔ جبکہ یہ ایک ایسا

جز ہے کہ اگر عہد رسالت میں رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت اس عمل کی مداومت تسلیم کرلی جائے تو ماننا پڑے گا کہ روزانہ فرض کی سترہ رکعتوں میں ۳۴ مرتبہ یہ عمل ہوتا تھا اور اگر سنن ونوافل کو بھی شامل کرلیا جائے تو روزانہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہوجائے گی۔ پھر جب یہ عمل اتنی کثرت سے کیا جارہا تھا تو نماز کی تمام کیفیات سے صرف نظر کرکے صرف اسی جز کو اہمیت سے بیان کرنا بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی تمام کیفیات کو چھوڑ کر یہ بیان کرے کہ عہد رسالت میں ہر رکعت میں دو سجدے ہوا کرتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ خاص صورتِ حال اور مخصوص داعیہ کے بغیر ایسی بات کا نقل کرنا، سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ اس لیے روایت میں ہر باذوق انسان کے لیے اشارہ واضح طور پر ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خصوصی احوال کے تقاضے میں اس پر زور فرماتے رہے۔ اور وہ خصوصی احوال یہ تھے کہ اس زمانہ میں رفع یدین کا عمل بالکل گوشۂ خمول میں چلا گیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف خصوصی توجہات مبذول فرمائیں تاکہ وہ چیز بالکل متروک نہ ہوجائے جسے وہ سنت سمجھ رہے ہیں''

(رفع یدین: مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۱۰۵)۔

حضرت مولانا فخر الدین احمد مزید فرماتے ہیں:

''حضرت ابن عمرؓ ترک رفع یدین کو خلافِ سنت نہیں سمجھتے تھے۔ اور سمجھ بھی نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ، خلفائے راشدین کا عمل اور صحابۂ کرام کا تعامل سب ان کے سامنے ہے اور اسی لیے وہ ترک رفع یدین بھی کرتے تھے جیسا کہ مجاہد کی روایت سے ثابت ہے۔ مسندِ حمیدی میں اور مسندِ ابوعوانہ میں تو اصح اسانید سے ثابت ہے لیکن جب انہوں نے یہ دیکھا کہ رفع یدین کا عمل بالکل معدوم ہوا جارہا ہے اور وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ عمل ہے تو انہوں نے احیاءِ سنت کے جذبہ کے تحت ایسا کیا'' (رفع یدین: مجموعہ مقالات ج ۳ ص ۱۰۷)۔

یہ روایت متواتر نہیں

۱:۔ جس طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے مرفوع کرنے میں حضرت سالمؒ منفرد ہیں اور اس حدیث کے سرے سے مرفوع وموقوف ہونے میں اختلاف ہے چہ جائیکہ اس کو متواتر کہا جائے، اسی طرح حضرت سالمؒ سے اس کو صحیح سند سے صرف زہریؒ روایت کرتے ہیں۔ اس لیے اس کو متواتر کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ جو لوگ عوام میں یہ غلط فہمی پھیلاتے ہیں کہ حدیثِ رفع

یدین متواتر ہے اور متواتر کا تارک کافر ہوتا ہے۔اس رفع یدین کا حال تواتر کا نہیں بلکہ عملاً شذوذ کا سا حال ہے۔یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے:

۱۔ وضو میں جناب رسول اللہ ﷺ کا مسواک فرمانا محدثین کے نزدیک متواتر ہے مگر پھر بھی اس کا تارک نہ کافر ہے اور نہ بے وضو۔

۲۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ دوہری اقامت حضرت بلالؓ سے متواتر ہے (طحاوی ج ۱ ص ۱۷۵ تحت رقم ۸۰۵ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔مگر غیر مقلدین کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

۳۔ نمازوں میں امام کا جہری فاتحہ سے پہلے بسم اللہ شریف کا آہستہ پڑھنا جناب رسول اللہ ﷺ سے متواتر ہے (طحاوی ج ۱ ص ۲۶۰ تحت رقم ۱۱۶۰) مگر غیر مقلدین کا مذہب اس کے خلاف ہے۔

۴۔ جوتے پہن کر نماز پڑھنا تواتر سے ثابت ہے (طحاوی ج ۱ ص ۳۴۳ طبع پاکستان)، مگر غیر مقلدین اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں اور نہ مستحب۔

۲:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدینہ منورہ میں آباد رہے۔اس لیے ان کی حدیث مدنی سند سے مروی ہے۔

حضرت امام مالکؒ عالی سند سے (مالك عن نافع عن ابن عمرؓ) اس کو موقوف روایت کرتے ہیں اور ہاتھ اٹھانے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے وقت کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور رکوع سے اُٹھتے وقت اس سے بھی کم۔اور رکوع جانے سے پہلے رفع یدین کا ذکر ہی نہیں کرتے۔(مؤطا امام مالک رقم ۲۰۵؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۰)

حضرت امام مالکؒ سندِ نازل سے (مالك عن زهری عن سالم عن ابن عمر رضی اللہ عنہ) اس کو مرفوع روایت کرتے ہیں مگر مختلف الفاظ سے۔امام مالکؒ سے تقریباً بتیس (۳۲) شاگرد اس حدیث کو روایت کرتے ہیں۔

۱۔ جن میں سے اٹھارہ (۱۸) شاگرد رکوع کو جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں۔ ان میں سے سترہ (۱۷) شاگرد "رَفَعَ يَدَيْهِ" بیان کرتے ہیں۔اور ایک شاگرد عبداللہ بن مسلمہؒ "يَرْفَعُ يَدَيْهِ" بیان کرتا ہے۔

۲۔ بارہ (۱۲) شاگرد رکوع سے پہلے رفع یدین بیان نہیں کرتے۔صرف رکوع سے اٹھنے کی رفع یدین بیان کرتے ہیں۔

۳۔ دو (۲) شاگرد صاحبؒ مدونۃ الکبریٰ اور عبداللہ بن عون الخرازؒ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین روایت کرتے ہیں اور تحریمہ کے بعد کی رفع یدین کی نفی کرتے ہیں۔مدونۃ الکبریٰ کے الفاظ یوں ہیں: "ان رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح التكبير

للصلوٰۃ"۔ (مدوّنہ کبریٰ ج ۱ ص ۷۱ طبع قدیم)۔ "رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب آپ ﷺ نماز تکبیرِ تحریمہ سے شروع کرتے تھے"۔ اس میں جزاء مقدم اور شرط مؤخر ہے جو حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ اور عبد اللہ بن عون الخراز کی حدیث کے الفاظ یوں ہیں: "ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود"۔ (خلافیات للبیہقی۔ نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۹)۔ "جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے"۔ اس حدیث میں ثم لا یعود کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ تکبیرِ تحریمہ کے بعد کسی جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

گویا حضرت امام مالکؒ کی اس روایت میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کرنا تو بلا معارضہ ثابت ہے۔ لیکن رکوع کی رفع یدین کے بارے میں احادیث متعارض ہیں۔ ہاں امام مالکؒ نے یہ بات بھی واضح فرمادی کہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت تو رفع یدین کرنا عملاً متواتر ہے مگر تحریمہ کے بعد رکوع، سجدہ وغیرہ میں رفع یدین نہ کرنا عملاً متواتر ہے۔ حضرت امام مالکؒ تکبیرِ تحریمہ کے بعد رفع یدین کرنے کو پہچانتے تک نہیں (الْمُدَوَّنَۃُ الْکُبْرٰی ج ۱ ص ۷۱ طبع مصر؛ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ)۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام مالکؒ کے اساتذہ، آپؒ کے ساتھی اور آپؒ کے تمام شاگرد بھی اگرچہ رفع یدین کی روایت کو بیان کرتے تھے مگر خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ ورنہ حضرت امام مالکؒ سالبہ کلیہ استعمال نہ فرماتے کہ میں کسی کو نہیں پہچانتا جو تحریمہ کے بعد رفع یدین کرتا ہو۔ مدونۃ الکبریٰ کے الفاظ یہ ہیں: "قال مالک رحمہ اللہ لا أعرف رفع الیدین فی شئ من تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض و لا فی رفع إلّا فی افتتاح الصلوٰۃ. قال ابن قاسم وکان رفع الیدین عند مالک ضعیفا" (الْمُدَوَّنَۃُ الْکُبْرٰی ج ۱ ص ۷۱ طبع مصر؛ ج ۱ ص ۱۶۵ طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۶ھ)۔ "امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نماز کی ابتداء کے علاوہ کسی تکبیر یا اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کو نہیں جانتا۔ ابن قاسمؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ ابتدائی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے مسلک کو ضعیف قرار دیتے تھے"۔ حضرت امام مالکؒ کے نہ پہچاننے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس حدیث کو جانتے نہ تھے، کیونکہ اس حدیث کو انہوں نے اپنے دس (۱۰) ساتھیوں کے ساتھ اپنے استاد سے سنا اور خود چھبیس (۲۶) شاگردوں کو یہ حدیث سنائی، بلکہ مطلب یہ تھا کہ کسی ایسے آدمی کو میں نہیں پہچانتا جو اس پر عمل کرتا ہو۔

۳:۔ حضرت امام زہریؒ کے دوسرے شاگرد اس حدیث میں امام سفیان بن عیینہ مکیؒ ہیں۔ ان سے

بھی تقریباً بتیس (۳۲) شاگرد ہی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں مگر سب کے سب اذا رکعواذارفع رأسه من الرکوع کی شرط تو روایت کرتے ہیں مگر رفع یدیھیا یرفع یدیه کی جزاء بیان نہیں کرتے بلکہ مسندِ حمیدی اور صحیح ابوعوانہ میں جزاء فلا یرفعیالایرفعهما ہے۔ البتہ عملی تواتر مکہ مکرمہ میں بھی ترکِ رفع یدین پر رہا جیسا کہ میمون مکیؒ سے ابوداؤد (رقم الحدیث ۷۳۹) میں سالبہ کلیہ ہے۔ صلّٰی صلوٰۃً لم أر أحداً یصلیھا۔ کہ میں نے یہ رفع یدین والی نماز پڑھتے کسی کو کبھی دیکھا ہی نہیں (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۵۴۹، ۵۵۰)۔

تعامل اہل مدینہ اور حدیث عبداللہ بن عمرؓ

فقہ مالکی کا دارومدار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات پر ہوتا ہے۔ حضرت امام مالکؒ مدینہ منورہ کے امام ہیں۔ حج کے لیے مکہ مکرمہ بھی تشریف لے گئے اور یہ دونوں وہ مقدس شہر ہیں جہاں دنیائے اسلام سے ہر مذہب و مسلک کے لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ حضرت امام مالکؒ کی یہ شہادت نہایت وقیع ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں رفع یدین تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ بالکل متروک تھی۔ حضرت امام مالکؒ کی اس شہادت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس حدیث کے چھتیس (۳۶) راوی بھی رفع یدین نہیں کرتے تھے کیونکہ حضرت امام مالکؒ ان سب کو جانتے تھے۔ اگر ان میں سے کوئی رفع یدین کرتا ہوتا تو حضرت امام مالکؒ کبھی یہ نہ فرماتے کہ میں اس رفع یدین کو پہچانتا تک نہیں۔

حضرت امام مالکؒ نے جو اس حدیث کو ضعیف فرمایا۔ اس کے تین مطلب ہو سکتے ہیں:

۱۔ اس کے مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف ہے، جو موجب ضعف ہے۔

۲۔ اس کے متن میں اضطراب ہے اور اضطراب موجب ضعف ہے۔

۳۔ یہ خیر القرون کے متواتر تعامل کے خلاف عملاً شاذ ہے اور شذوذ موجب ضعف ہے۔

حدیث عبداللہ بن عمرؓ کے طرق

حدیث ابن عمرؓ کے طرق کی تفصیل یوں ہے:

۱۔ مدوّنۃ الکبریٰ (ج ۱ ص ۷۱) میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ اسی روایت کی بنا پر حضرت امام مالکؒ نے ترکِ رفع یدین اختیار کیا ہے۔

۲۔ امام بخاریؒ کے استاد امام حمیدیؒ کی مسند حمیدی (رقم ۶۱۴) اور صحیح ابوعوانہ (رقم ۱۲۵۱ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت) میں تکبیر تحریمہ کے سوا باقی مقامات میں رفع یدین کی نفی ہے۔

۳۔ مؤطا امام مالک (رقم ۲۰۰، ۲۰۵) کی روایت میں صرف دو جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت۔ سجدوں میں رفع یدین کی نفی ہے۔

۴۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۶) اور مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸) کی روایت میں تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے۔ سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہے۔

۵۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۹) کی ایک روایت میں ان تین جگہوں کے علاوہ تیسری رکعت میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔

۶۔ امام بخاری کے رسالے "جزء رفع یدین" (رقم ۱۳، ۱۴) اور (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۲۱ رقم ۲۵۹۰) کی روایت میں ان چار جگہوں کے علاوہ سجدے کے لیے رفع یدین کا ذکر ہے۔

۷۔ امام طحاویؒ کی "مشکل الآثار" کی روایت میں ہر اونچ نیچ (کل خفض و رفع) رکوع و سجود، قیام وقعود اور سجدوں کے درمیان رفع یدین کا ذکر ہے (تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار ج ۲ ص ۲۰ طبع ریاض؛ فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹؛ معارف السنن ج ۲ ص ۴۷۴)۔

۸۔ عن عبد الرزاق عن ابن جریج عن نافع: أن ابن عمر کان یکبر بیدیه حین یستفتح، وحین یرکع، وحین یقول: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، وحین یرفع رأسهٗ من الرکوع، وحین یستوی قائماً۔ قلتُ لنافع: أکان ابن عمر ﷺ یجعل الأول أرفعهنّ، قال: لا۔

(جزء رفع یدین بخاری رقم ۴۰؛ مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۳، ۴۴ رقم ۲۵۲۳)۔

حضرت امام نافع فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ تکبیر کہتے تھے، جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سیدھے کھڑے ہو جاتے"۔ حضرت ابن جریجؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت نافع سے پوچھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں ہاتھ زیادہ اونچا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔

وعند أبی داؤد قال: لا۔ سواءً۔ قلتُ: أشر لی۔ فأشار الی الثديين، أو أسفل من ذٰلك۔ (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ برابر کرتے تھے۔ میں نے کہا: میرے لیے اشارہ کر کے بتلا دیجیے۔ تو انہوں نے پستانوں تک یا اس سے ذرا نیچے اشارہ کر کے بتلایا۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اس پر فرماتے ہیں:

وهذا يدلّ على أن ابن عمر كان علماً فيه، وعلى خمول المسألة. والا فمن يطلب الوصف الفعلي في الأمر الشهير المستطير. (نيل الفرقدين ص۵)

یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے متعلق علم تھا۔ اور یہ مسئلہ زاویۂ خمول میں تھا۔ ورنہ ایک ایسے مسئلہ میں جو مشہور و معروف ہو، کون وصفِ فعلی کو طلب کرتا ہے؟

حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متن میں اضطراب

اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔

۱:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس حدیث میں جناب رسول اللہ ﷺ کا سجدوں کے وقت رفع یدین کرنا بھی صحیح سند اور ماضی استمراری کے ساتھ ثابت ہے (جزء رفع یدین رقم ۱۳، ۱۴؛ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۲۲ رقم ۲۵۹۰؛ تحفۃ الاخیار بترتیب شرح مشکل الآثار طحاوی ج ۲ ص ۲۰ طبع ریاض)۔ اور بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) اور مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸) کی روایت میں سجدوں کے درمیان رفع یدین کی نفی ہے۔ جب دونوں سندیں صحیح ہیں۔ تو اب دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو دونوں میں تعارض مان کر دونوں کو ساقط مانا جائے۔ پھر بھی اصل تو ترکِ رفع یدین ہی رہا۔ اس لیے سجدوں کے وقت رفع یدین کا نہ کرنا ہی معمول بہا رہا۔

۲:۔ اسی طرح اس حدیث میں رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا بھی ثابت ہے۔ اور پہلی تکبیر کے بعد ہر جگہ رفع یدین کا ترک بھی ثابت ہے (مسند حمیدی رقم ۶۱۴؛ صحیح ابوعوانہ رقم ۱۲۵۱؛ المدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۸؛ الخلافیات بیہقی)۔ یہاں بھی تطبیق کی یہی صورت ہے کہ رفع یدین کی اور پھر چھوڑ دی۔ اس لیے ہم نے بھی چھوڑ دی۔ اور اگر بالفرض کوئی تعارض ہی مانے تو بھی اصل عدمِ رفع ہی ہوگی۔

۳:۔ تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین تمام احادیث میں ہے اور اس کے چھوڑنے کی ایک بھی حدیث نہیں۔ اس لیے اس کو کسی نے بھی نہیں چھوڑا۔

۴:۔ خلاصہ تمام متون کا یہ نکلا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کی۔ پھر چھوڑ دی۔ سب نے چھوڑ دی۔ اسی طرح رکوع کی رفع یدین کی۔ پھر چھوڑ دی۔ ہم نے بھی چھوڑ دی۔ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کی اور چھوڑی نہیں۔ ہم نے بھی نہیں چھوڑی۔

۵:۔ حضرت امام اوزاعیؒ بھی رفع یدین منسوخ سمجھتے تھے جیسا کہ حضرت امام بخاری فرماتے ہیں:

حدثنا فديك بن سليمان ابو عيسىٰ قال: يا ابا عمرو ما تقول في رفع الايدي مع كل تكبيرةٍ وهو قائم في الصلوٰة قال: ذٰلك الامر الاول. (جزء رفع اليدين رقم ۱۰۶)

حضرت فدیک بن سلیمان ابو عیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: ''اے ابو عمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟'' امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے''۔

حدیث عبداللہ بن عمرؓ ترک رفع یدین کی دلیل

یہ حدیث دراصل ترک رفع یدین کی دلیل ہے کیونکہ ''إِذَا'' کی جزاء محذوف تھی۔ عبارت اس طرح تھی۔ ''إِذَا أَرَادَ أَنْ يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع فلا يرفعهما'' (مسند حمیدی رقم ۶۱۴؛ صحیح ابو عوانہ رقم ۱۲۵۱ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)۔ بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس حدیث کی جو تخریج کی ہے اس میں جزاء مذکور نہیں۔ بعض نے شرط کی جزاء ''رفعهما كذلك ايضاً'' ذکر کی ہے لیکن مسند حمیدی (رقم ۶۱۴) اور صحیح ابو عوانہ (رقم ۱۲۵۱) کی روایت میں جزاء ''لا يرفعهما'' مذکور ہے۔ صحیح ابو عوانہ کی حدیثیں صحیح ہیں۔ جب حدیث کی صحیح کتابوں سے ''لا يرفعهما'' کی جزاء بھی ثابت ہے۔ تو رفع یدین کی روایت ہی حتمی نہ رہی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل

قاعدہ یہ ہے کہ جس حدیث کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہو، جس کو وہ بیان کر رہا ہے تو وہ حدیث قابلِ قبول نہیں ہوتی۔ چنانچہ قواعد فی علوم الحدیث میں ہے: ''راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا یہ اس کا موجب ہوتا ہے کہ اس راویت پر عمل نہیں ہوگا۔ یہی احناف کا اصول ہے''۔ (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔ اور صحابیؓ کے بارے میں ہے: ''صحابہ یا کسی صحابی کا اپنی حدیث کے خلاف عمل کرنا اس حدیث کو مطعون بنا دیتا ہے'' (قواعد فی علوم الحدیث ص ۲۰۲)۔

اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع یدین پر تھا۔

۱ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ترکِ رفع یدین کی روایت کا موجود ہے۔ (صحیح ابو عوانہ رقم ۱۲۵۱؛ مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷، رقم ۶۱۴؛ مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۷۱)۔

۲ اس حدیث کو بیان کرنے والے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور وہ خود رفع یدین نہیں کرتے تھے بلکہ ان کا اپنا عمل ترک رفع یدین پر تھا (طحاوی رقم الحدیث ۱۳۲۳؛ مصنف ابن

ابی شیبہ رقم ۲۴۶۷؛ مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ دیکھیے ۴.۷.۸.۱،۴.۵)۔

ان آثار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے۔حضرت امام طحاویؒ فرماتے ہیں: ''یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ہاتھ اٹھاتے دیکھا۔پھر آپ ﷺ نے اس کو ترک کر دیا۔انہوں نے رفع یدین کو اسی لیے ترک کیا ہے کہ ان کے پاس اپنی روایت کے منسوخ کا ثبوت پہنچ گیا تھا۔آپؓ کے اس عمل سے رفع یدین کرنے والوں پر حجت قائم ہو گئی''

(طحاوی تحت حدیث رقم ۱۳۲۳)

وہ کام جو انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا منسوخ ہو چکا ہے۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو رفع یدین کی روایات مروی ہیں۔وہ ابتدائے اسلام کے زمانے کی ہیں جس کو آپؓ نے بعد میں ترک کر دیا تھا۔اس کی دلیل یہ بھی ہے

۱۔ حافظ ابن حجرؒ رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی دو حدیثیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: ''ان الجمع بين الروايتين ممكن، وهو أنه لم يكن يراه واجباً. ففعله تارةً وتركه أخرىٰ'' (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۵) یعنی دونوں روایتوں کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے ایک بار رفع یدین کیا، دوسری بار چھوڑ دیا۔

۲۔ مولانا محمد اسماعیل یمانی غیر مقلد نے حضرت ابن عمرؓ کی مرویات میں یہی تطبیق دی ہے

(سبل السلام شرح بلوغ المرام ج ۱ ص ۲۵۸)

۳۔ حضرت ملا علی قاریؒ بھی ترک رفع یدین کی ایک روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''وقد صح عنه خلاف ذٰلك فيحمل علىٰ نسخ الأول. فتأمل!'' (موضوعات کبیر ص ۱۷۵)

۔''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر رفع یدین کرنے کے خلاف ثابت ہو چکا ہے۔تو اب یہ اس بات پر محمول ہوگا کہ (رفع یدین کرنے کی) پہلی حدیث منسوخ ہے''۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا رفع یدین کرنا تو یہ ایک آدھ دفعہ کا فعل تھا۔جب تک ان کے نزدیک اس کا منسوخ ہونا محقق نہ ہوا تھا۔کیونکہ اگر رفع یدین کرنا آپؓ کی عادت ہوتی تو آپؓ کے فرزندِ ارجمند حضرت سالمؒ جو دن رات آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے تھے۔وہ اس رفع یدین کے بارے ''ما هٰذا؟'' (یہ کیا ہے؟) کہہ کر تعجب کا اظہار نہ فرماتے (مسند احمد رقم ۵۰۳۴)۔

یہ روایت مرجوح ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے اگر رفع یدین کی روایت صحیح بھی تسلیم کر لی جائے، تب بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کے مقابلہ میں یہ مرجوح ہے کیونکہ جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات کا اختلاف ہو جائے تو محدثین کرامؒ کے ہاں ترجیح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو ہوتی ہے۔ چنانچہ علامہ احمد محمد شاکر فرماتے ہیں: ''مستدرک حاکم (ج ۱ ص ۱۳۹) میں ہے کہ حضرت علی بن مدینیؒ اور حضرت یحییٰ بن معینؒ کا مناظرہ ہوا۔ علی بن مدینی نے فرمایا: مس ذکر سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ ابن معین نے فرمایا: ٹوٹ جاتا ہے۔ نتیجہ یہاں تک پہنچا کہ ابن مدینی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث پیش کی اور ابن معین نے حضرت ابن عمرؓ کی حدیث پیش کی۔ حضرت ابن مدینی نے فرمایا: جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اجتماع ہو جائے اور پھر اختلاف کریں تو ترجیح حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو ہوگی۔ اور حضرت ابن معین خاموش ہو گئے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے علی بن مدینیؒ کی تصدیق کی۔

(شرح ترمذی، علامہ شاکر، ج ۱ ص ۱۲۸؛ مستدرک حاکم ج ۱ ص ۱۳۹)

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اسے بسط الیدین میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''واذا اجتمع ابن مسعود وابن عمر واختلفا، فابن مسعود اولیٰ ان یتبع. فقال له احمد: نعم. الدارقطنی ج ۱ ص ۵۵، والعارضة والمستدرک ج ۱ ص ۱۳۹''

(بسط الیدین ص ۵۹ طبع قدیم؛ نیل الفرقدین مع حاشیۃ بسط الیدین ص ۱۶۶ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

مجتہدین کی طرف رجوع

الغرض حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں رفع یدین کا ذکر بھی ہے اور ترکِ رفع یدین کا ذکر بھی ہے۔ اس اختلاف کا حل غیر مقلدین کے اصول پر تو یہ ہے کہ وہ کسی صحیح اور صریح حدیث میں رفع یدین کے لیے واجب یا سنت مؤکدہ کا لفظ دکھا دیں یا کسی صحیح صریح حدیث سے دکھا دیں کہ رفع یدین کرنے کی حدیث صحیح ہے اور نہ کرنے کی ضعیف ہے کیونکہ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی غیر معصوم امتی کا قول حجت نہیں۔

اہل سنت والجماعت کے نزدیک جب کتاب وسنت میں مسئلہ نہ ملے تو اجماع اور اجتہاد کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ ہم نے جب ان کی طرف رجوع کیا تو اس حدیث کے مرکزی راوی حضرت امام مالکؒ نے بتایا: ''میں کسی رفع یدین کرنے والے کو نہیں پہچانتا''۔ جس سے معلوم ہوا کہ عمل

ترکِ رفع یدین پر جاری رہا، نہ کہ رفع یدین پر۔

خیرالقرون کے مجتہد حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بھی ترک رفع یدین کو ہی اختیار فرمایا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کا جب امام اوزاعیؒ کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ تو امام اوزاعیؒ نے یہی حدیث پیش کی (مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۹۷ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ۴۔ ۱۲)۔ اس مناظرہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام اوزاعیؒ کی توجہ اس نکتہ کی طرف مرکوز کرائی کہ محدث اور فقیہ کے فرق کو ملحوظ رکھو۔ محدث ہر قسم کی احادیث کو جمع کرتا ہے۔ صحیح ہوں یا ضعیف، ناسخ ہوں یا منسوخ۔ اس کے برعکس فقیہ صرف ان احادیث کو لیتا ہے جس پر عمل جاری ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی قولی حدیث کی طرف رجوع

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی مرفوع حدیثوں میں تعارض معلوم ہے اور آپؓ کے عمل میں بھی۔ تعارض کے وقت دونوں قسم کی روایات ساقط ہو جائیں گی۔ تو پھر ترکِ رفع یدین ہی ثابت ہو گا۔ اس صورت میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث کو دیکھا جائے گا۔

عن ابن عباسٍ وابن عمرَ عن النبی ﷺ قال: "ترفع الایدی فی سبع مواطن، افتتاح الصلوة، واستقبال البیتِ، والصفا والمروةِ، والموقفین، وعند الحجرِ"

(مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۵؛ طحاوی رقم ۳۷۴۰)۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "رفع یدین سات مقامات پر کیا جائے: (۱) نماز کے شروع میں، (۲) بیت اللہ کی زیارت کے وقت، (۳) صفا پر، (۴) مروہ پر، (۵) عرفات اور (۶) مزدلفہ میں وقوف کے وقت اور (۷) رمی جمار کے وقت"۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے رکوع کی رفع یدین کی کوئی قولی حدیث منقول نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی قولی حدیث تعارض سے پاک ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صرف تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین ہی باقی رہی ہے۔ جب قولی اور فعلی حدیث میں تعارض آ جائے تو اصولِ حدیث کی رو سے ترجیح قولی حدیث کو ہوتی ہے (مقدمہ نووی شرح مسلم)۔

حدیث حضرت مالک بن حویرثؓ اور اس کا جواب

حضرت ابوقلابہؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت مالک بن حویرثؓ کو دیکھا۔ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے۔ اور جب رکوع کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع

سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے۔ اور حدیث سناتے کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی ایسا کرتے تھے (بخاری ج۱ ص ۱۰۲، رقم ۷۳۷)۔

جواب:۔

حضرت مالک بن حویرثؓ کی تعلیمِ صلوٰۃ والی حدیث میں رفع یدین نہیں

حضرت مالک بن الحویرثؓ وہ صحابی ہیں جو آپ ﷺ کے پاس پوری زندگی میں صرف بیس راتیں رہے (بخاری ج۱ ص ۸۸، ۹۵)۔ پھر جب حضرت مالک بن الحویرثؓ کے گھر جانے کا وقت آیا تو آپ ﷺ سے حضرت مالک بن الحویرثؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہا: "آپ کچھ ارشاد فرمائیں تا کہ ہم پچھلے لوگوں کو جا کر بتائیں (بخاری ج۱ ص ۸۸)۔ تو آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا۔ اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ "صلوا کما رأیتمونی اصلی" (بخاری ج۱ ص ۸۸) کہ نماز پڑھو جس طرح مجھ کو نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔

چنانچہ حضرت مالک بن الحویرثؓ واپس لوٹے تو بخاری شریف (ج۱ ص ۱۱۳) میں ہے کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "کیا میں تم کو جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (پڑھ کر) نہ بتلاؤں؟" چنانچہ جب نماز پڑھ کر دکھادی تو اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا۔ صرف تکبیر کہی۔ حدیث ملاحظہ فرمائیں۔

عْن أبي قِلابَةَ: أنَّ مَالِكَ بْنَ الْحُوَيرِثِ قال لأصحابه: ألا أُنَبِّئُكُمْ صَلٰوةَ رَسُولِ اللهِ ﷺ؟ قال: وذاك فِي غَيْرِ حِيْنِ صَلٰوةٍ، فقَامَ، ثُمَّ رَكَعَ فَكَبَّرَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ، فَقَامَ هُنَيَّةً، ثُمَّ سَجَدَ، ثُمَّ رَفَعَ رَأسَهُ هُنَيَّةً۔ الحديث (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸، ۸۱۹)

حضرت ابوقلابہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرثؓ نے اپنے دوستوں سے فرمایا: "کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتلاؤں؟" ابوقلابہؒ کہتے ہیں: "وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔ لہٰذا وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر کہی۔ اس کے بعد اپنا سر اٹھایا، اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔

اس حدیث میں حضرت مالک بن الحویرثؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھائی۔ مگر اس میں رفع یدین بالکل نہیں کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں نہ کرتے تھے۔

مکمل روایت نسائی اور مسند احمد میں ہے

یہ روایت غیر مقلدین کے مؤقف کے مطابق ہے ہی نہیں۔ جب اس سے پورا مؤقف ہی واضح نہیں ہوتا تو اسے پیش کرنے کا کیا معنیٰ؟ غیر مقلدین تیسری رکعت کی ابتدا میں بھی رفع یدین کرتے ہیں اور اس رفع یدین کا ذکر اس حدیث میں نہیں ہے۔ غیر مقلدین سجدوں میں رفع یدین نہیں کرتے بلکہ اس کی نفی کرتے ہیں جبکہ اس روایت میں سجدوں کی رفع یدین کی نفی بھی نہیں ہے۔ بلکہ اس حدیث میں سجدوں کی رفع یدین کا اثبات بھی ہے۔

امام بخاریؒ نے یہ حدیث مکمل بیان نہیں فرمائی۔ مکمل روایت نسائی اور مسند احمد میں ہے جس میں سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کرنے کے الفاظ ہیں۔

۱:۔ أخبرنا محمد بن المُثَنّٰی، قال: حَدَّثَنَا معاذُ بنُ هشامٍ، قال حدثنی أبی، عن قتادةَ عن نصرِ بنِ عاصمٍ عن مالك بن الحويرثِ: أنّ نبیَّ اللهِ ﷺ كان اذا دخل فی الصلاةِ رفع یدیهِ واذا ركع فعل مثل ذٰلكَ، واذا رفع رأسه من الركوع فعل مثل ذٰلك، واذا رفع رأسه من السجودِ فعل مثل ذٰلكَ، كُلُّه. یعنی: رفع یدیه ۔۔ (صحیح ۔نسائی، باب: رفع الیدین عند الرفع من السجدة الأولی، رقم الحدیث ۱۱۴۳؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)

ترجمہ:۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں: بیشک جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ اور جب رکوع کرتے، اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو ان سب مقامات میں رفع یدین کرتے تھے۔

۲:۔ أخبرنا محمد بن المُثَنّٰی، قال: حَدَثَنَا ابنُ أَبِی عَدِیٍّ، عَنْ شُعْبَةَ، عن قَتَادَةَ، عن نصر بن عاصمٍ، عن مالک بن الحویرثِ: أنَهٗ رَأَی النبیَّ ﷺ رفع یدیه فی صلٰوته، واذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع، واذا سجد، واذا رفع رأسه من السجودِ حتّٰی یحاذیَ بهما فروعَ أذُنَیهِ (صحیح ،نسائی باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۵؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)۔

ترجمہ حضرت مالک بن الحویرثؓ فرماتے ہیں کہ: ''انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز کے شروع میں، رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر، رفع یدین کرتے دیکھا''۔

۳:۔ أخبرنا محمد بن المُثَنّٰی، قال: حَدَّثَنَا عبد الأعلیٰ، قال: حدثنا سعیدٌ عن قتادةَ عن

نصرِ بنِ عاصمٍ عن مالك بن الحويرثِ: أنّهٗ رأى نبيّ الله ﷺ رفع يديه. فذكر مثْلَهٗ.
(صحیح۔نسائی، باب: رفع اليدين للسجود رقم الحديث ۱۰۸۶؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)۔

۴:۔ أخبرنا محمد بن المثنّٰى، قال: حَدَّثَنَا معاذُ بنُ هشامٍ، قال حدثني أبي، عن قتادةَ عن، نصرِ بنِ عاصمٍ عن مالك بن الحويرثِ: أنّ نبيّ الله ﷺ كان اذا دخل في الصلاةِ..... فذكر نحوَهٗ. وزاد فيه: واذا ركع فعل مثل ذٰلكَ، واذا رفع رأْسه من الركوع فعل مثل ذٰلك، واذا رفع رأْسه من السجودِ فعل مثل ذٰلك۔ (صحیح۔نسائی، باب: رفع اليدين للسجود رقم الحديث ۱۰۸۷؛ طبع مکتبۃ المعارف، ریاض ۱۴۲۹ھ)۔

۵:۔ حَدَّثَنَا عبد الله، حدثني أبي، ثنا محمد بن جعفر، حدثنا سعيدٌ عن قتادةَ عن نصرِ بنِ عاصمٍ عن مالك بن الحويرثِ: أنّهٗ رأى رسول الله ﷺ يرفع يديه اذا أراد أن يركع، واذا رفع رأْسه من الركوع، واذا رفع رأْسه من السجودِ حتى يحاذي بهما فروع أذنيه
(مسند احمد رقم الحديث ۱۵۱۷۷)۔

۶:۔ حَدَّثَنَا عبد الله، حدثني أبي، ثنا محمد بن جعفر، حدثنا سعيدٌ عن قتادةَ عن نصرِ بنِ عاصمٍ عن مالك بن الحويرثِ: أنّهٗ رأى نبي الله ﷺ يرفع يديه في صلاته اذا رفع رأْسه من الركوع، واذا سجد، واذا رفع رأْسه من سجودِهٖ حتى يحاذي بهما فروع أذنيه۔
(مسند احمد رقم الحديث ۱۵۱۷۳)

۷:۔ حَدَّثَنَا عبد الله، حدثني أبي، ثنا عفانُ، ثنا همام، ثنا قتادةَ عن نصرِ بنِ عاصمٍ عن مالك بن الحويرثِ: أنّ النبي ﷺ كان يرفع يديه حيال فروع أذنيه في الركوع والسجود۔ (مسند احمد ج ۵ ص ۵۳ رقم الحديث ۲۰۰۱۴)

۸:۔ حدثنا الصائغ بمكة قال: ثنا عفان قال: ثنا همام قال: أنبأ قتادة باسناده: "أن النبي ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ"۔ (مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۴۳۶ رقم ۱۲۶۳ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، لبنان ۲۰۱۰ء)

"نبی ﷺ کانوں تک رکوع اور سجدے میں رفع یدین کرتے تھے"۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: بہت زیادہ صحیح روایت جس پر میں مطلع ہوا ہوں وہ ہے جو نسائیؒ نے روایت کی ہے جس میں رفع یدین فی السجود کا ذکر ہے۔ اور سعید بن ابی عروبہؒ اس کے روایت کرنے میں منفرد نہیں بلکہ ہمام عن قتادہ اس کے متابع ہیں۔ اس کو ابو عوانہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۹ طبع دار السلام، ریاض)۔ مسند احمد میں یہی روایت مختلف سندوں سے روایت

کی گئی ہے ملاحظہ فرمائیں: مسند احمد ج ۴ ص ۵۲۴، ۵۲۵ (طبع احیاء السنۃ گرجاکھ، گوجرانوالہ تحقیق مشہور غیر مقلد محمد خالد گرجاکھی)۔ اسی طرح علامہ ابن حزم ظاہری نے بھی حضرت مالک بن حویرث ؓ کی حدیث میں سجدوں کی رفع یدین کو تسلیم کیا ہے (محلی ابن حزم ج ۳ ص ۸)۔ بلکہ علامہ ابن حزم نے رفع یدین کی کچھ روایات بیان کی ہیں جن میں سجدوں کی رفع یدین بھی موجود ہے۔ انہیں روایات کے بارے میں علامہ ابن حزمؒ فرماتے ہیں:

"قال علي: فهذه آثار متظاهرة متواتر عن ابن عمر، وأبي حميد وأبي قتادة، ووائل بن حجر، ومالك بن الحويرث، وأنس وسواهم من أصحاب رسول الله ﷺ، وهذا يوجب يقين العلم" (محلی ابن حزم ج ۳ ص ۹)۔

اس عبارت میں علامہ ابن حزم ظاہریؒ نے رفع یدین کی روایات کو متواتر قرار دیا ہے اور ان میں سجدوں کی رفع یدین بھی موجود ہے۔ تو ابن حزم کے نزدیک سجدوں کی رفع یدین متواتر ہوئی۔ غیر مقلدین سجدوں کی رفع یدین کے منکر ہو کر متواترات کا انکار کرتے ہیں۔

اس حدیث میں حضرت قتادہؒ کے بہت سے شاگرد سجدہ کرتے وقت یا سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین بیان کرتے ہیں:

۱:۔ نسائی کی پہلی اور چوتھی احادیث جو ہم نے اس مقام پر بیان کی ہے۔ اس میں ہشامؒ نے اپنے استاذ قتادہؒ سے رفع یدین بین السجدتین کا ذکر کیا ہے۔

۲:۔ دوسری حدیث میں شعبہؒ نے قتادہؒ سے یہی بات نقل کی ہے۔

۳:۔ تیسری، پانچویں اور چھٹی احادیث میں سعیدؒ اپنے استاذ قتادہؒ سے رفع یدین بین السجدتین کا ذکر کرتے ہیں۔

۴:۔ ساتویں اور آٹھویں احادیث میں ہمام اپنے استاد قتادہؒ سے رفع یدین بین السجدتین کا ذکر کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے مسند ابوعوانہ کے حوالہ سے سعیدؒ کا ایک متابع ہمامؒ بتایا ہے، حالانکہ یہ ہمامؒ مسند احمد (ج ۵ ص ۵۳ رقم الحدیث ۲۰۰۱۴) میں بھی ہیں۔ اس کے علاوہ سعیدؒ کے متابع شعبہؒ اور ہشامؒ بھی خود نسائی میں موجود ہیں جن پر حافظ ابن حجرؒ کی نظر نہیں پڑی۔ جناب محمد خالد گرجاکھیؒ غیر مقلد نے بھی اپنی کتاب جزء رفع یدین (ص ۹۲ تا ۹۵) میں یہ روایات ذکر کی ہیں۔ اسی طرح مشہور غیر مقلد علامہ احمد محمد شاکرؒ فرماتے ہیں: ''علامہ ابن حزمؒ نے رفع یدین بین السجدتین کی روایات کو صحیح قرار دیا ہے۔ محدث ابن القطانؒ نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ یہی حق اور صواب ہے جس

پر ہمارا عمل ہے۔ محلّی ابن حزم ج ۴ ص ۸۷ تا ۹۵ کے مقام پر ہماری تعلیقات کا مطالعہ کریں' (تعلیقات شاکر علی الترمذی ج ۲ ص ۴۲ تا ۴۳)۔ (مزید تحقیق ۲.۲.۷ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کے طرق

۱۔ حضرت ابوقلابہؒ روایت کرتے ہیں کہ حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے دوستوں سے فرمایا: ''کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز (کی کیفیت) بتلاؤں؟'' ابوقلابہؒ کہتے ہیں: ''وہ وقت کسی فرض نماز کا نہ تھا۔ لہٰذا وہ کھڑے ہو گئے۔ پھر انہوں نے رکوع کیا اور تکبیر کہی۔ اس کے بعد اپنا سر اٹھایا، اور تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا۔ اس کے بعد سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر اپنا سر اٹھائے رکھا (بخاری رقم الحدیث ۸۱۸، ۸۱۹)۔ اس روایت میں رفع یدین کا مطلق ذکر نہیں ہے۔

۲۔ بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲، رقم ۷۳۷) اور مسلم (ج ۱ ص ۱۶۸، رقم ۸۶۴) کی روایت میں صرف تین جگہ رفع یدین کا ذکر ہے: تکبیرِ تحریمہ، رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت۔

۳۔ سننِ نسائی (ج ۱ ص ۱۶۵ رقم ۱۰۸۷) کی روایت میں ان تین جگہوں کے علاوہ چوتھی جگہ سجدے سے اٹھتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔

۴۔ سننِ نسائی (رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶) ہی کی روایت میں پانچ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے: تین مندرجہ بالا مقامات، سجدے کو جاتے ہوئے اور سجدے سے اٹھتے ہوئے۔

مشہور غیر مقلد علامہ البانی فرماتے ہیں: ''وهي عند النسائي ايضاً (۱/ ۱۵۸) و زاد في رواية له (۱/ ۱۶۵): واذا سجد، واذا رفع رأسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع أذنيه. وسنده صحيح'' (مشکوۃ بتحقیق البانی ج ۱ ص ۲۴۹ رقم الحدیث ۷۹۵)۔ ''نسائی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے۔ ''اور جب آپ ﷺ سجدہ میں جاتے اور جب آپ ﷺ سجدہ سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھاتے''۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۵۔ مسندِ ابوعوانہ کی روایت میں ہے:

''حدثنا الصائغ بمكة قال: ثنا عفان قال: ثنا همام قال: أنبأ قتادة باسناده: أن النبي ﷺ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ فِي الرُّكُوْعِ وَالسُّجُوْدِ''

(مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۴۳۶ رقم ۱۶۴۲ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ترجمہ:۔ ''نبی ﷺ کانوں تک رکوع اور سجدے میں رفع یدین کرتے تھے''۔

لہٰذا پہلی روایت میں حضرت مالک بن حویرثؓ نے جو نماز جناب رسول اللہ ﷺ والی پڑھ کر دکھائی، اس میں رفع یدین بالکل نہیں ہے۔ دوسری روایت جو ابوقلابہؒ والی سند سے مروی ہے اس میں ۹ جگہ رفع یدین کا ذکر ہے مگر اس میں یہ صراحت نہیں کہ حضرت مالک بن حویرثؓ نے فرمایا ہو کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے دیکھا۔ یہ صراحت نصر بن عاصمؒ کی روایت میں ہے۔ جس میں ۲۵ جگہ رفع یدین کا اثبات مگر باقی تین جگہ کی نفی نہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین کے مسلک کے مطابق یہ حدیث ہے نہیں۔

نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کا جواب: یہ روایت نصر بن عاصمؒ سے مروی ہے اور یہ نصر بن عاصمؒ ضعیف ہے۔ پھر بعض روایتوں میں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر نہیں ہے، بعض میں ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ حضرت مالک بن حویرثؓ کی روایت میں اضطراب ہے اور یہ اضطراب ضعف روایت کا باعث ہے (دلیل الطالب ص ۲۹۶،۲۹۵ ملخصاً، بحوالہ علمائے حدیث ج ۳ ص ۲۲۹،۲۲۸)۔ نواب صاحبؒ کے نزدیک یہ روایت اضطراب کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

زبیر علی زئی کی حدیث میں تحریف

حافظ زبیر علی زئی صاحب اس روایت کے معنیٰ میں تحریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ہمام کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ فی الرکوع (قبل الرکوع) وفی السجود (قبل السجود واذا رفع رأسہ من الرکوع)۔ لہٰذا یہ روایت اپنے منطوق پر صریح نہیں ہے (نور العینین ص ۹۷)۔

جواب:۔ حافظ ابن حجرؒ نے جو اس ہمام کی روایت فی السجود سے رفع بین السجدتین کا مطلب سمجھا ہے۔ وہ غلط ہے؟ حافظ ابن حجر کی سمجھ ناقص ہے؟ اور زبیر علی زئی کی سمجھ کامل ہے؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

زبیر علی زئی کا اجماعِ امت کے خلاف مؤقف

جناب زبیر علی زئی نے حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث میں اجماع امت کے خلاف رفع یدین فی السجود کی نفی کی ہے۔ لکھتے ہیں: بعض کی روایات میں سجدوں والے رفع یدین کا ذکر ہے مگر قتادہ مدلس ہیں۔ اور سجدوں میں رفع یدین والے الفاظ میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے۔ لہٰذا یہ روایات ضعیف ہیں (نور العینین ص ۹۷)۔

جواب:۔

۱۔جناب زبیر علی زئی نے حضرت مالک بن الحویرث ؓ کی حدیث میں اجماع امت کے خلاف رفع یدین فی السجود کی نفی کی ہے۔ان سے پہلے کسی نے بھی نسائی کی روایت کو ضعیف نہیں کہا۔اگر وہ خود اپنی اور دوسرے غیر مقلدین کی کتابوں میں غور کر لیتے تو یہ نوبت نہ آتی

(تفصیل کے لیے دیکھیے قرۃ العینین بجواب نورالعینین ص ۸۰،۸۱)

۲۔قاعدہ ہے کہ اگر قتادہؒ سے روایت کرنے والے شعبہ ہوں تو وہ معنعن (جس میں راوی عن فلان عن فلان سے روایت کرے) روایت بھی صحیح شمار ہوتی ہے (طبقات المدلسین ص ۲۱؛ تحفۃ الاحوذی ج ۲ ص ۱۵۸)۔اس قاعدہ کو جناب زبیر علی زئی خود بھی تسلیم کرتے ہیں: ''شعبہ کی روایت قتادہ سے تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے'' (نورالعینین ص ۹۶، ۹۷)۔اور یہاں پر قتادہؒ سے روایت کرنے والے شعبہ ہیں۔لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔زبیر علی زئی کے استاد محترم جناب عطاء اللہ حنیفؒ کی کتاب ''التعلیقات السّلفیہ علی سنن النسائی'' میں ذکر کردہ روایت ملاحظہ ہو۔

أخبرنا محمد بن مُثَنّٰی: حَدَّثَنَا ابنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عن قَتَادَةَ عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرثِ: أنّهٗ رأى النبيّ ﷺ رفع يديه في صلوته اذا ركع، واذا رفع رأسه من الركوع، واذا سجد، واذا رفع رأسه من السجودِ حتّٰى يُحاذِيَ بهما فروعَ أُذُنَيهِ۔

(التعلیقات السلفیہ علی سنن النسائی باب رفع الیدین للسجود رقم الحدیث ۱۰۸۶؛ نسائی مع التعلیقات السلفیہ ج ۱ ص ۱۲۹ طبع قدیم)

حضرت مالک بن الحویرث ؓ فرماتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا۔رکوع کرتے وقت، رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت، دونوں کانوں کی لو کے برابر۔

اس حدیث میں سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کا ذکر موجود ہے۔

زبیر علی زئی کا انکارِ حدیث

جناب زبیر علی زئی صاحب نے اس صحیح حدیث سے یوں چھٹکارا چاہا کہ اس صریح روایت کا انکار کر دیا۔اور حدیث کی کتابوں میں موجود اس روایت شعبہ کا انکار کر دیا۔اور یہ کہا: حافظ المزی نے تحفۃ الاشراف میں شعبہ کے طریق سے نقل کی ہے۔لہٰذا یہ خطا قدیم ہے (نورالعینین ص ۱۰۱)۔شاید زبیر علی زئی کے کہنے ہی سے مکتبہ دارالسلام والوں نے نسائی کی اس سند میں تحریف کر ڈالی ہے۔

جواب:۔یہ خطا قدیم نہیں ہے بلکہ علامہ ابن قطان نے اپنی کتاب الوہم والایہام (ج ۵ ص ۶۱۳) میں شعبہ کی روایت بین السجدتین ذکر کی ہے۔کیا یہ سارے محدث خطائے قدیم کرتے رہے؟لا

حول ولا قوۃ الا باللہ!

امام نسائی سے سنن الکبریٰ میں ابن الاحمر کی سند سے مروی ہے۔وہاں روایت شعبہ کی موجود نہیں ہے۔سنن المجتبیٰ جو صحاح ستہ میں شامل ہے یہ محدث ابن السنی کی روایت سے امام نسائی سے مروی ہے۔اس میں شعبہ کی روایت بین السجدتین یقینا موجود ہے۔مصری، شامی وغیرہ تمام نسخوں میں یہ روایت موجود ہے۔تمام محدثین کرام رحمہم اللہ امام نسائی کی طرف نسبت کرتے ہیں۔لہٰذا دھوکہ دینے والوں سے ہوشیار رہیں!

غیر مقلدین کے فتاویٰ علمائے حدیث میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث جس میں رفع یدین عند السجود کا ذکر ہے، لکھا ہے: حدیث ھٰذا صحیح ہے۔متروک العمل نہیں۔اس حدیث پر کوئی جرح نہیں۔اس حدیث کا کوئی ناسخ نہیں۔بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ نے بھی اس پر عمل کیا ہے۔اس حدیث کے صحیح ہونے میں شک نہیں ہے۔اس حدیث میں سوائے تدلیس قتادہؒ کے اور کوئی جرح نہیں۔لیکن شعبہؒ کے قول سے یہ تدلیس مرتفع۔شعبہؒ کی عادت تھی کہ قتادہؒ سے مدلس حدیث کو روایت نہیں کرتا تھا اور یہاں خود راوی ہے۔اس حدیث کا۔۔۔۔۔۔یہ رفع یدین منسوخ نہیں بلکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمر کا فعل ہے۔کیونکہ اس کا راوی حضرت مالک بن حویرثؓ مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری عمر میں داخل ہوا اور اس کے بعد کوئی ایسی حدیث صریح نہیں آئی جس سے نسخ ثابت ہو۔احتمالات سے نسخ ثابت نہیں ہوتا۔بلکہ ابن عمرؓ کا اس رفع یدین کو قبول کرنا بعد روایت منع رفع یدین عند السجود اول دلیل ہے کہ رفع بعد منع وارد ہوا۔اس رفع یدین کے عامل صحابہ کرام سے حضرت ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، اور تابعین سے طاؤس، نافع اور عطاء مجھے معلوم ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بلاشبہ اس کا عامل محی السنۃ المیتۃ ہے۔اور مستحق اجر سو شہید کا ہے۔

(فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

لہٰذا غیر مقلدین کا ان احادیث کو رد کرنا یا منکر ہونا درست نہیں ہے۔قتادہؒ کا شاگرد جب شعبہؒ ہو تو وہ حدیث سماع پر محمول ہوگی۔تدلیس کا الزام ختم ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گذرا۔لہٰذا قتادہؒ کی وہ حدیثیں جو شعبہؒ کے طریق سے مروی ہیں، صحیح ہیں۔وہ احادیث جن میں صرف رکوع کے وقت رفع یدین ہے وہ ادھوری ہیں اور جن میں شعبہؒ کے طریق سے سجدہ میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے وہ مکمل ہیں۔لہٰذا اس روایت کا جواب تدلیس والا درست نہیں رہے گا۔پس جو جواب سجدہ میں رفع یدین کا ہوگا وہی جواب رکوع میں رفع یدین کا ہماری طرف سے تصور فرمالیں۔اگر سجدہ میں رفع یدین منسوخ ہے تو رکوع میں منسوخ ہوگا۔اگر یہ جواب دینا ہے کہ اصل رفع یدین نہ کرنا ہے۔لہٰذا ترک

رفع یدین پر عمل ہوگا۔ بعینہٖ یہی جواب ہماری طرف سے رفع یدین عندالرکوع میں ہے۔

حدیث کا ضعف

۱۔ اس حدیث میں نہ رفع یدین کے دوام کی صراحت ہے، نہ ہی اس حدیث میں واجب، سنت مؤکدہ یا مستحب کا لفظ ہے۔ نہ ہی حضرت مالک بن حویرثؓ ہمیشہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے، بلکہ صحیح بخاری (ج۱ص ۸۸، ۹۵) پر صراحت ہے کہ وہ صرف بیس دن جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس رہے۔ حضرت مالک بن حویرثؓ نہ مہاجرین میں سے ہیں نہ انصار میں سے، نہ اہل بدر واحد یا اہل بیعت رضوان والوں میں سے۔ ان حاضر باش صحابہ کے مقابلہ میں غیر مقلدین ان بیس رات کے مسافر کو ترجیح دے رہے ہیں۔

۲۔ حضرت مالک بن حویرثؓ بعد میں بصرہ میں مقیم رہے۔ بصرہ میں ہزاروں اہل سنت والجماعت محدثین موجود تھے۔ مگر یہ رفع یدین والی حدیث آپؓ سے کسی ایک سنی محدث نے روایت نہیں کی۔ اس کو روایت کرنے والے ایک تو ابو قلابہ ہیں جو ناصبیت کی طرف مائل ہیں (تقریب ص ۱۷۴)۔ دوسرے نصر بن عاصم ہیں جو خارجی ہیں (تہذیب)۔ آخر اتنی بڑی سنت کو روایت کرنے کے لیے کوئی بھی اہل سنت بصرہ میں کیوں نہیں؟

۳۔ حضرت ابو قلابہؒ انتہاء درجہ کے مدلس تھے۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں: ''امام شهير من علماء التابعين، ثقة في نفسه الا أنه يدلس عمن لحقهم وعمن لم يلحقهم، وكان له صحف يحدث منها ويدلس'' (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۲۶)۔

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ابو قلابہ گو ثقہ تھے مگر غضب کے مدلس تھے۔۔۔۔۔۔۔ ابو قلابہ کی جن سے ملاقات ہوئی ان سے بھی اور جن سے ملاقات نہیں ہوئی، ان سے بھی۔ سب سے تدلیس کرتے تھے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۱۱)

مشہور غیر مقلد علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ نے ایک سند کو ابو قلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف کہا: قال: ''اسناده ضعيف لعنعنة أبي قلابة وهو مذكور بالتدليس''

(حاشیہ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۶۸ تحت رقم الحدیث ۲۰۴۳)

۴۔ حضرت ابو قلابہؒ کے دو شاگرد ہیں۔ ایک ایوب سختیانیؒ ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''ثقة ثبت حجة من كبار الفقهاء والعباد'' (تقریب ص ۴۱) ایوب کی روایت صحیح بخاری (رقم ۸۱۸، ۸۱۹) میں ہے، جس میں رفع یدین کا ذکر نہیں۔

۵۔ دوسرا شاگرد خالد الحذاء جو کہ بخاری شریف (ج ا ص ۱۰۲) میں حضرت مالک بن حویرثؓ کی حدیث کے راوی ہیں۔ یہ خالد الحذاء خراب حافظے والا اور ضعیف راوی ہے۔ اس کی غلطی سے اس میں رفع یدین کا اضافہ ہوا۔

☆ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: "وهو ثقة يرسل من الخامسة وقد اشار حماد بن زيد الى أن حفظه تغير لما قدم من الشام" (تقریب ص ۹۰)۔ اور وہ ثقہ ہے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ طبقہ خامسہ میں سے ہے۔ حماد بن زید نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب ملک شام سے واپس آیا تو اس کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا"۔ اس نے یہ حدیث رفع یدین کی شام سے آنے کے بعد ہی روایت کی ہے۔ جب کہ اس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا۔ اور ایوب جیسے حافظ ضابط کی مخالفت کر رہا ہے۔ ایسی روایت ہرگز حجت نہیں۔

☆ امام ابوحاتم فرماتے ہیں: "يكتب حديثه ولا يحتج به" (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۱) اس کی حدیث لکھی جائے اور حجت نہ پکڑی جائے۔

☆ امام شعبہؒ فرماتے ہیں: "وا كتم علىّ عند البصريين فى خالد الحذاء وهشام"۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۲)۔ اور میرے اوپر بصری راویوں میں معاملہ خالد الحذاء اور ہشام کا چھپا دے۔

☆ امام ابن علیہ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا جس کو خالد روایت کرتا ہے۔ "ولم يلتفت اليه ابن علية وضعف امر خالد"۔ (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۱۲۲)، تو ابن علیہ نے اس کی طرف توجہ نہ دی اور خالد الحذاء کو ضعیف قرار دیا۔

☆ عثمان بن سعید دارمی کہتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین سے پوچھا: آپ کو داؤد زیادہ پسند ہے یا خالد الحذاء؟ تو فرمانے لگے۔ داؤد یعنی بن ابی ہند (تہذیب الکمال ج ۳ ص ۲۸۴)۔

☆ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں: میں نے حماد بن زید سے پوچھا: خالد الحذاء کا حدیث کے بارے میں کیا رائے ہے؟ جب سے وہ شام سے آئے ہیں۔ گویا اس کے حافظہ کو منکر جانا (سیر اعلام النبلاء ج ٦ ص ۱۹۳)۔

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ خالد الحذاء خراب حافظہ والا اور ضعیف راوی تھا اور اس نے یہ حدیث شام سے آنے کے بعد روایت کی تھی۔ جب اس کا حافظہ خراب ہو چکا تھا۔

٦۔ خالد الحذاء کے چار شاگرد ہیں:

☆ ہشیم بن بشیر ہیں جن کی روایت بخاری (ج ا ص ۱۱۳ رقم ۸۲۳) میں ہے۔ اس میں سرے سے رفع یدین کا ذکر ہی نہیں۔

☆ ابن علیہ ہیں۔ وہ خالد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ ابوقلابہ نے رفع یدین کی۔ نہ حضرت مالک بن حویرث ؓ کے رفع یدین کا ذکر ہے اور نہ جناب رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین کا ذکر ہے
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۱۲۴ رقم ۲۴۵۲ طبع ادارۃ القرآن، کراچی طبع ثانی)

☆ تیسرے شاگرد صہیب ہیں۔ ان کی روایت میں ابوقلابہ کے رفع یدین کرنے کا بھی کوئی ذکر نہیں۔ بلکہ خالد کہتے ہیں: میں نے ابوقلابہ سے پوچھا: "ما ھٰذا یعنی رفع الیدین فی الصلوٰۃ" یعنی یہ نماز کے اندر رفع یدین کرنے کا کیا مسئلہ ہے؟ تو انہوں نے کہا: "تعظیم"۔ (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم ج ۱ ص ۲۸۱)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت رفع یدین کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اس لیے یہ "ماھٰذا؟" کی تعبیر اختیار کی گئی۔

☆ چوتھے شاگرد خالد بن عبد اللہ الطحان ہیں۔ یہ حضرت مالک بن حویرث ؓ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین کرنے کو ذکر کرتے ہیں۔ یہ اگرچہ ثقہ ہیں مگر تین ہم استادوں کی مخالفت کر رہے ہیں۔

خلاصہ:۔ خلاصہ یہ نکلا کہ ابوقلابہ کے دو شاگردوں میں سے ایک خالد الحذاء، جس کا حافظہ خراب تھا۔ وہ حضرت مالک بن حویرث ؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر کرتا ہے۔ جب کہ اسکے مقابلے میں ابوقلابہ کے دوسرے شاگرد ایوب سختیانی جیسے حافظ، ضابط حضرت مالک بن حویرث ؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں کرتے۔ لہٰذا خالد نے ایوب جیسے حافظ ضابط کی مخالفت کی ہے۔ خالد کے چار شاگردوں میں سے چوتھے شاگرد خالد بن عبد اللہ نے تین ہم استادوں کی مخالفت کر کے رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ایسی روایت ہرگز حجت نہیں۔

غیر مقلدین کا عوام کو دھوکہ

غیر مقلدین اس حدیث سے استدلال کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔ ایک تو بخاری (ج ۱ ص ۸۸) میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت مالک بن الحویرث ؓ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو جا کر نماز سکھاؤ۔ اس حکم کی جو تعمیل انہوں نے فرمائی اور جو نماز سکھائی وہ صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳ رقم ۸۱۸، ۸۱۹) میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں۔ غیر مقلدین اس کو چھپا جاتے ہیں۔ یہ جملہ "ایسی نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے دیکھا"، یہ ابوقلابہ ؒ کے شاگرد ایوب ؒ کی روایت میں ہے جس کی روایت صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۳ رقم ۸۱۸، ۸۱۹) میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں۔ غیر مقلدین اس جملے کو ایوب ؒ کی روایت سے اٹھا کر خالد ؒ جیسے خراب حافظہ والے کی روایت

سے ملا دیتے ہیں۔ جس میں ادھوری رفع یدین کا ذکر ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین اس حدیث کے ساتھ "یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ" کا معاملہ کرتے ہیں۔

حدیثِ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ اور حدیثِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا اختلاف

حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی روایت دو باتوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے خلاف ہے:

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سجدوں کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور حضرت مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سجدوں کے وقت رفع یدین کرتے تھے

(نسائی رقم ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۱۴۳؛ مسند احمد رقم ۱۵۱۷۳، ۱۵۱۷۷، ۲۰۰۱۴؛ مسند ابوعوانہ رقم ۱۲۶۳)۔

حدیث حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب

حضرت وائل بن حُجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا۔ آپ ﷺ نماز میں داخل ہوئے۔ جب تکبیر کہی، رفع یدین کیا۔ ہمام (راوی) نے کانوں تک بیان کیا۔ پھر کپڑا لپیٹ لیا اور دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ دیا۔ اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع یدین کیا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ (رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفع یدین کیا۔ پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کیا۔ (مسلم)

جواب:۔

یہ روایت ضعیف ہے اور غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے

اس روایت سے استدلال درست نہیں۔ حضرت وائل رضی اللہ عنہ کی حدیث کے کئی طریق ہیں۔ مسلم اور ابوداؤد کی سند میں محمد بن جحادہ ہے۔ جو غالی قسم کا شیعہ تھا۔ چنانچہ علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں: "کان یغلو فی التشیع" (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۹۸)۔ شیعہ سجدہ کے وقت بھی رفع یدین کرتے ہیں۔ اس لیے ابوداؤد (ج ۱ ص ۱۱۲ رقم الحدیث ۷۲۳) میں اس کی حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کرنے کا ذکر بھی موجود ہے۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں: "وزاد ابوداؤد فی روایته: واذا رفع رأسه

من السجود أيضاً رفع يديه۔ وسنده صحيح على شرط مسلم كما حققته في "صحيحه" (۱۴ ۷)" (تعلیقات الالبانی علی المشکوٰۃ ج۱ ص ۲۴۹ حاشیہ حدیث نمبر ۷۹۷)۔

شیعہ یا بدعتی راوی کی کوئی ایسی بیان کردہ روایت جو اس کے مذہب کی تائید میں ہو وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔ لہٰذا یہ روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ اس لیے یہ حدیث غیر مقلدین کے موافق نہیں ہے بلکہ ان کے خلاف ہے جس طرح اس حدیث میں رکوع والی رفع یدین کا ذکر ہے اسی طرح سجدوں کی رفع یدین کا بھی ذکر ہے۔ سجدوں کی رفع یدین کے غیر مقلدین سخت منکر ہیں اور خلاف سنت سمجھتے ہیں۔

حضرت وائل کی دوسری روایت رفع یدین کے منسوخ ہونے میں صریح ہے

حضرت وائل بن حجرؓ دو مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو رکوع اور سجدہ کی رفع یدین کا ذکر کیا، لیکن جب دوسری مرتبہ تشریف لائے تو آپ نے اپنا مشاہدہ صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کے بارے میں فرمایا اور بس۔ ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فرأيتهم يرفعون أيديهم الى صدورهم في افتتاح الصلوة وعليهم برانس و اكسية (ابوداؤد ج۱ ص ۱۱۲ رقم ۷۲۸)۔ "پھر میں دوبارہ آیا تو نماز کے شروع میں سینہ تک ہاتھ اٹھاتے تھے اور ان پر بڑے کوٹ اور اونی چادریں تھیں"۔

اگر اس دوسری آمد میں حضرت وائل بن حجرؓ پہلی تکبیر کے بعد رکوع اور سجدہ کی رفع یدین دیکھتے تو اس کو بھی ضرور بیان کرتے، جیسا کہ پہلی آمد کا حال بیان کیا ہے۔ حضرت وائل بن حجرؓ نے کسی ایک صحابیؓ کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس دوسری آمد کے وقت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلا استثناء صرف پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔ اس واضح اور صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ عند الرکوع رفع یدین منسوخ ہو گیا تھا۔ لہٰذا حضرت وائل بن حجرؓ کی ابوداؤد اور مسلم شریف والی حدیث منسوخ ہو گئی۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: "وفيه عند أبي داؤد من طريق شريك قال: ثمّ اتيتهم فرأيتهم يرفعون أيديهم الى صدورهم في افتتاح الصلوة وعليهم برانس وأكسية۔ وهو ظاهر في تركه في المرة الثانية۔ ولم أر في طرقه في "المسند" و"الكنز" ما يدافعه صريحاً"۔

(نیل الفرقدین ص ۴۳ طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

''ابوداؤد میں جو روایت حضرت شریکؒ سے طریق سے مروی ہے۔حضرت وائل بن حُجرؓ فرماتے ہیں: ''میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس دوبارہ آیا۔تو میں نے ان کو دیکھا کہ وہ رفع یدین ابتدائے نماز میں سینوں تک ہاتھ کر اٹھا کر رہے تھے اور ان پر برانڈیاں اور چادریں تھیں''۔اور یہ ظاہر ہے کہ دوسری مرتبہ کی آمد کے وقت رفع یدین رکوع کے وقت متروک ہو چکا تھا۔میں نے مسند احمد اور کنز العمال میں دوسری بار کی آمد کے وقت کسی طریق میں یہ نہیں دیکھا کہ اس میں ترکِ رفع یدین کی صراحتاً مدافعت ہو''۔

حدیث وائل بن حُجرؓ اور تعامل خیر القرون

کسی حدیث کے معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونے کا اصل پیمانہ خیر القرون ہے۔جس حدیث پر خیر القرون میں بلانکیر عمل جاری رہا ہو، آپ بھی اس پر عمل کرنے میں جھجک محسوس نہ کریں اور جس حدیث پر خیر القرون میں نکیر ہوئی ہو، بعد والوں کے لفظی ہیر پھیر سے وہ معمول بہ نہیں بن سکتی۔اب رفع یدین کے بارے میں عموماً اور حدیثِ وائل بن حجرؓ کے بارے میں خصوصاً خیر القرون کے امام ابراہیم نخعی کے تأثرات ملاحظہ فرمائیں۔جب ان کے سامنے یہ روایت پیش کی گئی تو آپؒ نے نہ صرف یہ کہ اسے رد کیا بلکہ غضب ناک بھی ہوگئے اور پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے حوالہ سے ترک رفع یدین بیان کیا(مؤطا محمد رقم الحدیث ۱۰۷؛طبرانی ج ۲۲ ص ۱۲؛ دار قطنی ج ۱ ص ۲۹۱؛ سنن بیہقی ج ۲ ص ۸۱؛ مزید دیکھیے ۶۔ ۴۔ ۳۱اور ۴۔۶۔۸)۔جناب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے حدیث وائلؓ کو جو کہ رفع یدین کے بارے میں ہے، قبول نہیں فرمایا اور اس کے مقابل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو ترجیح دی ہے۔حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ حدیث کی پہچان میں صَرّاف تھے۔امام احمدؒ فرماتے ہیں: ''امام اعمشؒ فرماتے ہیں حضرت ابراہیم نخعی حدیث کی پہچان میں صراف تھے''(کتاب العلل ومعرفۃ الرجال ص ۱۴۰)۔اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں نہ کوئی رفع یدین کرتا تھا، بلکہ عمل کرنا تو کجا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ نے کبھی یہ مسئلہ سنا نہ تھا۔

اعتراض

مولانا عبدالحی لکھنویؒ لکھتے ہیں: امام بیہقیؒ'' کتاب المعرفہ میں حضرت امام شافعیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ بہتر بات یہ ہے حضرت وائلؓ کی بات کو اختیار کیا جائے کیونکہ وہ جلیل القدر صحابیؓ ہیں۔پس ان کی حدیث کو اس شخص کے قول سے کس طرح رد کیا جاسکتا ہے جو مرتبہ میں ان سے کم ہے(التعلیق الممجد ص ۹۳)۔

جواب:۔امام بیہقیؒ نے جو امام شافعیؒ سے اعتراض نقل کیا ہے اس کی نسبت امام شافعیؒ کی طرف درست نہیں کیونکہ یہاں مقابلہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور حضرت وائل کا نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت وائلؓ کا ہے اور یقینی بات ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا مقام اور مرتبہ حضرت وائلؓ سے زیادہ ہے۔لہٰذا بات حضرت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قابل اعتماد ہوگی۔دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تابعی ہیں۔بلند پایہ محدث ہیں۔ان کی بات کو تسلیم کرنا امام شافعیؒ کے قول سے بہتر ہے کیونکہ امام شافعیؒ نہ تو تابعی ہیں اور نہ کسی تابعیؒ کے شاگرد ہیں اور نہ کسی محدث نے امام شافعیؒ کو حدیث پرکھنے کا صرّاف قرار دیا ہے۔تو صرّاف کے مقابلہ میں غیر صرّاف کی بات کس طرح درست ہوسکتی ہے(نور الصباح ج ۲ ص ۱۹۲، ۱۹۳)۔

حضرت وائل بن حُجرؓ کی قولی حدیث

حضرت وائل بن حجرؓ نے قولی حدیث میں بھی صرف پہلی تکبیر کی رفع یدین کا ذکر ہی کیا ہے۔عن وائل بن حجر، قال: قال لی رسول اللہ ﷺ: یا وائلَ بنَ حُجرٍ! اِذَا صَلَّيْتَ فَاجْعَل يَدَيْكَ حِذَاءَ أُذُنَيْكَ، وَالْمَرْأَةُ تَجْعَلُ يَدَيْهَا حِذَاءَ ثَدْيَيْهَا" (مجمع الزوائد رقم ۲۵۹۴)۔

حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''اے وائل بن حجر! جب تُو نماز ادا کرے،تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں کے برابر کر اور عورت اپنے ہاتھ اپنی چھاتیوں کے برابر کرے''۔

حدیث وائل بن حُجرؓ اور امام احمدؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کا فیصلہ

حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ نے بھی قبول نہیں کیا۔حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں:''امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ دوسری رکعت سے اٹھتے وقت بھی ہم رفع یدین کریں،تو فرمایا: نہ کرو۔میں (امام احمد) سالم عن عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث پر عمل کرتا ہوں۔وائل بن حجرؓ کی روایت پر عمل نہیں کرتا کیونکہ اس کے الفاظ مختلف ہیں۔عاصم بن کلیب کی حدیث کے الفاظ عمرو بن مرہ کی حدیث کے خلاف ہیں''(تمہید ج ۹ ص ۲۲۴)۔

امام احمدؒ کے اس قول سے دو باتوں کا پتہ چلا کہ حدیث وائل کے الفاظ مختلف ہیں یعنی اس میں اضطراب واختلاف ہے۔امام احمدؒ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کے قائل نہیں تھے۔غیر مقلدین دوسری رکعت کے تشہد کے بعد جب تیسری رکعت کے لیے اٹھتے ہیں تو اس وقت بھی رفع یدین کرتے ہیں اور اس کو متواتر بھی کہہ دیتے ہیں حالانکہ ائمہ اربعہؒ کا اجماع ہے کہ اس مقام پر

رفع یدین نہیں ہے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:

''ابوعمرؒ کہتا ہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ کا اپنی حدیث میں رفع یدین بین السجدتین کا اضافہ کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے قول کے معارض ہے کہ رسول اللہ ﷺ سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے اور جب روایتوں میں تعارض ہو تو سنتیں ثابت نہیں ہو سکتیں اور حضرت وائلؓ نے چند دن جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس تشریف لائے تھے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تا وفات رسول اللہ ﷺ آپؐ کے ساتھ رہے۔ پس ابن عمرؓ کی حدیث حضرت وائل کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے کہ اس پر عمل کیا جائے'' (تمہید ج۹ ص ۲۲۷)۔

پس حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، امام احمدؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ کا فیصلہ یہی ہے کہ یہ حدیث قابل عمل نہیں ہے۔

حدیث وائل بن حُجرؓ کے طرق

۱:۔ امام مسلمؒ نے صرف رکوع کی رفع یدین کا ذکر کیا ہے۔

۲:۔ حضرت وائلؓ کی بعض روایتوں میں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر بھی موجود ہے (ابوداؤد ج۱ ص ۱۰۵ رقم الحدیث ۷۲۳؛ التمہید ج۹ ۲۲۷)

امام ابوداؤد فرماتے ہیں: وائل کی روایت میں ہمام نے رفع الیدین بین السجدتین کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن امام ابوداؤد نے جو روایت ذکر فرمائی ہے اس میں رفع الیدین بین السجدتین کا ذکر موجود ہے۔ عبدالوارث بن سعید اس روایت کا ثقہ راوی ہے۔

۳:۔ حضرت وائل کی روایت میں تو ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کا ذکر بھی موجود ہے:

☆ عن وائل بن حجر الحضرمی قال: "رأیتُ رسول اللہ ﷺ یرفع یدیه مع التکبیر" (مسند احمد رقم ۱۸۳۶۹)۔

''حضرت وائلؓ کہتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہر اٹھنے بیٹھنے پر تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے تھے''۔

☆ عن وائل بن حجر الحضرمی قال: "أنه رأی النبی ﷺ یرفع یدیه مع التکبیرة ویضع یمینه علی یسارہ فی الصلوٰة" (مسند احمد رقم ۱۸۳۷۳)

حضرت وائلؓ کہتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ کو دیکھا کہ آپ ﷺ ہر اٹھنے بیٹھنے پر تکبیر کہتے اور رفع یدین کرتے تھے اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھتے تھے۔

۴:۔امام نسائیؒ نے جو حدیث وائلؓ ذکر فرمائی ہے۔اس میں رفع یدین کا ذکر صرف دوبار ہے(نسائی رقم ۱۱۰۲)

۵:۔ ابو داؤد کی دوسری روایت میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے(ابوداؤد رقم ۷۲۸)۔لہٰذا اس روایت میں اضطراب ہے اور یہ موجب ضعف ہے۔

بحث حدیث ابوحمید الساعدیؓ اور اس کا جواب

سیدنا حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے دس صحابہ کرامؓ (کی جماعت) میں کہا، جن میں حضرت ابوقتادہؓ بھی تھے: ''میں تم (سب) سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ نماز جانتا ہوں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا وہ کیسے؟ نہ تو تم آپ ﷺ کی صحبت میں رہے ہو۔انہوں نے جواب دیا: ہاں! (واقعی صورتِ حال تو یہی ہے۔)۔(یہ سن کر) صحابہ کرامؓ نے ان سے کہا: ''پھر (ہمارے روبرو رسول اللہ ﷺ کی نماز) بیان کرو۔سیدنا ابوحمیدؓ نے کہا: ''جب رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے۔پھر تکبیر (تحریمہ) کہتے۔پھر قرآن پڑھتے۔پھر (رکوع کے لیے) تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے۔پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے پر رکھتے۔پھر (رکوع کے دوران) کمر سیدھی کرتے۔پس نہ اپنا سر جھکاتے اور نہ بلند کرتے۔(پیٹھ اور سر ہموار رکھتے)۔اور پھر اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو کہتے: سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انہیں اپنے کندھوں کے برابر کرتے اور (قومے میں اطمینان سے) سیدھے کھڑے ہوجاتے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہتے۔پھر زمین کی طرف سجدے کے لیے جھکتے۔پس اپنے دونوں ہاتھ (بازو) اور پہلو رانوں (اور زمین) سے دور رکھتے اور اپنے دونوں ہاتھ (بازو) اور پہلو رانوں (اور زمین) سے دور رکھتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں کھولتے (اس طرح کہ انگلیوں کے سر قبلہ رخ ہوتے)۔پھر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے (بچھا لیتے) ''الحدیث۔(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۷۳۰)۔

جواب:۔اس حدیث کو غیر مقلدین بڑی زبردست دلیل سمجھتے ہیں مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

بخاری میں حدیث ابوحمید ساعدیؓ میں رفع یدین کا ذکر نہیں

یہ حدیث ضعیف ہے۔اس حدیث میں رفع یدین رکوع وغیرہ کے وقت بیان کرنا عبدالحمید

بن جعفر کی غلطی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری (رقم ۸۲۸) میں حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی حدیث بیان کی ہے۔ اس میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ہی ذکر ہے، کیونکہ بخاری کی سند میں عبدالحمید بن جعفر نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد فرماتے ہیں: ''حضرت ابو حمیدؓ کی حدیث صحیح بخاری کی روایت سے گذر چکی ہے۔ اس میں رفع یدین صرف تکبیر افتتاح کے وقت ہے۔ بخلاف عبدالحمید بن جعفر کی روایت کے جو ابوداؤد میں ہے۔ اس میں رفع یدین کا اثبات تین مواقع میں ہے'' (سبل السلام ج۱ ص۱۰۵)۔

حافظ ابن حجرؒ ''الدرایہ'' میں حدیث ابو حمید ساعدیؓ بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''أصله في البخاري'' (الدرایہ ج۱ ص۱۵۳)۔ ''حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی اصل حدیث بخاری شریف میں ہے''۔ بخاری میں جو حضرت ابو حمید ساعدیؓ کی حدیث ہے اس میں رکوع والی رفع یدین نہیں ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اصلاً حدیث میں صرف ابتدا کی رفع یدین ہے، رکوع کی رفع یدین نہیں ہے۔ اب غیر مقلدین صحیح بخاری کی حدیث چھوڑ کر جسے حافظ ابن حجرؒ اصل قرار دیتے ہیں، ضعیف راویوں کی روایت کو قبول کرتے ہیں اور بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ یاللعجب!

حدیث ابو حمید ساعدیؓ کی رفع یدین والی حدیث ضعیف ہے

اس حدیث کی سند میں عبدالحمید بن جعفر جو محمد بن عمرو سے روایت کرتا ہے، وہ متکلم فیہ ہے۔ ائمہ جرح و تعدیل نے اس کو ضعیف کہا ہے۔

۱۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: "لا يحتج به" (میزان الاعتدال ج۲ ص۵۳۹)

۲۔ امام سفیان ثوریؒ بھی اس کی تضعیف کرتے تھے۔ "كان الثوري يضعفه من اجل القدر"

(میزان الاعتدال ج۲ ص۵۳۹)

۳۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: "وكان يحيى بن سعيد يضعفه" (تہذیب التہذیب لابن حجر ج۶ ص۱۱۲)۔ امام الجرح والتعدیل یحیی بن سعید القطان بھی اس کی تضعیف کرتے تھے۔

۴۔ امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا گیا کہ کیا وہ اس سے روایت بھی لیتے تھے۔ تو ابن معینؒ نے فرمایا: ''اس سے روایت بھی لیتے تھے اور ساتھ ہی اس کی تضعیف بھی کرتے تھے۔ یہ تقدیر کا بھی منکر تھا''۔ (تہذیب التہذیب لابن حجر ج۶ ص۱۱۲)

۵۔ امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں: ''ربما أخطأ'' اس نے اکثر اوقات خطا کی ہے

(تہذیب التہذیب لابن حجر ج۶ ص۱۱۲)

۶۔ امام نسائی فرماتے ہیں: "لیس بالقوی" (ضعفاء صغیر للنسائی ص ۴۸)۔

۷۔ امام ترمذی نے اس کی ایک روایت کو "غیر اصح" قرار دیا ہے چنانچہ حدیث کے آخر میں لکھا ہے "وھذا أصح من حدیث عبد الحمید بن جعفر" (ترمذی ص ۱۲۰۲ سورۃ حجر رقم ۳۱۲۵)۔

۸۔ امام طحاویؒ نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے (طحاوی تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹)۔

۹۔ علامہ زیلعیؒ فرماتے ہیں: "والظاھر أنه غلط فی ھذا الحدیث" (نصب الرایہ ج ۱ ص ۳۴۴)

۱۰۔ حافظ ابن قیمؒ نے ایک حدیث کے سلسلے میں ذکر کیا: "وضعف یحیٰ بن سعید والثوری عبد الحمید بن جعفر" (زاد المعاد ج ۴ ص ۱۳۶)۔

"یحییٰ بن سعید اور امام ثوریؒ نے عبد الحمید بن جعفر کو ضعیف قرار دیا ہے"۔

۱۱۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "محدث ابن المنذر نے فرمایا: اہل جرح عبد الحمید بن جعفر کو مضبوط نہیں مانتے اور اس روایت کی سند میں اعتراض ہے" (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۳)۔

۱۲۔ حافظ ابن حجرؒ عبد الحمید بن جعفر کے ترجمے میں لکھتے ہیں: "صدوق. رمی بالقدر. وربما وھم" (تقریب ص ۱۹۶)۔ سچا ہے، تقدیر کے انکار کا الزام لگایا گیا ہے، اور اکثر اوقات بھول جاتا ہے۔

یہ روایت موقوف ہے

عبد الحمید بن جعفر نے ایک موقوف روایت کو مرفوع بیان کر دیا ہے۔ اس لیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: "بہت سے ائمہ کرام رحمہم اللہ نے اس کے وقف کو رفع پر صحیح کہا ہے۔ محدث ابن قطانؒ نے اس تردد کی بنا اس حدیث کو معلول قرار دیا ہے۔ محدث ابن الجوزیؒ نے عبد الحمید بن جعفرؒ کی بنا پر اس روایت میں کلام کیا ہے۔ پس بیشک اس میں کلام ہے" (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۳)۔

یہ حدیث منقطع ہے

۱۔ امام طحاوی فرماتے ہیں: "یہ حدیث نہ محمد بن عمرو بن عطاءؒ نے براہِ راست حضرت ابوحمیدؓ سے سنی اور نہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جن کا ذکر اس حدیث میں ہے" (طحاوی ج ۱ ص ۲۹۴ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹)

۲۔ امام ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں: "میرے باپ فرماتے ہیں: یہ حدیث مرسل ہے" (کتاب العلل ص ۱۶۳)

۳:۔ محمد بن عمرو بن عطاءؒ اس کو عباس بن سہلؒ سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوداؤدؒ، عبد اللہ بن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں: "أخبرنا فلیح سمعتُ عباس بن سھل الساعدی فلم أحفظه" (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یعنی یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں رہی۔

۴۔ امام طحاویؒ مزید فرماتے ہیں: "وہ حدیث جو محمد بن عمرو بن عطاءؒ نے روایت کی ہے۔ وہ غیر معروف

اور غیر متصل ہے۔ کیونکہ اس کا کہنا ہے کہ حضرت ابوحمیدؓ کی مجلس میں حضرت ابوقتادہؓ حاضر تھے حالانکہ حضرت ابوقتادہؓ بہت عرصہ پہلے فوت ہو چکے تھے' (طحاوی رقم الحدیث ۱۵۰۹)۔

۵۔ موسیٰ بن عبداللہؒ کہتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوقتادہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور سات تکبیریں کہیں'' (طحاوی رقم ۲۷۷۶؛ نیز دیکھیے ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۱۶ طبع اول؛ بیہقی ج ۴ ص ۳۶؛ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۱؛ طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۹)۔ یہی روایت امام شعبیؒ سے ہے (الجوہر النقی ج ۴ ص ۳۶)۔

۶۔ امام ہیثم بن عدیؒ فرماتے ہیں: ''حضرت ابوقتادہؓ ۳۸ھ میں فوت ہوئے'' (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۶۸)

۷۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''راجح یہی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوقتادہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی ہے''۔ (تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۱۶۰)

۸۔ امام ابن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں: ''حضرت علیؓ نے حضرت ابوقتادہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ پس اس پر سات تکبیریں کہیں'' (ابن ابی شیبہ ج ۳ ص ۱۶۹ طبع اول)۔

۹۔ امام جلیل حافظ عراقیؒ کے استاذ الحدیث علامہ ابن ترکمانیؒ ''الجوہر النقی'' میں فرماتے ہیں: ''میں کہتا ہوں کہ اس کی حدیث میں طعن کیا گیا ہے۔ اسی طرح ہی امام یحییٰ بن سعیدؒ نے فرمایا ہے اور وہ اس بارے میں لوگوں کے امام ہیں۔ امام طحاویؒ نے فرمایا: اس روایت میں محمد بن عمرو بن عطاء نے حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے کچھ نہیں سنا اور نہ ہی حضرت ابوقتادہؓ سے کچھ سنا ہے کیونکہ اس روایت میں حضرت ابوقتادہؓ کا ذکر بھی ہے جبکہ حضرت ابوقتادہؓ، حضرت علیؓ کے ساتھ شہید ہو گئے تھے۔ اور آپؓ پر نماز جنازہ بھی حضرت علیؓ نے پڑھائی تھی۔ اسی طرح ہی ہیثم بن عدیؒ نے کہا ہے۔ امام ابن عبدالبرؒ نے کہا کہ یہ بات ہی صحیح ہے۔ اس طرح علامہ ابن حزمؒ نے کہا کہ اس روایت میں عبدالحمیدؒ کو وہم ہو گیا ہے (الجوہر النقی علی البیہقی ج ۲ ص ۶۹)۔

۱۰۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''حضرت علیؓ ۴۰ھ میں شہید ہوئے ہیں اور محمد بن عمرو بن عطاء ۱۲۰ھ کے بعد فوت ہوئے تو اس کی عمر اسی (۸۰) سال سے کچھ زائد ہے تو اس عمر کے مطابق محمد بن عمرو بن عطاءؒ نے حضرت ابوقتادہؓ کا زمانہ نہیں پایا (نیل الفرقدین ص ۴۴)۔

دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی اور حدیث کا منقطع اور ضعیف ہونا

سوال یہ ہے کہ حضرت ابوحمید الساعدیؓ کی مجلس میں وہ دیگر دس صحابہ کون تھے؟ ان کے اسمائے گرامی کیا ہیں؟ اس مجلس کا حال کس نے آنکھوں سے دیکھ کر بیان کیا؟ ابوداؤد کی روایت میں اس مجلس کا

حال بیان کرنے والا محمد بن عمرو بن عطاء ہے، جو بیان کرتا ہے کہ اس مجلس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم تھے، لیکن ان دس صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے صرف ایک صحابی حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا نام وہ بتا سکا ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۰)۔

حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث کے بعض طرق میں بطریق عباس بن سہل الساعدی رحمہ اللہ کی روایت میں ہے کہ اس وقت یہ صحابہ بھی موجود تھے: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ (وفات ۸۸ھ)، حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ (وفات ۳۰ھ)، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (وفات ۵۹ھ) اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ (وفات ۴۱ھ) (ابوداؤد ۷۳۴)۔ لیکن یہ حدیث بھی ضعیف اور منقطع ہی ہے۔ محمد بن عمرو بن عطاء اس کو عباس بن سہل سے روایت کرتے ہیں۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں: ''أخبرنا فليح سمعت عباس بن سهل الساعدي فلم أحفظه'' (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یعنی ''یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں رہی''۔ نیز یہ راوی فلیح بن سلیمان رحمہ اللہ سخت ضعیف ہے۔ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ليس بالقوى'' یعنی قوی نہیں ہے (سنن نسائی ج ۱ ص ۲۵۷ باب ثواب من صلى في اليوم والليلة ثنتي عشرة ركعة؛ کتاب الضعفاء والمتروکین ص ۲۵)۔

اگر اس مجلس کا بیان کرنے والا عباس بن سہل رحمہ اللہ کو مان لیں تو وہ عمر میں محمد بن عمرو رحمہ اللہ سے بھی چھوٹا ہے، کیونکہ محمد بن عمرو تو طبقہ ثالثہ کا ہے (تقریب ص ۳۱۳) اور عباس بن سہل رحمہ اللہ طبقہ رابعہ کا ہے (تقریب ص ۱۶۵)۔ پھر یہ بھی یقین نہیں کہ راوی عباس رحمہ اللہ ہے یا عیاش رحمہ اللہ۔ اگر دوسرا ہے تو بھی مجہول ہے (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۲۹۶) (تفصیل کے لیے دیکھیے: نورالصباح ج ۲ ص ۱۴۰ تا ۱۶۴)۔

ابوداؤد (رقم ۷۳۳) کی دوسری سند میں نام حضرت ابواُسید رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ مذکور ہیں۔ اس سند میں بہت زیادہ اضطراب ہے۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۳) کی اس سند میں محمد بن عمرو رحمہ اللہ کا استاذ عباس یا عیاش بن سہل الساعدی رحمہ اللہ شک کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں ایسی مجلس میں موجود تھا جس میں اس کا باپ بھی موجود تھا۔

سنن بیہقی (ج ۲ ص ۱۰۱) میں ہے: محمد بن عمرو بن عطاء أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل الساعدي أنه كان في مجلس فيه أبوه۔ اس میں محمد بن عمرو بن عطاء کا استاذ مالک ہے۔ عیاش یا عباس نہیں۔ البتہ عیاش یا عباس (شک کے ساتھ) وہ مالک رحمہ اللہ کا استاذ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: محمد بن عمرو بن عطاء قال حدثني رجل أنه وجد عشرة من أصحاب النبي ﷺ (طحاوی رقم ۱۵۰۵)۔ تو یہ سند کا اضطراب ہے جس کی وجہ سے حدیث ضعیف ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں دوسرا اضطراب یہ ہے۔ محمد بن عمرو بن عطاء رحمہ اللہ کا شاگرد عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک العمری رحمہ اللہ ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۳)۔ جس کو بعض راوی عبد اللہ بن عیسیٰ بھی کہہ دیتے

ہیں (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یہ کبھی اس روایت کو محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت کرتا ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۳؛ بیہقی ج ۲ ص ۱۰۱)۔ اور کبھی براہ راست العباس بن سہل الساعدیؒ عن ابی حمید ساعدیؓ سے روایت کرتا ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ درمیان میں محمد بن عمرو بن عطاء کا واسطہ چھوڑ دیتا ہے۔ امام بخاریؒ کے استاذ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ راوی عیسیٰ بن عبداللہ مجہول ہے اور ابن حبانؒ اس کو ثقات میں ذکر کرتے ہیں (تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۱۷)۔ امام بخاریؒ نے بھی اس راوی کے ذکر کے ساتھ اس اضطراب کی طرف اشارہ کیا ہے (التاریخ الکبیر ج ۳ ص ۳۸۹، ۳۹۰ المجلد السادس القسم الثانی)۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں: عتبہ بن ابی حکیمؒ نے عبداللہ بن عیسیٰ سے، انہوں نے العباس بن سہلؒ، انہوں نے حضرت ابوحمیدؓ سے روایت کی ہے لیکن درمیان میں محمد بن عمروؒ کا ذکر نہیں کیا، سند میں جو صحیح نہیں۔ صحیح یہ ہے محمد بن عمرو اس واقعہ کا حضرت ابوحمیدؓ سے خود راوی ہے (بیہقی ج ۲ ص ۱۰۲)۔ نیز اسی سند میں عتبہ نے عیسیٰ بن عبداللہ کو عبداللہ بن عیسیٰ بنا دیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''عتبہ سچا تو ہے لیکن بہت خطا کار ہے'' (تقریب ص ۲۳۱)۔ ابوداؤد (رقم ۷۳۳) اور بیہقی (ج ۲ ص ۱۰۱) میں ابو بدر شجاع بن الولید ہے۔ اس کے بارے میں حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''سچا ہے لیکن اس سے کئی اغلاط ہوئیں ہیں (تقریب ص ۱۴۴)۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان خطا کار راویوں نے اصل حدیث کا حلیہ ہی بگاڑ دیا ہے۔ اصل صحیح حدیث وہی ہے جو محمد بن عمروؒ حضرت ابوحمیدؓ سے بیان کرتا ہے جو بخاری (ج ۱ ص ۱۱۴) اور بیہقی (ج ۲ ص ۸۴، ۱۲۷) میں موجود ہے جس میں رفع یدین صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت موجود ہے۔

اس حدیث کی ایک اور سند بھی ہے: ''حدثنا محمد بن بشار حدثنا أبو عامر، حدثنا فليح بن سليمان حدثنا عباس بن سهل الساعدي قال: اجتمع أبو حميد وأبو أسيد الساعدي وسهل بن سعد ومحمد بن مسلمة الخ'' (ابن ماجہ ص ۶۲ رقم ۸۶۳)۔ یہ سند بھی اوپر ذکر کردہ سند جیسی ہے، کیونکہ امام ابوداؤدؒ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے روایت کرتے ہیں: ''أخبرنا فليح سمعت عباس بن سهل الساعدي فلم أحفظه فحدثنيه. أراه ذكر عيسى بن عبد الله أنه سمعه من عباس بن سهل قال: حضرت أبا حميد الساعدي'' (ابوداؤد رقم ۷۳۵)۔ یعنی ''ہمیں فلیحؒ نے خبر دی، اس نے کہا کہ میں نے عباس بن سہلؒ کو حدیث سناتے ہوئے سنا مگر مجھے یہ حدیث اچھی طرح یاد نہیں رہی۔ تو، پھر میرے خیال میں، عیسیٰ بن عبداللہؒ نے کہا کہ میں نے یہ حدیث عباس بن سہلؒ سے سنی، اس نے کہا: میں حضرت ابوحمید ساعدیؓ کے پاس حاضر تھا''۔

اس سے معلوم ہوا کہ فلیح بن سلیمانؒ نے خود حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے سامنے انکشاف کیا

کہ یہ حدیث جو عباس بن سہلؓ سے میں نے سنی تھی وہ مجھے بھول گئی۔ تو اب ان کا استاذ عیسیٰ بن عبد اللہؒ ہے اور وہ عباسؒ سے یہ حدیث نقل کرتا ہے۔ اور درمیان میں حضرت محمد بن عمرو بن عطاءؒ کا واسطہ چھوڑ دیتا ہے۔ امام بیہقیؒ سے منقول ہے کہ یہ سند درست نہیں ہے (بیہقی ج ۲ ص ۱۰۲)۔ لہٰذا یہ سند بھی اوپر ذکر کردہ سند سے ہی نکلی ہے۔ ابوداؤد میں یہ معلق ہے مگر حضرت امام بخاریؒ نے اس بات کو متصل سند سے روایت کیا ہے: ''اور محمد بن مقاتلؒ نے فرمایا: مجھے عبد اللہ بن مبارکؒ نے خبر دی، انہوں نے فرمایا: مجھے فلیح بن سلیمانؒ نے بتایا کہ یہ حدیث میں نے عباس بن سہلؒ سے خود سنی تھی لیکن مجھے بھول گئی تھی الخ (التاریخ الکبیر للبخاری، المجلد السادس، القسم الثانی ج ۳ ص ۳۹۰)۔

لہٰذا فلیح بن سلیمانؒ کا اپنے استاذ عیسیٰ بن عبد اللہؒ (مجہول) کو چھپا کر عباس بن سہلؒ سے براہِ راست یہ روایت نقل کرنا قطعاً درست نہیں۔

حکیم محمود احمد ظفر حنفی نے اپنی کتاب ''الکتاب المقبول فی صلوٰۃ الرسول ﷺ'' (ص ۳۷۰) میں حسب ذیل نام شمار کرائے ہیں:

۱:۔ حضرت ابوقتادہؓ (وفات ۳۸ھ)　　۲:۔ حضرت ابواسیدؓ (وفات ۳۰ھ)

۳:۔ حضرت سلمان فارسیؓ (وفات ۳۴ھ)　　۴:۔ حضرت عمار بن یاسرؓ (وفات ۳۷ھ)

۵:۔ حضرت ابومسعود بدریؓ (وفات ۳۸ھ)　　۶:۔ حضرت محمد بن مسلمہؓ (وفات ۴۱ھ)

۷:۔ حضرت زید بن ثابتؓ (وفات ۴۵ھ)　　۸:۔ حضرت حسن بن علیؓ (وفات ۴۹ھ)

۹:۔ حضرت سہل بن سعدؓ (وفات ۸۸ھ)　　۱۰:۔ حضرت ابوحمید ساعدیؓ (وفات ۶۰ھ)

سیدنا ابوحمید ساعدیؓ سے روایت کرنے والے اور اس واقعہ کو نقل کرنے والے محمد بن عمرو بن عطاء ہیں جن کی ولادت ۴۰ھ میں ہوئی۔ سیدنا ابوقتادہؓ کی وفات ۳۸ھ میں ہوئی اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں نے سیدنا ابوحمیدؓ سے سنا، یہ کیسے سنا؟ محمد بن عمرو بن عطاءؒ کی ولادت جب ۴۰ھ میں ہوئی تو کم از کم دس برس کی عمر میں انہوں نے اس واقعہ کو سنا یعنی ۵۰ھ میں اور اس وقت سیدنا ابوقتادہؓ کو فوت ہوئے ۱۲ سال ہو چکے تھے۔ ایسا ہی دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی اس مجلس میں موجودگی بتائی جاتی ہے۔ وہ بھی سوائے سہل بن سعدؓ کے وفات پا چکے تھے۔ لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف اور ناقابل اعتبار ہے۔ مگر غیر مقلدین کے مذہب کا دارومدار اسی ضعیف حدیث پر ہے۔ غیر مقلدین کی کتاب نماز نبوی (ص ۱۷۸) میں ہے: ''اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع یدین منسوخ نہیں ہوا''۔ مثل مشہور ہے: ڈوبتے کو تنکے کا سہارا! غیر مقلدین ایسے ہی استدلال سے

صحیح احادیث کاانکار کر جاتے ہیں!

یہ روایت معلول ومضطرب ہے

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کو کئی وجہ سے معلول قرار دیا گیا ہے: (۱) عبدالحمید بن جعفرؒ ضعیف ہے۔ (۲) محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث نہ حضرت ابوحمید ساعدیؓ سے سنی، نہ ان دس اصحابؓ میں سے کسی اور سے جن کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ وہ دراصل ایک مجہول راوی سے روایت کرتا ہے جس کا نام بعض روایات میں عباس یا عیاش بن سہل ساعدیؒ آیا ہے۔ (۳) اس حدیث میں حضرت ابوقتادہؓ کی موجودگی بتائی گئی ہے مگر محمد بن عمرو نے حضرت ابوقتادہؓ کو نہیں پایا۔ (۴) اس حدیث کا لفظ: قالوا جمیعاً: صدقتَ آیا ہے۔ جو صرف ابوعاصم عن عبدالحمیدؒ کی سند میں ہے اور اسے کسی اور نے بیان نہیں کیا۔

(بذل المجھود ج ۴ ص ۲۹۶، ۲۹۷ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

اس حدیث کی سند اور متن میں اضطراب ہے اور اضطراب موجب ضعف ہے۔

۱:۔ کسی روایت میں آتا ہے: محمد بن عمرو بن عطاء قال سمعتُ ابا حمید الساعدی (ابوداؤد رقم ۷۳۰)۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: ''حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں فرمایا ہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء نے سمعتُ کے لفظ سے سماع کا اظہار کیا ہے۔ جب ثقہ راوی ایسا کرے تو روایت لائق اعتماد ہے۔ اگر وہ کسی اور روایت میں کسی راوی کا اضافہ کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ توصرف اس وقت جائز ہوگا جب کہ راوی کا سماع ثابت ہو امام رجال حضرت شعبیؒ نے سماع کی نفی ہے کیونکہ اس راوی نے حضرت ابوحمیدؓ کو سرے سے دیکھا یا پایا ہی نہیں'' (بذل المجھود ج ۴ ص ۲۹۷ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)۔

۲:۔ کسی روایت میں ہے: محمد بن عمرو بن عطاء أحدبنی مالك عن عیاش أو عباس بن سهل الساعدی وكان فی مجلس فیه أبوه. (طحاوی رقم ۱۵۰۶؛ ابوداؤد رقم ۷۳۳)

۳:۔ کسی روایت میں آتا ہے: محمد بن عمرو بن عطاء قال حدثنی رجل أنه وجد عشرة من أصحاب النبی ﷺ (طحاوی رقم ۱۵۰۵)۔

۴:۔ کسی روایت میں تورّک کا اثبات ہے (ابوداؤد رقم ۷۳۰) اور کسی روایت میں تورّک کی نفی ہے (طحاوی رقم ۱۵۰۶؛ ابوداؤد رقم ۷۳۳)۔

(دیکھیے: طحاوی ج ا ص ۲۹۴ تحت رقم الحدیث ۱۳۲۹، رقم الحدیث، ۱۵۰۵ تا ۱۵۰۹؛ بذل المجہود ج ۴ ص ۲۶۷ تا ۲۶۸، ۲۹۴ تا ۲۹۷؛ خزائن السنن ج ۲ ص ۱۰۴؛ قرۃ العینین از ریحان جاوید ص ۹۸ تا ۱۲۸؛ نور الصباح ج ا ص ۲۰۳ تا ۲۱۰؛ ج ۲ ص ۱۴۰ تا ۱۶۴)۔

حدیث میں أنا أعلمکم والی بات درست نظر نہیں آتی

حضرت ابوحمید ساعدیؓ کا یہ کہنا: ''میں تم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز جانتا ہوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا جواباً یہ کہنا کہ تم نہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہو۔اور نہ ہم سے پہلے مسلمان ہوے ہو''۔یہ بات درست نظر نہیں آتی، کیونکہ ابوحمید ساعدیؓ کی اس حدیث کے بعض طرق میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے کہ ان دس میں حضرات ابو اسید ساعدیؓ، محمد بن مسلمہؓ، ابوہریرہؓ اور سہل بن سعد ساعدیؓ بھی تھے (ابوداؤد وغیرہ)۔حضرت ابوحمید ساعدیؓ جنگ احد اور اس کے بعد دوسری اسلامی جنگوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ موجود تھے، جبکہ حضرت ابوہریرہؓ ۷ ھ میں اسلام لائے۔سہل بن سعد ساعدیؓ کسی جنگ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک نہ تھے۔کیونکہ یہ صغار صحابہؓ میں سے ہیں۔لہٰذا حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت سہلؓ کس طرح حضرت ابوحمیدؓ سے کہہ سکتے ہیں: ''کہ تم نہ ہم سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والے ہو۔اور نہ ہم سے پہلے مسلمان ہوے ہو''۔معلوم ہوتا ہے کہ راویٔ حدیث عبدالحمید بن جعفر کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے یہ جھوٹی بات اس روایت میں آگئی ہے ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب عدول اور سچے ہیں۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سچے ہونے کی گواہی خود قرآن مجید میں موجود ہے۔لہٰذا یہ روایت قطعاً غلط ہے (نور الصباح ج ۲ ص ۱۵۴، ۱۵۵)۔

حدیث میں أنا أعلمکم فرمایا۔ أنا أعملکم نہیں فرمایا

ایک مجلس جس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم اور کئی تابعینؒ موجود ہیں۔حضرت ابوحمید الساعدیؓ ایک دعویٰ کرتے ہیں: ''أَنَاْ أَعْلَمُكُمْ بِصَلٰوةِ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ'' یعنی عملی طور پر اگرچہ میری اور آپ ﷺ کی نماز میں کوئی فرق نہیں، لیکن علمی طور پر مجھے بعض مسائل کی تم سے زیادہ واقفیت ہے، جو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے۔ان لوگوں نے کہا: ''فرمایئے! وہ کون سا مسئلہ ہے؟'' تو آپؓ نے رکوع کی رفع یدین اور تیسری رکعت کی رفع یدین کا مسئلہ بتایا۔تو سب نے کہا: ''واقعی آپؓ نے سچ فرمایا کہ یہ مسئلہ صرف آپؓ کے ہی علم میں تھا''۔اس سے معلوم ہوا کہ دورِ صحابہ رضی اللہ عنہم میں رفع الیدین رکوع کے وقت اور تیسری رکعت کے شروع والی رفع یدین ایسی متروک تھی کہ اس پر عمل تو کجا،

اتنی بڑی مجلس جس میں دس صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے، ان کو اس مسئلے کا علم بھی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یہ مسئلہ نہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا، نہ اس پر کسی کو عمل کرتے دیکھا''۔ اب حدیث کا خلاصہ یہی نکلا کہ کسی زمانہ میں یہ رفع یدین جناب رسول اللہ ﷺ نے کی تھی مگر پھر ایسی متروک ہوئی کہ بعض متاخر الاسلام صحابہؓ کو اس کا علم تک نہ تھا (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۹۷)۔

لفظ یرفع یدیہ شاذ ہے

امام احمد، ترمذی، ابن حبان، ابن ماجہ اور نسائی نے لفظ ''رفع یدیه'' روایت کیا ہے نہ کہ ''یرفع یدیه''۔ یہ لفظ شاذ ہے۔ صرف ایک دفعہ رفع یدین کا ذکر ہے نہ کہ ہمیشہ رفع یدین کرنے کا (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۵۱۷)۔

حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب

جناب سیدنا علی بن ابی طالبؓ فرماتے ہیں:

''جناب رسول اللہ ﷺ جب فرض نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں کے برابر ہاتھ اٹھاتے۔ اور جب رکوع کرنے کا ارادہ فرماتے تو پھر بھی ایسا ہی کرتے۔ اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو پھر بھی ایسا ہی کرتے۔ اور دونوں سجدوں سے جب اٹھتے تو پھر بھی ایسا ہی کرتے۔ (مسند احمد ج ۱ ص ۹۳ رقم ۷۱۹؛ ابن ماجہ ص ۶۲؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۱۰۹؛ ابن خزیمہ رقم ۵۸۴)۔

جواب: ۔ یہ روایت ضعیف اور شاذ ہے جو لائق استدلال نہیں ہے۔

یہ روایت ضعیف ہے

اس حدیث کی سند میں ایک ضعیف راوی عبد الرحمن بن ابی الزناد ہے۔ جو کہ خطا کار، مضطرب الحدیث اور ضعیف الحدیث ہے۔ اس روایت میں رفع یدین کا ذکر کرنے میں منفرد ہے۔ جمہور محدثین کے ہاں یہ راوی ضعیف ہے۔

۱۔ حافظ ابن حجرؒ کے استاذ علامہ نور الدین ہیثمی فرماتے ہیں: ''عبد الرحمٰن بن ابی الزناد وهو ضعيف'' (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۴۸، ۱۳۱، ۵۲، ۹۳، ۱۱۵، ج ۳ ص ۳۹، ج ۴ ص ۵ طبع ہند)

۲۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں: ضعیف (ضعفاء صغیر ص ۷۴؛ ضعفاء ومتروکین ص ۲۰۷)۔

۳۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ضَعَّفَه النسائي۔ (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)

۴۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں: ضعيف ليس بشيء لا يحتج به

(میزان الاعتدال ج ۲ص ۵۷۵)

۵۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: مضطرب الحدیث ضعیف (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)

۶۔امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں: ضعیف لا یحتج به لیس بشيء (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۷۵)

۷۔اس راوی پر امام مالکؒ نے اپنے والد سے کتاب السبعة الفقہاء روایت کرنے پر تنقید کی ہے۔ اور اسے ضعیف بھی کہا ہے (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۲ مترجم)۔

۸۔امام ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''زیادہ قوی نہیں ہے'' (تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۲۰۲ مترجم)۔

۹۔امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں: ''کان عند أصحابنا ضعیفا'' (تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۶۰) ۔ہمارے حضرات محدثین کے ہاں ضعیف ہے۔

۱۰۔حضرت عبدالرحمٰن بن مہدیؒ بھی اس کو ضعیف قرار دیتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۲۲۸) بلکہ حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی نے اس کی تمام حدیثوں پر قلم پھیر دیا تھا یعنی وہ سب کی سب غلط ہیں (تاریخ بغداد ج ۱۰ ص ۲۲۹؛ تہذیب التہذیب ج ۶ ص ۱۷۲)۔

اس سے ثابت ہوا کہ یہ راوی ناقابل احتجاج، مجروح اور مضطرب الحدیث ہے۔

اصل حدیث میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں

اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ ایک راوی واقع ہے اس کے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے اس روایت میں رفع یدین کا ذکر آگیا ہے ورنہ اصل حدیث میں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔اس حدیث کی سند یہ ہے۔

الحسن بن علی حدثنا سلیمٰن بن داؤد الهاشمي حدثنا عبدالرحمٰن بن ابی الزناد عن موسیٰ بن عقبة عن عبدالله بن الفضل عن عبدالرحمٰن الاعرج عن عبیدالله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب عن رسول الله ﷺ (ابوداؤد)

عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کا شاگرد سلیمان بن داؤد الہاشمیؒ ہے۔ابن ماجہ، مسند احمد، ابوداؤد اور ترمذی میں یہی شاگرد راوی ہے۔البتہ ابن خزیمہ اور دارقطنی کی ایک روایت کے مطابق اس روایت کو عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ سے روایت کرنے والا ایک اور شاگرد عبداللہ بن وہب بھی ہے۔

عبدالرحمٰن بن ابی الزناد القرشی المدنیؒ ہے یعنی مدینہ منورہ کا رہنے والا ہے۔علی بن المدینی ''استاذ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: ''اس ابن ابی الزنادؒ نے جو روایت مدینہ منورہ میں بیان کی ہے۔پس وہ صحیح ہے اور جو بغداد میں بیان کی ہے۔اس کو بغداد والوں نے خراب کر دیا ہے'' (تحفة الاحوذی

ج ا ص ۱۰۰)۔

یعنی جب مدینہ منورہ میں رہتا تھا اس کا حافظہ اچھا تھا۔ حدیث صحیح بیان کرتا تھا۔ جب بغداد آیا تو حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ حدیث میں گڑبڑ کرتا تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''صَدُوْقٌ، تَغَيَّرَ حِفْظُهٗ لَمَّا قَدِمَ البَغْدَاد'' (تقریب) سچا راوی ہے۔ لیکن جب بغداد آیا تو حافظہ متغیر و تبدیل ہو چکا تھا۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: ''امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ اس راوی نے جو روایت مدینہ منورہ میں بیان کی ہے وہ صحیح ہے۔ تہذیب الکمال میں ہے جو اس راوی نے بغداد اور عراق میں روایت بیان کی ہے وہ مضطرب ہے'' (تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۵۰)۔ اس عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کا شاگرد سلیمان بن داؤد الہاشمیؒ یہ بغدادی ہے۔ دوسرا شاگرد عبداللہ بن وہبؒ وہ مصری ہے۔ مدنی راوی کوئی بھی روایت کرنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا محدثین کرام کے اس اصول کے مطابق اس کی حدیث یقیناً مضطرب اور ضعیف ہے جو ہرگز پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اس کا تیسرا شاگرد اسماعیل بن ابی یونس ہے (جزء رفع یدین رقم ۱) یہ مجہول ہے۔

ابن جریج کی روایت میں رفع یدین کا ذکر نہیں

اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کا استاذ موسیٰ بن عقبہؒ ہے۔ محدث ابن عدیؒ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ''اور یہ حدیث موسیٰ بن عقبہؒ سے عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کے سوا معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ بھی اس کو روایت کرتا ہو۔ اس حدیث کے علاوہ بھی موسیٰ بن عقبہؒ سے عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کی حدیثوں کا یہی حال ہے۔ اور یہ روایت بھی موسیٰ بن عقبہ عن ابی الزبیر عن جابر سے مروی ہے۔ موسیٰؒ سے عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کے سوا کوئی روایت نہیں کرتا۔ عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کی دیگر روایات بھی مذکورہ روایات کے علاوہ موجود ہیں۔ ان میں بھی بعض ایسی ہیں جن میں یہ متفرد ہے۔ اور کوئی دوسرا اس کی اس پر موافقت نہیں کرتا۔ یہ ان راویوں میں سے ہے کہ اس کی حدیث لکھ لی جائے'' (کامل ابن عدی ج ۴ ص ۱۵۸۷)۔

محدث ابن عدیؒ نے بڑے پتہ کی بات بتائی ہے کہ موسیٰ بن عقبہؒ کی روایت میں یہ اکیلا ہوتا ہے۔ کوئی دوسرا اس کے موافق موسیٰؒ سے روایت نہیں کرتا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے یہ عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ کی غلطی ہے۔ اسی طرح یہ رفع یدین والی روایت بھی عبدالرحمٰن بن ابی الزنادؒ اپنے استاذ موسیٰ بن عقبہؒ سے روایت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بھی اس کو روایت نہیں کرتا۔

حضرت ابن جریجؒ نے بھی اپنے استاذ موسیٰ بن عقبہؒ سے یہ روایت ذکر کی ہے لیکن اس میں

رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔اس کی سند یوں ہے۔ابن جریج أخبرنی موسیٰ بن عقبة عن عبد الله بن الفضل عن عبد الرحمٰن الاعرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب أن رسول الله ﷺ الحدیث (دارقطنی ج۱ ص ۲۹۷)

اس سند والی روایت کے متعلق مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد فرماتے ہیں: ''اس حدیث کی سند صحیح ہے اور تمام راوی ثقہ ہیں اور اس سند میں الحجاج الاعورؒ ہے جو ثقہ ہے''۔(التعلیق المغنی ج۱ ص ۲۹۷)

اسی طرح موسیٰ بن عقبہؒ کے علاوہ دوسرے راوی بھی یہ روایت کرتے ہیں، لیکن رفع یدین کا اس روایت میں نام ونشان تک نہیں ملتا (مسلم ج۱ ص ۲۶۳؛ ابوداؤد ج۱ ص ۱۱۷)۔امام ابوداؤدؒ کی سند یہ ہے: حدثنا عبید الله بن معاذ نا أبی نا عبد العزیز بن أبی سلمة عن عمه الماجشون بن أبی سلمة عن عبد الرحمٰن الاعرج عن عبید الله بن ابی رافع عن علی بن ابی طالب قال: کان رسول الله ﷺ اذا قام الی الصلوٰة کبر ثم قال: وجهت وجهی للذی فطر السمٰوٰت والأرض الخ الحدیث (ابوداؤد ج۱ ص ۱۱۷ طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان)۔

اس روایت میں بھی رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں کیونکہ اس روایت میں عبدالرحمٰن بن ابی زناد نہیں ہے۔ثقہ راویوں نے حضرت علیؓ کی حدیث میں رفع یدین کا ذکر نہیں کیا ہے۔لہٰذا حضرت علیؓ کی طرف اس روایت کی نسبت درست نہ رہی ہے جبکہ حضرت علیؓ سے ترک رفع یدین کرنا صحیح سند سے ثابت ہے اور آپؓ کے شاگرد بھی ترکِ رفع یدین پر عمل کرتے تھے۔

حضرت علیؓ کی باقی روایات میں رفع یدین کا ذکر نہیں

حضرت علیؓ سے کئی روایات اس سلسلے میں مروی ہیں۔ان میں سے سات سندوں کی تفصیل ۸.۱.۴ میں ہے۔جب اتنی سندوں کے خلاف صرف ایک سند میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے تو امام بخاری کے اصول پر تو اس کی سند صحیح بھی ہوتی تب بھی رفع یدین کا ثبوت نہ ہوسکتا۔جیسا کہ انہوں نے ایک جگہ پر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کا جواب صرف یہ دیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی تطبیق والی حدیث میں ''لم یعد'' نہیں اس لیے دوسری میں ثابت نہیں۔جبکہ اس کی سند بھی ضعیف ہو اور خود امام بخاری کو اس کا اقرار بھی ہو۔

(جزء رفع الیدین للبخاری ترجمہ وتشریح از محمد امین اوکاڑویؒ ص ۲۴۳)

امام بخاری نے اس کو صحیح بخاری میں روایت نہیں کیا

اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو امام بخاریؒ اس کو اپنی جامع صحیح بخاری میں نقل فرماتے۔ان کا اس

روایت کو نقل نہ فرمانا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ یہ ان کے نزدیک صحیح نہیں تھی۔

مثلیت صرف تکبیر میں ہے

اس حدیث میں رکوع وغیرہ کے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے۔فعل مثل ذٰلک سے رفع یدین کا ثبوت نہیں ہوسکتا بلکہ یہ مثلیت صرف تکبیر میں ہے۔ چنانچہ افتتاحِ صلوٰۃ کے وقت تکبیر اور رفع یدین کا ذکر ہے۔تو یہ مشابہت بھی صرف تکبیر میں ہے۔اس لیے کہ مشابہت تمام اجزاء میں ضروری نہیں ہے۔اس لیے کہ حضرت علیؓ سے باقی تمام روایات میں صرف تکبیرات کا ذکر ہی ملتا ہے۔

اس روایت میں دوام کا ذکر نہیں

پھر اس حدیث میں نہ سنتِ مؤکدہ کا لفظ، نہ سنت غیر مؤکدہ کا، نہ ہمیشہ کا لفظ۔

یہ حدیث حضرت علیؓ کے عمل کے خلاف ہے

پھر اگر یہ حدیث صحیح بھی ہوتی تو اس سے ایک آدھ بار جناب رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کرنا ثابت ہوتا۔ساری عمر کرتے رہے یا چھوڑ دی۔اس سے یہ حدیث ساکت ہے۔ہاں قیاس یہ کہتا ہے کہ رفع یدین کی تو کرتے رہے ہوں گے۔اسی قیاس پر غیر مقلدین کا مذہب قائم ہے،مگر غیر مقلدین کا یہ قیاس حدیث کے خلاف ہے۔یہاں صرف ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

حدثنا یحیی بن یحیی و خلف بن ھشام جمیعاً عن حماد قال: یحیی انا حماد بن زید عن غیلان بن جریر عن مطرف بن عبد اللہ قال: صلَّیتُ أنا وَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ رضی اللہ عنہ خَلفَ علی بن أبی طالب، فکان اذا سجد کَبَّرَ واذا رفع رأسہ کَبَّرَ واذا نھض من الرکعتین کَبَّرَ.فلمّا انصرفنا من الصَّلوٰۃِ قال: أخذ عمرانُ بنُ حُصَیْنٍ رضی اللہ عنہ بیدی، ثم قال: لقد صَلّٰی بِنَا ھٰذا صَلوٰۃَ محمدٍ ﷺ أو قال قد ذَکَّرَنی ھٰذَا صَلوٰۃَ محمدٍ ﷺ۔

(مسلم ج ا ص ۱۶۹ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

ترجمہ: حضرت مطرف بن عبداللہؒ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حُصَین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی۔جب سر اٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اٹھے تو تکبیر کہی۔جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصینؓ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''انہوں نے مجھے محمد مصطفی ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے''۔

حضرت عمران بن حصینؓ نے جو حضرت علیؓ کی نماز کو حضور ﷺ کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اس میں تکبیرات کا تو ذکر ہے مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے۔

محدث بے مثال، فقیہ، مجتہد حضرت امام محمد بن حسن شیبانیؒ فرماتے ہیں:

"جاء الثبت عن علي بن أبي طالب وعبد الله بن مسعود أنهما كانا لا يرفعان في شئ من ذلك الا في تكبيرة الافتتاح". (کتاب الحجہ ج۱ ص ۹۴ طبع دار المعارف)۔

"حضرت علیؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بڑے مضبوط طریقے سے ثابت ہے کہ وہ سوائے تکبیر افتتاح کے رفع یدین نہیں کرتے تھے"۔

امام طحاویؒ کا طرزِ استدلال

امام طحاویؒ (المتوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں:

۱۔ رفع یدین والی حضرت علیؓ کی حدیث میں رفع یدین کا ذکر عبد الرحمٰن بن ابی الزناد کی خطا ہے۔

۲۔ حضرت علیؓ کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ ایک سنت کو وہ خود ہی روایت بھی کریں اور پھر خود خلافِ سنت نماز بھی پڑھیں۔ ایک دفعہ بھی وہ ایک نماز بھی سنت کے مطابق نہ پڑھیں۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ رفع یدین کی حدیث حضرت علیؓ کے نزدیک منسوخ تھی۔ اسی طرح خود حضرت علیؓ اور آپؓ کے ہزاروں ساتھی اور شاگرد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

(طحاوی ج۱ ص ۲۹۱، ۲۹۲ طبع بیروت)

یہ حدیث غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے

یہ حدیث غیر مقلدین کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ اس میں دو سجدوں سے کھڑے ہو کر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے جس کے غیر مقلدین خود منکر ہیں۔ جب یہ روایت خود ان کے اپنے عمل کے خلاف ہے تو اس کو پیش کر کے لوگوں سے دھوکہ دہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ غیر مقلدین کو چاہیے کہ پہلے اس پر خود عمل کریں اور ہر دو رکعت میں دو سجدوں سے کھڑے ہوتے وقت رفع یدین شروع کر دیں۔ مگر وہ تو ان واضح الفاظ کی غلط تاویل کریں گے اور سجدتین کو رکعتین بنانے کی کوشش کریں گے مگر لا حاصل!

حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: "میں آپ کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ تو

آپ ؓ نے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر تکبیر کہی اور رفع یدین کیا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا۔ پھر رفع یدین کیا۔ پھر فرمایا: اسی طرح کیا کرو۔ اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے تھے (سنن دارِ قطنی ج۱ ص ۲۹۲ رقم ۱۱۱۱)

جواب:۔

مرفوع اور موقوف ہونے میں اختلاف

۔ اس روایت کے مرفوع اور موقوف ہونے میں بہت اختلاف ہے۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ اس کو حماد بن سلمہ سے موقوف بیان کرتے ہیں (بیہقی)۔ جبکہ نضر بن شمیلؒ اور زید بن الحبابؒ اس کو حمادؒ سے مرفوع بیان کرتے ہیں (دار قطنی)۔

۲۔ علامہ ابن حزم ظاہریؒ غیر مقلد محلّٰی میں اس کو موقوف بیان کرتے ہیں (نیل الفرقدین ص ۵۱)

۳۔ علامہ انور شاہ فرماتے ہیں: "والصواب أنه موقوفٌ"۔ (نیل الفرقدین ص ۷۸)

یہ روایت ضعیف ہے

۱۔ دعلج بن احمد شیخ دار قطنی اس روایت کی سند میں ہیں۔ یہ راوی اگرچہ ثقہ ہیں مگر اس راوی پر کذاب اور وضاع قسم کے راویوں نے موضوع (جعلی) روایات داخل کر کے اس کی حدیثوں میں ملا دی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ دعلج راوی قابل اعتماد نہ رہا۔ (دیکھیے میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۲۰، ۱۲۴)۔

۲۔ اس روایت کا دوسرا راوی اسحاق بن راہویہؒ ہے جس کا آخری عمر میں حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ چنانچہ اس کی وفات ۲۳۸ھ میں ہوئی ہے۔ اور اپنی وفات سے پانچ ماہ پہلے اس کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میں نے ان ایام میں اسحاق بن راہویہؒ سے سنا تھا اور اس کی حدیث کو پھینک دیا تھا (تہذیب ج۱ ص ۲۱۸)۔

۳۔ اب اس کا شاگرد اس روایت میں ابو محمد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن شیرویہؒ (التوفی ۳۰۵ھ) ہے (شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۴۶)۔ جو بالکل متاخرین شاگردوں میں ہے۔ اس کی روایت محدثین کے اصول کے مطابق درست نہیں ہے۔

۴۔ اس کی سند میں حماد بن سلمہؒ ہیں۔ جن کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہوگیا تھا۔ چنانچہ خود غیر مقلدین کے بڑے عالم مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوریؒ فرماتے ہیں: اس اثر کی سند میں حماد بن سلمہؒ واقع ہیں اور آخر عمر میں ان کا حافظہ متغیر ہوگیا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں: تغیر حفظه بآخره انتهیٰ (تحقیق الکلام ج۱ ص ۱۰۳)۔ حماد بن سلمہؒ کی وفات ۱۶۷ھ میں ہوئی

ہے۔اوراس روایت کوان سے روایت کرنے والاشاگردنضر بن شمیلؒ ہے جس کی وفات ۲۰۳ھ میں ہوئی ہے جوکہ متأخر سماع والا ہے۔اورنضر بن شمیلؒ نے یہ روایت حماد بن سلمہؒ سے ان کے حافظہ کےخراب ہونے کے بعدسنی ہے۔لہٰذااس سےاستدلال درست نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ بلوغ المرام میں حماد بن سلمہؒ کی ایک روایت کے بارے میں امام ابوداؤدؒ سے تضعیف نقل کرتے ہیں اور علامہ امیر یمانیؒ غیر مقلد اس کی شرح میں بہت سے محدثین سے حماد بن سلمہؒ کی روایت کے غیر محفوظ اور خطا ہونے کا فتوے نقل کرتے ہیں(سبل السلام ج۱ ص ۷۷ باب الاذان حدیث ۱۵)۔قاضی شوکانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں: حماد بن سلمہؒ کے اوہام ہیں یعنی غلطیاں ہیں (نیل الاوطار ج۱ ص ۲۴۷)۔

صحیح حدیث میں رفع یدین کا ذکرنہیں

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی صحیح حدیث میں رفع یدین کا ذکرنہیں۔

۱۔حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا: ہمیں سنت سکھائی اور ہمیں نماز پڑھنے کا طریقہ بتاتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:''جب تم نماز پڑھنے لگوتواپنی صفوں کوسیدھا کرلیا کرو۔پھرتم میں سے کوئی ایک امامت کرائے۔جب امام تکبیر کہےتوتم بھی تکبیر کہواور جب وہ غَیْرِ الْمَغضُوبِ عَلَیْهِمْ وَلاَ الضَّآلِّیْن پڑھ لےتوتم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمھاری دعا قبول کرے گااور جب وہ تکبیر کہہ کررکوع کرےتوتم بھی تکبیر کہہ کررکوع کرو۔ واضح رہے کہ امام تم سے پہلے رکوع میں جاتا ہےاورتم سے پہلے اٹھتا ہے۔پھررسول اللہ ﷺ نے فرمایا:تو یہ اس کے بدلے میں ہے(یعنی جتنی دیرامام کے بعدرکوع کیا اتنی دیر بعدسراٹھانا تاکہ جتنی دیرامام رکوع میں رہےتم بھی اتنی دیر رکوع میں رہو)۔جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے، توتم ''اللّٰھم ربنا لک الحمد'' کہو۔اللہ تعالیٰ تمھاری دعائیں قبول کرے گا،چونکہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کےتوسط سے یہ بتایاہے کہ جوشخص اللہ تعالیٰ کی تعریف کرکے دعامانگے گا۔اللہ تعالیٰ اس کی دعاکوقبول کرتاہےاور جب امام تکبیر کہہ کرسجدہ کرےتوتم بھی تکبیر کہہ کرسجدہ کرو۔اس لئے کہ امام تم سے پہلے سجدہ کرتاہےاورتم سے پہلے سجدہ سےسراُٹھاتاہے۔پھرنبی ﷺ نےفرمایا:''یہ اس کے بدلے میں ہے(یعنی جتنی دیرامام کے بعدتم نے سجدہ کیا،اتنی دیر بعدسراٹھاؤ تاکہ جتنی دیرامام سجدے میں رہےتم بھی اتنی دیرسجدے میں رہو)''(صحیح مسلم رقم ۹۰۴)۔

اس نماز باجماعت کے طریقہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے نماز کے طریقہ کی تعلیم

دی۔ آپؓ نے تکبیر، رکوع، سجود وغیرہ میں آپ ﷺ نے امام اور مقتدی کا اشتراک ذکر فرمایا، مگر رفع یدین کی تعلیم بالکل نہ فرمائی۔

۲۔عن الأسود قال: قال أبو موسیٰ قال: "لقد ذکرنا علی بن أبي طالب رضی الله عنه صلوٰةً کنا نصلیها مع رسول الله ﷺ. أما نسیناها أما ترکناها عمداً. یکبر کلما رکع وکلما رفع وکلما سجد۔" (مسند احمد رقم ۱۹۰۰۰)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابوطالبؓ نے وہ نماز یاددلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ جب بھی رکوع کرتے، جب بھی سر اٹھاتے اور جب بھی سجدہ کرتے تو وہ تکبیر کہتے تھے۔

اس حدیث میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے تکبیر کا تو ذکر کیا مگر رفع یدین کا بالکل ذکر نہیں کیا۔

۳۔عن أبي موسیٰ الأشعري قال: "لقد صلّٰی بنا علی بن أبي طالب رضی الله عنه صلوٰةً ذکرنا بها صلوٰة کنا نصلیها مع رسول الله ﷺ. فأما أن تکون نسیناها وأما أن نکون ترکناها عمداً. یکبر في کل رفع ووضع وقیام وقعود"۔ (مسند احمد رقم ۱۹۲۲۳)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں: ہمیں حضرت علی بن ابوطالبؓ نے نماز پڑھائی۔ جس سے ہمیں وہ نماز یاددلا دی جس کو ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اس نماز کو یا تو ہم بھول ہی گئے تھے یا ہم نے عمداً اس کو چھوڑ رکھا تھا۔ وہ ہر اونچ نیچ، قیام اور قعود میں تکبیر کہتے تھے۔

یہ روایت مرجوح ہے

اگر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی اس حدیث کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس سے استدلال درست نہیں کیونکہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے تھے۔ فرماتے تھے: جب تک وہ زبردست عالم تم میں زندہ رہیں۔ مجھ سے مسائل پوچھا ہی نہ کرو (بخاری ج ۲ ص ۹۹۷)۔

حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کا جواب

حضرت ابوہریرہؓ سے تین روایات مروی ہیں:

اول:۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تو کندھوں کے برابر آپ رفع یدین کرتے۔ اور جب رکوع کرتے اور

جب سجدہ کرتے (ابن ماجہ ص ۶۲)۔

جواب: ابن ماجہ کی حدیث ضعیف ہے

اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن عیاش ہے جو کہ ضعیف ہے اور اس کی روایت غیر شامیین سے تو باتفاق محدثین کرام رحمہم اللہ مردود ہے

(نووی شرح مسلم ج۱ ص ۱۸؛ ترمذی ج۱ ص ۱۹، ۱۴۰، ج ۲ ص ۳۴، ۱۰۹؛ طحاوی ج۱ ص ۱۱۱؛ محلّٰی ج۱ ص ۲۵۷)۔

اسماعیل بن عیاش کی یہ روایت بھی غیر شامیین سے ہے جو باتفاق محدثین کرام رحمہم اللہ نا قابل قبول ہے۔

دوم:۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک دوسری حدیث ابوداؤد (ج۱ ص ۱۰۸) میں رفع یدین کے باب میں آتی ہے۔

سوم:۔ تیسری روایت صحیح ابن خزیمہ کی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہہ کر پھر رفع یدین کندھوں تک کرتے ۔ اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے ۔ اور جب سجدہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے ۔ اور سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین نہ کرتے ۔ جب دو رکعتوں پر کھڑے ہوتے تو بھی اسی طرح کرتے (ابن خزیمہ ج۱ ۳۴۴ رقم ۶۹۴، ۶۹۵)۔

ابن خزیمہ کی روایت کے معنیٰ میں حافظ زبیر علی زئی کی تحریف

تنبیہ:۔ اس روایت میں "واذا رکع فعل مثل ذلک واذا سجد فعل مثل ذلک" کے الفاظ ہیں: اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے ۔ اور جب سجدہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے ۔

جس کا معنیٰ حافظ زبیر علی زئی نے یوں کیا ہے: جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے ۔

جناب زبیر صاحب نے کیسی تحریف کی ہے! اذا سجد کا معنیٰ رکوع سے کھڑے ہونے کا کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ! کیسی عقل ہے!

جواب: مثلیت تکبیر کہنے میں ہے نہ کہ رفع یدین میں

اس روایت میں "واذا رکع فعل مثل ذلك واذا سجد فعل مثل ذلك" کے الفاظ ہیں: "اور جب رکوع کرتے تو اسی طرح کرتے ۔ اور جب سجدہ کرتے تو بھی اسی طرح کرتے" یہ مثلیت تکبیر کہنے میں ہے نہ کہ رفع یدین میں ۔

ابوداؤد اور ابن خزیمہ کی روایات ضعیف ہیں

یہ روایات ضعیف ہیں۔اول: ان کی سند میں ایک راوی یحییٰ بن ایوب غافقی ابوعباس مصری ہے۔اگرچہ صحیحین میں اس سے احتجاج کیا گیا ہے مگر پھر بھی اس پر ائمہ نے جرح کی ہے۔

۱۔امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: اس کا حافظہ خراب ہے اور وہ خطا کرتا ہے۔

۲۔محدث امام اسماعیلیؒ فرماتے ہیں: اس سے احتجاج نہ کیا جائے۔

۳۔امام ابن سعد فرماتے ہیں: وہ منکر الحدیث ہے۔

۴۔امام دارِقطنی فرماتے ہیں: اس کی بعض حدیثوں میں اضطراب ہے۔

۵۔امام عقیلی فرماتے ہیں: وہ ضعیف ہے(تہذیب التہذیب ج۱۱ ص۱۸۶، ۱۸۷)۔

۶۔حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: اس میں کوئی خرابی ہے جیسا کہ امام احمد نے اس کے بارے کہا ہے کہ وہ خراب حافظہ والا ہے(ابن کثیر ج۱ ص۱۶۹)۔

۷۔حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: سچا ہے۔لیکن اکثر اوقات خطا کی ہے(تقریب ص ۲۷۴)۔

اگر ہم اس کو حسن درجہ کا راوی بھی مان لیں تب بھی رفع یدین اس کی خطا کا نتیجہ ہے۔

ثانی:۔اس کی سند میں دوسرا راوی ابن جریجؒ ہے جو کہ ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے۔یہ روایت اس نے عنعنہ سے روایت کی ہے۔ایسے راوی کی روایت باتفاق محدثین کرام رحمہم اللہ حجت نہیں ہوتی۔امام دارقطنیؒ فرماتے ہیں:

''ابن جریجؒ کی تدلیس سے بچ، کیونکہ وہ بری تدلیس والا ہے۔وہ تدلیس نہیں کرتا مگر اس راوی سے جو کہ مجروح ہوتا ہے''(تہذیب التہذیب ج۶ ص۴۰۵)

امام یحییٰ بن معینؒ ابن جریج کے متعلق فرماتے ہیں: ''لیس بشیٔ فی الزھری'' (تہذیب ج۶ ص۴۰۴)۔ابن جریج امام زہری سے روایت کرنے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

یہ روایت بھی ابن جریج کی امام زہری کے طریق سے ہے۔لہٰذا کسی کے رجالہ رجال الصحیح کہنے سے حدیث صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ سوءحفظ، تدلیس وغیرہ عیوب صحتِ حدیث کے منافی ہیں اور روایت بھی غیر صحیحین کی ہے۔

ثالث:۔حافظ زبیر صاحب خود ہی فرماتے ہیں:

تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔اسے سابقہ روایتوں کے شاہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے(نور العینین ص ۱۱۸)۔

نیز فرماتے ہیں: وله شاهد عند الدارقطني في العلل كما في التلخيص الحبير ۲۱۹/۱ ورجاله

ثقات (نور العینین ص ۱۱۸)۔

امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں:

"عن أبي سلمة عن أبي هريرة أنه كان يرفع يديه في كل خفض ورفع ويقول أنا أشبهكم صلاةً برسول الله ﷺ" (کتاب العلل ج ۴ ص ۱۰۶)۔

حضرت ابو ہریرہؓ ہر اونچ نیچ کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں بہت زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوں تم سے نبی کریم ﷺ کی نماز کے ساتھ۔

پھر جناب زبیر علی زئی فرماتے ہیں: اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تلخیص الحبیر میں رجالہ ثقات نہیں کہا۔ جب حافظ زبیر صاحب کے سامنے دار قطنی کی کتاب العلل کے راوی مذکور نہیں تو رجماً بالغیب کیسے کہہ دیا کہ اس کے سب راوی ثقہ ہیں؟ لاحول ولاقوۃ الا باللہ!

(نور الصباح ج ۲ ص ۲۶۸)

امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں: "عمرو بن علی کی متابعت رفع یدین پر کسی نے نہیں کی۔ دوسرے راوی تکبیر کے لفظ سے روایت کرتے ہیں۔ اس میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے اور یہی صحیح روایت ہے"

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۱۴)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح روایات میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے

اگر بالفرض یہ حدیثیں صحیح بھی ہوتیں تو ان میں ایک آدھ بار رفع یدین کرنے کا ذکر ہے۔ وہ رفع یدین باقی رہی یا نہ رہی۔ اس سے یہ حدیث ساکت ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح روایات مرفوعاً وموقوفاً میں صرف تکبیرات کا ذکر ہے رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں ہے

(بخاری رقم ۸۰۳؛ مسند احمد رقم ۸۲۷۳؛ موطا محمد رقم ۱۰۳؛ موطا امام مالک رقم الحدیث ۲۰۳؛ بخاری رقم الحدیث ۷۸۵، ۷۸۹، ۷۹۵، ۸۰۳؛ مسلم رقم الحدیث ۸۶۷؛ ابو داؤد رقم ۸۳۶؛ ترمذی رقم ۲۵۴ مختصراً؛ نسائی رقم ۱۱۵۵، ۱۱۵۶؛ مسند احمد رقم الحدیث ۷۲۱۹؛ دارمی رقم ۱۲۴۸؛ مصنف عبد الرزاق رقم ۲۴۹۲، ۲۴۹۴؛ موطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لأبي یوسف رقم ۱۰۸)۔

حدیث حضرت ابو بکر صدیقؓ اور اس کا جواب

حضرت عطاء بن ابی رباحؒ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا۔ تو عبد اللہ بن زبیرؓ نے کہا: میں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز

شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔اور حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔آپ ﷺ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے (سننِ کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۷۳)۔

جواب:۔ یہ حدیث غیر ثابت ہے۔

یہ حدیث منقطع ہے

یہ حدیث منقطع ہے۔کیونکہ الفاظ اس طرح ہیں۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا ابو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار الزاهد املاء من اصل كتابه قال قال ابو اسمعيل محمد بن اسمعيل السلمي الخ۔

محمد بن عبداللہ الصفار الزاہدؒ نے اپنی کتاب سے یہ حدیث لکھوائی اور کہا کہ محمد بن اسماعیل سلمی نے کہا ہے الخ۔معلوم ہوا کہ یہ حدیث انہوں نے سلمیؒ سے خود نہیں سنی بلکہ ان کی کتاب سے نقل کی ہے۔لہٰذا جو شخص اتصال کا دعویٰ کرتا ہے وہ بیان کرے۔

یہ حدیث ضعیف ہے

۱۔اس کی سند کے پہلے راوی امام حاکم ہیں وہ سخت قسم کے شیعہ ہیں۔محدثین کا اصول یہ ہے کہ شیعہ یا بدعتی کی وہ روایت جو ان کے مذہب کی تائید کرتی ہو تو وہ مردود ہوتی ہے۔

☆ چنانچہ خطیب بغدادیؒ سے منقول ہے: ''ابو عبداللہ حاکم قابل اعتماد ہیں۔تشیع کی طرف مائل تھے'' (تذکرۃ الحفاظ: تیرھواں طبقہ)۔

☆ ابو اسماعیل انصاری سے منقول ہے کہ حدیث میں ثقہ اور لائق اعتماد ہیں۔لیکن خبیث قسم کے رافضی ہیں۔ابن طاہر کہتے ہیں کہ باطن میں متعصب شیعہ ہیں (تذکرۃ الحفاظ مترجم: تیرھواں طبقہ)۔

☆ علامہ محمد بن ابراہیم الوزیر (المتوفی ۸۴۰ھ) فرماتے ہیں: ''محدثین حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حاکمؒ ائمہ حدیث میں سے ہیں۔اس کے ساتھ ان کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں'' (الروض الباسم ج ۱ ص ۱۲۲)

☆ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں: ''امام حاکمؒ مشہور شیعہ ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے خلاف کچھ نہیں کہتے'' (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۶۰۸)۔

☆ محدث ابن طاہرؒ کہتے ہیں: ''میں نے ابو اسمٰعیل عبداللہ انصاریؒ سے امام حاکمؒ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: حدیث میں امام ہیں لیکن خبیث قسم کے رافضی ہیں'' (میزان الاعتدال

ج ۳ ص ۶۰۸؛ سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۷۴)

☆ شذرات الذہب میں ابن ناصر الدینؒ کے حوالہ سے لکھا ہے: ''اس میں شیعیت تھی اور سخت قسم کی ضعیف روایات کو صحیح کہہ دیتے تھے'' (شذرات الذہب ج ۳ ص ۱۷۷)۔

۲۔ دوسرا راوی الصفار کا سماع اس کے استاد السلمی سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔ کیونکہ الفاظ اس طرح ہیں۔

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ ثنا ابو عبد الله محمد بن عبد الله الصفار الزاهد املاء من اصل كتابه قال قال ابو اسمعيل محمد بن اسمعيل السلمي الخ۔

محمد بن عبد اللہ الصفار الزاہدؒ نے اپنی کتاب سے یہ حدیث لکھوائی اور کہا کہ محمد بن اسماعیل سلمی نے کہا ہے۔ الخ۔ معلوم ہوا کہ یہ حدیث انہوں نے سلمیؒ سے خود نہیں سنی بلکہ ان کی کتاب سے نقل کی ہے۔ لہٰذا جو شخص اتصال کا دعویٰ کرتا ہے وہ بیان کرے۔ اس کے علاوہ اس کے اساتذہ میں ابو اسماعیل السلمی کا ذکر اسماء الرجال کی کتابوں میں نہیں ملتا۔ معلوم ہوا یہ روایت انہوں نے خود نہیں سنی بلکہ کسی واسطہ سے ان تک پہنچی ہے۔ علاوہ ازیں علامہ تاج الدین سبکیؒ فرماتے ہیں: ''فذهب علمه بدعاء الشيخ عليه: اس راوی پر اپنے شیخ نے بددعا کی جس کی وجہ سے اس کا علم ضائع ہو گیا'' (طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱۶۷)۔

پس معلوم ہوا کہ ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور نسیان کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ روایت بھی قابل اعتماد نہیں ہے۔

۳۔ پھر یہ سلمی (محمد بن اسماعیل ابو اسماعیل السلمی) خود متکلم فیہ راوی ہے۔ بعض محدثین کرام رحمہم اللہ نے اس پر کلام کیا ہے۔

۴۔ یہ سلمی صاحب، جن کی وفات ۲۸۰ھ میں ہے، فرماتے ہیں: میں نے ابو النعمان محمد بن الفضل السدوسی (جس کا لقب عارم ہے) کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے رفع یدین رکوع والی کی۔ میں نے اس سے پوچھا: ''ما هذا؟'' یہ کیا ہے؟ یعنی سلمی جو بغداد کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں نہ بغداد میں، نہ مکہ میں، نہ مدینہ میں، کبھی کسی کو رفع یدین کرتے نہیں دیکھا اور اس کی ساری نماز میں یہ رکوع والی رفع یدین ہی نئی چیز نظر آئی۔ اس لیے اس نے حیران ہو کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ یہ صاحب جس نے رفع یدین کی تھی۔ اس کے بارے محدثین کرام فرماتے ہیں:

☆ محدث ابن ابی حاتمؒ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ ابو حاتمؒ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے: عارم آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور عقل بھی زائل ہو گئی تھی۔ پس جس راوی نے اختلاط سے

پہلے سنا ہے۔اس کا سماع صحیح ہے۔میں نے ان سے اختلاط سے پہلے ۲۱۴ھ میں سنا تھا (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۰۳)۔

☆امام ابوداؤد فرماتے ہیں: عارم نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب کہ اس کی عقل زائل ہو چکی تھی (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۰۴)۔

☆امام ابن حبان فرماتے ہیں: یہ عارم آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو چکا تھا۔حافظہ بھی متغیر ہو چکا تھا حتی کہ نہیں جانتا تھا کہ کیا بیان کر رہا ہے۔پس اس کی حدیث میں منکر (اوپری) چیزیں واقع ہو گئیں۔پس بچنا واجب ہے اس روایت سے جس کو متأخرین نے اس سے روایت کیا ہو۔اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تو اس کی سب روایات کو چھوڑ دیا جائے گا اور اس سے حجت نہ پکڑی جائے گی (تہذیب التہذیب ج۹ ص ۴۰۴)۔

☆علامہ ناصر الدین البانی ؒ غیر مقلد ایک روایت کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میرے نزدیک اس حدیث کی صحت میں نظر ہے کیونکہ اس کی سند میں عارم ابوالنعمان ؒ جس کا نام محمد بن فضل عارم ؒ واقع ہے جو آخری عمر میں خراب حافظہ والا ہو گیا تھا بلکہ حدیث اس پر رل مل گئی تھی (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج۲ ص ۲۶۵)۔

☆نیز علامہ ناصر الدین البانی ؒ غیر مقلد ایک حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میں کہتا ہوں: یہ سند میرے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ ابوالنعمان کا نام محمد بن فضل سدوسی ؒ ہے اس کا لقب عارم ہے۔وہ اگرچہ ثقہ تھا لیکن آخر عمر میں اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔یہ بات محدثین کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے کہی ہے۔ان میں امام ابوداؤد ؒ، امام نسائی ؒ، دارقطنی ؒ وغیرہ ہیں۔امام ابوحاتم ؒ کہتے ہیں کہ آخری عمر میں اس کی عقل بھی زائل ہو گئی تھی جس نے اختلاط سے پہلے سنا تھا۔اس کا سماع صحیح ہے'' (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعہ ج۳ ص ۲۷۰، ۲۷۱)۔

☆ابواسماعیل السلمی ؒ (المتوفی ۲۸۰ھ) ابوالنعمان السدوسی (المتوفی ۲۲۴ھ) کے قدیم شاگردوں میں سے نہیں ہیں۔درمیان میں ساٹھ سال کا فاصلہ ہے۔لہٰذا ابواسماعیل السلمی ؒ (المتوفی ۲۸۰ھ) نے ابوالنعمان السدوسی ؒ (المتوفی ۲۲۴ھ) سے حالتِ اختلاط میں سنا ہے ۲۲۰ھ سے پہلے سننے والا قدیم السماع ہے۔اس لیے حافظ ابن حجر ؒ نے ابوالنعمان السدوسی ؒ (المتوفی ۲۲۴ھ) کو ثقة ثبت، تغیر فی آخر عمرہ من صغار التاسعة (تقریب ص ۳۱۵)۔ثقہ ہے ثبت ہے آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گیا تھا۔نویں درجے صغار میں اس کا شمار ہوتا ہے۔اور محمد بن اسماعیل ؒ کو گیارھویں درجے میں شمار کیا ہے (تقریب ص ۲۹۰)۔ محدثین کرام کے ہاں حالت اختلاط میں سنی ہوئی

روایت قابل اعتماد نہیں ہوتی۔

الغرض اس تیسری صدی کے شروع میں ساری دنیا میں یہی ایک آدمی رفع یدین کرنے والا تھا۔ جس کا دماغ چل گیا تھا۔

۵۔ ابوالنعمان السدوسی (المتوفی ۲۲۴ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حماد بن زید کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس نے رکوع والی رفع یدین کی۔ تو میں نے اس سے پوچھا: تو نے یہ کیا کیا؟ گویا اسے بھی ساری زندگی میں ایک ہی آدمی رفع یدین کرنے والا ملا۔ حماد بن زید کا وصال ۱۷۹ھ میں بصرہ میں ہوا۔ گویا دوسری صدی کے نصف آخر میں ساری دنیا میں صرف بصرہ میں ایک آدمی رفع یدین کرنے والا تھا۔

۶۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایوب سختیانیؒ (المتوفی ۱۳۱ھ) کو رکوع کی رفع یدین کرتے دیکھا اور میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی کے نصف اول میں ساری دنیا میں صرف بصرہ میں ہی ایک شخص رفع یدین کرنے والا تھا۔

۷۔ ایوب سختیانیؒ (المتوفی ۱۳۱ھ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء کو رکوع کی رفع یدین کرتے دیکھا اور میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس سے معلوم ہوا کہ دوسری صدی کے ربع اول میں ساری دنیا میں صرف ایک حضرت عطاء نے رفع یدین کی۔

۸۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو رکوع کی رفع یدین کرتے دیکھا اور میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ گویا پہلی صدی کے نصف آخر میں صرف ابن زبیرؓ نے رفع یدین کی۔ اسی لیے ان سے پوچھا گیا کہ یہ کیا ہے؟

۹۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں: میرے سامنے ایک دفعہ حضرت صدیق اکبرؓ نے نماز میں رکوع والی رفع یدین کی۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ یہ جملہ بتا رہا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے ایسی نماز پڑھی کہ اور کوئی صحابیؓ ایسی نماز نہ پڑھتے تھے۔ اسی لیے تو پوچھنے کی ضرورت پڑی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ ﷺ نے رفع یدین کیا۔

۱۰۔ اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو یہ ثابت ہوگا کہ خیر القرون میں پوری تین صدیوں میں صرف چار پانچ آدمی رکوع کی رفع یدین کرنے والے تھے۔ اور تین صدیوں تک یہ رفع یدین ایک ایسی منکر بات تھی کہ جب کوئی کر بیٹھتا تو فوراً لوگ پکڑ کر پوچھتے: یہ کیا ہے؟

۱۱۔ محمد بن فضل کا چونکہ حافظہ درست نہیں رہا تھا۔ اس نے بصرہ سے رفع یدین کا رخ مکہ کی طرف موڑا اور حضرت عطاء، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی سند سے رفع یدین بیان کر دی۔ اصل بات یہ ہے کہ محدث عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ اہل مکہ میں رفع یدین ابن جریج سے شروع ہوئی۔ ابن جریج پرلے درجے کے مدلس تھے۔ وہ نماز کی سند حضرت عطاء، حضرت ابن زبیرؓ، حضرت صدیق اکبرؓ کے واسطہ سے حضور ﷺ تک پہنچاتے تھے۔ اس میں رفع یدین کا ذکر نہ کرتے۔ لیکن سننے والے سمجھتے

کہ یہ چونکہ خود رفع یدین کرتے ہیں اس لیے یہ رفع یدین کی سند ہے۔محمد بن فضل عارم نے اپنے حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ابن جریج والی روایت کو رفع یدین کا ذکر ملا کر بیان کر دیا۔ یہ صرف حافظہ کی خرابی کا کرشمہ ہے اور کچھ بھی نہیں (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱)۔

یہ حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عمل کے خلاف ہے

۱ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ وہ تکبیر تحریمہ کے سوا رفع یدین نہیں کرتے تھے'' (سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۳۹۹ رقم ۱۱۲۰؛ سنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۹؛ مجمع الزوائد رقم ۲۵۸۱؛ ابویعلی فی مسندہ رقم ۵۰۱۷؛ المقصد العلی رقم ۲۶۶)۔

۲ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام وقعود میں صرف تکبیر کہتے تھے، اور یہی طریقۂ نماز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا تھا (ترمذی باب ما جاء فی التکبیر عند الرکوع والسجود رقم ۲۵۳)۔

۳ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ ہر اونچ نیچ میں اور قیام وقعود میں صرف تکبیر کہتے تھے، اور یہی طریقۂ نماز حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا'' (نسائی باب التکبیر للسجود رقم ۱۱۵۰)۔

۴ حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی کتاب مسندِ احمد میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حدیث بیان کی ہے لیکن اس میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں ہے۔

حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا عبد الرزاق قال: اهل مكة يقولون: أخذ ابن جريج الصلاة من عطاء، وأخذ عطاء من ابن زبير، وأخذ ابن الزبير من أبي بكرٍ من النبي ﷺ. ما رأيتُ أحداً أحسن صلاة من ابن جريج. (مسندِ احمد رقم ۷۴)

ترجمہ:۔ امام عبدالرزاق نے فرمایا کہ اہلِ مکہ نے کہا کہ ابن جریج نے نماز عطاء سے لی ہے اور عطاء نے ابن زبیرؓ سے لی ہے اور حضرت ابن زبیرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نبی پاک ﷺ سے لی ہے۔امام عبدالرزاقؒ نے کہا: میں نے کسی کو بھی ابن جریج سے زیادہ اچھی نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

اگر حضرت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی روایت میں رفع یدین کا ذکر صحیح ہوتا تو حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس کا ذکر بھی کرتے۔ کیونکہ بیہقی کی سند میں خراب حافظے والے، مختلط الحدیث تھے۔ اس لیے اس روایت میں رفع یدین کا ذکر آجانا کوئی بعید نہیں۔ مسند احمد کی حدیث میں کوئی خراب حافظے والا نہیں ہے۔ اس لیے اس میں رفع یدین کا ذکر بھی نہیں ہے۔ تو اس شہادت سے بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی حدیث میں رکوع کے وقت رفع یدین نہیں ہے۔

باب ۹

بعض اہم شبہات کا ازالہ

بعض اہم ملحوظات

حضرت علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے اپنی کتاب ''معارف السنن'' میں رفع یدین کی بحث کے آخر میں کچھ ملحوظات بیان کیے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ان کو بھی بیان کر دیا جائے۔

۱:۔ ترکِ رفع یدین ایک متواتر عمل ہے۔ عصرِ نبوت سے لے کر آج تک ترکِ رفع یدین ایک متواتر عمل کے طور پر موجود ہے۔ ترکِ رفع یدین تعاملِ توارث کے طور پر بلانکیر متواتر منقول ہے۔ مسئلہ رفع یدین میں تعاملِ توارث بہت بڑی قوی حجت ہے۔ جو شخص تعاملِ توارث کے ہوتے ہوئے بھی کسی عنعنہ والی حدیث کی بنا پر اس سے انکار کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ نصف النہار میں چراغ جلاتا ہے۔ اور جو کسی خبر واحد کے بل بوتے پر متواتر تعامل کا انکار کرتا ہے یا اس کو منسوخ قرار دیتا ہے اس نے قلبِ موضوع کر دیا اور ایک قطعی چیز کو ظنی بنا دیا۔

۲:۔ مرکزِ اسلام مدینہ منورہ سے دور دراز والے شہروں میں تو ترکِ رفع یدین اور رفع یدین کرنے والے دونوں ہی موجود تھے مگر کوفہ میں صرف ترکِ یدین والے ہی تھے کیونکہ اہل کوفہ تو بالاجماع ترک رفع یدین پر ہی عامل تھے۔ اہلِ مدینہ کا تعامل امام مالکؒ کے عہد میں ترکِ رفع یدین ہی تھا جیسا کہ مالکیہ حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ اور اسی ترکِ رفع یدین کے تعامل کی بنا پر امام مالکؒ نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ امام مالکؒ نے اسی تعامل اہل مدینہ کو مرفوع حدیث پر ترجیح دی ہے۔

۳:۔ امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ ''جزء رفع الیدین'' میں جو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سے ترکِ رفع یدین کی عدمِ صحت کا ذکر کیا ہے۔ یہ ان کی حسبِ عادت مبالغہ آرائی ہے۔ انہوں نے خود بھی اس پر جزم ویقین نہیں کیا۔ انہی کے زمانہ میں حضرت امام بخاری کے شاگرد حضرت امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب ''جامع ترمذی'' میں اس دعویٰ کو رد کر دیا ہے اور اسی طرح امام محمد بن نصر المروزیؒ وغیرہ

نے رد کر دیا ہے۔ اہل کوفہ نے ترک رفع یدین حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت علقمہ بن قیسؒ، حضرت اسود بن یزیدؒ، حضرت مغیرہؒ، حضرت سفیان ثوریؒ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ، حضرت ابن ابی لیلیٰؒ، حضرت عامر شعبیؒ، حضرت ابواسحٰق سبیعیؒ، حضرت خیثمہؒ، حضرت وکیعؒ، حضرت عاصم بن کلیبؒ، حضرت امام زفرؒ وغیرہ اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ سے قوی اسانید سے ثابت کیا ہے۔ اور جو کچھ اہلِ کوفہ کو نسل در نسل اور طبقۃً بعد طبقۃٍ توارث وتعامل کے طور پر ترکِ رفع یدین کی اجتماعی خصوصیت حاصل ہوئی وہ ناقابلِ انکار حقیقت ہے۔

۴:۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ میں رفع وترکِ رفع یدین کی کوئی بحث نہ تھی۔ نہ یہ بات قابلِ نزاع تھی۔ اس بارے میں بحث و مباحثہ تو بعد کے دور میں شروع ہوا۔ آج کل کے غیر مقلدین نے تو حدودِ اعتدال سے بھی بہت آگے بڑھ کر خوب میدان گرم کر لیا۔

۵:۔ ائمہ اربعہ تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین پر متفق ہیں اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ تین جگہوں کے علاوہ کسی اور جگہ پر رفع یدین مستحب نہیں ہے۔ یعنی حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ بھی جو رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین کے قائل ہیں، وہ بھی نہ دو رکعت سے اُٹھنے کے وقت رفع یدین کے قائل ہیں، نہ سجدوں کے وقت، نہ خفض ورفع کے وقت۔ حالانکہ ان کے لیے بھی روایات موجود ہیں۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے بقول یہ اختلاف بھی صرف افضلیت کا ہے یا اس کو اختلاف مباح کہہ لو۔ البتہ احناف کے ہاں غیر معمول بہ اور غیر مندوب ہے۔ علامہ ابوبکر رازی جصاصؒ نے ''احکام القرآن'' میں عدمِ کراہت کی صراحت کر دی ہے۔ جو اس باب میں بہت موثق ہے (احکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۳، ۲۰۴ تحت آیت کتب علیکم الصیام)۔ اسی حقیقت کو حافظ ابوعمر ابن عبدالبرؒ نے مالکیہ میں سے اور حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ نے حنابلہ میں سے تسلیم کیا ہے۔ شوافع میں سے امام نوویؒ بھی اس کو مستحب فرماتے ہیں (نووی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸)۔

۶:۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ نے محدثین کے مبالغات پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ امام بخاریؒ نے لکھا کہ سترہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رفع کی احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن عبدالبرؒ نے رواۃ رفع کی تعداد تئیس (۲۳) لکھی۔ بیہقیؒ نے تیس (۳۰) لکھی۔ عراقیؒ نے پچاس تک عدد پہنچا دیا۔ حالانکہ ان میں صرف تحریمہ والی بھی ہیں، جن میں مواضع ثلاثہ کا کچھ ذکر نہیں۔ پھر بیہقی

"نے خود اقرار کرلیا کہ ۳۰ میں سے پندرہ (۱۵) کی اسناد صحیح ہیں، حالانکہ ان میں بھی متکلم فیہ احادیث ہیں۔ غرض عدد گھٹتے گھٹتے پانچ یا چھ کا رہ گیا۔ یہ محدثین کے مبالغات کا حال ہے۔ اور دوسری جانب بھی ترک رفع کی بھی چھ سات احادیث ہیں۔ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت براءؓ، حضرت کعب بن عجرہؓ۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا: اگر ان کے ساتھ وہ احادیث بھی شامل کرلیں کہ جن میں نماز کی ساری کیفیت بیان ہوئی ہے اور اول تکبیرِ تحریمہ کا ذکر بھی ہے مگر ان میں رفع یدین عندالرکوع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تو ہماری احادیث کی تعداد رفع والی احادیث سے زیادہ ہوجاتی ہے۔

(انوارالباری ج ۱۵ص ۳۳۳)۔

اگر تمام روایات پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے تو شائد پچاس صحابہؓ میں سے پانچ کی روایات بھی ایسی نہ ہوں جس سے رفع یدین کے قائلین کے مکمل مؤقف کی تائید ہوسکے۔ اسی لیے علامہ محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں: "وقد اعترف البیھقی بأن ما یحتج به قدر خمسة عشر ولکن بعد النخل والسبر تبقی عندھم ستة احادیث فقط"۔ (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۷)۔

"حضرت امام بیہقیؒ نے اعتراف کیا ہے کہ اختلافی رفع یدین پر جن احادیث کے ساتھ استدلال کیا جاسکتا ہے۔ وہ پندرہ ہیں لیکن چھان بین کے بعد ان کے پاس صرف چھ احادیث باقی رہ جائیں گی"۔

علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے جن چھ احادیث کے باقی رہنے کا تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض میں سجدوں کی بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ اور بعض میں صرف رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے۔ تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کا ذکر نہیں ہے جبکہ غیر مقلدین کے نزدیک تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین ہے اور سجدوں میں رفع یدین نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے پاس چھ میں سے صرف تین حدیثیں باقی بچیں گی۔ پورے ذخیرۂ حدیث میں ان کے مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے ان تین حدیثوں کے علاوہ کوئی حدیث نہیں ہے۔

۷:۔ امام حاکمؒ نے جو دعویٰ کیا ہے کہ "رفع یدین کو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے"۔ حالانکہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک سے بھی صحیح سند سے ثابت نہیں جیسا کہ حافظ ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا ہے۔ دوام رفع یدین تو کسی ایک صحابیؓ سے بھی مروی نہیں ہے چہ جائیکہ عشرہ مبشرہ سے اس کا ثبوت ہو۔ اس کے مقابلے میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے، جو عشرہ مبشرہ کے سرخیل ہیں، ترکِ رفع یدین صحیح اَسانید سے ثابت ہے۔ افسوس ہے! کہ شیخ فیروز

آبادیؒ کی عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے مروی روایات کا سراغ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو نہ ملا، ورنہ یہ روایتیں صحیحین کی زینت ضرور بنتیں۔

۸:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو کنکریاں مارنے والی روایت منقول ہے۔اس کی سند ضعیف ہے اور بشرطِ صحت یہ ان کا خاص ذوق ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ان کا خاص شغف تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام ایک بار بھی کیا ہوا گر چہ وہ سنتِ غیر مقصودہ ہی ہو۔باوجود اس کے ان کے عہد میں کسی ایک شخص نے بھی ان کی متابعت نہیں کی ورنہ وہ ضرور نقل ہوتا۔مسند احمد کی روایت میں تو تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین نہ کرنے پر کنکریاں مارنے کا ذکر ہے۔نہ کہ رکوع والی رفع یدین پر۔اگر اس سے مراد رکوع والی رفع یدین ہی ہو تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے بقول مدینہ طیبہ میں ترکِ رفع یدین کے تعامل کی وجہ سے ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خیال آتا ہوگا کہ کہیں رفع یدین کی سنت بالکل متروک و منکر ہی نہ ہو جائے اور اسی لیے وہ کچھ لوگوں کو کنکری بھی مار کر توجہ دلاتے ہوں گے۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے اس جذبہ میں سب سے ممتاز ہی تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی سنت متروک نہ ہونے پائے اور وہ ہر ہر سنتِ نبویہ پر بڑی سختی سے عمل کرنے کے عادی تھے۔

۹:۔ حضرت امام ابن القاسمؒ نے حضرت امام مالکؒ سے ترک رفع یدین کی روایت ذکر کی ہے۔ وہ اس میں منفرد نہیں ہیں بلکہ حضرت امام شافعیؒ نے حضرت امام مالکؒ سے یہی نقل کیا ہے کہ وہ رفع یدین نہیں کرتے تھے جیسا کہ ''معانی الاخبار شرح معانی الآثار'' للعینیؒ میں ہے۔لہٰذا امام مالکؒ سے ترک رفع یدین کی روایت کرنے والے صرف ابن القاسمؒ نہیں ہیں بلکہ ان کے متابع امام شافعیؒ ایسے جلیل القدر امام و محدث ہیں (معارف السنن ج ۲ ص ۴۶۶ تا ۴۶۸)۔

بعض اہم شبہات کا ازالہ

ہم نے جس انداز میں اپنا موقف واضح کیا ہے اور جس طرح اپنے موقف پر قرآن کریم اور حدیث شریف کی تینوں قسموں سے دلائل دے کر رکوع کے ساتھ رفع یدین نہ کرنے کی پسندیدگی کو ثابت کیا ہے۔ اس کے بعد ہمارے موقف کو سمجھنے میں کوئی الجھن نہیں ہونی چاہئے مگر پھر بھی تکمیل بحث کی غرض سے اس باب کو لایا جاتا ہے تا کہ شبہات کو ذکر کر کے ان کا الگ سے بھی ازالہ کر دیا جائے۔

شبہ:۔ رفع یدین صحاح ستہ میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔پھر کیا وجہ ہے کہ

آپ اس سنت کو ترک کر رہے ہیں؟

جواب ۱:۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ ان مقامات میں رفع یدین نہ کرنا ہی قرآن وحدیث کی رو سے بہتر ہے تو اسی کو اختیار کر کے قرآن وحدیث پر عمل کرنا چاہیے۔

۲:۔ رفع یدین کے مسئلے میں بھی ہمارا موقف ٹھیک سنت نبوی کے عین مطابق ہے۔ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین باجماعِ اُمت مستحب ہے اور باقی مقامات میں اختلاف ہے (نووی شرح صحیح مسلم ج۱ ص ۱۶۸)۔ اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ اس سلسلے میں روایات بھی مختلف وارد ہوئی ہیں۔ اور سلفِ صالحین کا عمل بھی مختلف رہا ہے۔ چنانچہ:

۱۔ بعض روایات میں صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث عبداللہ بن مسعودؓ نسائی رقم ۱۰۲۶، ۱۰۵۸؛ حدیثِ ابوحمید ساعدی بخاری رقم ۸۲۸)

۲۔ بعض روایات میں رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (بخاری رقم ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸)

۳۔ بعض روایات میں سجدے کو جاتے ہوئے بھی رفع یدین کا ذکر ہے (حدیثِ مالک بن الحویرثؓ، نسائی ج۱ ص ۱۶۵، ۱۷۲ طبع قدیم، رقم ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸؛ حدیث ابن عباس نسائی رقم الحدیث ۱۱۴۷)۔

۴۔ بعض روایات میں دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث ابن عباس ابوداؤد ص ۱۰۸ رقم ۷۴۰؛ نسائی ج۱ ص ۱۷۲، نسائی رقم الحدیث ۱۱۴۷)

۵۔ بعض روایات میں دوسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث وائل بن حجرؓ: ''وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السُّجُودِ'' ۔ (ابوداؤد رقم ۷۲۳)

۶۔ بعض روایات میں تیسری رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین کا ذکر ہے۔ (حدیث ابن عمرؓ بخاری ج۱ ص ۱۰۲ رقم ۷۳۹، ''وَإِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ رَفَعَ يَدَيْهِ''؛ حدیث ابوحمید الساعدیؓ ابوداؤد رقم ۷۳۰، ترمذی رقم ۳۰۴ ''ثُمَّ إِذَا قَامَ مِنَ الرَّكْعَتَيْنِ كَبَّرَ وَرَفَعَ''؛ حدیث ابوہریرہؓ ابوداؤد رقم ۷۳۸؛ حدیث ابن عمرؓ ابوداؤد رقم ۷۴۱، ۷۴۳؛ حدیث علیؓ ابوداؤد رقم ۷۴۴)

۷۔ بعض روایات میں ہر اونچ نیچ (عند کل خفض و رفع) کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے۔ (مثلاً حدیثِ عمیر بن حبیبؓ: ابن ماجہ ص ۶۲ رقم ۸۶۱، ''يَرْفَعُ يَدَيْهِ مَعَ كُلِّ تَكْبِيرٍ'')۔

حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں: تکبیرِ تحریمہ کے بعد انتقالات میں رفع یدین کئی حدیثوں میں جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ پھر یہ بھی ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ

نے اسے ترک فرمایا۔ اس کے بعد بھی جب آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو اسے منسوخ کیا اور اس سے منع فرمایا۔ اس پر تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ (صحیح مسلم: رقم ۹٦۸) کی حدیث دلالت کرتی ہے"۔ (بذل المجھود ج ۴ ص ۲۸۵ طبع قدیمی کتب خانہ، کراچی)

صحاح ستہ میں جہاں رفع یدین کی احادیث ہیں، وہیں ترکِ رفع یدین کی احادیث بھی ہیں۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے پہلے رفع یدین کی احادیث بیان کی ہیں اور بعد میں ترکِ رفع یدین کی احادیث بیان کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ رفع یدین کی احادیث معمول بہا نہیں ہیں۔

امام بخاریؒ کی طرف سے اس حقیقت کا اعتراف

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب "جُزْءُ رَفْعِ الْيَدَيْنِ (رقم ۹٦، ۹۹)" پر ایک اہم حقیقت کا اعتراف فرمایا ہے کہ یہ سب مختلف حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ ان سب مختلف حدیثوں میں ایک ہی نماز کا حال نہیں ہے کہ ایک ہی نماز کا حال مختلف راویوں نے مختلف انداز میں بیان فرمایا ہے بلکہ یہ مختلف اوقات کی مختلف نمازوں کا بیان ہے۔ اس لیے ان میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس کو مثال سے سمجھیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی برحق نبی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی برحق نبی ہیں اور حضرت محمد ﷺ بھی برحق نبی ہیں۔ یہ سب مختلف اوقات میں اپنی نبوت کے احکام نافذ فرماتے رہے۔ اس لیے موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کو اور عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جناب رسول اللہ ﷺ کو ماننے میں نہ اختلاف ہے اور نہ مخالفت۔ ہاں اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں تو اب عیسیٰ علیہ السلام کو ماننا مشکل ہے، کیونکہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو آخری نبی مانا جائے تو عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ جھوٹا نبی ماننا ہوگا اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی ماننا ہے تو اس جملہ کو جھوٹا کہنا پڑے گا کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ جس طرح دونوں کو دو مختلف زمانوں میں نبی ماننے میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ اسی طرح یہ ماننا کہ ایک زمانہ میں آپ ﷺ نے سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کی۔ ایک وقت میں رکوع کی بھی کی اور ایک وقت میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کی۔ یہ مختلف اوقات کی مختلف احادیث ہیں۔ ان میں کوئی حقیقی اختلاف نہیں۔ ہاں جب کوئی یہ کہے گا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے آخری نماز بھی رفع یدین کے ساتھ پڑھی اور اس کو موجبہ کلیہ بنائے گا تو سالبہ جزئیہ بھی اس کی نقیض ہوگا۔ اس لیے سب حدیثوں کو سچا ماننا ہے تو اس جھوٹ کو چھوڑنا پڑے گا اور اگر کوئی ضدی اس جھوٹ پر جم جائے تو اسے ایک پہلو کے علاوہ سب حدیثوں کو جھوٹا کہنا پڑے گا۔ ہاں اگر سب کو صحیح مان کر یوں کہا جائے کہ چونکہ رفع یدین کو خلاف سکوت کہا گیا

ہے۔ اس لیے جہاں جہاں کرنے اور نہ کرنے کی دو طرح کی حدیثیں ہوں، وہاں نہ کرنے کی حدیث پر عمل کیا جائے کیونکہ جتنا سکون کا عمل ہوگا اتنا ہی نماز کامل ہوگی۔ تو تکبیر تحریمہ کی رفع یدین ہی متفق علیہ نکلی۔ ویسے بھی تحریمہ کے شرطِ نماز ہونے کی وجہ سے نماز کے سکون میں خلل انداز نہیں اور تحریمہ کے علاوہ باقی متعارضات میں ترک اختیار کرنا گویا نماز کے سکون کا کامل کرنا ہے۔ ہم نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مسئلہ رفع یدین

شبہ ۲:۔ غیر مقلدین کا دعویٰ ہے کہ رفع یدین متواتر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''ان الرفع متواتر اسناداً و عملاً لا شكّ فيه ولم ينسخ ولا حرف منه'' (نیل الفرقدین ص ۳۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ بلا شبہ رفع یدین متواتر احادیث اور متواتر عمل سے ثابت ہے۔ جس میں کوئی شک نہیں۔ اور اس میں ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔

جواب:۔ مذکورہ بالا عبارت میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری (التوفی ۱۳۵۲ھ) یہ نظریہ حافظ ابن حجرؒ کا نقل کر رہے ہیں۔ اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں: ''فصلٌ فی احادیث الرفع۔ نقلنا فيه عبارة "التلخيص الحبير" فانه اتى على جلّها ولم يبق الّا نزر يسير. وليعلم ان الرفع متواتر اسناداً و عملاً الخ'' (نیل الفرقدین ص ۲۲ طبع قدیم، ص ۳۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ رفع یدین کی احادیث کے بیان میں فصل ہے۔ ہم اس فصل میں تلخیص الحبیر کی عبارت نقل کر رہے ہیں کیونکہ وہ تمام رفع یدین کی احادیث لایا ہے اور نہیں باقی رہیں مگر کچھ تھوڑی سی۔ اور چاہیے کہ جانا جائے کہ بے شک رفع یدین سنداً و عملاً متواتر ہے۔ اس میں شک نہ کیا جائے۔ اور منسوخ نہیں ہوا اور نہ ایک حرف رفع یدین سے''۔

حافظ ابن حجرؒ چونکہ رفع یدین کو عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر رہے ہیں (تلخیص الحبیر) اور فتح الباری میں پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کر دیا۔ ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رفع یدین حافظ ابن حجرؒ کے ہاں متواتر اسنادی و عملی ہے۔ اگر اس عبارت کا یہ مطلب ہے کہ مطلق رفع یدین متواتر ہے تو بیشک شروع کا رفع یدین ساری امت کرتی ہے۔ اور اگر درمیان نماز کا رفع یدین مراد ہے تو پھر سجدوں کا رفع یدین بھی اس میں داخل ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے سجدہ کے وقت رفع یدین کی روایتیں بھی ذکر کر دی ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی روایات جو ابوداؤد میں مروی ہیں۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے ''واذا رفع للسجود'' (ابوداؤد؛ تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹)۔ اور رفع یدین مع كل تكبيرة (حضرت عمیر اللیثی ؓ) (تلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۰) وغیرہ

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایتیں حافظ ابن حجرؒ کے ہاں صحیح ہیں اور رفع یدین سجدوں کے وقت بھی منسوخ نہیں۔ معلوم ہوا کہ رفع یدین کی احادیث کا ایک حرف بھی منسوخ نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیث رفع یدین بین السجدتین کو صحیح قرار دیا ہے۔ اب آپ بتائیں سجدوں میں بلکہ ہر اونچ نیچ میں آپ لوگ رفع یدین کرکے اس متواتر عمل کو کیوں ترک کررہے ہیں، ہم پر اعتراض نہیں کیونکہ ہم اپنی وجوہِ ترجیح بارہا ذکر کر چکے ہیں۔

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحبؒ کی طرف اس نظریہ کی نسبت کرنا بالکل تلبیس اور خیانت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ اس نظریے کو لکھ کر اس کا رد کرتے ہیں اور اس کے دو جواب ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ الزامی جواب:۔ اگر مخالف کے ہاں رفع یدین تواتر اسنادی وعملی ہو تو یقیناً ترکِ رفع یدین بھی تواتر عملی سے ثابت ہے۔ تواتر کی چاروں قسمیں یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ لہٰذا ترکِ رفع یدین بھی یقیناً ثابت ہے۔

۲۔ تحقیقی جواب:۔ پھر جس نے رفع یدین رکوع کے وقت کرنے کے پچاس کے قریب صحابہ رضی اللہ عنہم شمار کیے ہیں۔ اس نے صرف تکبیر افتتاح کے وقت رفع یدین کے راویوں کو بھی ان میں درج کردیا ہے۔ ورنہ تو رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کے بیس راوی ہیں۔ جیسا کہ علامہ شوکانیؒ (غیر مقلد) کی کتاب الدراری المضیئہ میں ہے۔ پھر اس میں بھی نقد وجرح چلتی ہے۔ اور شاید نقد وجرح سے پندرہ چھٹکارا پاجائیں یا اس سے بھی بہت کم بچ جائیں۔ جیسا کہ ان کے مرفوع وموقوف ہونے کی بحث آرہی ہے۔ (نیل الفرقدین ص ۲۲ طبع قدیم، ص ۳۰ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ حضرت شاہ صاحب کی اس عبارت سے واضح ہوا کہ وہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کو تواتر اسنادی سے نہیں مانتے۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ ترک اور رفع دونوں کو متواتر مانتے ہیں یعنی امت میں یہ دونوں عمل متوارث ہیں [ہاں ہمارا عمل ترک رفع یدین پر ہے اور الحمد للہ! اس کے بہتر ہونے کے دلائل ہم ذکر کر چکے ہیں] چنانچہ حضرتؒ فرماتے ہیں: "وقد ثبت الرفع والترك تواتراً. لا يمكن لأحدٍ انكار احدهما. ولكن تواتر العمل لا تواتر الاسناد"۔ (العرف الشذی ص۱۳۶، طبع الطاف اینڈ سنز، کراچی) "بے شک رفع یدین اور ترکِ رفع یدین تواتر سے ثابت ہو چکے ہیں۔ کسی ایک کا انکار ممکن نہیں ہے لیکن تواتر عمل سے ثابت ہیں نہ کہ تواتر اسنادی سے"۔

غیر مقلدین کہتے ہیں کہ علامہ انور شاہ صاحبؒ کے ہاں رکوع کے وقت رفع یدین متواتر ہے

حالانکہ وہ تو اس وقت دوام رفع کی ایک روایت بھی نہیں مانتے چنانچہ موصوفؒ علامہ محمد ہاشم سندھیؒ سے نقل کرتے ہیں: ''جناب رسول اللہ ﷺ سے دوامِ رفع یدین تا وفات کی ایک حدیث بھی ثابت نہیں ہے چہ جائیکہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو۔ فلم یصح فیہ حدیث واحد فضلاً عن روایۃ العشرۃ (نیل الفرقدین ص ۳۷ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)

نیز حضرت کشمیریؒ رفع یدین کی روایتوں پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد پچاس بتانا یہ مبالغہ ہے۔ ان سے تین ربع (تقریباً ۳۸ راوی) تو مبالغہ کی نذر ہوگئے اور بقایا ۱۲ میں سے بھی صرف پانچ یا چھ رہ جاتے ہیں۔ جن کی روایات جرح سے چھٹکارا حاصل کرسکیں۔ (۱) حضرت علیؓ کی روایت حالانکہ بعض روایتوں میں رفع یدین کا ذکر تک نہیں۔ (۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، (۳) حضرت مالک بن حویرثؓ، (۴) حضرت وائلؓ، (۵) حضرت ابوحمید ساعدیؓ جبکہ ان کے الفاظ میں بھی اختلاف ہے۔ (۶) حضرت جابرؓ۔ اتنا عدد تو دوسری جانب ترکِ رفع یدین میں بھی موجود ہے (نیل الفرقدین ص ۵۳ طبع قدیم، ص ۶۵، ۶۶ طبع ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی)۔ ظاہر ہے کہ متواتر پر اس قسم کی بحث تو نہیں ہوا کرتی۔

شبہ:۔ رفع یدین کی احادیث متواتر ہیں جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے ازھار المتناثرۃ فی اخبار المتواترۃ میں دعویٰ کیا ہے۔

جواب:۔ اگر اس سے مراد تکبیر افتتاح کی رفع یدین ہے تو یہ بات مسلم ہے۔ اور اگر اس سے مراد صلوٰۃ وتر کی رفع یدین مراد ہے تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ جیسا کہ علامہ زیلعیؒ نصب الرایہ (ج۱ ص۳۹۱) میں فرماتے ہیں: "قد تواترت الأخبار برفع الیدین فی الوتر" تو یہ بات بھی مسلم ہے۔ ورنہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ (خزائن السنن ص ۳۵۶)

حضرت مولانا محمد اشفاق الرحمٰن کاندھلویؒ فرماتے ہیں:

> وادعاء التواتر عند اختلاف الروایات واختلاف الصحابۃ واختلاف التابعین واختلاف الأئمۃ المجتهدین من المضحکات۔
>
> (کشف المغطی عن وجہ المؤطا ج۱ ص ۱۸۴ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)

''احادیث وروایات، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف کے باوجود تواتر کا دعویٰ کرنا مضحکہ خیز ہے''۔

شبہ:۔ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ رفع یدین کے سلسلہ کی روایات ترکِ رفع یدین سے مُعَارِض ہیں۔

جواب:۔ ان لوگوں کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ تعارض اُس وقت تک رہتا ہے جب تک تقدیم وتاخیر

اور ناسخ ومنسوخ ثابت نہ ہو جائیں۔ رفع یدین اور ترکِ رفع یدین کی روایات میں قرائن قویہ اور روایاتِ صحیحہ سے تقدیم وتاخیر اور ناسخ ومنسوخ متعین ہیں۔ لہٰذا جو حضرات روایات کی کثرت کی وجہ سے یا اسانید کی قوت کی وجہ سے رفع یدین کی روایات کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ محض اپنی رائے کی پیروی کرتے ہیں۔ متبع حدیث ان کو نہیں کہا جاسکتا۔ جو لوگ ترکِ رفع یدین کی روایات پر عمل کرتے ہیں وہ ناسخ روایتوں پر عمل کرتے ہیں۔ اور نسخ، روایات وتعامل اور قرائنِ قویہ سے ثابت ہے۔ پس یہ رائے کے دخل کے بغیر احادیث پر عمل کرنا ہے۔ جس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہوسکتی (ادلّہ کاملہ ص ۳۶)۔ (مزید تفصیل کے لیے باب ۷ دیکھیے)

شبہ:۔ ترکِ رفع کے معنی ہیں: ''عدمِ رفع'' (رفع نہ کرنا)۔ اور عدم وجود سے مقدّم ہوتا ہے۔ پس رفع نہ کرنا پہلے ہوگا۔ اور رفع کرنا بعد کا عمل ہوگا۔

جواب:۔ اس بحث میں ترک بمعنیٰ ''عدمِ فعل'' نہیں ہے، بلکہ یہاں ترک کے معنی یہ ہیں کہ ایک عمل جو پہلے رائج تھا بعد میں موقوف کردیا گیا۔ پس احادیثِ ترکِ رفع بذات خود نسخ کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ جس کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی۔ (ادلّہ کاملہ ص ۳۶)

اور اگر اس ترک رفع سے رفع نہ کرنا ہی مراد ہو اور رفع نہ کرنا پہلے ہی ہو تو بھی ہمیں مضر نہیں کیونکہ رفع نہ کرنا تو ثابت ہوگیا۔ اور کرنے کا حکم تمہارے پاس کسی آیت یا قولی حدیث سے ہے نہیں اس لئے تمہارا یہ رفع الیدین ثابت نہ سکا۔ (مزید تفصیل کے لیے باب ۶.۷ دیکھیے)

شبہ:۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ''اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے''۔

جواب:۔ ۱۔ اس کا جواب حضرت مولانا ہاشم سندھیؒ (المتوفی ۱۱۷۴ھ) نے اپنی کتاب ''کشف الرین'' جو انہوں نے ترکِ رفع یدین پر ہی لکھی ہے، اس طرح دیتے ہیں: ''ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے لیکن اس وقت جب کہ نفی کرنے والے کا علم اس چیز کو محیط نہ ہو، جس کی نفی کی جارہی ہو۔ اگر راوی کا علم اس چیز کو محیط ہو، جیسا کہ اس جگہ ہے، تو اثبات اور نفی دونوں کا حکم برابر ہوگا۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اول اسلام لانے والوں میں سے ہیں اور وہ جناب رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں ہمیشہ رہے ہیں۔ وہ شاذ و نادر ہی جناب رسول اللہ ﷺ سے جدا ہوئے ہوں گے حتیٰ کہ لوگ گمان کرتے تھے کہ وہ اہلِ بیت نبی ﷺ میں سے ہیں۔ وہ پانچوں نمازیں جناب رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں ادا فرماتے تھے۔ پس کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان کا علم اس نفی کو محیط نہیں۔'' (کشف الرین ص ۹۸)

۲۔ غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل حاشیۂ معیار الحق (ص ۲۱) میں نقل کرتے ہیں: ''اگر نفی اس

جنس کی ہے کہ بدلیل وعلامت ونشان ظاہر ومعلوم اور مفہوم ہو۔ اس صورت میں نفی اور اثبات برابر ہیں۔ ترجیح کسی کو نہیں۔ لأن الاثبات لا یکون الّا بالدلیل . فاذا کان النفی ایضاً بالدلیل کان مثلہ فیتعارضان۔ اھ"۔ نفئ رفع یدین صرف دلیل ہی نہیں بلکہ دلائل اور براہین سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرھما کی صحیح احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔ تو اثبات ونفی دونوں کا تعارض ہوگا۔ حدیث "اسکنوا فی الصلوۃ" (مسلم رقم ۹۶۸)۔ اور اس قاعدہ کی رو سے کہ اصل عدم ہے۔ ترجیح ترکِ رفع یدین کو ہوگی۔ خود حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی نفی کی صحیح، صریح اور مرفوع روایات حجت قاطعہ ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت برہان واضح ہے کیونکہ وہ چھٹے نمبر پر مسلمان ہوئے اور سابقین اولین میں سے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے تھے (دیکھیے اکمال ص ۶۰۵؛ مستدرک حاکم ج ۳ ص ۳۱۳)۔ جب حضرت عبداللہ بن مسعود مسلمان ہوئے، اس وقت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شیر خوار بچے تھے۔ بقیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن سے رفع یدین کی احادیث منقول ہیں، بہت بعد کو مسلمان ہوئے۔ وہ تھوڑا تھوڑا عرصہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔

۳۔ رفع یدین بین السجدتین کی روایات مثبت ہیں اور ترک رفع یدین بین السجدتین کی نافی ہیں۔ مگر غیر مقلدین اس مقام میں رفع یدین کے قائل ہی نہیں۔

۴۔ مولانا عبدالتواب ملتانی غیر مقلد رفع یدین بین السجدتین کی روایات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "سجدتین میں رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی روایات باہم متعارض ہوگئی ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ رفع یدین نہ ہو"۔ (حاشیہ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۸۴)۔

اگر وہ اس ضابطے پر عمل کریں تو پھر سارا نزاع ہی ختم ہوجائے کیونکہ رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کرنے اور نہ کرنے کی روایات کا تعارض ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ رفع یدین نہ ہو تو سارا نزاع ہی ختم ہے۔ اب صرف تکبیرِ تحریمہ والا رفع یدین ہی رہ جائے گا۔ یہاں روایات کا کوئی تعارض ہی نہیں بلکہ یہ بات متفق علیہ ہے۔ پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس رفع یدین کے راوی ہیں۔

۵۔ رفع یدین رکوع کے وقت میں اضطراب اور ابہام ہے۔ تکبیرِ تحریمہ والے رفع یدین میں کوئی ابہام واضطراب نہیں۔ محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں مفسر کو مبہم پر ترجیح ہوتی ہے۔ چنانچہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں: والمفسر یقضی علی المبھم (بخاری ج ۱ ص ۲۰۱)۔ مفسّر کو مبہم پر ترجیح دی جائے گی۔

شبہ:۔ رفع یدین کی احادیث صحیحین میں ہیں۔ ترکِ رفع یدین کی احادیث سنن میں ہیں۔ وقتِ تعارض روایات صحیحین کو ترجیح ہی ہے۔

جواب:۔

۱:۔ کسی حدیث کے قابلِ عمل اور معتبر ہونے کے لیے صحیحین یا صحاح ستہ میں ہونا ضروری نہیں بلکہ صحیح و معتبر حدیث کی جس کتاب میں بھی ہو، وہ معتبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی ایسی چیزیں غیر مقلدین کے نزدیک مسلّم ہیں جو صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتابوں میں ہی درج ہیں۔دوسرے جن احادیث کو اُمت قولی یا فعلی طور پر قبول کر لے، تو وہ احادیث ''تلقی بالقبول'' کی وجہ سے، صحاح ستہ کی احادیث سے کم درجہ کی نہیں رہتیں، اور صحیح قرار دی جاتی ہیں، اگر چہ ان کی سند بھی صحیح نہ ہو بلکہ بعض اوقات معناً متواتر کا درجہ حاصل کر لیتی ہیں چہ جائیکہ جن احادیث کی سند بھی پہلے سے صحیح ہو۔ان میں کئی احادیث کی کتب بھی پہلے کی اور صحاح ستہ کے مصنفین کے بالواسطہ یا بلا واسطہ استادوں کی ہیں: مثلاً مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبد الرزاق، جن سے خود صحاح ستہ کے مصنفین بھی روایت کرتے ہیں۔

۲:۔ ترک رفع یدین کے دلائل قرآن سے بھی ہیں حدیث سے بھی۔اور حدیثیں صرف سنن ہی سے نہیں صحیحین سے بھی ہیں اور جو روایات سنن میں ہیں وہ بھی علیٰ شرط الشیخین صحیح ہیں۔اس لیے ان کا مرتبہ بھی وہی ہو گیا، جو صحیحین کا ہے۔یہ کہنا کہ صحیحین کی روایات کو ان روایات پر جو ان کی شرائط پر ہوں، ترجیح ہے دعویٰ بلا دلیل ہے۔

۳:۔ صحیحین کی روایات صرف جناب رسول اللہ ﷺ کے رفع یدین کو بیان کرتی ہیں۔اس سے ساکت ہیں کہ ہمیشہ کیا یا کہ نہیں؟ اس لیے روایات سنن کا صحیحین کی روایات سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

۴:۔ صحیحین میں جو روایات ہیں وہ صحیح تو ہیں لیکن صحیح روایات کا صحیحین میں حصر نہیں۔خود امام بخاریؒ کا قول مشہور ہے۔حافظ ابن حجرؒ اور دیگر علماء کی تصریح موجود ہے۔

۵:۔ صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے جو روایت رفع یدین میں پیش کی جاتی ہے وہ تو دراصل ترکِ رفع یدین میں ثابت ہے۔مستخرج صحیح ابوعوانہ اور مسندِ حمیدی کے حوالہ سے اس کا ثبوت پیش کیا جا چکا ہے۔مستخرجات جیسے ابوعوانہ وغیرہ صحیحین کی روایات میں کمی بیشی اور محذوفات کو ظاہر کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں جس سے مطلب حدیث کی وضاحت ہوتی ہے۔

دوسری روایت حضرت مالک بن حویرثؓ سے جو رفع یدین میں پیش کی جاتی ہے۔صحیح بخاری کے حوالے سے تو یہ حدیث نامکمل ہے۔اس میں رفع یدین بین السجدتین کا ذکر نہیں ہے۔جبکہ مستخرجِ صحیح ابوعوانہ (ج۱ ص۳۳۶ رقم ۱۲۶۳) اور نسائی (رقم ۱۰۸۵، ۱۱۴۳) وغیرہ میں رفع یدین بین السجدتین کو بھی بیان کیا گیا ہے۔حافظ ابن حجرؒ فتح الباری (ج۲ ص۲۸۵ طبع قدیم)

میں اسے اصح قرار دیتے ہیں۔غیر مقلدین حضرات اس زیادہ صحیح روایت پر عمل ہی نہیں کرتے کیونکہ رفع یدین بین السجدتین کے سرے سے وہ قائل ہی نہیں۔ جب صحیحین میں رفع یدین کی روایات کا یہ حال ہے تو باقی روایات کا کیا حال ہوگا جو کہ انہوں نے صحیحین میں بیان کرنا ہی مناسب نہ سمجھا۔ الغرض ترک رفع یدین کی روایات مضبوط ہیں اور وہی راجح ہیں۔

۶:۔ ہماری روایات بھی صحیحین کے معیار کی ہیں۔ صحیح ابوعوانہ اور مسندِ حمیدی کی سندیں وہی صحیحین والی ہیں بلکہ مستخرج صحیح ابوعوانہ میں تو صحیحین کی غلطی نکالی گئی ہے۔ تمام غیر مقلدین حضرات کے ہاں صحیح ابوعوانہ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں۔

۷:۔ صحیح بخاری (رقم ۸۲۸) میں حضرت ابوحمید ساعدیؓ کی روایت میں صرف تکبیرِ تحریمہ کا رفع یدین ہی مذکور ہے۔ حضرت جابر بن سمرہؓ کی حدیث صحیح مسلم (رقم ۹۶۸) میں ذکر کی گئی ہے۔ جس میں جناب رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین سے منع کرنا اور ناراض ہونا بیان کیا گیا ہے۔

۸:۔ امیر یمانی غیر مقلد اپنی کتاب سبل السلام میں لکھتے ہیں: ”جب صحیحین کی حدیثوں پر محدثین کی تنقید ہو جائے تو گویا وہ صحیحین کی معیاری اور راجح حدیثیں ہی نہیں اور دوسری روایات پر ان کی ترجیح نہیں ہو سکتی“ (سبل السلام ج ۲ ص ۶۰ باب الجمعۃ)۔

شبہ:۔ اگر رفع یدین کو جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے تو آپ حضرات صلوٰۃ وتر اور عیدین کی نمازوں میں رفع یدین کیوں کرتے ہیں؟

جواب:۔ اس کی مکمل بحث باب نمبر ۷ میں حصہ ۷.۶۔ ۷۔ ۶ میں بیان کر دی گئی ہے۔

قرآن میں ہے: وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي (طٰہٰ: ۱۴) (نماز قائم کرو میرے ذکر کے لیے)۔ اس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ نماز کے ہر فعل کے لیے ذکر ہونا چاہیے۔ لہٰذا جن افعال میں ذکر نہیں تھا، وہ منسوخ ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ ذکر والی رفع یدین جائز ہوگی، بغیر ذکر کے رفع یدین منسوخ ہوگی۔ چنانچہ تکبیرِ تحریمہ، دعائے قنوت اور تکبیراتِ عیدین والی رفع یدین میں ذکر ہے: اللہ اکبر۔ لہٰذا وہ اولیٰ ہوگی۔ البتہ رکوع میں جھکنے کے فعل کا ذکر اللہ اکبر ہے، مگر رفع یدین بغیر ذکر کے ہے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت ذکر **سمع اللہ لمن حمدہ** ہے اور قومہ کا ذکر **ربنا لک الحمد** ہے۔ یہاں اگر رفع یدین کی جائے تو بلا ذکر ہوگی۔ اور عیدین اور دعائے قنوت والی رفع یدین چونکہ ذکر والی ہے وہ سنت ہوگی۔ دو روایات ملاحظہ فرمائیں:

۱ حضرت اسودؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جب دعائے قنوت پڑھتے، تو رفع یدین کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۱۵۳ رقم ۷۰۲۷، ۷۰۲۸ طبع ثانی)۔

۲ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ دعائے قنوت کے لیے رفع یدین کر
(مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۳۱ رقم ۷۰۲۶ طبع ثانی طبع ادارۃ القرآن، کراچی)۔

شبہ:۔ حضرت عبدالملک سے روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیرؒ سے نماز میں رفع یدین سے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: یہ ایسی شے ہے جس سے تیری نماز مزین ہوتی ہے
(جزء رفع الیدین رقم الحدیث ۳۹)۔

جواب:۔ امام بخاریؒ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے سعید بن جبیرؒ کا قول حفص عن عبدالملک نقل کیا ہے۔ اس میں تکبیرات انتقال کو حضرت سعیدؒ نے زینت فرمایا ہے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۴۱ طبع اول؛ ج ۲ ص ۲۷۴ رقم ۲۵۰۸ طبع ثانی)۔ اس میں رفع یدین کا نشان تک نہیں۔ البتہ امام بخاریؒ نے یہاں سفیان عن عبدالملک سے رفع یدین کا زینت ہونا نقل کیا ہے۔ زینت چونکہ اصل چیز سے خارج ہوتی ہے۔ اس لیے یہاں تکبیر تحریمہ والی رفع یدین مراد ہے۔ البتہ بیہقی میں اس کے بعد ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع جاتے اور سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے، مگر سند کے راوی یعقوب بن یوسف الاخرم کی توثیق نہیں مل سکی۔ پس یہ ضعیف ہے۔

شبہ:۔ غیر مقلدین حضرات ہم پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ رکوع کے وقت رفع یدین کی حدیثیں تم نے ترک کردی ہیں۔ لہٰذا تم عامل بالحدیث نہیں۔

جواب:۔ ہم نے اپنے عمل کے دلائل قرآن اور حدیث کی تینوں قسموں سے ذکر کر کے نبی کریم ﷺ کی پسندیدگی بھی ثابت کردی ہے۔ اس کے باوجود اگر تم یہ کہو کہ ہم عندالرکوع رفع یدین کی احادیث ترک کر کے عامل بالحدیث نہیں تو تم عامل بالقرآن والحدیث نہیں ہو۔ پھر چونکہ عندالسجدۃ رفع یدین کی حدیثیں صحیح ہیں اور تمہارا ان پر عمل نہیں۔ اس لئے تم اپنے کہنے کے مطابق عامل بالحدیث بھی نہیں ہو۔ سجدوں کے وقت رفع الیدین کی کچھ احادیث باب ۲.۲.۷ میں بیان ہوچکی ہیں۔

شبہ:۔ حضرت امام بخاریؒ نے اپنے رسالہ جزء رفع یدین میں حضرت حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے: ''رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نماز میں رفع یدین کیا کرتے تھے''۔ حضرت امام حسن بصریؒ کے اس قول کو نقل کرنے کے بعد امام بخاریؒ لکھتے ہیں: ''حضرت امام حسن بصریؒ نے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا، اور نہ کسی صحابیؓ سے یہ ثابت ہے کہ اس نے رفع یدین نہ کیا ہو'' (جزء رفع یدین رقم ۳۰۱)

جواب:۔

۱۔ یہاں صرف تکبیرِ تحریمہ کی رفع یدین مراد ہے۔ کیونکہ حمید بن ہلال کی روایت جزء رفع یدین

رقم ۳۰) میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے۔ اگر رکوع کی رفع یدین مراد لیں تو ترمذی کے خلاف ہے۔ امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترکِ رفع یدین کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں: وبه يقول غير واحد من اهل العلم من أصحاب النبي ﷺ، والتابعين، وهو قول سفيان، وأهل الكوفة. (ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین رقم ۲۵۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ اسی کے (صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے۔ نیز امام ترمذیؒ نے رفع یدین کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بغیر کسی سند کے صرف چھ نام لیے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حالانکہ ان سب سے ترکِ رفع یدین ثابت ہے۔ اور ہم اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

۲۔ اگر رکوع کی رفع یدین مراد لیں تو وہ تمام روایات صحیحہ غلط قرار پائیں گی، جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے۔

۳۔ اس سے قطع نظر کہ امام حسن بصریؒ کا یہ قول کیسی سند سے امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔ اول تو اس میں صرف رفع یدین کا ذکر ہے۔ متنازعہ فیہ رفع یدین کا ذکر نہیں۔ پھر اگر دو چار صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی رفع یدین ثابت ہو، تو امام حسن بصریؒ کا یہ کہنا صحیح نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رفع یدین بھی ثابت ہے، لیکن امام بخاریؒ نے حضرت امام حسن بصریؒ کے قول کا جو مفہوم بیان کیا ہے، اس سے مبالغہ آرائی اپنی آخری حد کو پہنچ گئی ہے۔ اور مزے کی بات یہ ہے کہ امام حسن بصریؒ کا سماع حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی محدثین تسلیم نہیں کرتے۔ ان کا قول یہاں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں کیسے حجت مان لیا گیا؟ اور ان کے مقابلے میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعینؒ کی تصریحات مسترد کر دی گئیں۔ رفع یدین کے متنازع فیہ مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے جن حضرات نے کاوشیں فرمائی ہیں، ان میں سے اکثر و بیشتر نے اسی قسم کے مبالغوں سے کام چلایا ہے۔

۴۔ امام بخاریؒ کی کتاب صحیح بخاری تو ہزاروں لوگوں نے آپؒ سے پڑھی اور امت میں متواتر پھیل گئی مگر امام بخاریؒ کی طرف منسوب دونوں رسالوں (جزء القراءۃ اور جزء رفع یدین) کا راوی ایک ہی ہے جس کا نام محمود بن اسحاق الخزاعی ہے۔ اس کی توثیق بطریق محدثین آج تک ثابت نہیں ہو سکی (شرح جزء القراءۃ ص ۱۴: محمد امین اوکاڑوی)

محمود بن اسحاق الخزاعی نے جو امام بخاریؒ کے ذمہ یہ بات لگائی ہے کہ امام حسن بصریؒ نے کسی

ایک صحابی کا بھی استثناء نہیں کیا۔ یہ بات امام بخاریؒ تو کجا کوئی ادنیٰ عالم بھی نہیں کہہ سکتا، کیونکہ امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں حضرت وائل بن حجرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سجود کے وقت بھی رفع یدین کیا۔ واذا رفع رأسه من السجود أيضاً رفع يديه۔ کہ جب سجدوں سے سر اٹھایا اس وقت رفع یدین کیا۔ اس حدیث کے راوی محمد بن جحادہؒ کہتے ہیں کہ میں نے یہ امام حسن بصریؒ سے ذکر کیا تو آپؒ نے فرمایا: یہ رسول اللہ ﷺ کی نماز ہے۔ فعله من فعله وتركه من تركه۔ ''جو کرتے ہیں وہ کرتے ہیں، جو چھوڑ گئے وہ چھوڑ گئے'' (ابوداؤد)۔ یہاں امام حسن بصریؒ نے خود استثناء کیا ہے کہ تارکین بھی ہیں۔

اسی طرح امام ترمذیؒ جو امام بخاریؒ کے خصوصی شاگرد ہیں وہ رفع یدین کی حدیث لکھ کر اس کے بعد فرماتے ہیں: وبه يقول بعض أهل العلم من أصحاب النبي ﷺ۔ (ترمذی: ماجاء في رفع اليدين رقم ۲۵۷)۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''رفع یدین (وہ بھی شوافع والی) کے قائل جناب رسول اللہ ﷺ کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں''۔ (غیر مقلدین والی رفع یدین کا تو کوئی قائل اور فاعل ہے ہی نہیں)۔ نیز امام ترمذیؒ نے رفع یدین کرنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم میں بغیر کسی سند کے صرف چھ نام لیے ہیں: حضرت عبد اللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حالانکہ ان سب سے ترک رفع یدین ثابت ہے۔ اور ہم اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

پھر امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترکِ رفع یدین کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں:

وبه يقول غير واحد من اهل العلم من أصحاب النبي ﷺ، والتابعين، وهو قول سفيان، وأهل الكوفة۔ (ترمذی: ماجاء فی رفع الیدین رقم ۲۵۷)

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''بے شمار اہل علم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظامؒ اسی کے (صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین کے) قائل ہیں۔ اور یہی حضرت سفیان ثوریؒ اور اہل کوفہ کا قول ہے''۔ لہٰذا اوپر جو قول امام بخاریؒ کی طرف منسوب ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم رفع یدین کرتے تھے، یہ باطل ہے۔

حضرت امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا فرمان بھی قابلِ ذکر ہے۔ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور صحابہ کرامؓ کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''میں نے ان میں سے کسی ایک شخص سے بھی رفع یدین کا مسئلہ سنا تک نہیں۔ وہ تو صرف پہلی ہی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے'' (مؤطا امام محمد رقم الحدیث ۱۰۷)

اس سے معلوم ہوا کہ خیر القرون میں رفع یدین روایۃً بھی شاذ تھی اور عملاً بھی شاذ تھی اور ترکِ رفع

یدین سنداً بھی متواتر تھی جیسا کہ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ تابعی فرماتے ہیں: حدثنی من لا أحصی (مسند امام الاعظم رقم ۹۶): "مجھے اتنے لوگوں نے (ترکِ رفع یدین کی) حدیث سنائی کہ میں ان کو گن نہیں سکتا"۔ اور ترکِ رفع یدین عملاً بھی متواتر تھی۔

شبہ:۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ یہ اتنی اہم سنت ہے کہ حدیث کی کوئی کتاب ایسی نہیں جس میں رفع یدین کی روایت نہ ہو۔

جواب:۔ غیر مقلدین سے اختلاف اثباتِ رفع یدین میں نہیں بلکہ بقائے رفع یدین میں ہے۔ نیز یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کو جاتے ہوئے، سجدہ سے سر اُٹھاتے ہوئے، دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کبھی رفع یدین نہیں کی۔ اس پورے مثبت اور منفی عمل کے لیے ذخیرۂ احادیث میں کوئی ایک صحیح بلکہ حسن یا ضعیف یا موضوع روایت بھی نہیں ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے زمانہ کو خیر فرمایا (بخاری ج ۱ ص ۳۶۲)، جس کی حدود دوسو بیس ہجری (۲۲۰ھ) تک ہیں، کیونکہ آخری تبع تابعیؒ ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے۔ خیر القرون میں لکھی جانے والی چند کتابوں کا ذکر ملاحظہ فرمائیں:

۱ اس خیر القرون میں لکھی جانے والی "کتاب الآثار" میں حضرت امام ابوحنیفہؒ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نماز میں سات جگہ رفع یدین کی جائے گی: نماز کے شروع میں، وتروں میں دعائے قنوت کے شروع میں، عیدین میں اور باقی حج میں (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۲۱)۔

۲ حضرت وائلؓ کی رفع یدین والی روایت کی تردید اس کتاب میں ہے کہ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ کیا حضرت وائلؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے دوسرے ساتھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ علم رکھنے والے تھے کہ انہوں نے تو یہ رفع یدین یاد رکھی اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یاد نہیں رکھی (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۲۱)۔

۳ خیر القرون کی لکھی ہوئی دوسری کتاب مؤطا امام محمد میں تو یہاں تک ہے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ (المتوفی ۹۶ھ) نے فرمایا کہ میں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعینؒ میں سے کسی سے یہ رفع یدین والا مسئلہ سنا ہی نہیں۔

۴ خیر القرون کی تیسری کتاب "کتاب الآثار امام محمدؒ" میں صرف ترکِ رفع یدین کی حدیث ہے، رفع یدین کی حدیث نہیں۔

۵ خیر القرون کی حدیث کی کتاب "مؤطا امام محمدؒ" میں رفع یدین کی ایک روایت نقل کر کے بہت سے آثار سے اس کی تردید کی گئی ہے۔

۶ خیر القرون کی چوتھی کتاب "کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ" میں بھی رفع یدین کی تردید کی گئی ہے۔

۷ خیرالقرون کے سب سے بڑے فقیہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، جنہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نمازیں پڑھتے دیکھا، نے فرمایا کہ رفع یدین کے بارہ میں کوئی روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ حضرت امام اوزاعیؒ کے رفع یدین کی حدیث ابن عمرؓ نقل کرنے پر امام صاحب نے دوسری حدیث "جس کے تمام راوی فقیہ تھے" ذکر کر کے حدیث ابن عمرؓ کو مرجوح قرار دیا (مسند الامام الاعظم رقم الحدیث: ۹۷) اور اس فیصلے کو حضرت امام اوزاعیؒ نے بھی یہاں تک قبول کیا کہ جب فدیک بن سلیمانؒ نے ان سے یہ سوال کیا کہ آپؒ کھڑے ہونے کی حالت میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو امام اوزاعیؒ نے فرمایا کہ **ذلک الأمر الأول** کہ یہ پہلا معاملہ ہے۔ جیسا کہ جزء رفع یدین امام بخاری میں ہے "حضرت فدیک بن سلیمان ابوعیسیٰؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے پوچھا: "اے ابوعمرو! آپ رفع یدین کے بارے میں کیا کہتے ہیں، جب قیام کی حالت میں ہو؟" امام اوزاعیؒ نے جواب دیا کہ یہ پہلے دور کی بات ہے" (جزء رفع الیدین بخاری رقم ۱۰۶)

۸ خیرالقرون کے فقیہ حضرت امام زیدؒ کی مسند میں بھی حضرت علیؓ سے یہ روایت ہے کہ وہ تکبیر اولیٰ میں کانوں کے برابر رفع یدین کرتے تھے۔ پھر نماز پورا ہونے تک رفع یدین نہیں کرتے تھے (مسند امام زید ص ۸۹، ۹۰)۔ اس کتاب میں ترکِ رفع یدین ہی کی حدیث ہے، رفع یدین کی حدیث نہیں۔

۹ خیرالقرون کی کتاب "الصحیفۃ الصادقہ" تھی جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی جمع کردہ احادیث کا مجموعہ تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے پڑپوتے حضرت عمرو بن شعیب کے پاس محفوظ تھی۔ تہذیب التہذیب میں ہے کہ جو روایت **عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ** کی سند سے آئے، وہ "الصحیفۃ الصادقہ" کی حدیث ہوگی (درسِ ترمذی ص ۳۹)۔ رفع یدین کی کوئی روایت اس سند سے نہیں۔ معلوم ہوا کہ الصحیفۃ الصادقہ رفع یدین کی روایت سے خالی تھی۔

۱۰ صحیفہ ہمام بن منبہ، جو حضرت ابوہریرہؓ کی روایات کا مجموعہ ہے اور مسندِ احمد ج ۲ میں مذکور ہے اور علیحدہ بھی چھپ چکا ہے۔ اس میں بھی اختلافی رفع یدین کا ذکر نہیں۔

۱۱ خیرالقرون کی کتاب "**الجامع الصحیح** مسند امام ربیع بن حبیب" شائع ہوئی ہے۔ جو پہلی صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ عبداللہ بن حمید السالمیؒ لکھتے ہیں کہ یہ مسند کتب حدیث میں سے روایت کے اعتبار سے سب کتب سے زیادہ صحیح ہے اور اس کی سند تمام کتبِ حدیث سے اعلیٰ ہے اور اس کے تمام راوی علم، پرہیزگاری، ضبط، امانت، عدالت اور حفاظت حدیث میں مشہور ہیں۔ تمام کے تمام دین کے امام اور ہدایت یافتہ لوگوں کے قائد ہیں اور لکھا ہے کہ **هو أصح كتاب بعد القرآن العزيز** کہ یہ کتاب قرآن عزیز کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہے (**الجامع الصحیح** ص ۲)۔

۱۲ اس کتاب میں رفع یدین کی کوئی روایت نہیں ہے۔ البتہ ترکِ رفع یدین کے بارہ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ گویا میں ایسی قوم کے ساتھ ہوں جو میرے بعد آئیں گے وہ نماز میں رفع یدین کریں گے گویا کہ وہ ہاتھ شریر گھوڑوں کی دُمیں ہیں

(الجامع الصحیح ج۱ ص۴۵)۔

۱۳ اس کتاب میں اسی طرح حضور ﷺ سے مرفوعاً نقل کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو ایک قوم کو نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو نماز میں شریر گھوڑوں کی طرح رفع یدین کرتے ہیں؟ پھر فرمایا کہ نماز میں سکون اختیار کرو (الجامع الصحیح ج۴ ص۸)۔

فائدہ: یہ دوسری روایت حضرت جابر بن سمرہؓ سے مسلم شریف (ج۱ ص۱۸۱ رقم ۹۶۸) میں موجود ہے۔

۱۴ اس حدیث سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ رفع یدین پہلے تھی اور بعد میں حضور ﷺ نے ڈانٹا۔ پھر ایک صحابی حضرت خلاد بن رافع ؓ نے رکوع اور سجدہ اچھی طرح نہیں کیا تھا۔ حضور ﷺ نے نماز میں یہ غلطی دیکھ کر نماز میں ان کو نہیں ڈانٹا بلکہ فراغت کے بعد فرمایا کہ دوبارہ نماز پڑھ، تو نے نماز نہیں پڑھی (بخاری)۔ مگر اس فعل پر حضور ﷺ نے نماز میں ہی ڈانٹنا شروع کیا اور انسانوں سے نکال کر جانوروں اور وہ بھی شریر جانوروں میں داخل کر دیا۔ البتہ دوسری حدیث کی وجہ سے مجتہدین اور ان کے مقلدین کے لیے ایک اجر کا وعدہ فرما کر ان کو اس حکم سے نکال دیا۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اللہ کے نبی ﷺ اس فعل کو شرارت فرماتے ہیں۔ اس لیے جہاں بھی رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والوں میں اختلاف ہوگا وہاں شرارت کرنے والوں کی طرف سے ہوگی۔

شبہ:۔ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ حنفی علماء سے اگر پوچھا جائے کہ شوافع اور حنابلہ کی رفع یدین درست ہے، تو کہتے ہیں: ہاں! درست ہے۔ اور اگر پوچھا جائے کہ کوئی اہلِ حدیث حضور ﷺ کی حدیث دیکھ کر رفع یدین کرے تو کہتے ہیں درست نہیں۔ معلوم ہوا کہ احناف کو رفع یدین سے چڑ نہیں۔ البتہ حدیث اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے چڑ ہے، یعنی محمدی بن کر کوئی رفع یدین نہ کرے، شافعی بن کر کر لے، تو کوئی حرج نہیں۔

جواب اصل بات یہ ہے کہ علماءِ احناف کو سچ کے ساتھ بغض نہیں، جھوٹ سے بغض ہے۔ شافعی، حنبلی، مالکی، حنفی سچ بولتے ہیں کہ یہ مسئلہ رفع یدین اجتہادی مسئلہ ہے، جس کی نسبت مجتہد کی طرف ہوتی ہے کیونکہ جب دو قسم کی روایات میں تعارض ہو، تو رفعِ تعارض اگر حضور ﷺ نے فرما دیا ہو تو وہ محمدی فیصلہ ہوگا۔ وہاں نہ کسی مجتہد کو اجتہاد کی ضرورت ہے۔ اگر تمام مجتہدین کا مسئلہ میں اتفاق ہو جائے، تو وہ اجماعی مسئلہ ہوتا ہے۔ اگر مجتہدین کا اختلاف ہو جائے تو ہر مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرتا ہے اور ہر مقلد اپنے امام کی اتباع کرتا ہے۔

مسئلہ رفع یدین میں بھی حضور ﷺ کا فیصلہ نہیں کیونکہ اگر حضور ﷺ یہ فیصلہ فرما دیتے کہ رفع یدین والی روایات کو لینا اور ترکِ رفع یدین والی روایات پر عمل نہ کرنا، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کبھی ترکِ رفع یدین نہ کرتے۔ اور اگر حضور ﷺ یہ فیصلہ فرما دیتے کہ ترک رفع یدین والی روایات پر عمل کرو اور رفع یدین والی روایات پر عمل نہ کرو، تو امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور ان کا کوئی مقلد رفع یدین نہ کرتا مگر حضور ﷺ کا اس بارہ میں کوئی فیصلہ نہیں۔ اس لیے مجتہدین نے اس مسئلہ میں اجتہاد کیا۔ دو بڑے امام یعنی امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ تا ۱۵۰ھ) اور امام مالکؒ (۹۵ھ تا ۱۷۹ھ) نے اپنے اجتہادی دلائل سے ترکِ رفع یدین والی روایات کو ترجیح دی۔ دو چھوٹے امام یعنی امام شافعیؒ (۱۵۰ھ تا ۲۰۴ھ) اور امام احمدؒ (۱۶۴ھ تا ۲۴۱ھ) نے اپنے اجتہاد سے رفع یدین والی روایات کو ترجیح دی۔ اس لیے حنبلی اور شافعی سچ بول کر رفع یدین کرتے ہیں کہ یہ ہمارے امام کا اجتہادی مسئلہ ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ جب حکم بیان کرنے والا (مجتہد) حکم بیان کرے اور اجتہاد کرے، تو اگر اس کا اجتہاد درست ہوگا، تو اس کو دو اجر ملیں گے اور اگر اس سے اجتہاد میں خطا ہوئی تو بھی اس کو ایک اجر ملے گا (بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲)۔

بہر حال شوافع اور حنابلہ سچ بول کر رفع یدین کرتے ہیں اور حدیث کی وجہ سے بھی وہ ماجور ہیں۔ اس لیے ہمارا ان سے اختلاف نہیں۔ غیر مقلدین اپنا فیصلہ کر کے اس کو محمدی فیصلہ کہتے ہیں، جو سراسر جھوٹ ہے۔ اس لیے ہمارا جھوٹ سے اختلاف ہے۔ بالفاظِ دیگر غیر مقلدین اپنا فیصلہ کر کے جب اس کو ''محمدی فیصلہ'' کہتے ہیں تو گویا اپنے آپ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے منصب پر فائز کرنا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ)۔ ہم ان کو محمد رسول اللہ ﷺ ماننے کے لیے تیار نہیں۔

شبہ:۔ اگر ایک شخص رفع یدین کرے اور دوسرا شخص اس پر اعتراض کرے تو یہ اعتراض رفع یدین والی حدیث اور صاحبِ حدیث یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تک نہیں پہنچے گا؟

جواب:۔ بعض اعمال ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بارہ میں ایک ہی حدیث ہوتی ہے۔ اس کے متعارض کوئی حدیث نہیں ہوتی جیسے تکبیرِ تحریمہ کے وقت رفع یدین ہے۔ تو ایسے عمل پر اعتراض واقعی حدیث پر اعتراض اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اعتراض ہے۔

بعض اوقات کسی عمل کے بارہ میں متعارض روایات ہوتی ہیں اور ان میں ایک روایت کی ترجیح دوسری روایت پر بھی حدیث سے ثابت ہوتی ہے۔ تو اس صورت جس عمل کو خود حضور ﷺ نے راجح قرار دیا۔ اس پر عمل کرنے والے پر اعتراض حدیث پر اور حضور ﷺ پر اعتراض ہوگا۔ اور جس عمل کو

خود حضور ﷺ نے مرجوح قرار دیا، اس پر اعتراض نہ حدیث پر اعتراض ہے اور نہ رسول اقدس ﷺ پر، بلکہ اس کو مرجوح قرار دینا منشاء رسالت ہے۔

بعض اوقات ایسا عمل ہوتا ہے کہ احادیث اس کے بارہ میں متعارض ہوتی ہیں اور حدیث سے رفع تعارض یا وجہ ترجیح معلوم نہیں ہوتی۔ اس صورت میں مجتہدین اجتہاد کرتے ہیں۔ اگر ان کا اتفاق ہو جائے تو وہ اجماعی فیصلہ ہوگا۔ اس پر اعتراض اجماعِ اُمت پر اعتراض ہوگا۔

اگر ان میں اختلاف ہو جیسے مسئلہ رفع یدین میں ہے۔ تو اگر کوئی شافعی یا حنبلی پر اعتراض کرے گا، تو وہ اعتراض نہ حدیث پر ہوگا اور نہ حضور ﷺ پر، کیونکہ یہاں حضور ﷺ کا فیصلہ نہیں بلکہ امام شافعیؒ یا امام احمدؒ کا فیصلہ ہے۔ تو یہ اعتراض امام شافعیؒ یا امام احمدؒ پر ہوگا۔ لیکن ہم کسی شخص کو حق نہیں دیتے کہ وہ ان ائمہؒ پر اعتراض کرے کیونکہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ حضور ﷺ ہم سے اس بات پر بیعت لیتے تھے کہ کسی فن میں اس فن کے ماہر سے ہم جھگڑا نہیں کریں گے

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۵)۔

اسی ترکِ رفع یدین والی روایات پر مالکی اور حنفی اپنے اپنے امام کے فیصلہ کی وجہ سے عمل کرتے ہیں۔ تو اگر کوئی ترکِ رفع یدین پر اعتراض کرے تو یہ اعتراض بھی نہ حدیث پر اعتراض ہوگا، نہ حضور ﷺ پر۔ کیونکہ یہ آپ ﷺ کا فیصلہ نہیں ہے بلکہ امام ابوحنیفہؒ یا امام مالکؒ کا فیصلہ ہے۔ اس لیے یہ اعتراض امام ابوحنیفہؒ یا امام مالکؒ پر ہوگا مگر شوافع اور حنابلہ مذکورہ بالا حدیث کی روشنی میں ان ائمہؒ پر اعتراض کا حق کسی کو نہیں دیتے۔

ہمارے اس علاقہ میں نہ حنبلی ہیں اور نہ شافعی۔ البتہ یہاں ایک گروہ شیعہ کا ہے جو اپنے فیصلہ کے موافق متعدد جگہ رفع یدین کرتا ہے۔ تو شیعہ کی رفع یدین پر اعتراض نہ حدیث پر اعتراض ہوگا اور نہ حضور ﷺ پر۔ بلکہ شیعہ پر اعتراض ہوگا۔ اور شیعہ چونکہ ماہرِ فن اور مجتہدین نہیں بلکہ ''اذا وسد الأمر الیٰ غیر أھله فانتظر الساعة'' (جب دینی معاملات نااہلوں کے سپرد کیے جائیں، تو قیامت کا انتظار کر) کا مصداق اور نااہل ہیں۔ اور اس حدیث کا مصداق ہیں کہ جو (جاہل شخص) قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے بیان کرے اور اتفاقاً درست ہی بیان کردے تو بھی وہ گنہگار ہے (ترمذی ج ۲ ص ۱۲۳)۔ اس لیے ان کی خطا کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

دوسرا گروہ اس علاقہ میں رفع یدین کرنے والا غیر مقلدین کا ہے۔ جن کی رفع یدین ۱۸۶۰ء میں انگریز کے ملازم محمد یوسف پنشنر تک پہنچتی ہے (نقوش ابوالوفاء ص ۳۹)۔ جن کے بارہ میں قوی اندیشہ ہے کہ انگریز کے اصول ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت مساجد میں لڑائی کرانے کے لیے اپنے ملازم کو اس کام کے لیے منتخب کیا۔ لہٰذا اس گروہ کی رفع یدین پر اعتراض انگریز کے ملازم محمد یوسف تک پہنچے گا، نہ کہ حضور ﷺ تک، اور نہ امام شافعیؒ یا امام احمدؒ تک۔ (تجلیاتِ انور ج ۲ ص ۱۸۶ تا ۱۸۸)

باب ۱۰

بعض احادیث کی تحقیق

ترکِ رفع یدین پر احادیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ باب ۴ میں بیان کی گئی ہیں۔اسی طرح ان سے رفع یدین کے منسوخ ہونے کی حدیث باب ۷ میں بیان کی گئی ہے۔ان روایات پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو غیر مقلدین دوامِ رفع یدین میں پیش کرتے ہیں۔یہ روایت موضوع ہے جس کا پیش کرنا جائز نہیں ہے۔اس کا حال بیان کیا گیا ہے۔اسی کی تائید کے لیے پیش کی جانے والی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

مسند ابو عوانہ میں ترک رفع یدین کی روایات پر شبہات مع جوابات

حدثنا عبد الله بن أيوب المخرمي، وسعد بن نصر، وشعيب بن عمرو في آخرين، قالوا: ثنا سفيان بن عيينة، عن الزهري، عن سالم، عن أبيه قال: رأيتُ رسولَ الله ﷺ "اذا افتتح الصلوة رفع يديه حتّٰى يحاذي بهما"، وقال بعضهم: حَذْوَ منكبيه، واذا أَراد أن يركع، وبعد ما يرفعُ رأسه من الركوع لَا يَرْفَعُهُمَا۔ وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدتين۔ والمعنىٰ واحد۔

(مُسنَد أَبِی عَوَانَۃ ج۱ ص ۳۳۴ رقم الحدیث:۱۲۵۱۔دار الکتب العلمیہ بیروت،لبنان ۱۴۲۷ھ؛ مُسنَد أَبِی عَوَانَۃ رقم الحدیث:۱۵۷۲۔دار المعرفۃ بیروت،لبنان ۱۴۱۹ھ)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر تک اٹھاتے،اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے اٹھتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

شبہ:۔ جناب ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں: باب تو اثبات رفع کا مگر اس پر دلیل وہ جس میں رفع یدین نہ کرنے کا صریح حکم ہے (مسئلہ رفع یدین ص ۲۱)۔

جناب زبیر علی زئی لکھتے ہیں: امام ابوعوانہؒ نے اس حدیث پر رفع یدین کا باب باندھا ہے۔ لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس باب کے تحت وہ رفع یدین نہ کرنے کی کوئی روایت لے آئیں

(نور العینین ص ۲۸۲)۔

جواب:۔ امام ابوعوانہؒ نے جو باب کا عنوان قائم کیا ہے۔:"رفع الیدین فی افتتاح الصلوۃ قبل التکبیر بحذاء منکبیه وللرکوع ولرفع رأسه من الرکوع وانه لا یرفع بین السجدتین"۔ اس کے چار اجزاء یعنی چار دعوے ہیں:

۱۔ رفع یدین تکبیر افتتاح میں کندھوں کے برابر ہو۔

۲۔ رکوع کے وقت یعنی رکوع کو جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا۔

۳۔ رفع یدین تکبیرِ افتتاح سے پہلے ہو، تکبیر بعد میں ہو۔

۴۔ سجدوں میں رفع یدین نہ ہو۔

اب ان چار دعووں کو ثابت کرنے کے لیے امام ابوعوانہؒ کئی احادیث لائے ہیں۔ پہلی حدیث سے دو دعوے ثابت ہوتے ہیں۔

۱۔ رفع یدین کندھوں کے برابر کیا۔

۲۔ سجدتین میں رفع یدین نہیں کیا۔

البتہ یہ ثابت نہیں ہوا کہ رفع یدین تکبیر سے پہلے ہو یا بعد میں ہو۔ اس سے حدیث خاموش ہے۔ اور ایک دعویٰ کہ رفع یدین رکوع کے وقت کرنا چاہیے۔ حدیث کے الفاظ اس دعویٰ کے صریح خلاف ہیں۔ یہی غیر مقلدین کا اعتراض ہے۔ لیکن ان کا یہ اعتراض قلت فہمی کا نتیجہ ہے۔ امام ابوعوانہ ایسا کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً اس عنوان کے بعد دوسرا عنوان "ذکر الأخبار المتضادة للباب الذی قبله فی رفع الیدین الخ" قائم کیا ہے۔ یعنی اس باب میں ان حدیثوں کا ذکر ہوگا جو پہلے باب رفع یدین کے متضاد (ضد) ہیں۔ حالانکہ بعض روایتیں پہلے باب کے مکمل طور پر متضاد نہیں ہیں۔ جیسے حضرت ابوقلابہؒ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مالک بن حویرثؓ کو دیکھا کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا۔ تکبیر کہی۔ پھر رفع یدین کیا اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا تو رفع یدین کیا۔ (مسندِ ابوعوانہ رقم ۱۲۶۰)۔ اب اس حدیث میں پہلے باب کے چار دعووں میں سے صرف ایک دعویٰ کی صراحتاً مخالفت ہے یعنی تکبیر پہلے کہی رفع یدین بعد میں کیا۔ رفع یدین کندھوں کے

برابر نہ ہو بلکہ کانوں کے برابر ہو۔ اس کا بیان نہیں ہوا۔ اسی طرح سجدوں میں رفع یدین نہیں کرنا چاہیے۔ اس کا بھی بیان نہیں ہوا۔ البتہ ایک بات اس حدیث میں ایسی ہے جو پہلے باب کے مطابق ہے یعنی رکوع کے وقت رفع یدین کرنا۔ حالانکہ امام ابوعوانہؒ نے باب کا عنوان جو قائم کیا ہے وہ یوں ہے کہ اس باب کی حدیثیں پہلے باب کی ضد ہیں۔ اب اگر کوئی کم علم آدمی روایت کا ترجمہ کیے بغیر یوں کہہ دے۔ ایسے صریح تناقض و تضاد کی تو کسی غبی شخص سے بھی توقع نہیں کی جا سکتی چہ جائیکہ امام ابوعوانہ ایسے ''الحافظ الثقة الکبیر'' سے اس کی توقع رکھی جائے (مسئلہ رفع یدین ص ۲۱)۔ تو ایسا شخص امام ابوعوانہؒ کے طرز استدلال سے بالکل ناواقف ہے۔

غیر مقلدین حضرات کا ''**واذا اراد ان یرکع، وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع، لا یرفعهما۔**'' کے الفاظ پر اشکال پیدا کرنا کم عقلی ہے۔ امام ابوعوانہؒ کی یہ روایت ترک رفع یدین میں نص صریح ہے۔ اور ایسا کہنا بالکل صحیح اور قرین قیاس ہے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''**باب ما جاء فی وضع الیدین قبل الرکبتین فی السجود**'' (ترمذی مع تحفۃ الاحوذی ج۱ ص ۲۲۸)۔ مگر اس کے تحت جو حدیث لائے ہیں وہ بالکل خلاف ہے۔ مبارکپوریؒ فرماتے ہیں: بعض نسخوں میں ''**باب ما جاء فی وضع الرکبتین قبل الیدین فی السجود**'' ہے۔ جیسا کہ ترمذی ص ۱۳۶ باب نمبر ۸۴ طبع دارالمعرفہ، بیروت بتحقیق خلیل ماٴمون شیحا میں ہے۔ اس صورت میں حدیث باب کے مطابق ہے۔ عام نسخوں کے لحاظ سے حدیث باب کے مطابق نہیں ہے۔

امام بخاری کے استاذ امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ اپنے مصنف میں باب کا عنوان یوں قائم کرتے ہیں: ''**فی رفع الیدین بین السجدتین**''۔ مگر پہلی حدیث حضرت ابن عمرؓ سے روایت نفی رفع الیدین بین السجدتین کی نقل کرتے ہیں (مصنف ابن ابی شیبہ ج۱ ص۲۷۱، مطبوعہ حیدرآباد دکن؛ مصنف ابن شیبہ ج۲ ص ۵۰۸ باب نمبر ۴۵ رقم الحدیث ۲۸۱۰ طبع ادارۃ القرآن کراچی)۔ کیا یہ محدث حضرات غیر مقلدین کے نزدیک بے عقل و بے علم ہیں؟ ان حضرات نے باب کچھ باندھا ہے اور حدیث اس کے خلاف نقل کی ہے۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: مسند ابی عوانہ کا موجودہ نسخہ ہندوستانی دیوبندیوں کا شائع کردہ ہے جسے انہوں نے متعدد نسخوں سے شائع کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں: اس حدیث کا صحیح متن یہ ہے: ------ **وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع ولا یرفعهما. وقال بعضهم: ولا یرفع بین السجدتین والمعنی واحد.**

دو قلمی نسخوں میں ''واؤ'' موجود ہے۔ جسے ہندوستانی ناشرین نے اڑا دیا ہے۔ اس کے بعد دنیا میں

جہاں کہیں بھی صحیح ابی عوانہ چھپی ہے، ہندوستانی نسخہ کا عکس ہے۔(نور العینین ص ۲۸۰)۔مزید لکھتے ہیں:
مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عمداً یا سہواً ''واؤ'' گرائی گئی ہے یا گرگئی ہے۔(نور العینین ص ۸۰)

جواب:۔

۱) مولانا سید بدیع الدین سندھی غیر مقلد نے ابوعوانہ کے نسخہ کی عبارت واذا اراد ان یر کع.وبعد ما یرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما. وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدتين. والمعنىٰ واحد۔ نقل کیا ہے۔اور اس نسخہ کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲) دار المعرفۃ، بیروت، لبنان (الطبعۃ الأولیٰ:۱۴۱۹ھ) سے مطبوعہ نسخہ بتحقیق ایمن بن عارف الدمشقی نے مسند ابوعوانہ (ج۱ ص ۳۳۴ رقم الحدیث ۱۵۷۲) میں واذا اراد ان یر کع.وبعد ما یرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما. وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدتين. والمعنىٰ واحد۔ کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔

۳) دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان (۱۴۲۷ھ) سے مطبوعہ نسخہ بتحقیق ابوعلی النظیف نے مسند أَبِی عَوَانَة (ج۱ ص ۳۳۴ رقم الحدیث:۱۲۵۱) میں واذا اراد ان یر کع. وبعد ما یرفع رأسه من الركوع لا يرفعهما. وقال بعضهم: ولا يرفع بين السجدتين. والمعنىٰ واحد۔ کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔

۴) الاعتصام ہفت روزہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ / ۳ جولائی ۱۹۹۲ء ص ۲۱ میں مولانا محمد ایوب اثری حیدرآباد سندھ نے جو قلمی نسخہ پیر جھنڈا کا نسخہ پیش کیا ہے اس میں فلا یرفعھما صراحۃً نظر آرہا ہے۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: اس حدیث کو سابقہ حنفی علماء مثلاً زیلعی (وغیرہ) نے عدم رفع الیدین کے حق میں پیش نہیں کیا۔اس وقت تک یہ روایت بنی ہی نہیں تھی۔لہٰذا وہ پیش کیسے کرتے؟(نور العینین ص ۸۰) نیز لکھتے ہیں:

☆ معلوم ہوا کہ اس روایت کے ساتھ عدمِ رفع پر استدلال کرنا غلط، باطل اور چودھویں صدی کی ''بدعت'' ہے۔(نور العینین ص ۸۰)

☆ مسند ابی عوانہ قدیم دور میں بھی مشہور و معروف رہی ہے۔کسی ایک امام نے بھی اس کی محولہ بالا عبارت کو ترک وعدم رفع الیدین کے بارے میں نہیں پیش کیا۔(نور العینین ص ۸۱)

☆ عصرِ حاضر سے پہلے کسی حنفی نے ابوعوانہؒ کی روایت سے استدلال نہیں کیا۔اگر ایسی کوئی روایت کا وجود ہوتا تو اسلافِ حنفیہ اس سے ضرور استدلال کرتے۔(نور العینین ص ۲۸۲)

جواب:۔ یہ شبہ کہ پہلے احناف نے اس روایت سے استدلال نہیں کیا تھا یہ اعتراض کا منشا سادگی

یا جہالت ہے۔اصل وجہ یہ ہے کہ جتنا فتنہ وفساد تیز ہوتا ہے۔اتنے زیادہ جوابات دیئے جاتے ہیں اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔مرزائیت کا فتنہ، چکڑالویت کا فتنہ، نیچریت کا فتنہ وغیرہ یہ سب غیر مقلدین حضرات سے نکلے۔ان کے مقابلہ میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔اسلاف اتنے دلائل پیش نہ کیا کرتے تھے۔

ترک رفع یدین میں جن آیات سے استدلال کیا ہے اور بخاری مسلم کی جن احادیث سے استدلال کیا ہے ان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تمہیں جواب نہ آئے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ حدیث نہ تھی کیا تم ساری امت کے اعمال کو بیکار سمجھ کر ہی خوش ہوتے ہو؟ کیا کسی اور کی قسمت میں کسی حدیث پر عمل نہیں ہے؟ اللہ کی رحمت کو تم نے اتنا محصور کر دیا ہے۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:

☆ بعض ناسمجھ لوگوں نے ''لا یرفعھما'' کو پچھلی عبارت سے لگا دیا ہے۔(نور العینین ص ۸۰)

☆ امام شافعیؒ، امام ابوداوٗدؒ اور امام حمیدیؒ کی روایات بھی اثبات ''رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ'' کے ساتھ ہیں جن کے بارے میں ابوعوانہ نے ''نحوہ''۔۔۔''بمثلہ'' اور ''مثلہ'' کہا ہے۔(نور العینین ص ۸۰)

☆ اس روایت میں ''ولا یرفع'' اور ''ولا یرفعھما'' دونوں سے سجدوں والے رفع الیدین کی نفی ہے، رکوع والے کی نہیں۔(نور العینین ص ۲۸۲)

مولانا ارشاد الحق اثری لکھتے ہیں: امام صاحب کے الفاظ ''والمعنیٰ واحد'' معنیٰ ومقصد ایک ہی ہے سے بھی تائید ہوتی ہے۔کہ ''لا یرفعھما'' کہا جائے یا لا یرفع الخ معنوی اعتبار سے کوئی جوہری فرق نہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر لا یرفعھما ماقبل کی جزاء ہے تو پھر اس کے بعد وقال بعضھم: ولا یرفع بین السجدتین۔ والمعنیٰ واحد میں بعض کا ذکر کر کے کس جملہ سے تعرض واختلاف کا اشارہ ہے اور یہاں کون سے دو لفظ ہیں کہ فرمایا جار رہا ہے کہ معنیٰ ایک ہی ہیں۔اگر یہاں دو لفظ نہیں تو والمعنیٰ واحد کہنے کا کیا مطلب؟(مسئلہ رفع یدین ص ۲۱)

جواب:۔ غیر مقلدین حضرات کو صرف ونحو نہیں آتی جس کی وجہ سے ایسی عظیم غلطی کا ارتکاب کر رہے ہیں یا عناداً ایسا کر رہے ہیں۔

واذا اراد ان یرکع، وبعد ما یرفع رأسہ من الرکوع لا یرفعھما پر بعض راویوں نے حدیث کو پورا کر دیا ہے اور آگے کچھ بھی بیان نہیں کیا۔جب بیان ہی نہیں کیا تو لا یرفعھما جو ماقبل کی جزاء ہے اس کا تعلق مابعد سے کیسے ہوگا۔بعض نے حدیث کے الفاظ ولا یرفع بین

السجدتین بڑھائے ہیں۔ اور یہ الگ حکم ہے کیونکہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں بعض راوی رفع یدین صرف عند الافتتاح، و بعد الرکوع بیان کرتے ہیں اور رفع یدین بین السجدتین کا نام تک نہیں لیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث کے الفاظ مختلف ہیں اور ان کا حکم بھی مختلف ہے۔

اگر لا یرفعھما کا تعلق بعد سے کیا جائے تو کس طرح ہوسکتا ہے۔ درمیان میں ''واؤ'' عاطفہ موجود ہے۔ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان تغایر ہوتا ہے۔ پھر قال بعضھم میں قول کا مقولہ جو آرہا ہے بعد میں ہوتا ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ''قال'' کا مقولہ حرف عطف ''واؤ'' کو پھلانگ کر ماقبل آجائے۔ علم نحو سے اتنی بے علمی یا عناد محض غیر مقلدین سے ہی متصوّر ہوسکتی ہے۔

والمعنی واحد کا مطلب واضح ہے کہ رکوع اور بین السجدتین دونوں مقاموں میں راویوں نے ترکِ رفع یدین روایت کیا ہے۔

اگر بعض راویوں نے ترک رفع یدین عند الرکوع روایت کیا ہے اور ترک رفع یدین بین السجدتین روایت نہیں کیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ان کی مراد بھی ترکِ رفع یدین بین السجدتین ہے۔

اگر رکوع کے وقت رفع یدین ہو اور بین السجدتین ترک رفع یدین ہو تو ان دو مختلف عبارتوں کا مقصد و معنیٰ ایک کیسے ہوسکتا ہے؟ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا کا معنیٰ ایک کیسے ہوسکتا ہے؟ یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ رکوع کے وقت بھی ترک رفع یدین اور بین السجدتین بھی ترک رفع یدین ہو تو معنیٰ و مقصد ایک کہنا درست ہے۔ (وللہ الحمد)

اس کی ایک نظیر خود مسند ابوعوانہ (ج ۲ ص ۱۹۵ طبع ہند؛ ج ۱ ص ۴۰۰ طبع بیروت) میں موجود ہے۔ ذوالیدین والی روایت میں بعض راویوں نے بقیہ دو رکعتوں کے آخر میں سجدہ سہو کی کیفیت بیان کرکے چپ ہوگئے ہیں۔ سلام وغیرہ کا ذکر نہیں کیا۔ امام ابوعوانہؒ فرماتے ہیں: قال ابن سیرین: وأُخبرتُ عن عمران بن حصین: ثمّ سلّم. واللفظ للصنعانی. معنیٰ حدیثھما واحد۔ (مسند ابوعوانہ ج ۱ ص ۴۰۰ طبع بیروت) ''امام ابن سیرین فرماتے ہیں: مجھے عمران بن حصینؓ سے خبر دی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلام پھیرا (یعنی نماز کو ختم کردیا)۔ اور یہ لفظ الصنعانی راوی کے ہیں۔ اور ان دونوں راویوں کی روایت کا معنیٰ ایک ہے''۔ یعنی ابواسماعیل نے جو آخری سلام کا ذکر نہیں کیا۔ اس کی مراد بھی الصنعانی راوی کی طرح ہے جس نے سلام کا ذکر کیا ہے یعنی نماز کو سلام سے ختم کیا جائے۔ اب اگر کوئی غیر مقلدین کی طرح یہ کہہ دے کہ سجدہ سہو اور اور آخری سلام دونوں ایک چیزیں ہیں ورنہ معنیٰ معنیٰ حدیثھما واحد۔ کا پھر کیا مطلب۔ تو ایسے

شخص کو اپنی عقل کا علاج کرانا چاہیے اور ایسی گفتگو سے پرہیز کرنا چاہیے۔مسند ابوعوانہ (ج ۲ ص ۶۲ ۳، ۶۳ ۳ طبع ہند) میں حضرت جابرؓ کی حدیث اور حضرت سہل بن ابی حثمہ الانصاری کی حدیثیں مروی ہیں اس کے آخر میں ابوعوانہ فرماتے ہیں۔ معنیٰ حدیثهما واحد کہ ان دونوں حدیثوں کا معنی ایک ہے۔حالانکہ دونوں حدیثوں میں بہت فرق ہے۔

شبہ:۔ امام بیہقیؒ کی معرفۃ السنن (ج ۱ ص ۲۱۴) میں بھی امام شافعیؒ کی روایت موجود ہے۔انصاف شرط ہے کہ اگر صحیح ابوعوانہ کی پہلی روایت میں ترکِ رفع یدین کا ذکر ہے۔اور الشافعی عن ابن عیینہ روایت میں رفع یدین کا ذکر ہے تو پھر امام شافعیؒ کی روایت بیان کرتے ہوئے "بنحوہ" کہنے کا مطلب کیا؟ جو روایت پہلی حدیث کے مخالف ہو وہاں "بنحوہ" ہی کہا جاتا ہے؟

(مسئلہ رفع یدین ص ۲۳)

حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: ''امام شافعیؒ، امام ابوداؤدؒ اور امام حمیدیؒ کی روایات بھی اثبات ''رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ'' کے ساتھ ہیں جن کے بارے میں ابوعوانہ نے "نحوہ"۔۔۔ "بمثلہ" اور "مثلہ" کہا ہے'' (نور العینین ص ۸۰)۔

جواب:۔ حضرت امام ابوعوانہؒ نے پہلی حدیث ترکِ رفع یدین میں بیان کر کے اس کے بعد ''عن الشافعی عن ابن عیینہ'' کی روایت کو ''بنحوہ'' کے لفظ سے نقل کیا ہے اور پھر ''ابوداؤد ثنا علی ثنا سفیان عن الزهری اخبرني سالم عن أبيه قال: رأيتُ رسول الله ﷺ بمثله. ثنا الصائغ بمكه قال حدثنا الحميدي ثنا سفيان عن الزهري اخبرني سالم عن أبيه قال: رأيتُ رسول الله ﷺ مثله۔'' ان دونوں روایتوں کو مثلہ کے لفظ سے روایت کیا ہے۔غیر مقلدین اس پر غور کیوں نہیں فرماتے کہ امام ابوعوانہؒ نے ترکِ رفع یدین کی روایت کے بعد، ایک روایت کو بنحوہ کے لفظ سے اور اس کے بعد دو روایتوں کو ''بمثلہ و مثلہ'' کے الفاظ سے کیوں تعبیر کیا ہے؟۔محدثین کرامؒ کے اصول کے مطابق بنحوہ وہاں بولا جاتا ہے کہ جب بعد والی روایت کے الفاظ وہ نہ ہوں جو اس سے پہلے مذکور ہوئی ہے۔اور ''مثلہ'' وہاں بولا جاتا ہے جب بعد والی روایت کے الفاظ بعینہٖ وہی ہوں جو پہلی حدیث کے تھے۔ (تدریب الراوی للعلامۃ السیوطی ج ۲ ص ۱۲۰ طبع المکتبۃ العلمیۃ)۔

پس اس قاعدہ سے ثابت ہوا کہ امام ابوعوانہؒ نے ''عن الشافعی عن ابن عیینہ'' والی روایت کو بنحوہ اس لیے کہا ہے کہ اس کے الفاظ وہ نہیں ہیں جو اس سے پہلے والی حدیث کے تھے۔اور اس کے بعد والی دونوں روایتوں کے الفاظ بعینہٖ وہی ہیں جو ترکِ رفع یدین والی حدیث

کے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں روایتوں میں سے ایک روایت امام حمیدیؒ کے طریق سے ہے۔ مسندِ حمیدی کے الفاظ ۲.۱۰ میں ذکر کیے ہیں جو کہ بعینہٖ صحیح ابوعوانہ کی ترکِ رفع یدین والی روایت کی طرح ہیں۔ ان دو میں سے ایک روایت کی سند امام ابوعوانہؒ نے یوں نقل کی ہے۔ ''ابوداؤد ثنا علی ثنا سفیان عن الزھری اخبرنی سالم عن أبیه قال: رأیتُ رسول الله ﷺ بمثله'' ۔امام ابوعوانہ کا استاد اس روایت میں ابوداؤد الحرانی (سلیمان بن سیف المتوفی ۲۷۲ھ) ہے۔ ثقہ ہے (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۱۹۹)۔ اور علی سے مراد علی بن المدینی ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ابوعوانہؒ یوں فرماتے ہیں: ''ابوداؤد الحرانی ثنا علی بن المدینی ثنا سفیان الخ (ابوعوانہ ج ۲ ص ۵۶ طبع ہند)۔ پس معلوم ہوا کہ امام ابوعوانہؒ نے اس سند سے حدیث کے الفاظ بھی بعینہٖ وہی نقل کیے ہیں جو ترکِ رفع یدین والی روایت کے ہیں۔

چونکہ امام سفیان بن عیینہؒ نے ترکِ رفع یدین بھی روایت کیا ہے۔ اس لیے کبھی وہ رفع یدین کرتے تھے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''وکان ابن عیینة ربما فعله وربما لم یفعله'' (تمہید ابن عبدالبر ج ۹ ص ۲۲۶)۔ ابن عیینہ کبھی رفع یدین کرتے تھے۔ کبھی نہ کرتے تھے۔ پس سفیان بن عیینہؒ سے ترکِ رفع یدین کی روایت نقل کرنے میں کوئی شک نہ رہا۔

عبدالرحمن مبارکپوری لکھتے ہیں: ''کان البخاری اذا وجد الحدیث عند الحمیدی لا یعدوه الیٰ غیره. کذا فی التقریب۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۶۹)۔ امام بخاریؒ کا اپنے استاد امام حمیدیؒ سے رفع یدین کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اپنی کتابوں میں نقل نہ کرنا بھی دلیل ہے اس امر کی کہ امام حمیدیؒ سے یہ روایت ترکِ رفع یدین میں مروی ہے۔

مسند حمیدی میں ترک رفع یدین کی روایت پر کئے گئے شبہات اور ان کے جوابات

حدثنا الحمیدی قال: حدثنا سفیان حدثنا الزھری، قال: أخبرنی سالم بن عبدالله عن ابیه قال: رأیتُ رسولَ الله ﷺ اذا افتتح الصلوة رفع یدیه حذو منکبیه، واذا اراد ان یرکع، وبعد ما یرفع رأسه من الرکوع، فلا یرفع. ولا بین السجدتین.

(مسند حمیدی ج ۲ ص ۲۷۷ حدیث نمبر: ۶۱۴ مطبوعہ بیروت، لبنان)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز شروع کرتے تب تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: مسندِ حمیدی کو اس کے معلق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی نے نسخۂ دیوبندیہ (ہندوستانیہ) سے شائع کیا ہے۔ اس کی تائید میں نسخۂ سعیدیہ اور نسخۂ عثمانیہ سے مدد لی ہے۔ اعظمی ہندوستانی دیوبندی نے نسخۂ دیوبندیہ کو اصل بنایا ہے۔ مسندِ حمیدی کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جسے نسخۂ ظاہریہ کہتے ہیں (نور العینین ص ۶۸)۔ مسندِ حمیدی کے مطبوعہ نسخہ کی متنازعہ عبارت محرف اور مصحف ہے۔ (نور العینین ص ۷۵)۔

جواب:۔ دیوبند کے نسخہ اور خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی کے قلمی نسخہ میں اور ہندوستانی نسخوں میں یہ حدیث ترکِ رفع یدین میں مروی ہے۔ مطبوعہ نسخوں میں بھی ایسا ہی ہے۔ نسخہ ظاہریہ جو شام میں ہے۔ یہ نسخہ غیر مقلدین کا ہے۔ پھر یہ کوئی صحیفہ آسمانی نہیں کہ اس میں غلطی اور تحریف واقع نہ ہو سکے۔ مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی نے اس کی کئی مثالیں دی ہیں (نور الصباح ج ۲ ص ۳۰۵)۔ تو ظاہریہ کے نسخوں میں بھی تحریف واقع ہو چکی ہے۔ تو یہاں بھی مشہور روایت کی بنا پر ظاہریہ میں تحریف کی گئی ہو تو کون سی بڑی بات ہے۔

ایک بہت وزنی دلیل

مولانا بدیع الدین سندھی غیر مقلد لکھتے ہیں: "کان البخاری اذا وجد الحدیث عندہ (الحمیدی) لا یخرجہ الی غیرہ من الثقة. کما فی التھذیب (ج ۵ ص ۲۱۶؛ جلاء العینین ص ۲۸)۔

مولانا مبارک پوری مرحوم لکھتے ہیں: "کان البخاری اذا وجد الحدیث عند الحمیدی لا یعدوہ الی غیرہ. کذا فی التقریب۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۳ ص ۲۶۹)۔ امام بخاری جب حدیث کو اپنے استاد امام حمیدیؒ سے پالیتے تو اس سے آگے نہ بڑھتے تھے جیسا کہ تقریب ابن حجرؒ میں مذکور ہے۔

معلوم ہوا کہ امام حمیدیؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ترکِ رفع یدین میں بیان کی ہے جو کہ امام بخاری کے خلاف تھی۔ امام بخاریؒ کا اپنے استاد امام حمیدیؒ سے رفع یدین کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً اپنی کتابوں میں نقل نہ کرنا بھی دلیل ہے ورنہ تو بخاری شریف کی پہلی حدیث امام حمیدی سے مذکور ہے۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: اس حدیث کے مرکزی راوی امام سفیان بن عیینہؒ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔(نور العینین ص ۷۶)۔امام سفیان بن عیینہؒ سے رفع یدین کا اثبات بالتواتر ہے۔(نور العینین ص ۲۸۴)

جواب:۔ امام سفیان بن عیینہؒ سے رفع یدین کرنا متواتر ہے تو یہ بات غلط ہے۔امام سفیان بن عیینہؒ نے ترکِ رفع یدین بھی روایت کیا ہے۔اس لیے کبھی وہ رفع یدین کرتے تھے اور کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں: ''قال وکان ابن عیینۃ ربما فعلہ وربمالم یفعلہ '' (تمہید ابن عبد البر ج ۹ ص ۲۲۶)ابن عیینہ کبھی رفع یدین کرتے تھے۔کبھی نہ کرتے تھے۔پس سفیان بن عیینہؒ سے ترکِ رفع یدین کی روایت نقل کرنے میں کوئی شک نہ رہا۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: عصر حاضر سے پہلے کسی حنفی نے اس روایت کو اپنے استدلال میں پیش نہیں کیا۔(نور العینین ص ۲۸۴)۔

جواب:۔ جب فتنہ وفساد تیز ہوتا ہے۔اس کے زیادہ جوابات دیئے جاتے ہیں اور دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔مرزائیت کا فتنہ،چکڑالویت کا فتنہ،نیچریت کا فتنہ وغیرہ یہ سب غیر مقلدین حضرات سے نکلے۔ان کے مقابلہ میں جو دلائل اب پیش کیے جاتے ہیں۔اسلاف اتنے دلائل پیش نہ کیا کرتے تھے۔کیا کسی شافعی یا حنبلی نے مسندِ حمیدی کا حوالہ رفع یدین میں پیش کیا ہے؟ یہ تو وسعتِ علمی کی بات ہے۔کتابوں کے طبع ہونے پر معلومات بڑھتی ہیں۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: اس تحقیق کے بعد **المستخرج** لابی نعیم الاصبہانی (ج ۲ ص ۱۲) دیکھنے کا موقع ملا۔وہاں بھی یہ روایت مسند حمیدی کی سند کے ساتھ منقول ہے جس میں اثبات رفع الیدین ہے نفی نہیں۔(نور العینین ص ۷۶)

جواب:۔ نور العینین طبع اول کے آخر میں توالی التاسیس کی فوٹو کاپی لگائی تھی۔وہ حمیدی کی روایت محمد بن ادریس الشافعیؒ سے ہے نہ کہ ابن عیینہ سے۔☆اس کی سند میں ابوطاہر عبد الغفار بن محمد بن جعفر ہے۔حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: اس راوی نے ابوبکر الصواف سے روایت کی ہے۔خطیب بغدادی نے کہا کہ میں نے اس راوی سے لکھا ہے۔اس کی ولادت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا: ذوالحجہ ۳۴۵ھ میں ہوئی ہے۔اس راوی نے وفات ۴۲۸ھ میں پائی ہے۔اور میں نے محدث صوریؒ سے سنا وہ اس پر اعتراض کرتا تھا اور اس کو ایسے الفاظ سے ذکر کرتا تھا جو موجب ضعف ہیں۔(لسان المیزان ج ۴ ص ۴۳)۔اس سند کے اور راوی بھی قابلِ تحقیق ہیں کہ وہ کیسے ہیں۔معلوم ہیں یا مجہول۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں: [۱] حضرت عبداللہ بن عمرؓ جس شخص کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے (نور العینین ص ۲۸۲، ۲۸۴) [۲] سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی (رفع یدین والی موقوف) روایت کو امام حمیدیؒ نے ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ رفع یدین کو ضروری (واجب) سمجھتے تھے۔ (نور العینین ص ۴۷) [۳] اسی روایت کے بعد امام الحمیدیؒ کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا ذکر کرنا کہ ''وہ رفع الیدین کے تارک کو اس وقت تک کنکریوں سے مارتے تھے جب تک وہ رفع یدین نہ کرنے لگتا''، سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام الحمیدیؒ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع الیدین کی حدیث اور پھر ان پر عمل ذکر کر کے گویا اس مسئلہ پر مہر ثبت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی بنا پر امام الحمیدی خود بھی رفع الیدین پر عمل پیرا تھے۔ (نور العینین ص ۴۷)

ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں: امام حمیدیؒ اس روایت کے متصل بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کرتے ہیں کہ جب وہ کسی کو دیکھتے کہ وہ رفع یدین نہیں کر رہا تو وہ اسے کنکریاں مارتے تھے۔ (مسئلہ رفع یدین ص ۲۶)

جواب:۔

۱:۔ محدثین کرام رحمہم اللہ موافق و مخالف ہر قسم کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام حمیدیؒ نے حضرت ابن عمرؓ سے مرفوع روایت بھی رفع یدین میں روایت کی ہے۔ امام بخاریؒ کی طرف جو جزء رفع یدین کی نسبت کی جاتی ہے۔ اس میں امام بخاریؒ نے اپنے استاد امام حمیدیؒ سے دوسری موقوف روایت نقل کی ہے۔ اور پہلی مرفوع نقل نہیں کی۔ اگر وہ رفع یدین میں ہوتی تو ضرور نقل کرتے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ یقیناً ترکِ رفع یدین میں مروی ہے۔

۲:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ موقوف روایت سند کے لحاظ سے کیسی ہے۔ اس کی سند کے بارے میں جناب زبیر زئی اور اثری صاحب نے کچھ بیان نہیں کیا۔ اس روایت کا دار و مدار ایک شامی راوی ولید بن مسلم پر ہے۔ جو کہ منفرد ہے اور مختلط الحدیث ہے۔ اور اس کی روایتیں ضعیف ہیں۔

المدونۃ الکبریٰ میں ترک رفع یدین کی روایت پر شبہ اور اس کا جواب

ابن وهب عن مالك بن انس عن ابن شهاب عن سالم بن عبد الله عن ابيه ان

رسول اللہ ﷺ کان یرفع یدیہ حذو منکبیہ اذا افتتح التکبیر للصلوٰۃ۔

(مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۹ مطبوعہ مصر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: "جناب رسول اللہ ﷺ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے جب آپ ﷺ نماز شروع کرتے تھے۔

شبہ:۔ حافظ زبیر علی زئی لکھتے ہیں:۔ اس روایت کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ کوئی عقل مند اسے پیش کرسکتا ہے۔ (نور العینین ص ۸۱)

جواب:۔ مدونہ کبریٰ والوں نے یہ روایت دلائل ترکِ رفع یدین میں بیان کی ہے۔ یہ مالکیوں کی مستند کتاب ہے۔ اس میں عبدالرحمٰن ابن قاسمؒ نے امام مالکؒ سے رفع یدین تکبیرِ تحریمہ کے سوا ضعیف ہونا نقل کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر المالکیؒ لکھتے ہیں: "واختلف العلماء فی رفع الیدین فی الصلوٰۃ۔ فروی ابن القاسم وغیرہ عن مالك أنه كان رفع الیدین فی الصلوٰۃ ضعیفاً الا فی تکبیرۃ الاحرام وحدھا وتعلق بھٰذہ الروایتہ عن مالك اکثر المالکین" (التمہید ج ۹ ص ۲۱۲) ۔علمائے کرام رحمہم اللہ نے نماز میں رفع یدین کے کرنے پر اختلاف کیا ہے۔ پس امام ابن القاسمؒ وغیرہ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے کہ امام مالکؒ تکبیرِ تحریمہ کے سوا نماز میں رفع یدین کرنا ضعیف سمجھتے ہیں۔ اس روایت کے ساتھ اکثر مالکیوں نے استدلال کیا ہے۔

نیز مدونہ کبریٰ میں ہے:۔" قال مالك لا اعرف رفع الیدین فی شیٔ من تکبیر الصلوٰۃ۔ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ۔ قال ابن القاسم و کان رفع الیدین عند مالك ضعیفاً الا فی تکبیرۃ الاحرام۔ (مدونہ کبریٰ ج ۱ ص ۶۸) امام مالکؒ فرماتے ہیں: میں نماز کی کسی شی میں، نماز کی تکبیر میں، نہ اونچ میں، نہ نیچ، رفع یدین کو نہیں پہچانتا مگر نماز کی ابتداء میں۔ امام ابن القاسمؒ فرماتے ہیں: امام مالکؒ کے نزدیک تکبیرِ تحریمہ کے سوا رفع یدین کرنا ضعیف ہے۔

خلافیاتِ بیہقی میں ترکِ رفع یدین کی روایت پر شبہات اور ان کے جوابات

عن سالم عن ابن عمر ان النبی ﷺ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰۃ ثم لا یعود

(خلافیات بیہقی، نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۹؛ موضوعات کبیر ص ۵۹۴؛ الاسرار المرفوعہ ص ۳۵۶)

ترجمہ:۔ حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: "جناب

رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین کرتے تھے۔ پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے''۔

شبہ:۔ زبیر علی زئی فرماتے ہیں: اس روایت سے استدلال کئی لحاظ سے باطل و مردود ہے۔ امام ابوعبداللہ الحاکم نے کہا: یہ روایت باطل موضوع ہے (نور العینین ص ۸۳)

جواب:۔ شیخ محمد عابد سندھی محدث مدینہ منورہ فرماتے ہیں:۔ ''میں (عابد سندھی) کہتا ہوں: محض حدیث کے موضوع اور باطل ہونے کا دعویٰ کر دینے سے حدیث موضوع اور باطل نہیں ہوسکتی تاآنکہ وجوہِ طعن ثابت نہ ہوں۔ یہ حدیث (ترکِ رفع یدین کی) جو امام بیہقیؒ نے خلافیات میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ اس کے رجال رجال الصحیح (بخاری و مسلم) کے ہیں۔ لہٰذا اب ضعف نہیں رہا مگر یہ کہ امام مالکؒ سے لینے والے راوی مطعون ہوں لیکن اصل طعن نہ ہونا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث میرے نزدیک یقینی طور پر صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جس وقت رفع یدین کو دیکھا تو رفع یدین کو بیان کر دیا اور جس وقت ترکِ رفع یدین کو دیکھا تو اس حالت کی خبر دی، لیکن ان کی حدیث میں ان دو عملوں میں سے متعین طور پر کسی ایک پر ہمیشگی اور دوام کا پتہ نہیں چلتا۔ جہاں تک حدیث شریف میں لفظ ''کَانَ'' ہے۔ تو وہ دوام اور ہمیشگی پر ہر وقت دلالت نہیں کرتا کیونکہ آپ ﷺ کے بارے میں وارد ہے: ''کَانَ یَقِفُ عند الصخرات السُود بعرفة''۔ ترجمہ: آپ ﷺ عرفہ میں کالے پتھروں کے پاس ٹھہرتے تھے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے ہجرت کے بعد ایک ہی حج (حجۃ الوداع) کیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے تضعیف کی کوئی سبیل نہیں ہے چہ جائیکہ اس کو موضوع کہا جائے۔ (الامام ابن ماجہ و کتابہ السنن معہ حاشیہ ص ۲۵۲؛ ومثلہ فی معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۸)۔

حضرت امام مالکؒ سے اس حدیث کو روایت کرنے والے عبداللہ بن عون الخرّاز ہیں۔ یہ مسلم اور نسائی کے رجال میں سے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب کے اندر ان کو ثقۃٌ، مامونٌ اور عابدٌ کہا ہے (تقریب التہذیب ص ۳۱۷ رقم ۳۵۲۰؛ تہذیب الکمال ج ۱۵ ص ۴۰۲)

شبہ:۔ علامہ ناصر الدین البانیؒ کہتے ہیں: امام حاکمؒ اور بیہقیؒ کا فیصلہ دلیل کے مطابق ہے۔ اور وہ حدیث کا شذوذ سے محفوظ نہ ہونا ہے۔ اور البانیؒ کے زعم کے مطابق شذوذ وضع اور بطلان کو مستلزم ہے (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ج ۲ ص ۳۴۶ تا ۳۵۰)۔

جواب:۔ شاذ ہونا صحتِ اصطلاحی کے منافی نہیں ہے۔ نیز البانی کا زعم محدثین کے قواعد کی رو سے غیر مسموع ہے۔ کیونکہ محدثین کے یہاں شذوذ کی وجہ سے حدیث کا موضوع اور باطل ہونا تو درکنار، اسی میں اختلاف ہے کہ شذوذ ہونا صحت کے منافی ہے یا نہیں چہ جائیکہ موضوع اور باطل ہو۔

محدثین کا موقف

امام ابنِ الصلاحؒ نے حدیث صحیح کی تعریف بایں الفاظ کی ہے: "الحَدِیثُ المُسنَدُ الَّذِیْ یَتَّصِلُ اِسنَادُہ بنقلِ العَدْلِ الضابطِ عنِ العدلِ الضابطِ الی منتہاہ ولا یکونُ شاذاً ولا مُعَلَّلاً" (مقدمۃابنِ الصلاح مع التقیید والایضاح، ص۲۱)۔ ترجمہ:۔صحیح وہ حدیث مسند ہے جس کی سند متصل ہو، شروع سے آخر تک، عادل وضابط نے عادل وضابط سے نقل کیا ہو۔ اور شاذ اور منکر نہ ہو۔

اس پر امام سیوطیؒ نے فرمایا ہے کہ ابن الصلاحؒ نے شاذ سے اپنی مراد کو واضح نہیں کیا، جبکہ خود انہوں نے شاذ کے تین معنیٰ ذکر کیے ہیں: [۱]مخالفۃ الثقۃ لأرجح منہ۔ ترجمہ:۔ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا۔[۲]تفرد الثقۃ مطلقاً۔ ترجمہ:۔ثقہ کا مطلقاً تفرد خواہ مخالفت ہو یا نہ ہو۔[۳]تفرد الراوی مطلقاً۔ ترجمہ:۔راوی کا مطلقاً تفرد۔

اور اخیر کے دو معنوں کو رد کر دیا ہے۔لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ ان کی مراد پہلا معنیٰ ہی ہے۔

اس کے بعد علامہ سیوطیؒ نے حافظ ابن حجرؒ کا قول نقل کیا ہے کہ: صحیح کی تعریف میں عدمِ شذوذ کی شرط لگانا اور فقدان کی صورت میں اس حدیث کو صحت کا درجہ نہ دینا، یہ امر مشکل ہے۔ کیونکہ جب سند متصل ہے اور اس کے تمام راوی عادل وضابط ہیں تو اس حدیث سے علتِ ظاہرہ نہ رہی۔ پھر جب وہ معلول نہیں رہی تو اس پر صحت کا حکم لگانے سے کون سی چیز مانع بن رہی ہے۔ محض اس کے راویوں میں سے کسی ایک کا اپنے سے اوثق یا اکثر کی مخالفت کر دینا ضعف کو مستلزم نہیں ہے بلکہ وہ صحیح اور اصح کی قبیل سے ہوگی یعنی جس حدیث میں مخالفت ہے۔ اس کو صحیح اور اوثق یا اکثر کی روایت کو اصح کہا جائے گا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یہ صرف میرا ہی دعویٰ نہیں ہے بلکہ ائمہ محدثین میں سے کسی کو نہیں دیکھا گیا کہ وہ اس سند پر جس میں ثقہ اوثق کی مخالفت کر رہا ہے، عدمِ صحت کا حکم لگاتے ہوں۔ ہاں یہ بات تو موجود ہے کہ وہ صحت میں دونوں کو برابر کا درجہ نہیں دیتے بلکہ بعض کو بعض پر مقدم کرتے ہیں۔

صحیحین میں احادیث شاذہ کی مثالیں

۱) حضرت جابرؓ کے اونٹ کا قصہ ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کو اپنا اونٹ بیچنے میں کیا ثمن (قیمت) لیا تھا۔ بعض روایات میں ہے: "فاشتراہ منی بأُوقیۃ" کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے اونٹ کو ایک اُوقیہ میں خریدا۔ (بخاری ج ۱ ص ۲۸۲)۔ اور بعض راوی نقل کرتے ہیں تو ثمن دو سو درہم ذکر کرتے ہیں، اور بعض چار اوقیہ ذکر کرتے ہیں، اور بعض بیس

دینار (بخاری ج ۱ ص ۳۷۵)۔ اور بعض حدیث میں چار دینار کا تذکرہ ہے (بخاری ج ۱ ص ۳۰۹)۔ اسی طرح بعض حدیث میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے رکوب کی شرط لگائی تھی کہ مدینہ تک اس پر سوار ہو کر جاؤں گا (بخاری ج ۱ ص ۳۷۵)۔ اور بعض میں ہے کہ سوار ہونے کی شرط نہیں لگائی تھی۔

اس اختلاف کے باوجود امام بخاریؒ دونوں طرح کی روایات کو اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر لے آئے ہیں اور ان طرق کو ترجیح دی ہے جس میں رکوب کی شرط ہے۔ اسی طرح اس حدیث کو ترجیح دی ہے جس میں ثمن ایک اوقیہ ہے۔ غرض یہ ہے کہ بخاریؒ کا دونوں طرح کی حدیثوں کو اختلاف کے باوجود ذکر کرنا اور اپنی کتاب صحیح بخاری کے اندر جگہ دینا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ محض مخالفت اور شاذ ہونا حدیث کو صحت کے درجہ سے نہیں گرا سکتا ہے، ورنہ امام بخاری دونوں طرح کی حدیثوں کو بخاری شریف میں نہ لاتے۔

۲) امام مسلمؒ حدیث مالک عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃؓ کے طریق سے جناب رسول اللہ e کا فجر کی دو رکعت سے پہلے لیٹنے کو ذکر کیا ہے حالانکہ زہری کے تلامذہ میں سے عام اصحاب (جیسے معمر، یونس، عمرو بن الحارث، اوزاعی، ابن ابی ذئب، شعیب وغیرہ) نے فجر کی دو رکعت سنت کے بعد لیٹنے کو ذکر کیا ہے اور جمیع حفاظ نے ان حضرات کی روایات کو امام مالکؒ کی روایات پر مقدم اور راجح قرار دیا ہے۔ اس کے باوجود بھی اصحاب الصحاح نے امام مالکؒ کی حدیث کو اپنی کتابوں کے اندر ذکر کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ اور بھی مثالیں ہیں جس کو ''الامام ابن ماجہ وکتابہ السنن'' (ص ۲۹۹ تا ۳۰۱) کے حاشیہ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

اشکال:۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس کو اصح اور صحیح ماننے کی صورت میں یہ اشکال کیا جائے کہ اصح پر تو عمل ہو رہا ہے لیکن اس کے مقابل میں جو حدیث ہے باوجودیکہ وہ صحیح ہے اس پر عمل نہیں ہو رہا ہے۔ لہٰذا صحیح صرف نام ہی کی رہی۔

جواب:۔ حافظ ابن حجرؒ خود ہی فرماتے ہیں کہ ہر صحیح حدیث کا معمول بہ ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ ناسخ اور منسوخ کا معاملہ ہے کہ حدیث منسوخ کے صحیح ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے۔

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ یعنی ابن حجرؒ کا میلان اس شخص سے نزاع کا ہے جو شاذ کو صحیح کا نام نہیں دیتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دی جائے

اور مرجوح ہونے کی وجہ سے اس پر ضعف کا حکم لگانا لازم نہیں آتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوسکتا ہے کہ اس پر عمل کرنے سے توقف کیا جائے۔ اور اس کی تائید اس شخص کے قول سے بھی ہوتی ہے جو صحیح اور شاذ کو ایک ساتھ جمع کر کے ''صحیح شاذ'' کہتا ہے۔ (دیکھیے فتح المغیث ج ۱ ص ۱۸)

ابنِ حبانؒ اور ابن خزیمہؒ نے حدیث صحیح کی تعریف میں عدمِ شذوذ کی شرط نہیں لگائی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ ''نکت'' میں فرماتے ہیں: ابن حبانؒ نے اتصال اور عدالت کے ساتھ ضبط اور عدمِ شذوذ وعلت کی شرط نہیں لگائی جیسا کہ ابن الصلاحؒ نے صحیح کی تعریف میں لگائی ہے۔

ابن خزیمہؒ نے اپنی کتاب کا نام رکھا ہے: ''المسند الصحیح المتصل بنقل العدل عن العدل من غیر قطعٍ فی السند ولا جرحٍ فی النَقَلَةِ''۔ پس اس میں جو شرائط ہیں۔ وہ ابن حبانؒ ہی کے شرائط کے مانند ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ابن حبانؒ، ابن خزیمہؒ کے علوم کو اخذ کرنے والے اور انہیں کے نقشِ قدم پر چلنے والے ہیں۔

فقہاء اور اصولیین کا مؤقف

فقہاء اور اصولیین کے نزدیک شاذ ہونا حدیث سے احتجاج اور اس کے مطابق عمل کرنے میں قادح نہیں ہے۔ چنانچہ امام ابن دقیق العیدؒ نے اقتراح (ص ۱۸۶) میں ذکر کیا ہے کہ حدیث صحیح کے لیے عدمِ شذوذ اور علت کی نفی کی شرط لگانا فقہاء کی نظر میں درست نہیں ہے کیونکہ بہت سارے عِلَل جس کی بناء پر محدثین حدیثوں کو معلول قرار دیتے ہیں۔ وہ فقہاء کے اصول کے مطابق جاری نہیں ہوسکتے۔ نیز شرح الالمام میں ذکر کیا ہے کہ ''فقہاء اور محدثین ہر ایک کے اپنے الگ الگ طریقے ہیں، جو دوسرے کے یہاں نہیں ہیں کیونکہ فقہاء اور اصولیین کے قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ اگر راوی عادل ہے اور جزم کے ساتھ روایت کرتا ہے۔ نیز سچائی اور عدمِ غلط میں اس کا شمار ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس حدیث جس میں وہ مخالفت کرتا ہے اور جن کی مخالفت کرتا ہے۔ دونوں میں کسی طرح جمع ہوسکتا ہو تو اس حدیث کو چھوڑا نہیں جائے گا۔ لیکن محدثین کے یہاں باوجودیکہ ثقات وعدول روایت کرنے والے ہوں کسی علت کا وجود انہیں اس روایت پر صحت کا حکم لگانے سے مانع ہوگا''۔

اس سلسلے میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بہت ہی عمدہ بحث کی ہے چنانچہ فتح الملہم کے مقدمہ (۱۳۲ تا ۱۴۰) میں امام سخاوی کے مذکورہ قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ''صحیح کے اندر شاذ کے نہ ہونے کی شرط لگانا اور شاذ کی تفسیر مُخالفةُ الثقة لِمَنْ هو أرجح منه۔ (ثقہ کا اپنے سے اوثق کی مخالفت کرنا) کے ذریعہ کرنا اس طرح کہ دونوں روایتوں کے درمیان جمع کرنا دشوار ہو، تو

محدثین شاذ کا حکم لگانے میں محض کثرتِ عدد اور قوتِ حفظ کی بنا پر ارجحیت (راجح ہونے) کو ملحوظ رکھتے ہیں اور دیگر وجوہات ترجیح کی طرف التفات نہیں کرتے جبکہ روایتوں کے درمیان وجوہِ ترجیحات سو سے بھی زیادہ ہیں جیسا کہ علامہ سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں ذکر کیا ہے۔ہاں کبھی کبھی راویوں کے بعض دوسرے احوال کو بھی دیکھ لیتے ہیں لیکن حکم اور معنیٰ کے لحاظ سے جو دیگر وجوہِ ترجیح ہیں ان کا خیال نہیں کرتے۔اور شاید یہ اصطلاح ان کے اپنے موضوع کے اعتبار سے ہے کیونکہ ان کا اصل منصب اسناد پر حکم لگانا ہے۔

گویا انہوں نے اپنے منصب سے خارج چیز کو ان فقہاء اور اصولیین کے حوالہ کر دیا ہے جن کا کام متون کو پرکھنا اور اس کے معانی سے بحث کرنا اور بعض کو بعض پر حکم اور معنی کے اعتبار سے ترجیح دینا ہے۔ اس لیے کہ ہر فن کے رجال ہوا کرتے ہیں۔جن کو اس فن میں دوسروں پر مقدم کیا جاتا ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: ''فقہاء احادیث کے معانی کو زیادہ جاننے والے ہیں''۔(جامع ترمذی: ابواب الجنائز، باب ما جاء فی غسل المیت ص ۱۹۴ تحت رقم ۹۹۰ طبع دار المعرفہ، بیروت)۔امام ابن حبانؒ کا قول ہے: ''اگر سند کو دیکھا جائے تو شیوخ اولیٰ ہیں اور متن کے اعتبار سے فقہاء اولیٰ ہیں''۔

جہاں تک محدثین شاذ کا حکم لگانے میں دونوں حدیثوں کے درمیان جمع کے دشوار ہونے کی شرط لگاتے ہیں تو ایک امر ایک قوم کے ساتھ دشوار ہوتا ہے لیکن دوسری قوم کے یہاں آسان ہوتا ہے۔ائمہ وفقہاء احادیث کے متون میں جمع آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔انہیں دشواری نہیں ہوتی۔لہٰذا اس بات میں فقہاء ہی مقدم ہوں گے۔

نیز صاحب التنقیح ابن عبدالہادیؒ نے شفعہ کے سلسلہ میں عبدالملک بن ابی سلیمانؒ کی حدیث پر کلام کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ: اس حدیث کے سبب سے امام شعبہ کا عبدالملک پر کلام کرنا اس میں قادح نہیں ہے کیونکہ عبدالملک ثقہ ہیں اور امام شعبہؒ فقہ کے ماہرین میں سے نہیں ہیں کہ احادیث میں تعارض کے وقت جمع کریں۔ہاں وہ حافظ ہیں اور امام شعبہؒ کے علاوہ نے ان پر شعبہ کے تابع ہو کر کلام کیا ہے''۔(یہ حدیث ترمذی ج ۱ ص ۱۶۴؛ کتاب العلل ص ۲۴۰ طبع ہند میں موجود ہے)۔

پس انصاف یہ ہے کہ جب محدثین کے یہاں شاذ کا حکم لگانا کثرتِ عدد یا قوت حفظ اور ان جیسی چیزوں کی بنیاد پر ہے تو حدیث کا شاذ اور مردود ہونا فقہاء کے یہاں لازم نہیں آتا کہ احکام میں اس سے احتجاج درست نہ ہو۔ کیونکہ وجوہِ ترجیحات غیر محصور ہیں۔ پس بعید نہیں ہے کہ ایک حدیث راوی کے تفرد یا قصورِ حفظ کی وجہ سے مرجوح ہو جائے، کیونکہ شاذ اگرچہ کسی خاص جہت کی وجہ سے محدثین کے یہاں مرجوح ہونے کی بنا پر مردود ہوتی ہے۔تو وہ احتمال رکھتی ہے کہ ان کے

علاوہ کے یہاں دوسری وجوہات کی بنا پر، متن کے اعتبار سے راجح ہو۔لہٰذا محدثین کا شاذ کہہ دینا اس بات کو مانع نہیں ہے کہ ان کا غیر دیگر تمام وجوہات ترجیح کو چھوڑ دے۔اور ایک چیز کے دو وجہوں کے اعتبار سے مردود اور مقبول ہونے میں کوئی منافات نہیں۔(ملخصاً مقدمہ فتح الملہم ص ۵۱،۵۲ طبع قدیم؛ ۲ ۱۳۲ ۔ ۱۴۰ طبع مکتبۃ دار العلوم، کراچی)

خلاصہ یہ کہ شاذ محدثین کی اصطلاح کے مطابق صحت اصطلاحی کے منافی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ اس کی وجہ سے وضع اور بطلان لازم آئے۔ یہ اصحاب الحدیث، خاص طور سے مصنفین صحاح وغیرہ کے نزدیک ہے۔ جہاں تک فقہاء اور اصولیین کا مذہب ہے تو ان کے یہاں معاملہ اور وسیع ہے جیسا کہ ابن دقیق العید اور علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کے کلام میں گزرا۔اور اسی سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ امام حاکم اور امام بیہقیؒ کا حدیث ابن عمر کو شاذ کی بنا پر باطل قرار دینا صحیح بنیاد پر مبنی نہیں ہے بلکہ محض شاذ ہونے کی وجہ سے باطل قرار دینا قواعد حدیث وفقہ دونوں کے مخالف ہے۔

شبہ:۔علامہ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں: اس حدیث میں غلطی محمد بن غالب تمتام سے ہوئی ہے۔جو کہ احمد بن محمد البرتی سے روایت کرنے والے ہیں۔(سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ج ۲ ص ۳۴۶ تا ۳۵۰)۔

جواب:۔امام خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۱۴۴،۱۴۵) میں ان کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: ''كان كثيرَ الحديث صدوقاً حافظاً'' یعنی وہ سچے اور حافظ تھے۔،امام دار قطنی نے کہا ہے: ''وأمّا لزوم تمتام كتابه وَ تَثَبُّتُهُ فلا ينكر ولا يُنْكَرُ طلبُه وحرصُهُ على الكتابة''۔ یعنی تمتام کا اپنی کتاب کو پختگی سے محفوظ رکھنا اور کتاب سے چمٹے رہنا ایسا ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں ہے۔اور ان کا طلب کرنا اور لکھنے پر حریص ہونا بھی قابلِ انکار نہیں ہے۔دارِ قطنی نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔حمزہ بن یوسف السہمی کا کہنا ہے کہ امام دار قطنیؒ سے تمتام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ''ثقة مأمون، الا أنه كان يخطئ، وكان وهم في أحاديث''۔ یعنی وہ ثقہ ہیں، مامون ہیں، مگر یہ ہے کہ غلطی ہو جاتی تھی اور بہت سی احادیث میں ان سے وہم ہوا ہے۔حسن بن ابو طالب نے امام دار قطنی کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے تمتام کو ثقہ بتلایا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۴۴،۱۴۵) امام ذہبیؒ نے ان کے بارے میں ''حافِظٌ مُکْثِرٌ'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ابن حبانؒ نے اپنی کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے۔

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔میزان الاعتدال (ج ۳ ص ۶۸۱)، لسان المیزان (ج ۵ ص ۳۴۷)، تاریخ بغداد (ج ۳ ص ۱۴۴،۱۴۵)

شبہ:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرنے والے ان کے صاحبزادے حضرت سالمؒ ہیں اور وہ بھی رفع یدین کے قائل ہیں۔

جواب:۔

۱:۔ مسند احمد میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو رفع یدین کرتے دیکھ کر حضرت سالمؒ کا اعتراض کرنا منقول ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے اپنے والد (حضرت عبداللہ بن عمرؓ) کو دیکھا کہ انہوں نے تکبیر تحریمہ کہتے وقت، رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کیا ہے۔ میں نے ان سے اس کے متعلق سوال کر دیا۔ انہوں نے بتلایا کہ انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تھا (مسندِ احمد رقم ۵۰۳۴)۔

۲:۔ اس سے بھی استدلال درست نہیں ہے کیونکہ ممکن ہے کہ حضرت سالمؒ کے یہاں رفع یدین اولیٰ ہو۔ پس اس سے ترکِ رفع یدین کا ناجائز ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ بہت سے ائمہ ہیں جن کی مرویات کے مطابق ان کا عمل نہیں ہے۔ اسی بات کو امام رامہرمزیؒ نے اپنی کتاب ''المحدث الفاصل بین الراوی والواعی'' (ص ۳۲۳، ۳۲۴) میں فرمایا ہے: ''وَلَيْسَ يلزَمِ المُفتي أَنْ يُفْتي بجميعِ مَا رَوىٰ ولا يلزمه أيضاً أن يَترُك رواية مالا يُفتىٰ به'' کہ مفتی کو لازم نہیں ہے کہ اپنی تمام مرویات کے مطابق فتویٰ دے۔ اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ جس پر فتویٰ نہ دیا جائے اس کو ترک ہی کر دے۔ اس کے بعد چند مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ یہی حضرت امام مالکؒ اپنی مرویات میں سے بہت سی روایات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔

شبہ:۔ علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ اگر امام مالکؒ کو عدمِ رفع یدین والی حدیث کا علم ہوتا تو اس کو اپنی کتاب مؤطا مالک میں ضرور ذکر کرتے۔ حالانکہ دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ پہلی بات تو اس لیے کہ امام مالکؒ نے اُس حدیث کے مخالف حدیث کو اپنی کتاب مؤطا مالک کے اندر ذکر کیا ہے۔ رہ گئی دوسری بات تو اس لیے کہ ان کا عمل اس کے خلاف ہے اور وہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد بھی رفع یدین کے قائل تھے۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة ج۲ ص۳۴۶ ـ ۳۵۰)۔ اگر کوئی کہے کہ امام مالکؒ نے مؤطا امام مالک میں رفع یدین کی روایت بیان کی ہے، لہٰذا اس کو ترجیح ہونی چاہیے۔

جواب:۔ حضرت امام مالکؒ کا اپنی کتاب ''مؤطا امام مالک'' کے اندر ذکر نہ کرنا کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس سے یہ بات لازم آئے کہ امام مالکؒ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا۔ کتنی حدیثیں ایسی ہیں جو خود

امام مالکؒ ہی سے مروی ہیں اور کتب متداولہ میں موجود ہیں مگر مؤطا امام مالک میں نہیں ہیں، بلکہ امام مالکؒ نے رکوع میں جانے اور رکوع سے اٹھنے کے وقت رفع یدین والی حدیث کو بھی مؤطا میں ذکر نہیں کیا ہے حالانکہ علامہ الباجیؒ کے بقول امام مالکؒ کے یہاں وہ معمول بہ ہے۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ ''مؤطا امام مالک'' حضرت امام مالکؒ کا وہ مذہب نہیں ہے جس کو ان کے متبعین اختیار کرتے ہوں اور اس کی تقلید کرتے ہوں، بلکہ فتاویٰ اور احکام میں مالکیہ کا اعتماد اس پر ہے۔ جس کو ابن القاسمؒ نے امام مالکؒ سے روایت کیا ہے۔ خواہ وہ مؤطا کے موافق ہو یا نہ ہو، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: ''المعتبر عند المالكية رواية ابن القاسم وافقت رواية المؤطا او خالفت او كما قال'' (تعجیل المنفعة ص ۱۸)۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں: مالکیوں کے ہاں حضرت ابن القاسمؒ کی روایت ہی معتبر ہے چاہے وہ مؤطا امام مالک کے موافق ہو یا مخالف۔

پھر امام مالکؒ سے ترکِ رفع یدین نقل کرنے میں ابن عون متفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت ابن وہب اور ابن القاسمؒ نے کی ہے۔

رفع یدین کے منسوخ ہونے کے متعلق حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر شبہات کے جوابات

حدثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سوادة بن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن أسلم عن عبد الله ابن عمر رضی اللہ عنہ قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أيدينا في بدء الصلاة وفي داخل الصلاة عند الركوع فلما هاجر النبي ﷺ الى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلاة عند الركوع وثبت على رفع اليدين في بدء الصلاة... توفي"

(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴ رقم ۳۷۸، واسنادہ صحیح)

ترجمہ: ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ میں نماز کے شروع اور درمیان میں رکوع کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔ جب نبی ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی، تو (ایام اخیرہ میں) درمیان نماز رکوع کے وقت رفع یدین چھوڑ دیا اور نماز کے شروع میں رفع یدین (کے عمل) پر ثابت رہے۔

فائدہ: ۔ اس صحیح حدیث میں مکی و مدنی عمل کی تصریح ہے۔ یعنی رفع یدین کرنے والا عمل مکہ سے

شروع ہوکر مدینہ میں بھی جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا، جاری رہا۔ پھر ایام اخیرہ میں متروک و منسوخ ہو گیا اور شروع نماز کی رفع یدین ہمیشہ کرتے رہے۔ یہ سنت ہے اور اسی پر اہل السنت والجماعت (احناف) وغیرہ عامل ہیں۔

اخبار الفقہاء والمحدثین والی روایت کی سند کی تحقیق

۱۔ امام ابو عبداللہ محمد بن حارث قیروانی مالکیؒ (المتوفی ۳۶۱ھ)

یہ مشہور امام ومحدث ہیں۔ آئمہ نے ان کو الحافظ ابو عبد اللہ الخشنی القیروانی المغربی و صنف له کتبا۔ الحافظ نزیل قرطبة۔ الحافظ الامام صاحب التوالیف۔ من اهل العلم و الفضل فقیه محدث۔ وکان حافظ عالما بالفتیا حسن القیاس ولی الشوریٰ۔ الحافظ القیروانی وصنف فی الفقه والتاریخ وغیرها قرار دیا ہے۔ یہ بالاجماع ثقہ ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۳۸، ۱۳۹؛ العبر ج ۱ ص ۳۵۹؛ سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۴۲۹؛ جذوۃ المقتبس حمیدی ص ۴۷؛ بغیۃ الملتمس ص ۶۱؛ تاریخ علماء الاندلس ص ۳۸۳، ۳۸۴؛ الدیباج للسمعانی ج ۵ ص ۱۳۰؛ ترتیب المدارک ج ۴ ص ۵۱۳؛ معجم الادباء ج ۸ ص ۱۱۱؛ طبقات الحفاظ لسیوطی ص ۳۹۸)

۲۔ امام عثمان بن محمد القبریؒ (المتوفی ۳۲۰ھ)

یہ بھی مشہور امام ہیں آئمہ نے ان کی ثناء و مدح توثیق و تعدیل کی ہے۔ مثلاً

عثمان بن محمد من اهل قبرة... ممن عنی بطلب العلم و درس المسائل و عقد الوثائق مع فضله وکان مفتی اهل موضعه... من اهل قبرة کان معتنیا بالعلم حافظا للمسائل عاقدا للشروط مفتی اهل موضعه۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین للقیروانی ص ۲۱۶؛ بغیۃ الملتمس لضبی ص ۳۵۹؛ تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص ۲۴۳؛ جذوۃ المقتبس للحمیدی ص ۲۷۰ وغیرہ)

۳۔ امام عبیداللہ بن یحییٰ قرطبیؒ (المتوفی ۲۹۸ھ)

یہ مشہور امام ہیں ائمہ ان کو الفقیه الامام المعمر القرطبی مسند قرطبه... وکان کبیر القدر وافر الجلالة وکان کریما عاقلا عظیم الجاه والمال ما فی الشوریٰ منفردا برئاسة البلا غیر مدافع۔ فقیه قرطبة ومسند الاندلس وکان ذا حرمة عظیمة وجلالة۔ وکان عقلا وقورا وافر الحرمة عظیم الجاه... تام المروءة عزیز النفس عزیز المعروف، وکان محمد بن ابراهیم بن

حیون ثنی علیہ و یوثقہ قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۲۹۴، ۲۹۵؛ العبر ج ۱ ص ۱۷۲؛ اخبار الفقہاء والمحدثین للقیروانی ص ۱۷۰ الی ۱۷۳؛ جذوۃ المقتبس للحمیدی ص ۲۳۷؛ تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص ۲۰۶، ۲۰۷؛ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۲ ص ۲۰۰؛ بغیۃ الملتمس لضبی ص ۳۵۵؛ الوفیات ص ۱۹۷؛ شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۳۱) وغیرہ۔

۴۔ امام عثمان بن سوادۃ القرطبی (اظنہ تقریباً المتوفی ۲۳۵ھ)

ائمہ نے ان کو کان ثقۃ مقبولا عند القضاۃ والحکام وکان من اھل الخیر و الفضل وکان من اھل الزھد والعبادۃ و کثرۃ التلاوۃ قرار دیا ہے۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴؛ تاریخ علماء الاندلس ص ۲۴۲)

۵۔ امام حفص بن میسرۃ الصنعانی (المتوفی ۱۸۱ھ)

یہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے راوی ہیں آئمہ نے ان کو کان ثقۃ صاحب حدیث اور ثقۃ لیس بہ باس قرار دیا ہے۔ یہ ثقہ بالاجماع ہیں (العبر ج ۱ ص ۲۱۶؛ تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۵۷۰)

۶۔ امام زید بن اسلم المدنی (المتوفی ۱۳۶ھ)

یہ صحیح بخاری و مسلم کے راوی ہیں۔ ائمہ نے ان کو (الحافظ) الفقیہ المدنی وکان من العلماء الابرار ثقۃ من اھل الفقہ والعلم وکان عالما بتفسیر القرآن وکان کثیر الحدیث قرار دیا ہے

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۹۹، ۱۰۰؛ العبر ج ۱ ص ۱۴۱؛ تہذیب التہذیب ج ۲ ص ۲۳۱، ۲۳۲)

۷۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ (المتوفی ۷۴ھ)

جلیل القدر مشہور صحابی ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۱؛ تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۱۳)

خلاصہ: حدیث ابن عمرؓ باعتبار سند صحیح ہے۔ اور باعتبار متن آپ ﷺ کی مدنی زندگی کی تصریح کے ساتھ مسئلہ رفع یدین میں (ایام اخیرہ پر مبنی) ناسخ ہے۔ اور یہی حق وصواب اور قابل عمل سنت استمراری ہے۔۔ وللہ الحمد۔

اس حدیث پر زبیر علی زئی کے شبہات کے جوابات

شبہ ۱: ۔ زبیر علی زئی صاحب لکھتے کہ اس کتاب کی سند مذکور نہیں (نور العینین ص ۲۰۵ طبع ۲۰۱۱ء مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد)

جواب: ۔ مشہور امام کی کتاب کی نسبت مشہور اس کتاب کی سند دیکھنے سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ جیسا کہ امام ابن حجرؒ نے اس اصول کی تصریح کی ہے۔ مثلا لان الکتاب المشھور الغنی

بشهرته عن اعتبار الاسناد منا الیٰ مصنفه ۔(النکت علیٰ کتاب ابن صلاح لابن حجر ص ۵٦)۔لہذا یہ اعتراض اصول وضابطہ کے خلاف ہے۔جو مردودو باطل ہے۔

شبہ ۲:۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس کے پیچھے" تم الکتاب۔۔۔فی شعبان من عام ۴۸۳ھ" یعنی اس کتاب کی تکمیل مذکور مصنف محمد بن حارث القیر وانی م ۳٦۱ھ کی وفات کے ایک سو بائیس ۱۲۲ سال بعد ہے۔اس کتاب اخبار الفقھاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے۔ یہ معلوم نہیں لہذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیر وانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے(نور العینین ص ۲۰٦)

جواب اول:۔ اس کتاب کوامام محمد بن حارث قیروانیؒ نے وفات سے ۱۳ سال پہلے ۳۴۸ھ میں تصنیف کیا تھا۔ممکن ہے اس بیاض کو کسی کاتب نے ۴۸۳ھ میں ترتیبی شکل میں مکمل کیا ہو مثلاً:

۱۔امام ابن حبانؒ (التوفی ۳۵۴ھ) نے صحیح ابن حبان کو تصنیف کیا تھا۔مگر امام ابن حبانؒ کی وفات کے تین سو اکیس ۳۲۱ سال بعد میں پیدا ہونے والے امام ابن بلبانؒ (پیدائش ٦۷۵ھ التوفی ۷۳۹ھ) نے اس بیاض کو ترتیب دیا۔اوراس کا نام الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان رکھا ہے۔

۲۔اسی طرح امام طحاویؒ (التوفی ۳۲۱ھ) نے اپنی کتاب شرح مشکل الاثار لکھی تھی اس بیاض کی ترتیب دکتور ابو الحسین خالد محمود نے دور حاضر میں فقہی ابواب پر دی ہے۔اور اس کو **تحفة الاخیار بترتیب شرح مشکل الاثار** کے نام سے طبع کرادیا ہے۔توکسی ایک عالم ومحدث ومحقق نے ان دونوں کتابوں کی ان کے مصنفین سے نسبت کا انکار نہیں کیا ہے۔لہذ یہی حال اس مذکورہ کتاب "**اخبار الفقهاء والمحدثین**" کے کاتب وکمپوزر کا ہے۔

جواب ثانی:۔ امام بخاریؒ (التوفی ۲۵٦ھ) نے اپنی کتاب جامع بخاری کو تصنیف کیا۔ پھر اس کتاب کوامام محمد بن یوسف الفربری (م ۳۲۰ھ) وغیرہ نے مرتب واملاء کیا ہے۔مگر اس بیاض کو موجودہ صورت میں کس کاتب نے لکھا؟ کب لکھا؟ اس کا نام معلوم نہیں ہے۔اگر صحیح بخاری کا کاتب نامعلوم ہو تب بھی اس کتاب کی نسبت امام بخاری سے ثابت رہتی ہے تو اسی طرح امام محمد بن حارث قیروانی کی کتاب کا کاتب نامعلوم ہو تب بھی اس کتاب (**اخبار الفقهاء والمحدثین**) کی نسبت امام محمد بن حارث قیروانی سے ثابت ہی رہے گی۔لہذا یہ اعتراض باطل ومردود ہے۔

شبہ ۳:۔ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ اس (حدیث) کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے اور ابن مدرک سے محمد بن حارث قیروانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں (نور العینین ص ۲۰٦)۔

جواب اول:۔ جناب علی زئی صاحب آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ عثمان بن محمد کا تعین

ثابت ہے یہ امام عثمان بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ م ۳۲۰ھ ہے۔تصریحات ملاحظ فرمائیں۔

۱۔قد قال الامام الحافظ المحدث الفقیہ محمد بن حارث القیروانی المالکی. قال لی عثمان بن محمد القبری. قال لی محمد بن غالب۔۔۔(اخبار الفقہاء للقیروانی ص ۱۰۳)

۲۔وقال محمد بن حارث القیروانی . قال لی عثمان بن محمد القبری قال لی محمد بن غالب...الخ(ایضا ص ۱۰۵)

تنبیہ:۔امام محمد بن حارث قیروانی نے خود القبری کی تصریح کی ہے۔جو کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ کے متعین ہونے کی واضح دلیل ہے۔اور علی زئی صاحب جیسے محقق کا اعتراض درست نہیں ہے۔لہٰذا عثمان بن محمد القبری دلیل سے متعین ہے۔

جواب ثانی:۔امام محمد بن حارث قیروانی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات بھی ثابت ہے۔

۱۔ قال محمد بن حارث القیروانی.قال لی عثمان بن محمد قال لی محمد بن غالب(اخبار الفقہاء ص ۷۸)

۲۔وقال محمد القیروانی قال لی عثمان بن محمد...الخ(ایضا ۹۷)

۳۔وقال محمد القیروانی قال لی عثمان بن محمد...الخ(ایضا ص ۱۲۲)

۴۔وقال محمد القیروانی قال لی عثمان بن محمد...الخ(ایضا ص ۱۶۲)

۵۔ وقال محمد القیروانی قال لی عثمان بن محمد سمعت محمد بن غالب...الخ (قضاۃ قرطبۃ وعلماء افریقہ للقیروانی ص ۱۴)

۶۔وقال محمد القیروانی قال لی عثمان بن محمد اخبرنی ابی...الخ (ایضا ص ۱۰۳)

۷۔وقال محمد القیروانی قال لی عثمان بن محمد...الخ(ایضا ص ۱۵۳)

لہٰذا امام محمد بن حارث قیروانی کی امام عثمان بن محمد القبری سے ملاقات روز روشن کی طرح ثابت ہے۔

جواب ثالث:۔امام محمد بن حارث القیروانی کا امام عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ (المتوفی ۳۲۰ھ) سے لقاء و سماع صراحتا ثابت ہے۔مثلاً

۱۔قال محمد بن حارث القیروانی اخبرنی عثمان بن محمد۔۔۔۔۔(اخبار الفقہاء ص ۹۰)

۲۔وقال محمد القیروانی و اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی محمد بن غالب۔۔۔۔الخ (ایضا ص ۱۲۲)

۳۔وقال محمد القیروانی وحدثنی عثمان بن محمد قال حدثنی ابو مروان عبید اللہ بن یحییٰ۔۔۔الخ (قضاۃ قرطبۃ للقیروانی ص ۱۵)

۴۔ وقال محمد القیروانی اخبرنی عثمان بن محمد قال اخبرنی عبید اللہ بن یحییٰ عن ابیہ۔۔۔الخ (ایضا ص ۵۵)

فلہٰذا مذکورہ روایات میں واضح اخبرنی و حدثنی سے سماع ولقاء ثابت ہے۔اور علی زئی صاحب کا اعتراض بالتحقیق باطل ہے۔

شبہ ۴:۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

عثمان بن محمد بن خشیش القیروانی عن ابن غانم قاضی افریقیۃ اظنہ کان کذابا۔(المغنی فی الضعفاء ج ۲ ص ۵۰)

عثمان بن محمد کذاب قیروانی ہے۔اور محمد بن حارث بھی قیروانی ہے۔لہذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے(نور العینین ص ۲۰۶)

جواب:۔ امام محمد بن حارث القیر وانی نے جب امام عثمان بن محمد القبر ی (المتوفی ۳۲۰ھ) کو خود متعین کردیا ہے۔کما ذکرہ تقدم۔تو یہ اعتراض جناب زبیر علی زئی صاحب کو ہی زیب دیتا ہے۔ اور جو کتب رجال ہمیں میسر ہو سکی ہیں ان میں سے کسی کتاب میں محمد بن حارث قیروانی کے اساتذہ میں عثمان بن محمد بن خشیش القیر وانی کا ذکر نہیں ملتا۔ہم علی زئی صاحب سے پوچھتے ہیں کہ اس نے کس دلیل سے عثمان بن محمد بن خشیش قیروانی کو متعین کیا ہے۔صرف قیروانی ہونا تعین کی دلیل نہیں ہے۔اس طرح کا تعین مشہور منکر حدیث تمنا عمادی نے حدیث ابی ہریرہؓ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۰) باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میں اسحاق بن راہویہ کے تعین کا انکار کیا ہے۔اس نے بھی یعقوب بن ابراہیم المدنی واسحاق بن محمد المدنی ان دونوں کے مدنی ہونے کی وجہ سے تعین کیا ہے (انتظار مہدی از تمنا عمادی ص ۱۷۰)۔جبکہ تحقیقی لحاظ سے امام یعقوب بن ابراہیم المدنی کے شاگرد امام اسحاق بن راہویہ اور امام اسحاق بن منصور ہیں نہ کہ اسحاق بن محمد المدنی۔(تہذیب الکمال لمزی ج ۲ ص ۲۰، ۲۴۔ج ۲۰ ص ۴۱۵، ۵۱۶)۔ مذکور حدیث کے متعلق یہی طریقہ جناب علی زئی صاحب نے اپنایا ہے جو کہ باطل ومردود ہے۔

شبہ ۵:۔ زبیر علی زئی صاحب نے لکھا ہے کہ یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے(نور العینین ص ۲۰۶)

جواب:۔ جس امام کی ثنا ومدح محدثین کریں۔یہ اسکی تعدیل وتوثیق ہوتی ہے۔مثلاً

۱۔ قال یوسف بن ریحان سمعت محمد بن اسماعیل البخاریؒ یقول کان علی بن المدینیؒ یسئالنی عن شیوخ خراسان... الی ان قال... کل من اثنیت علیہ فھو عندنا

الرضی و فی نسخة عندنا الرضا۔ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۵) و(التعلیق علی الرفع و التکمیل ص ۱۳۶)

۲۔قد قال الامام العلامة المحدث الشیخ عبد الفتاح ابوغدة الحنفی رحمہ اللہ: تکفی لتحدید مرتبة قولهم فی الراوی (رضا) فانه عندهم بمعنی ثقة او عدل (التعلیق علی الرفع والتکمیل ص ۱۳۷)

اس ضابطہ وقاعدہ کے لحاظ سے آئمہ نے امام عثمان بن محمد القبری کی مدح وثناء یعنی تعدیل وتوثیق فرمائی ہے۔مثلاً

۱۔ قال الامام الجرح والتعدیل خالد بن سعد القرطبی رحمہ اللہ المتوفی ۳۵۲ھ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرك من اهل قبرة ممن عنی بطلب العلم ودرس المسائل وعقد الوثائق مع فضله وکان مفتی اهل موضعه توفی ۳۲۰ھ۔ (اخبار الفقہاء قیروانی ص ۲۱۶)

تنبیہ:۔ امام خالد بن سعد قرطبی الاندلسی بہت بڑے محدث امام اسماء الرجال وعلل الحدیث و معرفۃ الرجال کے عالم تھے۔جس طرح اہل المشرق میں سید الحفاظ امام الجرح والتعدیل امام یحییٰ بن معین الحنفی تھے۔اسی طرح اہل المغرب میں امام خالد بن سعد اپنے زمانے کے ابن معین تھے۔ اور قابل فخر تھے۔دیکھئے (تاریخ علماء الاندلس ص ۱۱۳؛ جذوۃ المقتبس ص ۱۸۰؛ العبر للذہبی ج ۱ ص ۴۷۳؛ تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۸۹)

۲۔ قال محمد بن حارث القیروانی (متوفی ۳۶۱ھ) عن خالد بن سعد مثله۔ (اخبار الفقهاء ص ۲۱۶)

۳۔قال الامام عبد الله بن محمد المعروف بابن الفرضی الاندلسی المتوفی ۴۰۳ھ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرك من اهل قبرة کان معتنیا بالعلم، حافظا للمسائل، عاقد الشروط، مفتی اهل موضعه۔ (تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی ص ۲۴۳)

۴۔ قال الامام الحمیدی الاندلسی متوفی ۴۸۸ھجری عثمان بن محمد بن احمد بن مدرك من اهل قبرة مات بالاندلس سنة عشرین و ثلاث مائة.(جذوة المقتبس فی ذکر ولاة الاندلس و اسماء رواة الحدیث والادب للحمیدی ص ۲۷۰)

شبہ ۶:۔زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ ”عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات اخبار الفقہاء و المحدثین کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے۔۔۔۔۔۔۔چونکہ عثمان بن محمد مجروح یا مجہول ہے لہذا عبید اللہ بن یحییٰ سے توثیق ثابت نہیں ہے۔نتیجہ عثمان بن سوادہ مجہول الحال، ہے۔اس کی

پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے۔(نور العینین ص ۲۰۷)

جواب اول: ۔امام عثمان بن سوادة بن عباد القرطبی (اظنہ التوفی ۲۳۵ھ) کا ترجمہ اخبار الفقہاء والمحدثین کے علاوہ تاریخ علماء الاندلس لابن الفرضی (ص ۲۴۲ رقم ۸۹۰ طبع بیروت) میں بھی مع توثیق موجود ہے۔ یاد رہے کہ کسی ثقہ راوی کی پیدائش و وفات نامعلوم ہو تو وہ مجہول الحال نہیں ہوتا۔ اگر یہی آپ کا خود ساختہ اصول ہے تو پھر صحیح بخاری وغیرہ کے کئی راوی ایسے ہیں جن کی پیدائش و وفات نامعلوم ہے۔ تو کیا وہ بھی مجہول الحال ہونگے؟ ہرگز نہیں۔

لہٰذا عثمان بن سوادة بالیقین ثقہ وصدوق ہے۔ اوران پر اعتراض لایعنی باطل ومردود ہے۔

جواب ثانی: ۔امام عثمان بن محمد القبریؒ مجہول الحال بھی نہیں اور مجروح بھی نہیں ہے کیونکہ ان کی مدح وثناء امام الجرح والتعدیل المحدث الناقد خالد بن سعد (متوفی ۳۵۲ھ)، امام محمد بن حارث محدث وفقیہ ناقد (التوفی ۳۶۱ھ)، امام حافظ محدث ناقد ابن الفرضی (متوفی ۴۰۳ھ)، امام حافظ محدث ناقد الحمیدی م ۴۸۸ھ وغیرہم نے کی ہے جو کہ تعدیل وتوثیق ہے۔ اور امام عبید اللہ بن یحییٰ (متوفی ۲۹۸ھ) جو کہ مشہور محدث، حافظ اور ناقد ہیں، نے صراحتاً توثیق وتعدیل فرمائی ہے دیکھئے (اخبار الفقہاء ص ۲۱۴؛ تاریخ علماء الاندلس ص ۲۴۲ وغیرھما)

لہٰذا بالتحقیق والیقین عثمان بن سوادة بن عباد ثقہ اور صدوق ہے۔

چیلنج: ۔جناب علی زئی صاحب غیر مقلد کو چیلنج ہے کہ وہ عثمان بن محمد القبریؒ پر کسی ایک محدث ناقد کی جرح مفسر بین السبب پیش کرے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔ وھل من مبارز؟

شبہ ۷: ۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ ''عثمان بن سوادة کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں۔ حفص کی وفات ۱۸۱ھ ہے'' (نور العینین ص ۲۰۷)

جواب: ۔امام عثمان بن سوادة القرطبی امام عبید اللہ بن یحییٰ القرطبی (متوفی ۲۹۸ھ) کے استاذ ہیں۔ اور امام حفص بن میسرہ الصنعانیؒ (التوفی ۱۸۱ھ) کے شاگرد رشید ہیں۔ امام عثمان بن سوادة کی وفات (اظنہ) ۲۳۵ھ کے لگ بھگ ہے۔ اور یہ معاصرت امکان لقاء کیلئے کافی ہے۔ کیونکہ معاصرت وامکان لقاء بتصریح امام مسلمؒ اتصال کیلئے کافی ہے اور یہ جمہور کا مذہب ہے۔ (مقدمہ مسلم ص ۲۱)

یہ اعتراض بھی فاسد وباطل ہے اور یہ حدیث متصل صحیح ہے۔۔ وللہ الحمد۔

شبہ ۸: ۔علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ محمد بن حارث کی کتابوں میں اخبار القضاة والمحدثین کا نام تو ملتا ہے، مگر اخبار الفقہاء والمحدثین کا نام نہیں ملتا۔۔۔۔ اور قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ (نور العینین ص ۲۰۸،۲۰۷)

جواب:۔ جناب علی زئی صاحب آپ کی اطلاع کیلئے عرض ہے کہ قدیم علماء نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ مگر جناب کو نظر نہیں آیا۔ مثلاً

۱۔ امام ابو محمد بن حزم الاندلسی الظاہری (المتوفی ۴۵۶ھ) (جذوۃ المقتبس للحمیدی ص ۴۷)

۲۔ امام ابو عمر ابن عبدالبر الاندلسی القرطبی (متوفی ۴۶۳ھ)

(ایضاً، بغیۃ الملتمس ص ۶۱)

۳۔ امام ابو محمد الحمیدی الاندلسی (المتوفی ۴۸۸ھجری) قال الامام الحمیدی . محمد بن حارث الخشنی من اهل العلم و الفضل فقیه، محدث روی عن ابن وضاح و نحوه جمع کتابا فی اخبار القضاة بالاندلس و کتابا آخر فی اخبار الفقهاء و المحدثین....الخ (جذوة المقتبس ص ۴۷)

۴۔ قال الامام الحافظ المحدث احمد بن یحییٰ الضبی (المتوفی ۵۹۹ھجری) محمد بن حارث الخشنی.....جمع کتابا فی اخبار القضاة بالاندلس و کتابا آخر فی اخبار الفقهاء والمحدثین......الخ (بغیة الملتمس فی تاریخ رجال اهل الاندلس ص ۶۱)

لہٰذا امام ابن ماکولاؒ (المتوفی ۴۷۶ھ) اور امام ابوسعد السمعانیؒ (المتوفی ۵۶۲ھ) نے اگر ان کی کتاب اخبار الفقہاء کا ذکر نہیں کیا تو یہ متاخرین میں سے ہیں۔ اور عدم ذکر نفی کو مستلزم نہیں جیسا کہ خود زبیر علی زئی صاحب نے اس اصول کو بیان کیا ہے۔ (نور العینین ص ۸۷، ۸۱، ۱۴۰، ۲۱۹، ۲۲۲)

اور علامہ عمر رضا کحالہ و علامہ خیر الدین الزرکلی وغیرہما نے جو اس کتاب کا ذکر کیا ہے وہ صحیح و درست کیا ہے۔ دیکھئے (معجم المؤلفین ج ۳ ص ۲۰۴؛ والاعلام ج ۶ ص ۷۵)۔ لہٰذا اخبار الفقہاء والمحدثین امام محمد بن حارث قیروانیؒ کی تصنیف ہے۔

شبہ ۹:۔ علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے اور یہ شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے (نور العینین ص ۲۰۸)

جواب اول:۔ جناب علی زئی صاحب۔ ثقات رواۃ سے مروی حدیث پر غریب کا حکم صحت حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ غرابت وجہ ضعف ہی نہیں ہے۔ مثلاً

۱۔ قال الامام الحاکم فنوع منه غرائب الصحیح مثال ذالك رواه البخاری فی الجامع الصحیح عن خلاد بن یحییٰ المکی عن عبدالواحد ابن ایمن فهذا حدیث صحیح. وقد تفرد به عبدالواحد بن ایمن عن ابیه وهو من غرائب الصحیح (معرفۃ علوم الحدیث ص ۹۴)

۲۔ قال الحاکم رواه مسلم فی المسند الصحیح عن ابی بکر بن ابی شیبه وغیره عن

سفیان وھو غریب الصحیح (ایضاً ص ۹۵)

۳۔اور بتصریح امام سیوطیؒ بخاری شریف کی پہلی و آخری حدیث بھی غریب ہے دیکھئے

(تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۶۴،۱۶۵)

لہٰذا: غرابت کی جرح بالتحقیق والیقین باطل ومردود ہے۔ اور حدیث ابن عمرؓ صحیح ہے۔

جواب ثانی :۔ جناب علی زئی صاحب عندالمحدثین شاذ کی دو تعریفیں ہیں۔ مثلاً

۱۔قال الحاکم فا ماالشاذ فانه حدیث یتفرد به ثقة من الثقات ولیس للحدیث اصل متابع لذلك الثقة۔ (معرفت علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۹؛ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۹۴،۱۹۵)

جناب علی زئی صاحب یہاں لکھتے ہیں کہ شاذ ضعیف ہوتی ہے۔(نور العینین ص ۲۰۸) مگر ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ ''اگر ثقہ راوی متفرد ہو تو یہ شاذ بھی مقبول ہوتی ہے (الحدیث ص ۴۵ ش ۵۳)۔

۲۔ قال الشافعی لیس الشاذ من الحدیث ان یروی الثقة و الا یرویه غیره ھذا لیس بشاذ ، انما الشاذ ان یروی الثقة حدیثا یخالف فیه الناس ھذا الشاذ من الحدیث۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۱۹؛ تدریب الراوی للسیوطی ج ۱ ص ۱۹۴، ۱۹۳)

یعنی کہ شاذ وہ حدیث ہے جس میں کوئی ثقہ راوی متفرد و اکیلا ہو اور کوئی ثقہ راوی اسکی متابعت نہ کرے۔

شاذ وہ حدیث ہے جس میں کوئی ثقہ راوی کئی ثقات راویوں کی مخالفت کرے۔۔۔۔

لیکن یاد رہے کہ پہلی تعریف شاذ اس حدیث پر لفظاً صادق آتی ہے کیونکہ یہ تفرد من الثقات ہے۔ اور تفرد من الثقات عندالجمہور فقہاء محدثین مقبول ہے۔ اور شاذ کی دوسری تعریف بھی اس حدیث پر صادق نہیں آتی کیونکہ یہ مخالفت ثقات نہیں ہے۔

تنبیہ:۔ یہ حدیث کسی طرح بھی شاذ نہیں کیونکہ اس کے شواہدات صحیح موجود ہیں، اور عدم مخالفت ثقات بھی ہے۔ کما لا یخفیٰ علی اھل العلم۔ لہٰذا بالتحقیق والیقین یہ حدیث شذوذ سے پاک وصحیح ہے اور اعتراض باطل ومردود ہے۔ وللہ الحمد۔

جواب ثالث :۔ حدیث ابن عمرؓ مذکور میں ترک رفع الیدین فی داخل الصلوٰۃ عندالرکوع۔۔۔ ۔۔۔الخ زیادت ثقہ ہے۔ اور درجہ صحیح وحسن کے راویوں کی زیادت واجب القبول ہے۔ مثلاً

۱۔قال الامام الحافظ المحدث البخاری رحمه الله والزیادة مقبولة و المفسر یقضی علی المبھم اذا رواہ اھل الثبت۔۔۔۔۔و قال ایضا لا اختلاف فی ذالك انما زاد بعضھم علی بعض والزیادة مقبولة من اھل العلم (بخاری ج ۲ ص ۱۰۲۰؛ جزء رفع الیدین منسوب الی البخاری ص ۵۸)

۲۔وقال الامام الحاکم وھذا شرط الصحیح عند کافة فقھاء اھل الاسلام ان

الزیادۃ فی الاسانید والمتون من الثقۃ مقبولۃ.......و قال ایضا و التفرد من الثقات مقبول۔ (مقدمہ مستدرک ص ۴۲، مستدرک للحاکم ج ۱ ص ۹۱)

۳۔ وقال الامام ابو بکر الخطیب: قال الجمہور من الفقہاء واصحاب الحدیث: زیادۃ الثقۃ مقبولۃ اذا انفرد بہا۔ (الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب ص ۴۲۴)

۴۔ وقال الامام النووی رحمہ اللہ: زیادۃ ثقۃ وجب قبولہا ولا ترد لنسیان او تقصیر (شرح مسلم للنووی ج ۱ ص ۲۱۹)

۵۔ قال ابن حجر رحمہ اللہ وزیادۃ راویہما ای الصحیح والحسن مقبولۃ مالم تقع منافیۃ..... الی ان قال.....فہذہ تقبل مطلقا لانہا فی حکم المستقل الذی تنفرد بہ الثقۃ (شرح نخبۃ الفکر ص ۴۵، ۴۶)

بالتحقیق والیقین حدیث ابن عمر صحیح وحجت ہے اوراس پر یہ اعتراض باطل ومردود ہے۔ وللہ الحمد۔

شبہ ۱۰:۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا۔ جبکہ صحیح و مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر حدیث مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ وحدیث وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بحوالہ بخاری ومسلم اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی آمد اول ۹ھ پھر دوبارہ آمد ۱۰ھ ہے اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا مشاہدہ فرمایا تھا۔ بحوالہ ابوداؤد وابن حبان دیکھئے (نور العینین ص ۲۰۹)۔

جواب اول:۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اصول حدیث کا قاعدہ وضابطہ بیان فرمایا کہ: الحدیث اذا لم تجمع طرقہ لم تفہمہ والحدیث یفسر بعضہ بعضا (الجامع الاخلاق الراوی للخطیب ج ۲ ص ۲۱۲)

اس قاعدہ واصول کے لحاظ سے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے طرق جمع کئے جائیں تو پھر بات واضح ہوجاتی ہے۔ مثلا

۱۔ عن ابن عمر مرفوعا یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۶۶ وسندہ صحیح)

۲۔ وعنہ مرفوعا کان یرفع یدیہ فی کل خفض ورفع ورکوع وسجود وقیام وقعود (و) بین السجدتین۔

(مشکل الآثار للطحاوی ج ۱ ص ۴۶ وسندہ صحیح؛ بیان الوہم والایہام لابن القطان ج ۵ ص ۶۱۳ سندہ صحیح)

۳۔ وعنہ مرفوعا اذا رکع واذا سجد۔ (جزء رفع الیدین للبخاری ص ۸۰ وقال صحیح)

۴۔ وعنہ مرفوعا کان یرفع یدیہ فی کل تکبیر

(فتح المغیث للسخاوی ج ۲ ص ۲۲۳ وزیادات علی جزء البخاری للفیض الرحمٰن غیر مقلد ص ۶۸)

یعنی حضرت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ نے مدنی عمل رفع الیدین عندالرکوع وعندالسجود کو باقاعدہ روایت بیان فرمایا ہے۔اور حضرت مالک بن حویرثؓ وحضرت وائل بن حجرؓ کی بیان کردہ رفع الیدین بھی سجدوں کی رفع الیدین والی ہے ان کی موافقت فرمائی ہے مخالفت نہیں فرمائی گویا یہ معارضہ صحیح نہیں اس لئے اخبار الفقہاء کی حدیث ان حضرات کی رؤیت کے بعد کا عمل ہے۔وللہ الحمد۔

جواب ثانی:۔یاد رہے مستند وصحیح احادیث سے حضرت سیدنا مالک بن حویرثؓ سے اس مدنی زندگی مین آپ سے سجدوں کی رفع یدین ثابت ہے۔مثلاً

۱.عن مالك بن الحويرث ﷺ مرفوعا و اذا سجد و اذا رفع راسه من السجود حتى يحاذي بهما فروع اذنيه (المجتبیٰ نسائی ج ۱ ص ۱۶۵ سندہ صحیح، سنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۲۸ سندہ صحیح، مسند احمد ج ۳ ص ۵۳۳ سندہ صحیح)

۲.وعنه مرفوعا واذا رفع راسه من السجود فعل مثل ذالك كله يعني رفع يديه

(المجتبیٰ نسائی ج ۱ ص ۱۷۱ سندہ صحیح، والسنن الکبریٰ نسائی ج ۱ ص ۲۲۴ سندہ صحیح، محلی ابن حزم ج ۴ ص ۷، ۱۲۸، ۱۲۸ وقال صحیح)

۳.وعنه مرفوعا كان يرفع يديه حيال فروع اذنيه في الركوع والسجود

(مسند احمد ج ۵ ص ۶۶ سندہ صحیح؛ وصحیح ابوعوانہ ج ۲ ص ۹۵ وقال صحیح)

تنبیہ:۔سیدنا مالک بن حویرثؓ ۹ھ میں بنولیث کے وفد کے ساتھ آئے۔اور آپ ﷺ کے ساتھ عشرین لیلہ بیس رات دن رہے۔دیکھئے(بخاری ج ۱ ص ۸۸)پھر اپنے وطن واپس چلے گئے (دیکھئے التحقیق الراسخ از گوندلوی)مگر سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ آپ ﷺ کے ساتھ وفات تک اور وفات کے بعد مدینہ میں ہی رہے ان حضرات کے جانے کے بعد کی نمازوں کا مشاہدہ کرتے رہے اور پھر سجدوں کی رفع یدین کے ترک کا عمل دیکھا تو آپؓ نے بیان وروایت کیا۔

جناب علی زئی صاحب اگر آپ ان کا معارضہ کرتے ہیں تو پھر جو جواب آپ سجدوں کی رفع الیدین کے ترک کا دیں گے وہی جواب ہماری طرف سے رکوع کی رفع یدین کا ہوگا۔

جواب ثالث:۔اور اسی طرح سیدنا وائل بن حجرؓ سے مستند وصحیح احادیث سے سجدوں کی رفع الیدین ثابت ہے مثلاً

۱.عن وائل بن حجر مرفوعا و اذا رفع راسه من السجود ايضا رفع يديه حتىٰ فرغ من صلوٰة (ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ وسندہ صحیح؛ معجم الکبیر طبرانی ج ۲۲ ص ۲۸ سندہ صحیح؛ تمہید ج ۹ ص ۲۲۷ سندہ صحیح؛ المحلیٰ ابن حزم ج ۴ ص ۱۲۶، ۱۲۵ وقال صحیح)

۲۔وعنه مرفوعا کان یرفع یدیه اذا رکع واذا سجد
(جزء رفع الیدین ص ۴۵؛ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۴ سندہ صحیح)

۳۔وعنه مرفوعا وحین یرفع راسه من الرکوع وقال حین سجد ھٰکذا
(صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۶ وقال صحیح؛ سنن طحاوی ج ۱ ص ۱۴۴ وسندہ صحیح)

حضرت وائل بن حجرؓ نے مدینہ منورہ ۹ھ میں سجدوں کی رفع الیدین کا مشاہدہ کیا۔ پھر وطن واپس چلے گئے (کما فی التحقیق الراسخ) اور پھر ۱۰ھ میں دوبارہ آئے تو اس وقت چند نمازوں میں بھی آخری نماز میں افتتاح الصلوٰۃ کی رفع الیدین کا مشاہدہ فرمایا۔
(ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۲ اسنادہ صحیح؛ شرح السنہ للبغوی ج ۳ ص ۲۷،۲۸؛ معجم الکبیر ج ۲۲ ص ۳۹)

پھر سیدنا وائل بن حجرؓ اپنے وطن واپس چلے گئے ان کے جانے کے بعد آپ ﷺ تقریبا ۸۰ دن یا ۹۰ دن حیات رہے دیکھئے (التحقیق الراسخ) اور ان ایام اخیرہ کی نمازوں کا مشاہدہ یقینا سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ، سیدنا علیؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا براء بن عازبؓ وغیرھم نے فرمایا ہے اور یہ گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ رکوع وسجود کی رفع الیدین چھوڑ گئے تھے۔ اور صرف تکبیر تحریمہ افتتاح الصلوٰۃ کی رفع یدین کرتے رہے۔ اور یہ بالیقین نسخ کی دلیل ہے کمالا یخفیٰ علی اھل العلم۔ وللہ الحمد۔

شبہ ۱۱:۔ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہؓ سے رفع الیدین کے ثبوت کی حدیث مروی ہے۔ صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴ سندہ حسن (نور العینین ص ۲۰۹، ۲۱۰)

جواب اول:۔ صحیح ابن خزیمہ کی سند میں ابن شہاب الزھری مدلس ہے، اور یہ حدیث صیغہ عن ابی بکر سے روایت کی ہے، جوکہ واضح تدلیس ہے، اور خود علی زئی صاحب نے کئی مقامات پر تصریح کی ہے مثلاً

۱۔ تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے (نور العینین ص ۱۱۸)۔

۲۔ لیکن میرے نزدیک زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے (نور العینین ص ۱۷۲)

۳۔ تنبیہ: امام زہری مدلس ہیں۔ لہٰذا ہماری تحقیق میں یہ سند ضعیف ہے (نور العینین ص ۳۳۲)

لہٰذا جو روایت زبیر صاحب کی اپنی تصریح کے مطابق ضعیف ہو پھر اس کو مذہبی نصرت وتعصب کی وجہ سے سندہ حسن کہنا علی زئی صاحب جیسے شخص کا ہی کام ہوسکتا ہے۔ لہٰذا یہ روایت ضعیف اور منسوخ ہے۔

جواب ثانی:۔ یاد رہے اس ضعیف روایت میں واذا سجد فعل مثل ذالک کے الفاظ موجود ہیں۔ دیکھئے (صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴؛ ابوداؤد ج ۱ ص ۲۶۹)

تو اس روایت سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ سجدوں میں رفع الیدین کرتے تھے۔ یہ ضعیف روایت تو

آپ کو بھی مفید نہیں ہے چہ جائیکہ حضرت ابن عمرؓ کی ناسخ صحیح حدیث کے مقابلے میں پیش کے جائے۔

جواب دوم:۔ حضرت ابوہریرہؓ سے صحیح روایات میں ترک رفع یدین ہی ثابت ہے۔ جیسا کہ باب ۴ اور ۵ میں تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ صرف ایک روایت ملاحظہ فرمائیں:

أخبرنا مالك، أخبرني نعيم المجمر وابو جعفر القاري، أَنّ أباهريرة كان يصلي بهم، فكبّر كلما خفض ورفع، قال ابو جعفر: وكان يرفع يديه حين يكبّر ويفتح الصلوٰة۔

(مؤطا محمد رقم ۱۰۴؛ کتاب الآثار امام محمد رقم ۷۵؛ کتاب الآثار لأبی یوسف رقم ۱۰۸)

ترجمہ:۔ حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے نعیم بن عبداللہ المجمر اور ابوجعفر القاری نے بتایا کہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھاتے تھے تو ہر اونچ نیچ میں تکبیر کہتے تھے، اور رفع یدین نماز کے شروع میں تکبیرِ تحریمہ کے وقت کرتے تھے۔''

شبہ ۱۲:۔ علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہؓ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ (جزء رفع الیدین تحقیقی ص ۲۲) (نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:۔ اس روایت کی سند میں ایک راوی سلیمان بن حربؒ ہیں گو یہ ثقہ ہیں مگر یہ متن حدیث کو متغیر کر دیتا تھا مثلاً

۱۔ قال الامام الحافظ المحدث ابو داؤد كا سليمان بن حرب يحدث بحديث ثم يحدث به كانه ليس بذاك

(تاریخ بغداد ج ۳ ص ۱۳۹، سیر اعلام النبلاء ج ۷ ص ۵۰۰، تہذیب لابن حجرؒ ج ۲ ص ۳۹۶)

۲۔ وقال الامام الحافظ المحدث ابو بكر الخطيب رحمه الله كان سليمان يروي الحديث على المعنىٰ فتتغير الفاظه في رواية (ايضا)

اور یاد رہے امام سلیمان حضرت سیدنا امیر معاویہؓ کی شان میں برائی و کلام کرتا تھا (العبر ج ۱ ص ۱۹۴) اور یہ حافظہ سے احادیث بیان کرتے تھے اور الفاظ حدیث کو روایت بالمعنیٰ کرنے کی وجہ سے متغیر کر دیتے تھے۔

جواب دوم:۔ ان سے وفات نبوی کے بعد صرف ترک رفع یدین ہی ثابت ہے جیسا کہ گذشتہ شبہ کے جواب میں گذرا۔

شبہ ۱۳:۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ مشہور تابعی نافعؒ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمرؓ (چار مقامات پر) رفع یدین کرتے تھے (بخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۹) یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن

عمرؓ کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمرؓ یہ رفع یدین کرتے رہیں آپؓ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے آگے تھے (نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ترک رفع یدین کی روایات بھی بسند صحیح مروی ہے جن کو اس کتاب میں یہیں بیان کر دیا گیا ہے۔ امام طحاویؒ نے ان روایات کی بنا پر رفع یدین کے منسوخ ہونے پر استدلال کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بھی ان دونوں روایات میں تطبیق دی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رفع یدین کرنا ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ نے ایک بار رفع یدین کیا، دوسری بار چھوڑ دیا (فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۵)

شبہ ۱۴:۔ زبیر علی زئی صاحب لکھتے ہیں کہ نافع فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرؓ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے (جزء رفع الیدین ص ۱۵ وسندہ صحیح، نور العینین ص ۲۱۰)

جواب:۔ اس حدیث کا جواب باب نمبر ۷ میں ۸.۷ ☐۷ ☐۶ حضرت ابن عمرؓ کے اثر کے تحت گزر چکا ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں۔ اور اسکی سند میں ولید بن مسلم ہے اسکے حالات بھی وہی ملاحظہ فرمائیں۔

شبہ ۱۵:۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں کہ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کسی ایک صحابیؓ سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے (جزء رفع الیدین ص ۴۰، ۷۶، المجموع للنووی ج ۳ ص ۴۰۵)(نور العینین ص ۲۱۱)۔

جواب:۔ حضرت امام بخاریؒ کے یہاں صرف تکبیر تحریمہ کی رفع یدین مراد ہے، کیونکہ حمید بن ہلال کی روایت میں صرف رفع یدین کا ہی ذکر ہے۔ اگر رکوع کی رفع یدین مراد لیں تو امام ترمذی کے خلاف ہے۔ امام ترمذیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث ذکر کر کے فرماتے ہیں: ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بہت سے اہل علم اور تابعینؒ رفع یدین نہیں کرتے تھے''۔ لہٰذا یہ بات بلادلیل ہے۔ (امام بخاریؒ امتی ہیں)۔ انکی یہ بات دلائل صحیحہ کے مقابلے میں مردود و باطل ہے۔ اور حجت نہیں ہے۔ کیونکہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہم نے بحوالہ ابن ابی شیبہ، طحاوی وغیرہما سے ترک رفع یدین عند الرکوع وعند السجود ثابت کر دیا ہے اور یہ خود امام بخاریؒ کی شرط صحت حدیث کے مطابق ہے۔ کما لا یخفیٰ علی اھل العلم۔ وللہ الحمد۔ اس کتاب کے باب ۴ اور ۵ میں ترک رفع یدین کی مرفوع اور موقوف روایات کو تفصیلاً بیان کر دیا گیا ہے۔ (مزید دیکھیے 11.9)

(اخبار الفقہاء والمحدثین والی حدیث کی یہ تحقیق ماہر فی الاسماء الرجال حضرت مولانا عبد الغفار ذہبی صاحب کی ہے؛ ماخوذ از قرۃ العینین بجواب نور العینین ص ۱۶۴۔۱۸۵ طبع مکتبۃ الجنید، کراچی ۲۰۱۰ء مع زیادات)۔

خلافیاتِ بیہقی والی حدیث عبداللہ بن عمرؓ موضوع ہے

أخرج البیہقی فی الخلافیات (کذا فی مختصر الخلافیات ج۱ ص ۷۶) عن ابی عبد اللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمٰن بن قریش بن خزیمۃ الھروی عن عبد اللہ بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبد اللہ بن حمدان الرقی ثنا عصمۃ بن محمد الانصاری ثنا موسیٰ بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع وکان لا یفعل ذٰلک فی السجود۔ فما زالت تلک صلوٰتہ حتّٰی لقی اللہ تعالٰی۔

(نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۹)

۱:۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ اٹھاتے، اور جب رکوع کیا اور رکوع سے سر اٹھایا، اور سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ یہی نماز آپ ﷺ کی رہی، یہاں تک کہ اللہ سے جا ملے۔''

(ترجمہ حکیم محمد صادق سیالکوٹی صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۵ بحوالہ التلخیص الحبیر للعسقلانی)

غیر مقلدین کا اس موضوع روایت کو وثوق سے بیان کرنا

غیر مقلدین نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی طرف منسوب اس موضوع روایت کو اپنی تصانیف میں پورے وثوق سے بیان کیا ہے۔

۱۔ پیر بدیع الدین المعروف پیر آف جھنڈا غیر مقلد نے اس روایت کو قابلِ عمل بتایا ہے (جلاء العینین ص ۱۲۸)

۲۔ عطاء اللہ حنیف نے تعلیقاتِ سلفیہ ج ۲ صفحہ ۱۴ پر اسے ضعیف جداً کہہ کر بھی صفحہ ۹ پر اسے بلا جرح پیش کیا ہے۔

۳۔ رحمت اللہ ربانی نے مسئلہ رفع یدین (ص ۱۱، ۱۲) پر اسے صحیح قرار دیا ہے۔ معاذ اللہ! زبیر علی زئی نے اس کتاب کو سراہا ہے۔ (نور العینین ص ۵۶)

۴۔ جناب نور حسین گرجاکھی نے قرۃ العینین (ص ۸) میں پیش کیا ہے۔

۵۔ خالد گرجاکھی نے اثبات رفع الیدین (ص ۸۳) میں اس موضوع روایت کو ثابت کرنے کے لیے بڑی کوشش کی ہے۔ جزءِ رفع یدین مترجم (ص ۱۷، طبع چہارم) میں جھوٹ بھی بولا کہ ''صاحب آثار السنن نے بھی اس حدیث پر تعاقب نہیں کیا۔ گویا اسے درست تسلیم کیا ہے''۔ حالانکہ صاحب آثار السنن علامہ نیمویؒ نے اسے موضوع قرار دیا ہے اور حاشیہ میں دلائل کے ساتھ اس کا موضوع

ہونا ثابت کیا ہے۔(آثار السنن ص ۱۴۹ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔
۶۔حکیم صادق سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول (ص ۱۹۵) میں اسے بڑے اعتماد سے بیان کیا ہے۔
۷۔قاضی شوکانی نے نیل الاوطار (ج ۲ ص ۱۹۹) میں اس روایت سے استدلال کیا ہے۔
۸۔محمد علی جانباز نے صلوٰۃ المصطفیٰ (ص ۲۱۸) میں اس روایت کو بیان کیا ہے۔
۹۔حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے رسول اکرم ﷺ کی نماز (ص ۵۱) میں بڑے اطمینان سے درج کیا ہے۔
۱۰۔حافظ محمد گوندلوی نے مسئلہ رفع یدین پر محققانہ نظر (ص ۵۵،۵۶) میں بیان کیا ہے۔
۱۱۔عبداللہ روپڑی نے رفع یدین اور آمین (ص ۵۴) میں درج کیا ہے۔
۱۲۔محمد خالد سیف نے نماز مصطفی ﷺ (ص ۱۰۰) میں لکھا ہے۔
۱۳۔محمد رئیس ندوی نے رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقۂ نماز (ص ۵۰۷، ۵۰۸) میں بیان کیا ہے۔اور اس کا پورا پورا دفاع کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔
۱۴۔اکرم نسیم حجہ نے "نماز کے تین اہم اختلافی مسائل" (ص ۶۹) میں اس حدیث کو نقل کر کے صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
۱۵۔حکیم محمد صادق سیالکوٹی اپنی کتاب صلوٰۃ الرسول میں اس حدیث پر عنوان قائم کرتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ وفات تک رفع یدین کرتے رہے"۔اور اس حدیث کو بڑے اعتماد سے نقل کیا ہے۔
۱۶۔مولانا ابوطاہر حافظ زبیر علی زئی اس حدیث کی تسہیل الوصول میں پوری حمایت کی ہے۔وہ اس حدیث کی تحقیق وتخریج میں لکھتے ہیں: **التلخیص الحبیر**: ج ۱ ص ۲۱۸؛ زاد المعاد ج ۲ ص ۲۱۹۔ **التلخیص الحبیر** والی اس روایت میں دو راوی: عصمہ بن محمد الانصاری اور عبد الرحمٰن قریش سخت مجروح ہیں۔لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔اصولِ حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے۔اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔
شاہد نمبر ۱: المعجم لابن الاعرابی میں ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جناب ابوہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر بتائی جس میں رکوع سے پہلے کا رفع یدین مذکور ہے اور آخر میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی یہی نماز تھی حتی کہ آپ ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔
(**کتاب المعجم** ج ۱ ص ۲۲۶ رقم ۱۴۲)۔

اس کے تمام راوی ثقہ وصدوق ہیں سوائے محمد بن عصمہ، الرملی القاضی کے، اس کے حالات مجھے نہیں ملے۔لہٰذا میرے نزدیک یہ راوی مستور ہے۔مستور کی روایت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مقبول ہوتی ہے حاشیہ شرح نخبۃ الفکر ص ۱۰۰ و عام کتب اصول حدیث۔لیکن راجح یہی ہے کہ

متابعت کے ساتھ ہی اسے قبول کیا سکتا ہے۔ مسند الشامیین للطبرانی (ج ۲ ص ۳۵ ح ۸۶۸) میں اس کا ایک مختصر شاہد ہے۔ جس میں محمد بن عصمہ نہیں۔ لہٰذا ابن الاعرابی والی سند "حسن لغیرہ" ہے۔ بلفظہ (تسهيل الوصول الى تخريج و تعليق صلوٰة الرسول ﷺ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ء)

گویا زبیر علی زئی کے نزدیک پہلی روایت صحیح ہے اور دوسری حسن لغیرہ ہے۔

یہ حدیث موضوع ہے جس کا بیان کرنا جائز نہیں

یہ حدیث جھوٹی اور بناوٹی ہے۔ جس کا بیان کرنا جائز نہیں۔ اس حدیث میں دو راوی وضاع اور کذاب ہیں۔ جن کے نام عصمہ بن محمد الانصاری اور عبدالرحمٰن بن قریش ہیں۔ اس حدیث کو زبیر علی زئی سمیت کتنے ہی غیر مقلدین لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ حالانکہ اپنی کتاب نور العینین میں اس کا جھوٹا ہونا تسلیم کیا ہے۔ غیر مقلدین حضرات کے ہاں ایسی جھوٹی روایات کا بیان کرنا کوئی حرج نہ ہو تو الگ بات ہے مگر اہل سنت والجماعت کے ہاں تو ایسی روایات کا پیش کرنا دوزخ میں ٹھکانا تیار کرنا ہے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار

غیر مقلدین سمیت کتنے ہی علماء کرام نے اس حدیث کا موضوع ہونا بیان کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱:۔ مختصر خلافیات امام بیہقی (ص ۶۷) جس کے حوالے سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے اس میں ہے: "موضوع، باطل" یہ حدیث موضوع اور باطل ہے۔

۲:۔ علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: (بیہقی کی یہ روایت کہ آخری دم تک حضور ﷺ رفع یدین کرتے رہے) کذب۔ جھوٹ ہے (نیل الفرقدین ص ۲۶)۔

۳:۔ علامہ نیمویؒ لکھتے ہیں: وهو حديث ضعيف، بل موضوع۔ (آثار السنن ص ۱۴۹ رقم ۳۹۴ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی ۱۴۳۲ھ)۔ "یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے"۔

علامہ نیمویؒ مزید فرماتے ہیں: قلتُ: العجب منهم. كيف اوردوه فى تصانيفهم وسكتوا عنه مع أن بعض رجاله اتُّهِمَ بوضع الحديث (تعلیق الحسن ص ۱۴۹ رقم ۳۹۴ طبع مکتبۃ البشریٰ، کراچی)۔

ترجمہ:۔ میں کہتا ہوں: تعجب ہے کہ ان لوگوں نے اس روایت کو اپنی تصانیف میں درج کر کے

خاموشی کا اظہار کیسے کرلیا۔ حالانکہ اس کے بعض راویوں پر حدیث گھڑنے کی تہمت ہے۔

۴۔ مشہور غیر مقلد علامہ ناصر الدین البانیؒ نے لکھا ہے: **عصمة بن محمد كل حديثه غير محفوظ وهو منكر الحديث. (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ج ۱ ص ۲۶۵)۔**

عصمہ بن محمد کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور وہ منکر الحدیث ہے۔

"هذا اسناد موضوع اتهم ابن قريش هذا. قال الذهبي: واتهمه السليماني بوضع الحديث" (سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ج۲ ص۲۲۸)

''اور یہ سند موضوع ہے۔ عبد الرحمٰن ابن قریش حدیثیں گھڑتا تھا۔ امام ذہبیؒ نے کہا: سلیمانی نے اسے متہم بالوضع کہا ہے''۔

۵۔ مولانا زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں: اس مضمون کے آخر میں انوار خورشید صاحب نی فما زالت تلك صلاته۔۔ الخ والی موضوع روایت پیش کر کے اہلِ حدیث کا مذاق اڑایا ہے کہ ان کے دعویٰ رفع یدین کی بنیاد غالباً یہی روایت ہے جس میں عصمہ بن محمد الانصاری اور عبد الرحمٰن بن قریش دونوں وضاع و کذاب راوی ہیں (نور العینین ص ۳۲۷)۔

نوٹ:۔ لیکن نہایت افسوس ہے کہ انہوں نے محض اپنے مذہب کو سہارا دینے کے لیے اس موضوع روایت کی وکالت بھی کر رکھی ہے۔ (**تسهيل الوصول الى تخريج و تعليق صلوٰة الرسول** ﷺ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔ ناشر نعمانی کتب خانہ، لاہور۔ اگست ۲۰۰۴ء)

۶:۔ علامہ قاضی شوکانیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

۱. عصمة بن محمد الانصاری كذاب وضاع. (الفوائد المجموعه فی احاديث الموضوعة ص۶۷ طبع مصر ازهر)

۲. عصمة بن محمد الانصاري وهو كذّاب. (الفوائد المجموعه فی احاديث الموضوعة ص۱۸۱)

۷:۔ مولانا عبد الرؤف غیر مقلد نے بھی حکیم صادق کی اس روایت کے بارہ میں لکھا ہے کہ ''اس حدیث کو ابن دقیق العید نے ''امام'' میں جیسا کہ نصب الرایہ ص ۴۰۹ ج ۱ پر ہے اور ابن حجر نے تلخیص ج ۱ ص ۲۱۸ اور درایہ ج ۱ ص ۱۵۳ میں بیہقی سے منسوب کیا ہے۔ اس حدیث میں ''فما زالت تلك صلاته۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔'' کا اضافہ سخت ضعیف ہے بلکہ باطل ہے کیونکہ اس کی سند میں دو راوی متہم ہیں۔ (تخریج صلوٰۃ الرسول طبع دوم ص ۲۱۷)

مزید فرماتے ہیں: علی کل حال (ہر حال میں) یہ روایت انتہائی ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں عبد الرحمٰن بن قریش ابن خزیمہ ہے اور یہ متہم بالوضع ہے۔ (تخریج صلوٰۃ الرسول طبع دوم ص ۲۷۳)

۸:۔علامہ محمد عطاء اللہ حنیف غیر مقلد لکھتے ہیں: ''وحدیث البیہقی: ما زالت الخ ضعیف جداً''۔(التعلیقات السلفیۃ ج ۲ ص ۱۴ طبع المکتبۃ السلفیۃ، لاہور ۱۴۲۲ھ)

''بیہقی کی حدیث: فما زالت تلک صلوتہ حتّٰی لقی اللہ تعالیٰ سخت قسم کی ضعیف ہے''

غیر مقلدین کی اس حدیث کی تخریج کے بارے میں مختلف دعوے

أخرج البیہقی فی الخلافیات (کذا فی مختصر الخلافیات ج ۱ ص ۷۶) عن ابی عبد اللہ الحافظ عن جعفر بن محمد بن نصر عن عبد الرحمٰن بن قریش بن خزیمۃ الھروی عن عبد اللہ بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبد اللہ بن حمدان الرقی ثنا عصمۃ بن محمد الانصاری ثنا موسیٰ بن عقبہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ ﷺ کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ واذا رکع واذا رفع رأسہ من الرکوع وکان لا یفعل ذٰلک فی السجود۔ فما زالت تلک صلوتہ حتّٰی لقی اللہ تعالیٰ۔ (نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۹)

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ سب سے پہلے شیخ ابن دقیق العید مقلد الشافعی نے اپنی کتاب ''الامام'' میں سنن کبریٰ بیہقی کے حوالہ سے لکھی مگر سنن کبریٰ بیہقی کے کسی بھی نسخہ میں یہ حدیث موجود نہیں ہے۔ابن سبکیؒ نے الطبقات (ج ۶ ص ۲۰) میں مستقل باب باندھا ہے کہ امام ابن دقیق العیدؒ نے الامام میں بہت سی ایسی احادیث لکھی ہیں جن میں ان کی نسبت کرنے میں خطا کی ہے۔اس لیے ان کا کسی حدیث کا کسی کتاب کی طرف نسبت کر دینا قابل اعتماد نہیں ہے۔پھر بیہقی کی کسی اصل کتاب سے نہیں بلکہ شیخ کی الامام سے اسی سند کے ساتھ اس حدیث کو ان کے شاگرد امام زیلعی (۷۶۲ھ) نے اپنی کتاب نصب الرایہ میں درج کر دیا۔یہ حنفی مقلد ہیں۔پھر نصب الرایہ کا خلاصہ کرتے وقت اس حدیث کو حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) نے الدرایہ میں اور پھر التلخیص الحبیر میں درج کر دیا۔اصل کتاب کو کسی نے نہیں دیکھا۔پھر بعض غیر مقلدین نے رجماً بالغیب یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ حدیث بیہقی کی کتاب السنن الکبریٰ میں نہیں۔ان کی دوسری کتاب معرفۃ السنن والآثار میں ہے جو ابھی چھپی نہ تھی۔لیکن یہ کتاب بھی بارہ جلدوں میں چھپ کر آ گئی ہے اس میں بھی یہ حدیث نہیں ہے۔اب پیر بدیع الدین راشدی المعروف پیر آف جھنڈا نے اپنے رسالہ جلاء العینین میں لکھا کہ یہ حدیث امام بیہقی کی کتاب الخلافیات میں ج ۱ ص ۷۶ پر ہے جو ابھی چھپی نہیں۔اب مختصر خلافیات چھپی ہے اس کی جلد دوم میں یہ بے سند روایت درج ہے۔

اس حدیث میں غیر مقلدین کا دعویٰ مکمل موجود نہیں

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ دلیل وہ ہے جس میں مکمل دعویٰ آئے اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ ایک سنت چھوڑنے سے بھی نماز خلاف سنت ہو جاتی ہے۔ چار رکعت نماز میں تکبیر تحریمہ کی رفع یدین پر اجماع ہے۔ یہ غیر معارض رفع یدین ہے۔ باقی تین رکعات میں غیر مقلدین کا قول وفعل یہ ہے کہ دو سجدوں سے کھڑے ہو کر یعنی دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھوں کو نہ اٹھانا سنت ہے اور دو رکعتوں سے اٹھ کر تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے۔ مگر ان تینوں سنتوں کا اس حدیث میں ذکر نہیں۔ تو اگر اس حدیث کو صحیح مانا جائے تو یہ بھی اعلان تقریری اور تحریری طور پر کرنا لازم ہوگا کہ جناب رسول اللہ ﷺ معاذ اللہ آخری عمر میں خلاف سنت نماز پڑھا کرتے تھے یا ان تینوں سنتوں، ایک مثبت اور دو منفی، کی صراحت اس حدیث میں دکھاؤ۔

اسی طرح اس حدیث میں ''اذا افتتح الصلوٰۃ'' کے بعد تو ''رفع یدیہ'' کی جزاء مذکور ہے اگرچہ یہ صراحت نہیں کہ ہاتھ کہاں تک اٹھائے۔ لیکن ''اذا رکع واذا رفع رأسه من الرکوع'' کے بعد رفع یدیہ کی صراحت نہیں ہے۔ اور کان لا یفعل ذٰلك فی السجود کا مطلب یہ ہے کہ عین حالت سجدہ میں ہاتھ اوپر کو نہ اٹھائے بلکہ زمین پر رکھے۔ سجدوں سے پہلے یا سجدوں سے اٹھ کر رفع یدین کی نفی کی صراحت یہاں نہیں ہے۔ جس کا دکھانا غیر مقلدین کا فرض تھا۔ اس لیے نہ پوری دس کا اثبات ہے نہ اٹھارہ (۱۸) کی نفی۔ تو دلیل دعویٰ کے مطابق نہ ہوئی۔

سند کا حال

۱۔ اس سند کے پہلے راوی امام بیہقی ہیں جو امام شافعی کے مقلد ہیں اور احناف کے خلاف سخت تعصب رکھتے تھے۔ یہی وہ تقلیدِ شخصی ہے جس کو غیر مقلدین شرک کہتے ہیں۔ پھر امام بیہقی اس کو سنن کبریٰ میں نہیں لائے۔

۲۔ اس سند کے دوسرے راوی ابو عبد اللہ الحافظ امام حاکم ہیں۔ جس طرح امام زمخشری فن تفسیر کے مسلمہ امام ہیں مگر عقیدۃً معتزلی ہیں۔ اس لیے جو بات اعتزال کی تائید میں ہوگی وہ تسلیم نہیں کی جائے گی۔ اسی طرح امام حاکم فن حدیث کے امام ہیں مگر تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ ص ۹۶۲) میں ان کا مذہب رافضی لکھا ہے اور نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد ان کو غالی شیعہ لکھتے ہیں۔ تو ان کی وہ بات جو شیعیت کی تائید میں ہوگی وہ حجت نہ ہوگی۔ رفع یدین بھی شیعہ کا مسئلہ ہے۔ پھر عجیب بات

ہے کہ ان کی کتاب مستدرکِ حاکم میں بعض موضوعات تک بھری ہوئی ہیں (تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۶۰)۔ لیکن یہ حدیث وہ اپنی کتاب میں نہیں لا سکے۔ کیونکہ ان موضوعات سے بھی یہ بڑھ کرنا قابل التفات تھی۔

۳۔ تیسرا راوی جعفر بن محمد بن نصر ہے۔ حاکمؒ نے لفظ ''عن'' سے روایت کی ہے۔ اس کی عدالت، حفظ اور اتصال ثابت کریں۔

۴۔ چوتھا راوی عبدالرحمٰن بن قریش بن خزیمہ الہروی ہے جس کے بارے علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''اتہمه السلیمانی بوضع الحدیث'' (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۱۴؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۴۲۵)۔ محدث سلیمانیؒ نے اس راوی کو موضوع حدیث بنانے کیساتھ متہم کیا ہے۔ اس کے علاوہ اس موضوع حدیث کو کسی نے روایت نہیں کیا۔ یہ شدید جرح ہے۔ اسی لیے اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ خطیب کے عدمِ علم کا نہ علامہ ذہبی نے اعتبار کیا ہے اور نہ حافظ ابن حجر نے لسان المیزان میں۔ اسماء الرجال کے ان دونوں مسلمہ ائمہ کے خلاف پیر بدیع الدین پیر آف جھنڈا کا اس کو صالح الحدیث (جلاء العینین ص ۱۲۹) کہنا تعصب کی انتہاء اور وضع احادیث کی سرپرستی ہے۔

۵۔ اس حدیث کا پانچواں راوی عبداللہ بن احمد الدجی ہے۔ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی اپنی کتابوں میں اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس لیے اس کا عادل اور ضابط ہونا کتب اسماء رجال سے ثابت کیا جائے۔

۶۔ اس حدیث کا چھٹا راوی الحسن بن عبداللہ بن حمدان الرقی ہے۔ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے بھی اپنی کتابوں میں اس سے حدیث روایت نہیں کی۔ اس لیے اس کا عادل اور ضابط ہونا کتب اسماء رجال سے ثابت کیا جائے۔

۷۔ اس سند کا ساتواں راوی عصمہ بن محمد الانصاری ہے۔ جس کے بارے علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں: ''قال ابوحاتم: لیس بالقوی. وقال یحیٰ: کذّاب، یضع الحدیث. وقال العقیلی یحدث بالبواطیل عن الثقات. وقال الدارقطنی وغیرہ: متروک. (الی) قال ابن عدی: عصمة بن محمد بن فضالته بن عبید الانصاری مدنی، کل احادیثه غیر محفوظ'' (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۹۶؛ لسان المیزان ج ۴ ص ۱۷۰ واللفظ لہ)۔ امام ابوحاتمؒ کہتے ہیں: وہ قوی نہیں۔ امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: جھوٹ بہت بولتا تھا۔ اور جھوٹی حدیثیں روایت کرتا تھا۔ عقیلیؒ کہتے ہیں: باطل روایتیں سچوں کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا تھا۔ دارقطنی اسے متروک کہتے ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں: اس کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں۔

امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ''کان کذّاباً یروی الاحادیث کذباً'' ۔امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: پرلے درجے کا جھوٹا اور جھوٹی حدیث بنالیتا تھا۔ نیز فرماتے ہیں: مِن اکذب الناس ۔سب انسانوں سے زیادہ جھوٹا تھا۔ نیز فرماتے ہیں: ''کان کذّاب یضع الحدیث'' ۔پرلے درجے کا جھوٹا، اور جھوٹی احادیث روایت کرنے والا تھا۔ (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۸۶)

۸۔اس سند کے آٹھویں راوی موسیٰ بن عقبہ ہیں۔ یہ صحاح ستہ کے راوی اور مغازی کے امام ہیں۔ان کی روایت تعلیقاً صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۰۲) اور منداً سنن کبریٰ بیہقی (ج ۲ ص ۷۰) میں ہے۔ یہاں اس کا شاگرد ابراہیم بن طہمان ہے جو صحاح ستہ کا راوی ہے۔ مگر وہاں یہ جملہ ''فما زالت تلك صلوته حتّٰی لقی الله تعالٰی'' ہرگز موجود نہیں ہے۔ یہ سب عصمہ بن محمد انصاری کی جعل سازی ہے۔

۹۔اس سند کے نویں راوی حضرت نافع ہیں۔نافع کے نو (۹) شاگرد (عبیداللہ، ایوب، مالک، ابن جریج۔ لیث، صالح بن کیسان، زید بن واقد، موسیٰ بن عقبہ اور عمر بن زید) اس کو روایت کرتے ہیں۔ (جزء بخاری مع جلاء العینین ص ۱۵۶)۔ مگر کسی نے بھی یہ جملہ فما زالت تلك صلوته حتّٰی لقی الله تعالٰی بیان نہیں کیا۔

۱۰۔اس سند کے دسویں راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو خود تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ (مؤطا امام محمد رقم ۱۰۸؛ طحاوی رقم ۱۳۲۳؛ ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۷)۔

۱۱۔رفع یدین کی حضرت نافعؒ کی روایت عند المحققین موقوف ہے۔ خود امام بخاریؒ نے بھی مختصراً کہہ کر اس طرف اشارہ کر دیا، خصوصاً موسیٰ بن عقبہ والی روایت کا (بخاری رقم ۷۳۹)۔ امام ابوداؤدؒ نے تو صاف فرمایا کہ نافع کی حدیث مرفوع نہیں، بلکہ حضرت ابن عمرؓ پر موقوف ہے (ابوداؤد رقم ۷۴۱)۔ تو حضرت نافع کی صحیح السند روایت بھی موقوف ہے۔ اس جھوٹی روایت کو مرفوع کر دینا عصمہ بن محمد انصاری کی ہی کارستانی ہے۔

حدیث کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو بخاری اور مؤطا مالک میں ہیں

حدیث پاک کے صحیح الفاظ وہ ہیں جو صحیح بخاری (ج ۱ ص ۱۱۰ رقم ۸۰۳) پر حضرت ابوہریرہؓ سے اور مؤطا امام مالک (رقم ۲۰۱) میں حضرت علی بن الحسینؒ سے مرسلاً مروی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر خفض اور رفع کے وقت تکبیر کہتے تھے۔ اور یہ نماز آپ ﷺ کی آخر عمر تک رہی۔

زبیر علی زئی کا تیار کردہ شاہد بھی ضعیف ہے

مولانا زبیر علی زئی غیر مقلد نے حدیث ابن عمر کو صحیح ثابت کرنے کے لیے جس حدیث کو شاہد بنایا

ہے۔وہ بھی انتہاء درجہ کی ضعیف حدیث ہے۔اس کا حال ملاحظہ فرمایئے

کتاب المعجم والی حدیث حضرت ابوہریرہؓ باطل ہے

نا محمد بن عصمة: نا سوار بن عمارة: نا رديح بن عطية بن ابي زرعة عن أبي عبد الجبار بن معج قال: رأيتُ أباهريرة رضي الله عنه فقال: لأصلين بكم صلوٰة رسول الله ﷺ لا أزيد فيه ولا أنقص. فأقسم بالله! ان كانت هي صلوٰته حتّٰى فارق الدنيا. فقمتُ عن يمينه لأنظر كيف يصنع. فابتدأ فكبر ورفع يده ثمّ ركع فكبّر ورفع يديه ثمّ سجد ثم كبر ثم سجد و كبر حتّٰى فرغ من صلوته قال: أقسم بالله ان كانت لهي صلوته حتّٰى فارق الدنيا. (کتاب المعجم ص ۲۲۶ رقم ۱۴۲)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: ''میں ضرور ضرور تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھاؤں گا۔ نہ کچھ کم کروں گا نہ زیادہ''۔ پھر انہوں نے قسم اٹھا کر کہا: ''کہ آپ ﷺ یہی نماز پڑھتے رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ دنیا چھوڑ گئے۔ تو میں (ابوزرعہ) ان کے دائیں طرف کھڑا ہوا، تو انہوں نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور اپنا ایک ہاتھ اٹھایا۔ پھر کچھ دیر بعد رکوع کیا تو (رکوع میں جا کر) اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر اللہ اکبر کہا۔ پھر سجدہ کیا اور تکبیر کہی۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہوئے۔ پھر خدا کی قسم کھائی اور فرمایا: ''جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز آخری عمر تک یہی رہی''۔

جواب:۔

یہ حدیث مولانا زبیر علی زئی کی نئی دریافت ہے

یہ حدیث مولانا زبیر علی زئی کی نئی دریافت ہے کیونکہ علامہ نووی الشافعیؒ، ابن حجر الشافعیؒ، ابن قدامہ حنبلیؒ، ابن تیمیہ حنبلیؒ وغیرہم کسی بھی شافعی یا حنبلی نے اس حدیث کو استدلال میں پیش نہیں کیا۔ شوافع اور حنابلہ اگرچہ رکوع کے وقت رفع یدین کرتے آرہے ہیں اور یہ مسئلہ روزانہ ہر نماز کی ہر رکعت میں پیش آتا ہے، مگر اس مسئلہ کی دلیل چھپی ہی رہی۔ جناب زبیر علی زئی نے جنوری ۱۹۹۷ء میں پہلی دفعہ اس کو استدلال میں پیش کیا۔

یہ روایت زبیر علی زئی کے دعویٰ اور عمل دونوں کے خلاف ہے

یہ روایت زبیر علی زئی صاحب کے دعوے اور عمل دونوں کے خلاف ہے۔ لہٰذا اس روایت سے

استدلال کرنا درست نہیں ہے۔اس حدیث میں صرف تکبیرِ تحریمہ اور رکوع میں جاتے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور کسی جگہ بھی رفع یدین کا ذکر موجود نہیں ہے۔تو ایسی روایت زبیر صاحب کیسے پیش کر سکتے ہیں جو ان کے عمل اور دعوے دونوں کے خلاف ہو۔

یہ روایت ایک صوفی بزرگ کی کتاب سے لی گئی ہے

حضرت امام مسلم فرماتے ہیں:عن محمد بن يحيى بن سعيد القطان عن أبيه. قال: "لَمْ نَرَ الصَّالِحِيْنَ فِيْ شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيْثِ". قال مسلم: يقول: يَجْرِي الْكَذِبُ عَلٰى لِسَانِهِمْ وَلَا يَتَعَمَّدُوْنَ الْكَذِبَ "(مقدمہ مسلم رقم ۴۰)۔

ترجمہ:۔محمد بن یحییٰ بن سعید بن قطان اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:"ہم نے حدیث کے معاملہ میں صالحین سے زیادہ جھوٹ بولنے والا نہیں دیکھا"۔امام مسلمؒ فرماتے ہیں: "جھوٹ ان کی زبانوں پر جاری ہوجاتا ہے،حالانکہ وہ جان بوجھ کر جھوٹ نہیں بولتے"۔

یعنی چونکہ وہ عبادت میں کثرت سے مشغول رہتے ہیں۔حدیث کے حفظ کرنے میں وہ اپنے آپ کو فارغ نہیں کر پاتے۔اپنی حسنِ نیت کی وجہ سے علم کی نشر واشاعت میں مشغول ہوجاتے ہیں۔اور ہر قسم کی روایات کو بیان کرنا شروع کردیتے ہیں جس کی وجہ سے جھوٹی روایات ان کی زبان پر جاری ہوجاتی ہیں۔

جس کتاب سے یہ حدیث لی گئی ہے۔امام ابن العربی صاحب"المعجم" کے بارے میں علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:"تصوف اور زہد ان پر غالب تھا۔ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔جن میں سے "طبقات النساک"ایک مشہور کتاب ہے۔آپ کو جنید بغدادی اور ابو احمد قلانسیؒ کی صحبت بھی میسر رہی ہے۔آپ نے بصرہ کی ایک تاریخ بھی قلم بند کی"۔امام ثوری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:"جب انہوں نے وفات پائی تو لوگ ان کے پاس ایسی باتیں کرنے لگے جن کے بارے میں خاموشی بہتر تھی۔وہ کچھ کہانت سے کام لے رہے تھے اور اپنے ظنون وافکار کی محبت میں مبتلا تھے۔تو جب ان لوگوں کا یہ حال ہے تو ان کے بعد آنے والوں کا کیا حال ہوگا"امام ابن الاعرابی نے یہ بھی فرمایا:"لوگ جمع (اتحاد خالق ومخلوق) کے بھی قائل ہیں۔حالانکہ اس اتحاد کی صورت ہر ایک کے نزدیک مختلف ہے۔اسی طرح فنا (ذاتِ الٰہی میں فنا) کا معاملہ ہے۔لوگ اس کے اسماء میں تو متفق ہیں،مگر ان کے معنیٰ میں اختلاف کرتے ہیں۔اس لیے کہ اسم سے مراد غیر محدود حقائق ومعارف ہوسکتے ہیں۔یہی حال علمِ معرفتِ الٰہی کا بھی ہے۔اس کی کوئی بھی انتہاء نہیں۔اور نہ ہی اس کے وجود اور لذت سے ہی کما حقہ آدمی باخبر ہوسکتا ہے"۔یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا:"جب تو سنے کہ کوئی شخص جمع وفنا کے بارے میں سوال کررہا ہے، یا ان کا جواب دے رہا ہے تو سمجھ لے کہ اسے ان کی کوئی واقفیت نہیں،کیونکہ ان کے حقیقت شناس لوگ

ان کے بارے سوال نہیں کرتے۔ وہ جانتے ہیں کہ یہ حقائق حدودِ نطق و بیان سے باہر ہیں''۔ امام ابن الاعرابی ۲۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور ذی قعدہ ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ: ۸۳۰)

اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ امام ابن الاعرابی جمع و فنا یعنی مسئلہ وحدت الوجود کو بالکل حقیقت سمجھتے ہیں۔ البتہ یہ مسئلہ چونکہ ذوقیات سے ہے اور ذوقیات کے لیے الفاظ کا دامن تنگ ہے۔ وحدت الوجود کو حقیقت میں سے ماننے والے جناب زبیر علی زئی کے نزدیک بدترین کافر اور مشرک ہیں، تو کیا زبیر علی زئی صاحب قرآن پاک کی کوئی آیت یا جناب رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث پیش کر سکتے ہیں کہ نماز کی اہم ترین سنت کسی کافر یا مشرک کی روایت سے لینا جائز ہے؟

اس کتاب ''المعجم'' کی سند میں دو راوی حنفی ہیں۔ چنانچہ المعجم (ج ا ص ۱۳) میں اسناد المعجم کا عنوان ہے۔ اس میں پہلی سند کا مدار الحافظ المحدث ابوالفضل شمس الدین محمد بن علی ابن طولون الحنفی الصالحی پر ہے اور اس کا استاد احمد بن ابراہیم صوفی ہے۔ دوسری سند کا معیار المحدث یحییٰ بن محمد الحنفی پر ہے۔

حنفی اور صوفی غیر مقلدین کے ہاں کافر بھی ہیں، مشرک بھی اور گستاخِ رسول بھی۔ اب کس آیت یا حدیث کی رو سے ایسے کافروں اور مشرکوں کی روایت سے نماز جیسی اہم عبادت کی اہم سنت ثابت کرنے کا جواز نکلتا ہے؟

یہ حدیث ضعیف ہے

ا:۔ اس سند کا پہلا راوی محمد بن عصمہ ہے۔ اس کی توثیق زبیر علی زئی نہ خدا تعالیٰ سے ثابت کر سکا اور نہ جناب رسول اللہ ﷺ سے۔ اس کے یہی دو تحقیقی دلائل ہیں۔ نہ ائمہ احناف سے، نہ ہی محدثین شافعیہ سے تاکہ احناف یا شوافع کو الزام دے سکتا۔

۲:۔ سند کا دوسرا راوی سوار بن عمارہ ہے۔ اس کو اگر بعض نے ثقہ کہا ہے تو ابن حبان نے کہا ہے ''ربما خالف'' یعنی وہ اکثر ثقات کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ روایت بھی عمل تواتر کے خلاف ہے۔ پھر تہذیب میں نہ اس کے اساتذہ میں ردیح کا ذکر ہے اور نہ تلامذہ میں ردیح کا ذکر۔

۳:۔ تیسرا راوی ردیح بن عطیہ ہے۔ اگرچہ ایک سے اس کی بے سند توثیق منقول ہے۔ مگر ساتھ ہی ازدی نے کہا ہے: ''لا یتابع فیما یروی'' وہ ایسی روایات بیان کرتا ہے جن میں اس کا کوئی متابع نہیں ہوتا۔ یہ بھی اسی قسم کی ہے۔

۴:۔ زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ نور القرین میں بہت بڑا جھوٹ لکھا ہے کہ عباد بن الخواص اس کا متابع ہے۔ مگر نہ وہ سند صحیح ہے اور نہ اس کے متن میں ''حتی فارق الدنیا'' ------ تو متابع کیسا؟

۵:۔چوتھا راوی ابوزرعہ ہے۔زبیر علی زئی نے سند میں تحریف کردی ہے کہ ابوزرعہ بن عبدالجبار کو ابوزرعہ عن عبدالجبار بناڈالا ہے اور ابن مع کو ابن منع بناڈالا ہے۔

۶:۔حضرت ابوہریرہؓ کثیر الروایۃ صحابی ہیں۔ان کے بہت سے مشہور شاگرد ہیں۔مگر وہ نماز کی اہم ترین سنت کسی معروف شاگرد کو نہیں بتاتے،ایک غیر معروف کو بتاتے ہیں۔آخر اس میں کیا حکمت ہے؟

۷:۔ایسی حدیث جس کی سند کے دو راوی ایسے ہوں کہ ان کا کوئی متابع نہ ہو۔اور دو کی توثیق نہ خدا و رسول سے ثابت ہو،اور نہ محدثین احناف سے اور نہ محدثین شوافع سے۔اور اس کا متن پوری امت کے عملی تواتر کے خلاف ہو۔ایسی حدیث صحیح ہوسکتی ہے؟

اس روایت کا متن منکر ہے

۱:۔فابتدأ فکبر ورفع یدہ۔"آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو تکبیر کہی اور ایک ہاتھ اٹھایا"۔اس سے یہ معلوم نہ ہوا کہ کون سا ہاتھ اٹھایا دایاں یا بایاں؟ نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں تک اٹھایا؟ اب ایک ہاتھ کی بجائے دو ہاتھ اٹھانا بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔اپنی طرف سے ہاتھ کی تعیین کرنا بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔اور یہ تعیین کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھایا جائے یا کانوں تک یا پستانوں تک،یہ بھی اس حدیث پر زیادتی ہوگی۔صرف ایک ہاتھ اٹھانا امت کے عملی تواتر کے بھی خلاف ہے۔گویا ساری امت مع غیر مقلدین خلاف سنت نماز پڑھ رہی ہے۔

جناب زبیر علی زئی نے رفع یدہ کی بجائے تحریف کرکے رفع یدیہ بنادیا ہے۔سند یا متن میں ایسی گڑبڑ کرنے والے کے بارے میں محدثین "کذّابٌ یضع الأحادیث۔بہت بڑا جھوٹا ہے،جھوٹی حدیثیں بناتا ہے"۔فرمایا کرتے ہیں کہ اتنا بڑا جھوٹا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر بھی جھوٹ بولتا ہے۔ حدیث متواتر میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولنے والے کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

۲:۔ثمّ رکع فکبّر ورفع یدیہ۔"پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی اور دونوں ہاتھ اٹھائے"۔جناب زبیر علی زئی نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: پھر رکوع کیا۔پس آپ نے اللہ اکبر کہا اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔حالانکہ ساری امت رکوع کے بعد "سمع اللہ لمن حمدہ۔ربنا لک الحمد" کہتی ہے،نہ کہ اللہ اکبر۔حتی کہ غیر مقلدین بھی نہیں کہتے۔اب رکوع کے بعد تسمیع و تحمید یقیناً اس حدیث پر زیادتی ہے اور اس حدیث کا طریقہ امت کے عملی تواتر کے خلاف ہے۔(تجلیات صفدر ج ۴ ص ۱۱۷)۔

تقریظات

حضرت مولانا شیخ الحدیث ابوعمار زاہد الراشدی بن امام اہل سنت

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر دامت برکاتہم العالیہ

نحمدہ تبارك وتعالیٰ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ اما بعد:

نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ باقی تکبیرات میں رفع یدین یعنی ہاتھ اُٹھانے کا مسئلہ قرونِ اولیٰ سے اختلافی چلا آ رہا ہے۔ اور حضرات احناف کثّر اللہ جماعتہم کا مؤقف یہ ہے کہ جناب نبی اکرم ﷺ اور جمہور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے چونکہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ دوسری تکبیرات میں رفع یدین پر دوام ثابت نہیں ہے۔ اس لیے رفع یدین صرف تکبیرِ تحریمہ میں ہے باقی تکبیرات میں نہیں ہے۔ اس مؤقف کی بنیاد بہت سی صحیح احادیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین ؒ پر ہے جن کی وضاحت ہر دور میں اہل علم اُس دور کی ضروریات کے مطابق کرتے رہے ہیں۔ ہمارے فاضل دوست مولانا اعجاز احمد اشرفی نے بھی آج کے دور میں اس سلسلہ میں ہونے والے مباحث اور اعتراضات کو سامنے رکھتے ہوئے زیر نظر کتاب میں احناف کے مؤقف کو دلائل کے ساتھ ایک بار پھر واضح کیا ہے جس پر وہ تحسین کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبولیت سے نوازے۔ اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے نفع بخش بنائیں۔ آمین یارب العالمین!

ابوعمار زاہد الراشدی

شیخ الحدیث مدرسہ نصرت العلوم، گوجرانوالہ خطیب مرکزی جامع مسجد، گوجرانوالہ ۲۱۔ دسمبر ۲۰۱۱ء

حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی برادر ترجمانِ اہل سنت، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی دامت برکاتہم العالیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قارئینِ کرام! متحدہ ہندوستان میں جب سے اسلام آیا۔ اس وقت سے تمام اہلِ سنت فقہ حنفی کے مطابق دینِ اسلام پر عمل کرتے تھے۔ مگر انگریزوں کے اس ملک پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنے اصول ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کے تحت جعلی نبی، جعلی پیر کی طرح جعلی اہلِ حدیث بنائے۔ اور ان کے ذریعے متواترات کے خلاف شاذ روایات کو ترجیح دینے کی کوشش کی۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ رکوع جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور تیسری رکعت کو اٹھتے وقت رفع یدین کرنے کا مسئلہ تھا۔ جو اس علاقے کا متروک عمل تھا۔ اور ترکِ رفع یدین کا عمل متواتر تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جابجا معروف پر عمل اور منکر سے بچنے کی ترغیب دی۔ حضور ﷺ نے بھی فرمایا: ''لا تعصوا فی معروفٍ''۔ ''معروف میں میری نافرمانی نہ کرنا'' (بخاری: کتاب الایمان: باب علامۃ الایمان حب الانصار کا ذیلی باب؛ باب بیعۃ العقبہ، باب توبۃ السارق و باب بیعۃ النساء وغیرہ)۔ ان میں سے اکثر ابواب میں ہے کہ حضور ﷺ جس طرح شرک وغیرہ بڑے بڑے گناہوں سے توبہ کی بیعت لیتے تھے، اسی طرح معروف میں نافرمانی کے ترک پر بھی بیعت لیتے تھے۔ مگر افسوس کہ غیر مقلدین معروف کے ترک پر کمر بستہ ہیں۔ اور بخاری کی اس حدیث کی مخالفت کو مسلکِ اہل حدیث قرار دیتے ہیں۔ پھر علامۃ الایمان کے ذیلی باب میں اس روایت کو ذکر کر کے معروف کی نافرمانی ترک کرنا ایمان کی علامت ہے مگر بخاری، بخاری کا شور مچانے والے غیر مقلد ترکِ معروف کو ایمان کی نشانی قرار دیتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے معروف کی کوئی تخصیص ذکر نہیں کی بلکہ نکرہ تحت النفی لا کر عموم کی طرف اشارہ فرما دیا، یعنی معروف قراءۃ، معروف حدیث اور معروف عمل کے ترک سے فتنہ و فساد ہوگا۔ نیز حضور ﷺ نے فرمایا: ''انما الطاعۃ فی المعروف'' (بخاری) یعنی قرآن و سنت میں جہاں جہاں اطاعت کا حکم ہے وہ

معروف میں ہے نہ کہ منکر میں۔ مگر غیر مقلدین بخاری کی اس حدیث کے خلاف معروفات کے ترک پر لگاتے ہیں۔ اسی طرح بخاری شریف میں کتاب العلم باب ۴۹ میں خلیفہ راشد باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان ہے کہ "حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ. أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُّكَذَّبَ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ" یعنی لوگوں کو وہ حدیثیں بیان کرو جن کو وہ پہچانتے ہیں۔ کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کر دی جائے۔ نیز حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "آخر زمانہ میں بہت بڑے بڑے دجال اور کذاب پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں لے کر آئیں گے جو نہ تم نے اور نہ تمہارے آباء و اجداد نے سنیں ہوں گی۔ ان کو اپنے پاس نہ آنے دینا، نہ تم ان کے پاس جانا۔ وہ لوگ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کر دیں" (مسلم ج ۱ ص ۱۰)۔ اس حدیث میں بھی حضور ﷺ نے امت کو ایک اصول دیا ہے کہ معروف احادیث کے خلاف احادیث پیش کرنے والے قیامت کی نشانی ہوں گے۔ وہ بہت بڑے دجل و فریب کرنے والے اور بڑے جھوٹے ہوں گے۔ ان سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔ اگر ان سے اپنے آپ کو نہ بچایا گیا تو تمہیں گمراہی اور فتنہ میں مبتلا کر دیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مذکورہ بالا روایت سے معلوم ہوا کہ معروفات کے ترک کا نتیجہ خدا اور رسول پاک ﷺ کی تکذیب ہے۔ جبکہ غیر مقلدین اس کو مسلکِ اہل حدیث قرار دیتے ہیں۔

بہر حال ترکِ رفع یدین اس علاقے کا ایسا معروف عمل تھا کہ ۱۸۶۰ء میں جب انگریز کے ایک ملازم محمد یوسف نے امرتسر شہر میں جب رفع یدین کی تو اس کے استاذ نے اس کو مسجد سے نکال دیا۔ اس نے دوسری مولوی غلام رسول والی مسجد میں جا کر یہ عمل کیا تو انہوں نے بھی ناراضگی کا اظہار کیا اور اس کو مسجد سے نکال دیا۔ شادی کرانے کے لیے اپنے وطن حسین پور کا سفر کیا تو راستے میں بھی جہاں کہیں نماز پڑھی، وہاں شور ہوا۔ وطن میں جب سسرال والوں کو علم ہوا تو انہوں نے رشتہ دینے سے انکار کر دیا۔ نواب قطب الدین جن کی کتاب مظاہر حق پڑھ کر یہ عمل شروع کیا تھا۔ ان کی مسجد میں جب یہ عمل شروع کیا تو انہوں نے بھی ناراض ہو کر فرمایا کہ ہماری مسجد میں نہ آیا کرو (ملخص نقوشِ ابوالوفاء مصنفہ ابو یحییٰ خان نوشہروی غیر مقلد)۔ مدینہ میں ابوالحسن سندھی نے رفع یدین کی تو چھ دن تک جیل میں رہا۔ آخر چادر کے اندر چھپ کر رفع یدین کرنے کا فیصلہ کیا (فقہائے ہند جلد ۵ مصنفہ محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد)۔

بہرحال اس معروف عمل کی روایات کا ان لوگوں نے اولاً تو انکار کرنا شروع کیا کہ ترک رفع یدین کی کوئی حدیث نہیں۔ گویا کہ حضور ﷺ کی پیش گوئی کذابون (بہت جھوٹ بولنے والے) کا مصداق بنتے ہیں اور جب ترکِ رفع یدین کی احادیث پیش کی جاتی ہیں تو دجالون والی پیش گوئی کا اظہار ہونا شروع ہوتا ہے کہ یہ احادیث ضعیف ہیں اور قرآن و حدیث کا اتنا شور مچاتے ہیں کہ عوام فرمانِ نبوی فایاھم و ایاھم (یعنی نہ ان کے قریب جانا اور نہ ان کو اپنے پاس آنے دینا) کو بھول جاتے ہیں۔ تو حضور ﷺ کی گمراہی اور فتنے میں مبتلا ہونے والی پیش گوئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی پیش گوئی تکذیبِ خدا اور رسول کا اظہار ہونے لگ جاتا ہے۔ اس لیے عوام کے دین و ایمان کی حفاظت کے لیے بہت سے اکابر نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں کیونکہ یہ شوافع اور حنابلہ والی سچی رفع یدین (یعنی اجتہادی) نہیں بلکہ عنادی اور جھوٹی رفع یدین ہے۔ شوافع اور حنابلہ اپنے اپنے علاقے کے معروف عمل کو لے کر ترک رفع یدین کی احادیث کا انکار نہیں کرتے۔ جبکہ غیر مقلدین کی رفع یدین میں انکار حدیث کا ایمان لیوا زہر ہے۔ شوافع اور حنابلہ کی رفع یدین میں بغضِ اولیاء اور بغضِ فقہاء کا زہر نہیں جبکہ غیر مقلدین کی رفع یدین میں بغضِ اولیاء اور بغضِ فقہاء کا زہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شافعی یا حنبلی کی رفع یدین الحاد تک پہنچانے والی نہیں جبکہ غیر مقلدین کی رفع یدین چند دن کے بعد منکرِ حدیث، مرزائی اور دہریہ تک بنا دیتی ہے۔ زمانہ حال میں اسی خدمت کے پیشِ نظر مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب مدظلہ، فاضل جامعہ اشرفیہ، نے ''رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ'' تالیف فرمائی ہے۔ جس میں جدید اور انوکھے انداز میں منتشر مواد کو دس (۱۰) ابواب میں جمع کر دیا گیا ہے۔ شروع کتاب میں مسئلہ کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ گویا اجمال قبل التفصیل ہے۔ پہلے باب مقدمہ میں مسئلہ رفع یدین کے متعلق اہل السنت والجماعت کا مسلک اور غیر مقلدین کا طرزِ عمل اور ان کی اختیار کردہ رفع یدین کا شاذ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں کتاب و سنت اور اجماع کے اصول سے ترکِ رفع یدین کو مربوط کیا ہے۔ تیسرے باب میں قرآن پاک کے دلائل، چوتھے باب میں وہ احادیث جو کسی درجہ میں ترک رفع یدین کی مؤید ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی تعلیم نبوی ﷺ میں رفع یدین کو وہ اہمیت ہرگز نہیں جو آج کل غیر مقلدین عوام کے ذہن میں بٹھاتے ہیں کیونکہ اکثر احادیث و آثار میں تعلیمِ نماز میں تعلیمِ رفع یدین کا ذکر تک نہیں ملتا۔ اس کے بعد صریح ترکِ رفع یدین کی احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ پانچویں باب میں خلفائے راشدینؓ، عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ترک رفع یدین کے آثار نقل کیے ہیں۔ چھٹے باب میں خیر القرون میں ترکِ رفع یدین پر تعامل، بڑے بڑے تمام مراکز اسلام میں ثابت کیا ہے۔ ساتویں باب میں نسخِ رفع یدین، بقائے ترکِ رفع یدین کی بحث بالخصوص محدثین کے

طریق پر ذکر کی ہے۔غیر مقلدین کے عدم نسخ کے شواہد کا قابلِ تسکین رد کیا ہے۔آٹھویں باب میں رفع یدین کے دلائل کا تفصیلی رد ہے۔آج کل کے غیر مقلدین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو مختلف سندوں سے عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں حالانکہ صحاح ستہ وغیر صحاح ستہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے شاگردوں کی تعداد ۲۳۲ سے متجاوز ہے۔جن میں ان کے بیٹے (۱) بلال بن عبداللہ بن عمرؒ (۲) حمزہ بن عبداللہ بن عمرؒ (۳) زید بن عبداللہ بن عمرؒ (۴) سالم بن عبداللہ بن عمرؒ (۵) عبداللہ بن عبداللہ بن عمرؒ (۶) عبید اللہ بن عبداللہ بن عمرؒ اور پوتوں میں عبداللہ بن واقد بن عبداللہ بن عمرؒ اور بھتیجے حفص بن عاصم بن عمر بن خطابؒ بھی ہیں۔مگر ان متعلقین میں سے یا تو آپؓ کے غلام حضرت نافعؒ اس رفع یدین کا ذکر کرتے ہیں جس کے بارہ میں امام ابوداوٗدؒ نے فرمایا: ''موقوف ہے''، یا بیٹے سالمؒ جن کی روایات میں انتہائی اضطراب ہے۔کیونکہ کہیں وہ اپنے باپ پر اعتراض کرتے ہیں، کہیں ترکِ رفع یدین نقل کرتے ہیں، کہیں صرف رکوع سے سر اٹھانے کی رفع یدین نقل کرتے ہیں۔جیسا کہ اصل کتاب میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔اس لیے اس روایت سے استدلال انتہائی کمزور ہے۔نویں باب میں غیر مقلدین کی طرف سے پیش کیے جانے والے بعض شبہات کے جواب دیئے گئے ہیں۔دسویں باب میں بعض احادیث کی تحقیق اور غیر مقلدین کی طرف سے ان پر کیے گئے شبہات کے مسکت جوابات لکھے ہیں۔

دونوں قسم کے دلائل کا لب لباب یہ نکلتا ہے کہ مصنف نے جن روایات کو ترجیح دی ہے۔یہ خیر القرون کے مجتہد سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ترجیحات تعاملِ صحابہ کے اعتبار سے ہے۔ان کے خلاف شوافع وغیرہ کی ترجیحات پیش کرنا غلط ہے۔ہاں اگر نبی اقدس ﷺ کا کوئی فیصلہ ہو تو احناف ان فقہی فیصلوں کو چھوڑنے کے لیے تیار ہیں۔

بہرحال اس مسئلہ میں یہ ایک بہت ہی مفصل کتاب ہے۔اہل علم بلکہ عوام کے لیے بھی غیر مقلدیت کے زہر سے بچنے کا تریاق ہے۔بندہ اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اللہ تعالیٰ اس فرضِ کفایہ کی ادائیگی میں مؤلف کو دارین کی سعادتیں عطا فرمائیں اور اس کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں۔ آمین!

کتبہ

مفتی محمد انور اوکاڑوی

مدرس جامعہ خیر المدارس، ملتان

یکم جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ، ۲۵۔ مارچ ۲۰۱۲ء

حضرت مولانا سید مفتی عبدالقدوس ترمذی دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ امابعد:

احقر نے کتاب "راحة العینین فی ترك رفع الیدین" تصنیف لطیف جناب مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی مدظلہم العالی کے بعض مقامات کا مطالعہ کیا۔ فاضل مؤلف نے ترک رفع یدین پر نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ بڑا مدلل کلام کیا ہے۔ اور فریق مخالف کے دلائل کا جائزہ بھی بڑے منصفانہ انداز میں لیا ہے۔ اپنے مؤقف پر مضبوط دلائل کے ساتھ انہوں نے اس سلسلہ میں پائے جانے والے شبہات کو خوبصورت انداز میں رفع کر دیا ہے۔

اپنے موضوع پر یہ ایک مبسوط مدلل کاوش ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے واضح ہے کہ ترک رفع یدین سنت مستمرہ اور دائمہ ہے۔ اس کو خلاف سنت قرار دینا غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کی محنت اور سعی کو قبول فرمائیں اور انہیں جزائے خیر دیں۔ اس کتاب کو امت میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے کا ذریعہ بنائیں۔

فقط احقر عبدالقدوس ترمذی غفرلہ

جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

۱۱رجمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ ۴راپریل ۲۰۱۲ء

حضرت مولانا پروفیسر غلام رسول عدیم دامت برکاتھم العالیہ

{رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ پر ایک نظر}

مسائل مابھا الاختلاف کوئی آج پیدا نہیں ہوئے۔ خیر القرون میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین کرام رحمہم اللہ و تبع تابعین عظامؒ کے درمیان بھی کتنے ہی مسائل میں اختلاف رہا، مگر یہ اختلافات مخالفت و عداوت اور معاندت و تباغض پر مبنی نہ تھے۔ منشائے الٰہی اور مرادِ رسول ﷺ پانے کے لیے تھے۔ مبتدی اور ظاہر بین جب علامہ اقبالؒ کے یہ شعر پڑھتا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک

ایک ہی سب کا نبی، دین بھی، ایمان بھی ایک

حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک

کیا بڑی بات تھی، ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں، اور کہیں ذاتیں ہیں

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

تو واقعتاً حیرت و استعجاب اور تأسف و افسوس سے اپنے گرد و پیش میں مسلمانوں کو بٹے ہوئے اور ایک دوسرے سے ہٹے ہوئے دیکھ کر بڑی تشویش میں پڑ جاتا ہے۔

بات صرف علمی تحقیق اور اس کے نتیجے میں وضوحِ حق اور ابلاغِ پیغام تک محدود ہو تو اور بات ہے اور مطلوب بھی یہی ہے۔ لیکن معاندانہ رویے کے ساتھ ایک دوسرے کو پچھاڑے، اشتعال انگیزی اور مفسدہ پروری تک جا پہنچے تو واقعی یہ امر امت کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اقبال اتحادِ ملت کے داعی ہیں۔ اور ہر مسلمان یہی چاہتا ہے کہ امت افتراق و تشتت کا شکار نہ ہو۔ تاہم وہ تحقیقاتِ علمیہ اور اجتہادی مسائل جن کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے۔ ان پر کوئی قدغن نہیں۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے کوششیں بھی ایمان کا تقاضا ہیں۔ مختلف فیہ مسائل کے اسباب و علل کی نشاندہی اور راہِ صواب کے تعین کے لیے جلیل القدر زعمائے

علومِ شریعت نے بڑا جاندار کام کیا ہے۔

امام ابنِ تیمیہؒ کی ''رفع الملام عن أئمة الأعلام''، اعلامہ بنِ حزمؒ کی ''الأحکام فی أصول الأحکام'' ج ۲ ص ۱۲۴ تا ۱۳۴، علامہ ابومحمد عبداللہ بن محمد الاندلسی کی ''الانصاف فی التنبیه علی الاسباب التی أوجبت الاختلاف''، علامہ شعرانیؒ کی ''المیزان الکبریٰ''، علامہ محمد حیات سندھی کی ''الایقاف علی سبب الاختلاف''، حضرت شاہ ولی اللہؒ کی ''الانصاف فی بیان سبب الاختلاف'' اور ''حجة الله البالغة'' کی فصلِ سادس، ڈاکٹر مصطفیٰ سعید کی ''اثر الاختلاف فی القواعد الأصولیة فی اختلاف الفقهاء'' وغیرہ جیسی کتابیں ضبطِ تحریر میں لائی گئیں، جن کے ہوتے ہوئے اساسیاتِ دین پر تبر آزمائی نہیں کی جاسکتی۔ تاہم تحقیق وتدقیق اور اجتہاد کا دروازہ تا قیامِ قیامت کھلا رہے گا۔ مجتہد کے لیے تو یہ بھی نویدِ جانفزا ہے کہ وہ مصیب ہو یا مخطی، حسن نیت سے کیا ہوا استنباط اور نتیجۂ فکر، اس کے لیے سودمند ہی رہے گا۔ وہ خطائے اجتہادی پر بھی ایک اجر کا سزاوار ٹھہرے گا۔

زیرِ نظر کتاب ''رَاحَةُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَرْكِ رَفْعِ الْیَدَیْنِ'' حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی کے رشحاتِ قلم کا نتیجہ ہے۔ موضوع ایسا مابہ النزاع بن چکا ہے کہ امت کے دو گروہ اس کے لیے پورا زور مار کر اپنے مؤقف کو درست قرار دینے پر کمربستہ ہیں۔

مولانا موصوف نے جو راہِ صواب اختیار کی ہے۔ وہ اس معیارِ حق کے عین مطابق ہے۔ جس کا انہوں نے جابجا بالوضاحت تذکرہ کیا ہے۔ یعنی اولاً قرآن وسنت سے اخذ واستفادہ، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعینؒ و تبع تابعینؒ کا تعامل اور اجماع وقیاس۔ انہوں نے انہی بنیادوں پر اپنی تحقیق کی عمارت کھڑی کی ہے۔ ایک ایک نکتے پر مضبوط استدلال سے کام لے کر اپنے مؤقف کی وضاحت کی ہے۔ دلائل نہ تو مبہم ہیں اور نہ ہی کمزور۔ پوری طرح تجزیاتی انداز اختیار کر کے باور کرایا ہے کہ رفع یدین کے بجائے ترکِ رفع یدین ہی قرینِ صواب ہے۔ اور امت کے لیے سنت رسولؐ اور تعاملِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اقرب ہے۔ اس مقصد کے لیے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل اور فقہائے کرام رحمہم اللہ کی تحقیقات کی روشنی میں اپنے نقطۂ نگاہ کو خوب پیش کیا ہے۔ ساتھ ہی اس مؤقف کے مخالفین (غیر مقلد حضرات) کی تحریروں کے حوالوں سے اپنی تحریر کو مزید جاندار اور شاندار بنالیا ہے۔ جمے جمائے عقائد اور تقلیدِ کورانہ کے دائرے سے نکل کر اگر خلوءِ ذہن کے ساتھ کتاب کو پڑھا جائے تو مثبت نقوش ذہن پر مرتسم ہوسکتے ہیں۔ کتاب کے باب نمبر

۷ کا حصہ ۷۔۷۔۸ پر غیر مقلد حضرات کے عظیم اساطین شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ اور نواب صدیق حسن خان کے حوالے مخالفین کے مؤقف کو خاصا کمزور کردیتے ہیں۔ضمناً بہت سی دینی معلومات بھی کتاب میں در آئی ہیں۔حدیث کی کتابوں کی زمانی ترتیب سے اپنے نقطۂ نگاہ کو جانچ پرکھ کے حقیقی اصولوں کے مطابق باور کرایا ہے۔

اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ دوسری طرف کوئی مواد ہی نہیں۔احادیث و آثار ادھر بھی ہیں مگر موازنہ کر کے اس سمت کو اختیار کرنا مطلوب ہے جو اقرب الی الصواب بھی ہو اور منزلِ مراد تک بھی پہنچا سکے۔ البتہ کہیں کہیں زورِ استدلال کے جوش میں زبان و بیان میں قدرے تیزی آ گئی ہے مگر ایسا احقاقِ حق کے سچے جذبے کے تحت ہوا ہے۔موضوع کی مناسبت سے تو مناظرانہ اندازِ بیان ہی جچتا ہے۔زبان نپی تلی اور سنجیدہ تو ہے مگر متوازن تر رہتی تو اور اچھا تھا۔

فی الجملہ تحریر شگفتہ، سادہ، سریع الفہم، مدلل، فکر انگیز اور اس موضوع پر غالباً مبسوط ترین ہے۔ذہنوں سے مدت کے لگے ہوئے جالے اتارنے اور سوچ کو صیقل کرنے کے لیے بصیرت افروز بھی ہے اور راحت العینین بھی۔شرط یہ ہے کہ قاری تعصب کی پٹی اُتار کر کتاب کو پڑھے اور اگر خدا نے ذوقِ سلیم اور حق تک پہنچنے کی استعداد بخشی ہے تو فکر و نظر میں حیرت ناک حد تک تبدیلی کے امکانات موجود ہیں۔

غلام رسول عدیم غفر اللہ لہ

۲۰۱۲/۱/۲۴

حضرت مولانا صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی مدظلہ العالی

جانشین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ

دین کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ تعالی نے لیا ہے۔ قیامت تک دین کی حفاظت کرنے کے لیے اللہ تعالی نے علماء کا انتخاب کیا ہے، جو ہر دور میں امت کی رہنمائی کرتے ہیں اور امت کو ضلالت و گمراہی کے راستے سے نکال کر ہدایت کے راستے پر چلاتے ہیں۔ ظلمت سے نور کی طرف لاتے ہیں۔

امت میں جو مختلف فیہا مسائل ہیں ان کی صحیح رہنمائی کرنے کے لیے اللہ تعالی کسی نہ کسی سے کام لیتے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ جو مختلف فیہ چلا آرہا ہے وہ مسئلہ رفع یدین ہے۔ اس پرفتن دور میں جناب مولانا اعجاز احمد اشرفی صاحب نے راحت العینین کتاب لکھ کر امت کی صحیح رہنمائی کی ہے اور حقیقت میں آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب بنے ہیں۔ اور علمائے احناف کے مسلک کی ترجمانی کا حق ادا کردیا ہے۔ اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور ان کی اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ والسلام

صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی

جانشین حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ

مہتمم جامعہ قاسمیہ ۱۱۴ اے غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

خطیب مرکزی جامع مسجد گول غلام محمد آباد فیصل آباد پاکستان

مرکزی سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان

حضرت مولانا مفتی واجد حسین دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ألحمد لله و کفیٰ والصلوٰة والسلام علی سید الرسل وخاتم الأنبیاء۔ وعلی آلہٖ وأصحابہٖ نجوم الهدیٰ۔ أما بعد!

نماز دینِ اسلام کی مہتم بالشان عبادت ہے جس کی اہمیت کسی مسلمان پر مخفی نہیں۔ اور ہر نمازی کی کوشش اور خواہش یہی ہوتی ہے کہ اس کی نماز سنّت نبوی کے مطابق اور عند اللہ مقبول ہو جس کے لیے وہ اپنی بساط کے مطابق اہلِ علم سے مسائل پوچھتا اور سیکھتا ہے۔ نماز کے بعض مسائل خیر القرون سے تا ہنوز امتِ مسلمہ میں مختلف فیہ ہیں۔ ان میں سے ایک مسئلہ رکوع جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا ہے۔ پیشِ نظر کتاب ''رَاحَةُ الْعَيْنَيْنِ فِيْ تَرْكِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ'' میں محترم مولانا اعجاز احمد صاحب اشرفی مدظلہ (فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور) نے ان مقامات میں ترکِ رفع یدین کے مؤقف کو قرآن و حدیث، آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اور خیر القرون کے جمہور سلف صالحین کے تعامل سے مدلل انداز میں ثابت کیا ہے۔ اور کتاب کے آخر میں قائلین رفع یدین کے دلائل کا جائزہ بھی لیا ہے۔

اگر فریقین مذکورہ مسئلہ کے محقق پہلو پر (جو ان کے نزدیک دلائل سے محقق ہو) عمل کرتے اور دوسرے سے تعرض نہ کرتے تو اس کے لیے تحریر و تصنیف کی ضرورت پیش نہ آتی اور نہ ہی یہ مسئلہ امت میں انتشار و افتراق کا سبب بنتا۔ لیکن جب قائلین رفع یدین کی طرف سے یہ بات سامنے آئی کہ ترکِ رفع یدین کی وجہ سے نماز باطل ہو جاتی ہے یا کم از کم خلافِ سنت ہوتی ہے۔ تو اس باطل نظریے کی تردید کے لیے قلم اٹھانا ناگزیر ہو گیا۔ اس بناء پر مؤلف موصوف نے کتاب ہذا میں دلائل سے اس باطل نظریے کا پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ ایسے باطل نظریے کے حامل کو اپنے پیش رو کی یہ عبارت ضرور ملحوظ رکھنی چاہیے۔ مولانا سیّد نذیر حسین صاحب کے مکتوبہ و مصدقہ فتوؤں کا مجموعہ فتاویٰ نذیریہ ج ۱ ص ۴۴۱ پر ہے: ''در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع و وقت برداشتن سر از رکوع منازعت و مخاصمت و مشاتمت و مغاضبت کردن خالی از تعصب مذہبی و جہالت نخواہد بود'' یعنی رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے میں لڑنا جھگڑنا اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا مذہبی تعصب اور جہالت سے خالی نہیں ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ رب العزت مؤلف موصوف کی یہ کاوش اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اتحاد امت کا ذریعہ بنا کر خواص و عام کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

واجد حسین عفی عنہ

۱۶ رصفر ۱۴۳۳ھ، ۱۱ جنوری ۲۰۱۲ء دارالافتاء، جامعہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

حضرت مولانا محمد سیف الرحمن قاسم دامت برکاتہم العالیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ کتاب نماز میں رفع یدین کرنے کے بارے میں ہے یہ اگرچہ فروعی مسائل میں ہے لیکن چونکہ کچھ لوگوں نے اس مسئلہ کو حق و باطل کا معیار بنالیا اور وہ کہتے ہیں کہ نماز صرف ہماری ہے۔ اور جو لوگ ان کی ترتیب پر نماز ادا نہیں کرتے ان کی نماز کوئی نماز نہیں اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔ اس مسئلہ پر ان کی بے شمار کتابیں اردو زبان میں طبع ہو چکی ہیں۔ بعض میں تو بڑی ہی غلیظ زبان استعمال کی گئی ہے۔ عوام جو اصل حقیقت سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں وہ ان کتب کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور جب کسی کو فروعی مسائل کے بارے میں شبہات واقع ہوں تو بسا اوقات وہ اصول سے بدگمان ہو جاتا اور کہتا ہے کہ جس دین میں یہ مسائل ہیں وہ دین ہی غلط ہے۔ اور اگر انسان غیر مقلد بن بھی جائے اور یہ سمجھے کہ اب میری نمازیں درست ہو گئیں تو کیا یہ المیہ کم ہے کہ آج تک پڑھی ہوئی سب نمازیں بیکار ہوں اور ان پر کوئی ثواب نہ ہو۔ کسی سے کہا جائے کہ تیرے مکان کی رجسٹری جعلی ہے یا کہا جائے تیری جیب میں پڑے ہوئے پچاس ہزار روپے جعلی ہیں اس کو کتنی تکلیف ہوگی۔ ارے دنیا کے چند ٹکوں کے نقصان پر تو تڑپ جائے تیری بھوک اڑ جائے تیری نیند ختم ہو جائے اور تیری ساری زندگی کی نمازوں کو بلاوجہ لوگ کالعدم کر دیں تو ان کا شکریہ ادا کرتا پھرے اور سابقہ نمازوں کو قضا کرنے کی فکر بھی نہ کرے۔ تف ہے تیری عقل پر! کیا تیرے دل میں دین کی یہی قدر ہے کیا تجھے اپنی آخرت کا اتنا ہی فکر ہے۔

بہرحال لوگوں کو ان کے دین کی قدر بتانے کیلئے یہ کتاب لکھی گئی اور اس بات کو سمجھانے کیلئے کہ تمہاری ساری زندگی کی نمازوں کو کالعدم کہنے والے یہ لوگ تمہارے خیر خواہ نہیں دوست نما دشمن ہیں یہ اہل حدیث ہوں تو کیا ہوا؟ اللہ نے تمہیں اہل قرآن وحدیث بنایا ہے۔ اگر ان کے پاس بخاری شریف کی ایک روایت ہے تو قرآنی آیات اور بہت سی صحیح احادیث سے یہ لوگ محروم ہیں اس لئے اللہ کا شکر ادا کریں اور اپنے مسلک پر استقامت سے جمے رہیں۔

[رکوع سے آگے پیچھے ترک رفع یدین کے فائدے]

☆ نبی ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک امت میں اس پر عمل ہوتا رہا ہے ہر دور میں لکھی جانے والی فقہ، حدیث اور شروح حدیث کی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے، اور ہم نے جن اکابر سے نماز سیکھی انہوں نے ایسے ہی سکھائی، اور امت کے ساتھ رہنے میں ہی ہمارا فائدہ ہے مگر یہ لوگ ہمیں ساری امت سے کاٹنا چاہتے ہیں۔ اگر ہم ساری امت سے بدگمان ہو جائیں تو قیامت کے دن ہمارے حق میں گواہی کون دے گا؟

☆ آپ اس کتاب میں پڑھیں گے کہ ترک رفع یدین نبی ﷺ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے نیز یہ کہ ترک رفع یدین قرآن کریم سے بھی ثابت ہے اور حدیث نبوی شریف سے بھی اس لئے ہم الحمد للہ اہل قرآن وحدیث ہیں جبکہ یہ لوگ ہمیں اہل حدیث بنا کر قرآن سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔

☆ یہ لوگ صرف اس کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے رفع یدین کیا ہے جبکہ دیکھنا یہ بھی تو چاہئے کہ کہ آپ ﷺ نے امت کو کیا حکم دیا ہے ہم دکھاتے ہیں مسلم شریف کی صحیح حدیث ہے: وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوْا وَاسْجُدُوْا (مسلم ج ا ص ۱۷۴)۔ ''اور جب امام اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرے تو تم بھی اللہ اکبر کہہ کر رکوع کرو'' نبی ﷺ نے دو کاموں کا حکم دیا یہ تیسرے کا اضافہ کروا رہے ہیں پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ نہ پوچھا کہ ہم اس وقت رفع یدین کریں یا نہ کریں معلوم ہوا کہ اس وقت رفع یدین معمول نہ تھا۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی کہ اسی حدیث شریف میں آپ نے یہ بھی فرمایا: وَإِذَا كَبَّرَ وَسَجَدَ فَكَبِّرُوْا وَاسْجُدُوْا (ایضاً) ''اور جب امام اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے تو اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرو''۔ تو جیسے اس حدیث کا تقاضا ہے کہ سجدے کو جاتے ہوئے تکبیر کہی جائے رفع یدین نہ کیا جائے اسی طرح اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ رکوع کو جاتے ہوئے بھی تکبیر کہی جائے رفع یدین نہ کیا جائے۔

☆ ترک رفع یدین سے سب قسم کے دلائل [آیات قرآنیہ، نبی کریم ﷺ کا قول مبارک، آپ کا فعل مبارک، آپ کی تقریر] پر عمل ہوتا ہے، ان شاء اللہ ثواب بھی زیادہ ملے گا۔

☆ غیر مقلد جس طرح رفع یدین کی اہمیت بتاتے ہیں اس کی وجہ سے انسان کے دل میں ان نصوص کی قدر نہیں رہتی جن سے ترک رفع کی تائید ہوتی ہے۔

☆ ہم جب سے نماز پڑھنے لگے ہیں رکوع کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتے اگر اس کو ہم غلط سمجھ لیں تو سابقہ سب نمازوں کو باطل یا خلاف سنت ماننا ہوگا جس کی وجہ سے یا ہماری نمازیں ضائع ہوں گی یا ان کا ثواب کم ہوگا جبکہ رفع یدین نہ کرنے کے دلائل کو سمجھ کر ہمیں شرح صدر ہو تو ان شاء اللہ سابقہ نمازوں کا ثواب بھی محفوظ رہے گا اور آئندہ کیلئے عمل کا جذبہ بھی قائم ہوگا۔

ترک رفع سے انسان میں اللہ تعالیٰ سے اپنے عمل کی قبولیت کے بارے میں حسن ظن رہتا ہے۔ اور مشہور حدیث ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔

☆ اگر ہم رفع یدین کر کے یہ سمجھ لیں کہ ہم نے سنت کو قائم کیا تو جو بڑے بڑے متقی پرہیزگار علماء و مشائخ رفع یدین نہیں کرتے یا ماضی میں انہوں نے رفع یدین نہیں کیا ہم ان کو حقیر اور تارک سنت سمجھیں گے اور اگر ہم ترک رفع پر قائم رہیں اور رفع یدین کرنے والے ائمہ سے عقیدت باقی رکھیں تو ان شاء اللہ اس قسم کے تکبر سے بھی نجات رہے گی۔ فقط:

بندہ محمد سیف الرحمن قاسم

جامعۃ الطیبات گلی نمبر ۴ کنور گڑھ گوجرانوالہ ۱۹ صفر ۱۴۳۳ھ

مطابق ۱۴/ جنوری ۲۰۱۲ء سات بجکر ۴۴ منٹ صبح